اضافہ جدیدہ

دار الافتاؤں میں رائج الوقت نسخوں کے مطابق تخریج کے ساتھ جدید کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

مُدلّل و مکمّل

جلد ۱۳

الشركة والقسمة والمضاربة والوقف

افادات: مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

حسب ہدایت: حضرت اقدس مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

مرتب

مفتی محمد امین صاحب پالنپوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

دارُالاِشاعَت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

طباعت : ستمبر ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 542 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھ روڈ لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 HALLIWELL ROAD
BOLTON, BL1-3NE

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین

شرکت اور بٹوارہ کا بیان

مضاربت کا بیان

وقف کا بیان

وقف کی شرطیں اور احکام

وقف کے مصارف کا بیان

اوقاف کی خرید وفروخت، استبدال اور ابطال کا بیان

وقف کی تولیت کے مسائل

وقف علی الأولاد کے احکام

وقف کے متفرق مسائل

احکام مسجد

مسجد اور اس کی زمین سے متعلق مسائل

اوقافِ مسجد سے متعلق مسائل

مسجد کی تولیت کے احکام

مسجد کی آمدنی اور اس کے مصارف کا بیان

مسجد کی اشیاء اور بوسیدہ چیزوں کا بیان

مسجد کے چندہ سے متعلق مسائل

مسجد میں نامناسب مال صرف کرنے کا بیان

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم أما بعد :

"فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" کی بارہ (۱۲) جلدیں ایک مدت سے شائع ہورہی ہیں؛ جن میں "کتاب الطهارة" سے "کتاب اللقطة" تک کے مسائل ہیں، کتاب اللقطہ سے آگے ترتیب کا کام کافی دنوں سے موقوف تھا، اب حضرت اقدس مولانا بدرالدین اجمل صاحب رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی تحریک اور مؤقر اراکین مجلس شوریٰ کی تجویز کی بناپر کتاب اللقطہ سے آگے ترتیب فتاویٰ کا کام دوبارہ شروع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

سب سے پہلے حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب دامت برکاتہم کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ دارالعلوم کے فتاوی کا ڈیڑھ سو سالہ ذخیرہ جو سیکڑوں کی تعداد میں بڑے بڑے رجسٹروں میں محفوظ ہوتے ہوئے بھی غیر محفوظ ہے کیونکہ کاغذ بوسیدہ ہو چکے ہیں اور آپس میں ایسے چپک گئے ہیں کہ کھول کر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، مزید پھٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے، اس لیے جدید ٹکنالوجی کی سہولت سے انھیں کمپیوٹر اور سیڈیز کے ذریعہ محفوظ کرلیا جائے، اور انٹرنیٹ کے ذریعہ ان کی افادیت کو عام کرنے کی کوشش کی جائے ——— موصوف نے اپنی یہ تجویز جن حضرات اکابر کے سامنے رکھی انھوں نے ہمت شکنی نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ بھائی! اتنا بڑا کام کیسے کرو گے؟ یہ تو بہت نازک، دیرطلب اور بہت ہی احتیاط والا کام ہے۔

بالآخر حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب نے شعبۂ کمپیوٹر کے ذمہ دار مولانا عبدالسلام صاحب قاسمی اور ان کے شعبہ سے متعلق دیگر حضرات کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور ان سے تعاون کی اپیل کی، چونکہ یہ ان کا فن تھا اس لیے وہ حضرات مولانا کی تجویز کو بہت جلد سمجھ گئے اور فوراً ہر قسم کے تعاون کے لیے مستعد ہو گئے ——— بعدہٗ مولانا عبدالسلام صاحب قاسمی نے قلیل مدت میں دو مجموعے نمونے کے طور پر تیار کرائے، حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب نے جب یہ نمونے

مجلس شوریٰ میں پیش فرمائے تو مجلس شوریٰ نے اتنے بڑے منصوبے کی اجازت دیدی۔

(ماخوذ از ''میرے مرشد میرے شیخ'' ص: ۱۲۸-۱۳۲)

پھر حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحب کارگذار مہتمم دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی اور مولانا عبدالسلام صاحب قاسمی کی زیر نگرانی دو مفتیوں نے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے تمام فتاویٰ پر قدیم رجسٹروں میں ابواب فقہیہ کے کوڈ لگائے، پھر مولانا عبدالسلام صاحب قاسمی نے ابواب فقہیہ کے کوڈ کے ساتھ تمام فتاویٰ کی کمپیوٹر کتابت اور اس کی تصحیح اپنی نگرانی میں کرائی، پھر جن ابواب پر ہمیں کام کرنا تھا ان کو ابواب فقہیہ کی ترتیب کے مطابق کتابت شدہ فتاویٰ کمپیوٹر سے نکال کر ہمارے حوالے کیے گئے۔

پھر ہم نے ان فتاوی کا بغور مطالعہ کیا، جو فتاویٰ مکرر یا ناقص تھے ان کو حذف کردیا اور قابل اشاعت فتاویٰ کا انتخاب کیا، پھر منتخب کردہ فتاوی کی قدیم رجسٹروں سے ملا کر دوبارہ تصحیح کی تاکہ کوئی غلطی باقی نہ رہ جائے، اور مفتی صاحب نے اپنے فتاوی میں جو حوالے درج فرمائے تھے ان کو اصل مراجع سے ملا کر دیکھا، جو اغلاط تھیں ان کی تصحیح کی اور موجودہ ایڈیشنوں کے مطابق باب اور فصل وغیرہ کی تفصیل کے ساتھ حاشیہ میں حوالے درج کیے، کیونکہ مفتی صاحب کے فتاویٰ میں قدیم ایڈیشنوں کے مطابق حوالے درج تھے، اور اکثر جگہ صرف عربی عبارتیں تھیں کسی کتاب یا باب کا حوالہ نہیں تھا، اسی طرح اکثر احادیث شریفہ اور آیات کریمہ مفتی صاحب کے فتاویٰ میں بغیر حوالے کے درج تھیں ان کے حوالے بھی حاشیہ میں درج کیے، اور جو احادیث ناقص تھیں ان کو مکمل حاشیہ میں نقل کردیا تاکہ اہل علم کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

ان تمام دشوارترین مراحل کو طے کرنے کے بعد منتخب کردہ فتاویٰ کو ابواب وفصول پر مرتب کیا، اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں حاشیہ میں حوالے نقل کیے، نیز عناوین اور علامات ترقیم سے فتاوی کو مزین کیا، اور جو فتاویٰ فارسی یا عربی زبان میں تھے ان کا اردو میں ترجمہ کیا، اور غیر معروف الفاظ کی بین القوسین یا حاشیہ میں مختصر وضاحت کی، تاکہ عام قارئین بھی مفتی صاحب کے فتاویٰ سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

نیز ہر سوال کے اخیر میں بین القوسین نمبر سلسلہ اور ہجری سنہ درج کردیا تاکہ فتاویٰ کی اشاعت کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو قدیم رجسٹروں میں اس فتوے کو آسانی سے دیکھا جاسکے، اس سے پہلے مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی اور احقر نے شائع شدہ فتاویٰ کی بعض جلدوں پر ضمیمے لکھے تھے، اس وقت بعض فتاوی کو قدیم رجسٹروں سے ملانے کی ضرورت پیش آئی تو تلاشِ بسیار کے بعد وہ فتاوی ہمیں قدیم

رجسٹروں میں ملے، آئندہ کسی کو ایسی دشواری پیش نہ آئے اس لیے ہم نے ہر سوال کے اخیر میں نمبر سلسلہ ہجری سنہ کے ساتھ درج کردیا ہے۔

یہ تمام کام احقر نے مفتی مصطفیٰ امین پالن پوری اور مفتی محمد مبین حیدرآبادی کے تعاون سے انجام دیے، اس کے بعد احقر نے منتخب کردہ تمام فتاوی کو خوب غور سے دیکھا، جس فتوے میں احقر کو تردد ہوا اس کو قدیم رجسٹروں سے ملا کر دیکھا تاکہ کوئی فروگذاشت باقی نہ رہ جائے، الغرض احقر نے اور احقر کے دونوں معاونین نے فتاوی کی اس جلد کی تصحیح اور اس کو خوب سے خوب تر بنانے کی پوری کوشش کی ہے، اس کے باوجود اگر کسی صاحب کو کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں آگاہ فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ جن جدید ایڈیشنوں کے حوالے ہم نے حاشیہ میں درج کیے ہیں ان میں بعض جگہ اغلاط ہیں، ہم نے قدیم نسخوں اور اصل مراجع سے ملا کر کئی جگہ عبارتوں کی تصحیح کی ہے۔

جب فتاوی کی یہ جلد تیار ہوگئی تو برادر محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت میں اس کو پیش کیا جو ترتیب فتاوی کی علمی سرپرستی فرما رہے ہیں، موصوف نے پوری جلد کو بہت غور سے از اوّل تا آخر دیکھا، موصوف کے ملاحظہ اور تصویب کے بعد اس جلد کو شائع کیا جارہا ہے۔

اخیر میں ہم تمام اراکین شوریٰ خصوصاً حضرت اقدس مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب دامت برکاتہم کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان حضرات کی مساعیٔ جمیلہ سے ترتیب فتاوی کا کام دوبارہ شروع ہوا —— نیز حضرت مولانا غلام رسول صاحب خاموش کارگذار مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے بھی ہم شکرگذار ہیں کہ ترتیب فتاوی کے کاموں میں جب کوئی انتظامی دشواری پیش آئی تو ان حضرات نے اس کو دور کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائیں اور ان کے سایۂ عاطفت میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں! آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری غفرلہٗ
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ بروز جمعہ

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاوی شامی	دارالکتاب دیوبند
فتاوی ہندیہ	دارالکتاب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتاب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتاب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتاب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتاب دیوبند
البحرالرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکۃ والقسمۃ

شرکت اور بٹوارہ کا بیان

سوداگری میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شرکت درست ہے

سوال: (۱) شراکت اناث کی ذکور کے ساتھ معاملہ سوداگری میں جائز ہے یا نہیں؟

(۶۰ ۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے۔(۱)

مشترک کاروبار کی آمدنی میں دونوں شریکوں کا حصہ برابر ہے

سوال: (۲) دو شخص دست کار، دکان دار، مشترک ہیں؛ ایک شخص کسی اور جگہ جا کر کام کرتا ہے،
ـ گھر پر کام کرتا رہتا ہے، اس کی آمدنی میں جو گھر پر رہتا ہے کس قدر حصہ ہوگا؟ (۶۸۵ ۱۳۳۴ھ)

الجواب: دونوں کا حصہ برابر ہے (۲) فقط

ا أما الشرائط العامّة: فأنواعٌ منها أهلية الوكالة (بدائع ۵/۷۷ شرائط الشركة) وفيه في بيان
انط الوكالة: وأما الذي يرجع إلى الوكيل فهو أن يكون عاقلا (بدائع ۵/۱۶ كتاب الوكالة)
) وحكمها الشركة في الربح (الدرالمختار مع الرد ۶/۳۷۰ كتاب الشركة، مطلبٌ :
كة العقد)

مشترک کاروبار میں کوئی ٹھیکہ ایک کے نام سے ہو تب بھی دوسرا نصف نفع کا مستحق ہوگا

سوال: (۳) زید اور بکر نے شرکت میں کاروبار شروع کر دیا، اور نصف نصف دونوں کا مقرر ہوا لیکن کچھ ٹھیکہ ایسا ہوا کہ اس کا اقرار صرف بکر کے نام سے ہوا تھا، اور زید نے بکر کا اعتبار کر کے اس کے نام ٹھیکہ پختہ کرادیا تھا، اور زید و بکر کا باہم یہی اقرار تھا کہ منافعہ نصف نصف دونوں کا ہوگا؛ لیکن بکر نصف منافعہ ٹھیکہ مذکور کا زید کو دینے سے انکار کرتا ہے؛ شرعاً زید اس منافعہ کا حقدار ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲۰۷/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں زید شرعاً نصف نفع کا مستحق ہے (۱) فقط

کوئی شریک کام نہ کرے اور نفع برابر لے تب بھی شرکت درست ہے

سوال: (۴) زید کے سو (۱۰۰) روپے ہیں اور بکر کے بیس، دونوں نے کہا: فلاں تجارت کریں جو نفع یا نقصان ہو وہ نصفا نصف ہوگا، اور زید نے کہا کہ میں اس تجارت میں کوئی کام نہ کروں گا، یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۴/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ صورت شرکت کی درست ہے کما فی عامة کتب الفقه (۲) فقط

مشترک تجارت میں کم کام کرنے والے کا نفع کتنا ہوگا؟ اور وہ اپنے نفع میں سے زیادہ کام کرنے والے کو کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵) زید، عمر، بکر تینوں نے مل کر تجارت شروع کی، زید نے پچیس ہزار روپے عمر اور بکر کو

---

(۱) وحكمها الشركة في الربح (الدر المختار مع الردّ ۶/ ۳۷۰ كتاب الشركة، مطلبٌ: شركة العقد)

(۲) قوله: ومع التفاضل في المال دون الربح أي بأن يكون لأحدهما الف وللآخر ألفان مثلا واشترطا التساوي في الربح، قلت: والظاهر أن هذا محمولٌ على ما إذا كان العمل مشروطا على أحدهما (رد المحتار ۶/ ۳۷۷ كتاب الشركة، مطلبٌ: في توقيت الشركة روايتان)

بہ شرط ذیل دیے کہ تم دونوں تجارت کرو اور جو منافعہ یا نقصان تجارت میں ہو وہ چہار حصہ میں تقسیم ہوگا، دو حصے زید کے، اور ایک حصہ عمر اور ایک بکر کا —— تجارت کے وقت عمر اور بکر میں اس بات کی کچھ شرط نہیں ہوئی تھی کہ دونوں کام تجارت کا برابر کریں گے یا کم وبیش، عمر نے پورے تین سال تجارت میں کام کیا اور بکر نے تین سال میں صرف سات ماہ کام کیا تو بکر پوری چوتھائی پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر بکر اپنے حصہ میں سے عمر کو کچھ دے تو درست ہے یا نہیں؟ مگر بکر کی اپنے تمام منافع میں یہ نیت ہے کہ میرے حصہ میں جس قدر منافعہ حاصل ہوگا اس میں سے علاوہ حوائج ضروری کے کل روپیہ مکہ معظمہ جا کر خرچ کروں گا تو اس صورت میں بکر، عمر کو اپنے روپے میں سے دے سکتا ہے یا نہیں؟ فقط (۱۶۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں بکر پورا چوتھائی حصہ پانے کا مستحق ہے، لیکن اگر وہ اپنی رضا سے عمر کو اپنے حصے میں سے کچھ دے دے تو درست ہے، اور اس نیت کی وجہ سے کہ مکہ معظمہ جا کر روپیہ خرچ کروں گا وہ مال بکر کی ملک سے خارج نہیں ہوا، بکر جو چاہے تصرف کر سکتا ہے اور جس کو چاہے دے سکتا ہے (۱) فقط

مالک مشین کے ساتھ سلائی کے کام میں شرکت کرنا

سوال: (۲) ابوخان نے کپڑا سینے کی مشین سنگر کمپنی سے ایک سو ستر روپے میں اُدھار خریدی، پانچ روپے ماہواری کے حساب سے، ۹۰ روپے خریدار نے کمپنی کو دے دیے باقی اس سے ادا نہ ہو سکے؛ کیوں کہ کام آنا بند ہوگیا، مجبوراً اس نے ایک مہاجن کے پاس ۵۵ روپے میں مشین گروی رکھی، زید اور عمر نے اس سے کہا کہ اگر تم اس بات پر راضی ہو جاؤ کہ کام کپڑا سینے کا ہم تم سب مل کر کریں گے لیکن آمدنی میں سے چھ آنہ فی روپیہ مزدوری کا ہم دونوں کو دیا کرو تو ہم ۵۵ روپے دے کر مشین چھڑا لاویں، وہ راضی ہوگیا۔ زید اور عمر نے روپے دے کر مشین چھڑا لی، اور ابوخان نے ان کے روپے کی ادائیگی کا ایک سال کا وعدہ کیا اور یہ شرط کی کہ اگر ایک سال میں روپیہ ادا نہ کروں تو مشین زید اور عمر کی ملک سمجھی جاوے، اب ہر سہ اشخاص مل کر کام کپڑا سینے کا کرتے ہیں، اور فی روپیہ چھ آنہ حسب اقرار مزدوری میں سے زید اور عمر لیتے

(۱) لكن هذا مقيدٌ بأن يشترطا الأكثر للعامل منهما أو لأكثرهما عملا أما لو شرطاه للقاعد أو لأقلهما عملا فلايجوز (رد المحتار ۶/ ۴۷۷ كتاب الشركة، مطلبٌ: في توقيت الشركة روايتان)

ہیں: یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۶۲/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس طرح شرکت کرنا درست ہے کہ مشین ایک شخص کی ہو، پھر وہ مالک مشین، اور دوسرے لوگ اس سے کام سلائی کا کریں، اور نفع میں حسب قرارداد سب شریک ہوں، البتہ یہ امور جو اس میں شرط کیے گئے ہیں کہ ہم مشین اس شرط پر چھڑاتے ہیں الخ یا یہ کہ بعد ایک سال کے اگر روپیہ ادا نہ کیا تو وہ مشین تمہاری ہے: یہ شروط باطلہ ہیں ایسا نہ کرنا چاہیے، اور ان شرطوں کی وجہ سے اصل معاملہ بھی خراب ہو جاتا ہے: لہٰذا ان شرطوں کو حذف کر دینا چاہیے (۱)

شرکت میں خریدی ہوئی جائداد کا حکم

سوال: (۷) عمر و زید نے ایک جائداد مشترک خریدی، زید ہر طرح سے وسعت مالی رکھتا ہے، اور عمر مفلس و نادار ہے، زر ثمن جائداد زید نے دیا، بعد انتقال زید، وارثان زید جائداد مذکورہ بالا میں سے حصہ نصف جائداد عمر سے لینا چاہتے ہیں، عمر کہتا ہے کہ زید بیشک میرا شریک تھا، زر ثمن میں نے ہی دیا ہے تمہارا کچھ حق اس جائداد میں نہیں ہے، اور وارثان زید کہتے ہیں کہ اگر روپیہ ہمارے مورث نے نہیں دیا ہے تو ہم وہ زر ثمن اب دیتے ہیں ہم کو نصف جائداد دو، اور مورث کے انتقال سے اس وقت تک جو منافعہ ہوا ہے وہ تم ہم کو دو، بموجب حکم شرع حق پر کون ہے؟ (۲۸۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب زید و عمر دونوں مشتری جائداد مذکور کے ہیں تو دونوں شریک نصف نصف کے ہیں، اور ان کے بعد ان کے ورثہ قائم مقام ان کے ہیں، لہٰذا زید کے ورثہ کا قول اور مطالبہ شرعاً صحیح اور حق ہے، فی رد المحتار: قوله: ولزمه نصف الثمن: بناء على أن مطلق الشركة يقتضي التسوية الخ (۲) فقط واللہ اعلم

---

(۱) خياط وتلميذ اشتركا في الخياطة على أن يقطع الأستاذ الثياب ويخيط التلميذ والأجر بينهما نصفان ... ينبغي أن تصح هذه الشركة (فتاوى هندية ۲/ ۳۳۱ قبيل الباب الخامس في الشركة الفاسدة) وفيه: الشركة تبطل ببعض الشروط الفاسدة (هندية ۲/ ۳۳۵)

(۲) الشامي: ۶/ ۳۹۶ كتاب الشركة ـ فصل في الشركة الفاسدة.

شرکت کا روپیہ اگر کم وبیش ہو تو نفع اور نقصان کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: (۸) دو شخص شریک تجارت ہیں ایک بوجہ عدیم الفرصتی کے شریک کار نہ ہوتے ہوئے دوگنا روپیہ دے دیتا ہے، دوسرا شخص ایک حصہ روپیہ اور ایک حصہ کے عوض تجارت کے کاروبار کا ذمہ دار ہوتا ہے، ایسی صورت میں اگر خسارہ رہے تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ (۱۳۴۱/۲۲۹۹ھ)

الجواب: شرکت کا روپیہ اگر کم وبیش ہو اور منافع کا حصہ کم روپیہ والے کا زیادہ اور زیادہ روپیہ والے کا کم مقرر کیا جاوے تو یہ بھی درست ہے، اور نفع اور نقصان میں دونوں شریک ہوں گے، نقصان کی صورت میں زیادہ روپے والے پر زیادہ نقصان، اور کم روپے والے پر کم نقصان عائد ہوگا؛ غرض نقصان حسب حصہ اصل ہوگا (۱)

خسارہ تمام شرکاء پر حسبِ حصص تقسیم کیا جائے گا

سوال: (۹) عبدالغفور نے فضل احمد سے آلو کی تجارت کے لیے ایک ہزار چار سو روپے اور محمد یحییٰ سے سات سو روپے لیے، بعدہٗ عبدالغفور نے اپنے ماموں محسن کو باجازت فضل احمد و محمد یحییٰ کے شریک کر لیا اور خود عبدالغفور نے ستر روپے اور محسن نے ۶۱۵ روپیہ اس تجارت میں اپنا لگایا، دو ہزار سات سو پچاسی روپے کا مال لایا گیا، کچھ مال فروخت ہونے کے بعد محسن نے عبدالغفور کو اور مال لانے کے لیے روانہ کیا۔ بکری کے روپے میں سے ۸۱۵ روپے دے کر روانہ کیا اور کہہ دیا کہ چالیس پچاس من خریدنا، عبدالغفور نے سوچا کہ ساٹھ من خریدوں خرچ ریل وغیرہ کا برابر ہی ہوگا اور روپیہ بھی کافی ہے، عبدالغفور نے فضل احمد سے دریافت کیا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ جس قدر مناسب سمجھو اور جس قدر نفع کے ساتھ ہو جاوے اس قدر لاؤ، چنانچہ عبدالغفور ساٹھ من لایا، فروخت ہونے پر مبلغ ۲۹۹ روپے دس آنے چھ پیسے خسارہ ہوا، اب محسن کہتے ہیں کہ میں اس مال کا شریک نہیں جو دوبارہ ساٹھ من آیا ہے؛ کیوں کہ ہماری بتلائی ہوئی مقدار سے زیادہ لایا گیا، حالاں کہ محسن نے اپنی ہی رائے سے روپیہ دے کر عبدالغفور کو بھیجا۔

---

(۱) وفي الدر المختار: والربح على ماشرطا، قال الشامي: وقيد بالربح لأن الوضيعة على قدر المال وإن شرطا غير ذلك (۳۷۹/۶ كتاب الشركة ـ مطلبٌ: في تحقيق حكم التفاضل)

تھی۔ اب محسن نے پانچ سو اٹھتر روپے نقد وصول کر لیے تو خسارہ سب کے ذمہ پڑے گا یا نہیں؟ اور محسن کے ذمہ اس مکان کا کرایہ ڈال سکتے ہیں جس میں مال فروخت کیا گیا ہے یا نہ؟ کیونکہ محسن اپنے حصہ سے جو اس کو بعد خسارہ کے ملنا چاہیے اس قدر زیادہ وصول کر چکے ہیں کہ کرایہ مکان کا ادا ہو جائے؛ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۸۱۱/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: خسارہ موافق حصص کے جملہ حصہ داروں پر پڑے گا (۱) اور محسن کے ذمہ کل کرایہ مکان مذکور کا ڈال سکتے ہیں فقط

نفع ونقصان کے متعلق شریک کا بیان بہ حلف معتبر مانا جائے گا

سوال: (۱۰) نور محمد و ابراہیم نے بحصہ مساوی ایک دکان کپڑے کی کھولی، شروع میں نور محمد کا تین سو پچاس روپیہ اور ابراہیم کا صرف ۹۰ روپیہ (تھا) ابراہیم باہر سے مہاجنوں کے یہاں سے مال لاتے رہے، اور دونوں آدمی فروخت کرتے رہے، بعد اس کے ابراہیم مال باہر لے جا کر فروخت کرتے رہے، جس قدر مال باہر لے جاتے تھے اس میں سے بکری کا کچھ روپیہ تو لاتے تھے اور باقی کے متعلق یہ کہتے تھے کہ وہاں پر مال پڑا ہے، کچھ دنوں یہی سلسلہ جاری رہا بعد میں تھوڑا مال اور کچھ رقم وہاں سے واپس لائے، ساڑھے چار ہزار روپیہ ابراہیم نے دبالیا۔ دریافت کرنے پر لاعلمی ظاہر کی اس کے بعد مہاجنوں نے ابراہیم سے اپنے روپے کا تقاضہ کیا اس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں سب نقصان ہو گیا، بعدہٗ نور محمد کو دکان سے نکالنے کی تدبیر کی اور بقیہ مال پر خود قبضہ کرنا چاہا جب نور محمد کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے دو مہاجنوں کا قرض بقیہ مال سے ادا کر دیا، باقی مہاجنوں کا قرض ابھی تک باقی ہے اس صورت میں عند اللہ دونوں پر روپے کا ادا کرنا برابر واجب ہے یا کم وبیش، یا صرف ایک ہی پر؟ (۸۵۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرکت میں شریک امین ہوتا ہے اور اس کا قول معتبر ہوتا ہے نفع اور نقصان میں کما فی الدر المختار: وھو أی الشریك أمین فیقبل قوله بیمینه فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکه (۲) لہٰذا جو کچھ نفع ونقصان کے متعلق ابراہیم کا بیان ہے وہ بحلف معتبر مانا

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۳۸۵ کتاب الشرکة — مطلبٌ: أقر بمقدار الربح ثم ادعی الخطاء.

جاوے گا اور نقصان دونوں پر پڑے گا، اور قرض خواہوں کا مطالبہ صرف ابراہیم سے ہوگا جب کہ معاملہ کرنے والا ان سے ابراہیم تھا اور عقد شرکت میں ایک دوسرے کا کفیل نہ ہوا تھا پھر ابراہیم نصف اس کا نور محمد سے لے گا قال في الدر المختار: والربح على ما شرطا..... و يطالب المشترى بالثمن فقط لعدم تضمن الكفالة الخ قال المحقق الشامي: هذا إذا لم يذكر الكفالة الخ (۱) فقط

مشترک مال میں سے ایک شریک کا اپنی ضرورت میں کچھ رقم خرچ کرنا —— اور کم رقم والے کا حصہ

سوال: (۱۱) تین شخصوں نے مل کر تجارت کی، اور ایک شریک نے برضا دیگر شرکاء کچھ روپیہ شادی میں صرف کیا یہ روپیہ مجرا ہوگا یا نہ؟ نیز شخص مذکور متوفی کا حصہ عندالشرکتہ چوں کہ کم تھا، اس لیے تقسیم ترکہ کے وقت اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا یا برابر طریقہ سے تقسیم کی جائے؟ (۴۵۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرکت کے روپے سے جس شریک نے بھی جو زائد رقم صرف کی ہے وہ حساب کے وقت ضرور مجرا ہوگی، پھر اگر سب حصہ دار منافع میں برابر کے شریک تھے تو رأس المال کی کمی سے کسی کے حصہ نفع میں کمی نہیں کی جاسکتی، اور اگر نفع بقدر رأس المال طے ہوا تھا تو اسی کے موافق عمل کیا جائے گا، یعنی متوفی کا جس قدر اصل روپیہ تھا نفع بھی اسی لحاظ سے محسوب ہوگا، غرض عقد شرکت جن شرائط کے تحت منعقد ہوا تھا، اب بوقت تقسیم ان کے موافق عمل کیا جاوے گا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲) تین شخصوں نے شرعی حیثیت سے تجارت کی، اور مال مشترک میں سے ایک شریک نے اپنی ذات خاص کے لیے رقم صرف کی تو یہ رقم اس کے حصہ میں محسوب ہوگی یا نہیں؟ اگر محسوب ہوگی تو یہ دین اور دین مہر دونوں تقسیم ترکہ سے مقدم ہوں گے یا نہیں؟ اور ان دونوں دینوں میں ان کے مستحقین کو ان کے حصے کے موافق جو کچھ منافعہ آئے گا وہ بھی دیا جائے گا یا صرف ان کا دین ادا کرنے پر جو کچھ رقم رہے گی جس میں منافعہ بھی شامل ہے وارث باہم تقسیم کر سکتے ہیں؟ (۴۹۳/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو کچھ اس شریک نے اپنی ذات خاص یعنی اپنی دختر کی شادی میں خرچ کیا وہ اس کے

(۱) الدر المختار مع الشامي ۳۷۹/۶ كتاب الشركة - مطلبٌ: في تحقيق حكم التفاضل.

(۲) قاعدة: الشرط لما صح وجب الوفاء به شرعًا (قواعد الفقه: ۸۵ شرح السير ۲۹۶/۳) وفيه: يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان (قواعد الفقه: ۱۴۳)

حصہ میں محسوب ہوگا، اگر نفع میں اس قدر گنجائش ہے تو اس کے حصہ کے نفع میں محسوب ہوگا، اور دوسرے شرکاء کو اس قدر نفع دے دیا جاوے گا؛ گویا نفع کی تقسیم ہو جاوے گی، اور اگر نفع میں اس قدر گنجائش نہیں ہے تو اصل میں سے کم کر دیا جاوے گا؛ یعنی اس کا روپیہ کم رہ جاوے گا اور یہ دین نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے نفع کو یا اصل میں سے کم لے لیا(۱) فقط

مشترک جائداد میں شرکاء کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا

سوال: (۱۳) جدی جائداد مشترک میں چند شریک ہیں اگر ان میں سے ایک شریک ذاتی تعلق کی بناء پر کسی غیر مستحق کو جائداد مذکورہ کا کوئی حصہ دیدے تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور دینے والے کے حصے میں یہ چیز محسوب ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۱۵۸۲ھ)

الجواب: جائداد مشترکہ میں بدون تقسیم کے کسی شریک کو اس قسم کے تصرف کا اختیار نہیں ہے؛ لیکن اگر باقی اس کو جائز رکھیں کہ وہ حصہ خاص اس شریک کے حصہ میں لگا دیا جائے تو یہ تصرف جائز ہو جائے گا اور یہ حصہ اس کے تقسیم میں لگایا جائے گا(۲)

ایک شریک کا دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر مکان کی مرمت کرنا

سوال: (۱۴) بکر کہتا ہے کہ میں نے ایک مکان کی مرمت میں تین سو روپے صرف کیے ہیں، مگر اس رقم کا صرفہ ظاہر نہیں ہے، نہ بکر نے دیگر شرکاء کی اجازت سے یہ رقم صرف کی، ایسی حالت میں بکر کس قدر رقم کا دیگر شرکاء سے مطالبہ کر سکتا ہے؟ آیا اپنے دعوی کے موافق پوری رقم پائے گا یا جو موقع پر اندازہ کرنے سے ثابت ہوا اس قدر رقم کا (۱۶۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بکر نے اگر ضرورت کی وجہ سے اس مکان کی مرمت کی ہے تو وہ خرچ مشترک ہو کر سب شرکاء کے ذمہ ہوگا، اور قول بکر اس بارے میں معتبر ہوگا۔

---

(۱) ومااشتراه أحدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه إذا دفعه من مال المشترك (ردالمحتار ۶/۳۷۲ كتاب الشركة – مطلب: فيمايقع كثيرًا.......)

(۲) وكل منهما أجنبي في نصيب الآخر، حتى لا يجوز له التصرف فيه إلا بإذن الآخر كغير الشريك، لعدم تضمنها الوكالة (مجمع الأنهر كتاب الشركة ۲/۵۴۳ دارالكتب العلمية، بيروت)

ایک شریک کا دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر مشترکہ مکان میں تعمیر کرنا

سوال: (۱۵) ایک مکان پانچ حصہ داروں کا بحصہ برابر مشترکہ ہے، ایک حصہ دار نے چار حصہ داروں کی عدم موجودگی میں چوبارہ (مکان کے اوپر کا وہ کمرہ جس کے چاروں طرف کھڑکیاں ہوں) اپنی لاگت سے بنالیا ہے، شرعاً اس میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۸۸۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جو چوبارہ ایک شریک نے بلا اجازت وامر دیگر شرکاء کے بنایا ہے اس میں جملہ شرکاء حق دار ہیں، اور وہ چوبارہ بھی مثل اصل مکان کے پانچوں شریکوں میں مشترک ہے، اور خرچ کرنے والا دیگر شرکاء سے ان کے حصہ کا روپیہ بھی نہیں لے سکتا بلکہ وہ متبرع سمجھا جائے گا۔ کما فی الشامی: أن الشريك إذا لم يضطر إلى العمارة مع شريكه الخ فهو متبرع الخ (۱) فقط

سوال: (۱۶) جدید تعمیر جو کہ ایک شریک نے بدون اذن دیگر شرکاء کے مشترکہ جگہ میں بنائی ہو اپنی لاگت اور مصارف سے وہ تعمیر کس کی ہوگی؟ بانی کی یا شرکاء میں مشترک رہے گی؟ (۱۳۴۳/۱۰۰۵ھ)

الجواب: جدید تعمیر جو ایک شریک نے بلا اذن دوسرے کے کی ہے، اس کے متعلق شامی میں یہ تفصیل ہے: والذی تحصل فی هذاالمحل أن الشريك إذالم يضطر إلى العمارة مع شريكه بأن أمكنه القسمة فانفق بلا إذنه فهو متبرع وإن اضطر وكان الشريك يجبر على العمل معه فلا بد من إذنه أو أمر القاضي فيرجع بما أنفق وإلا فهو متبرع وإن اضطر وكان شريكه لايجبر فإن أنفق بإذنه أو بأمر القاضي رجع بما أنفق وإلاّ فبالقيمة الخ (۱) فقط (اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر ایک شریک دوسرے شریک کے ساتھ تعمیر کرنے میں مضطر و مجبور نہیں ہے (مثلاً مشترک مکان اتنا بڑا ہے کہ اس کی تقسیم ممکن ہے) پھر بھی ایک شریک نے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر مکان میں تعمیر کی تو تعمیر کرنے والا اپنے شریک سے اس کے حصے کا خرچہ وصول نہیں کر سکتا کیونکہ وہ متبرع اور احسان کرنے والا ہے۔

اور اگر ایک شریک تعمیر کرنے میں مجبور ہے اور دوسرے شریک کو اس کے ساتھ تعمیر کرنے پر شرعاً مجبور کیا جاسکتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم سے مکان میں تعمیر کی ہو تو تعمیر کرنے والا اپنے شریک سے اس کے حصے کا خرچہ

(۱) رد المحتار على الدر المختار ۶/۴۰۲ مطلبٌ: في الحائط إذا خرب .... كتاب الشركة.

وصول کرسکتا ہے — اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم کے بغیر مکان میں تعمیر کی ہو تو تعمیر کرنے والا اپنے شریک سے اس کے حصے کا خرچہ وصول نہیں کرسکتا، کیونکہ تعمیر کرنے والا قاضی سے نالش کر کے اپنے شریک کو تعمیر پر مجبور کرسکتا تھا، پھر بھی اس نے ایسا نہیں کیا اس لیے وہ تعمیر میں مضطر نہ ٹھہرا، بلکہ متبرع اور محسن ہوا۔

اور اگر ایک شریک تعمیر کرنے میں مضطر ہے اور دوسرے شریک کو شرعاً مجبور نہیں کیا جاسکتا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم سے مکان میں تعمیر کی ہو تو تعمیر کرنے والا اپنے شریک سے اس کے حصے کا خرچہ وصول کرسکتا ہے — اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم کے بغیر مکان میں تعمیر کی ہو تو تعمیر کرنے والا اپنے شریک سے اس کے حصے کا خرچہ وصول نہیں کرے گا، بلکہ اس کے حصے کی قیمت وصول کرے گا، کیونکہ یہ متبرع اور محسن نہیں، بلکہ اپنے مال کی حفاظت کی خاطر تعمیر کرنے میں مضطر ہے ۱۲ محمد امین پالن پوری)

ایک شریک کا دوسرے شرکاء کی اجازت سے مکان تعمیر کرنا

سوال: (۱۷) ایسے مکان میں جس کی حیثیت معمولی تھی اور اس میں صرف تین پلہ مکان اور ایک چھوٹا باورچی خانہ تھا، تین اشخاص شریک تھے، بعد کو برضا مندی دو شرکاء کے ایک شریک نے اپنی طرف سے مکان مذکور کو از سر نو پہلے سے اعلیٰ حیثیت پر تعمیر کیا، اور بجائے تین پلہ مکان کے ایک باورچی خانہ، اور دس پلہ مکان تعمیر کرائے، اب وہ دونوں شرکاء اپنا اپنا حصہ چاہتے ہیں، آیا دونوں شرکاء اپنا اپنا حصہ کس طرح لیں گے؟ سابق حیثیت کی بناء پر یا موجودہ حالت کے موافق؟ وہ دونوں شرکاء دوسرے مکان پر سکونت پذیر ہیں نگران کی اجازت سے مکان بنایا (۱۷۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکان مذکور ہر سہ شرکاء کا ہے، اور چونکہ بہ اذن باقی شرکاء کے تعمیر ہوئی اس لیے خرچ تعمیر جملہ شرکاء پر حسب حصص عائد ہوگا۔ کما فی الدر المختار: والضابط أن كل من أجبر أن يفعل مع شريكه إذا فعله أحدهما بلا إذن فهو متطوع وإلا لا الخ (۱) اور شامی میں ہے: بخلاف ما إذا كان مريد الإنفاق غير مضطر وكان صاحبه لا يجبر كدار يمكن قسمتها وامتنع الشريك من

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲/۴۰۰ کتاب الشرکة۔

العمارة فإنه لایجبر فلو أنفق علیها الآخر بلا إذنه فهو متبرع الخ (۱) پس لفظ بلا اذنہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر عمارت باذن باقی شرکاء ہوگی تو خرچہ ان کے ذمہ بھی عائد ہوگا اور مالک سب شرکاء رہیں گے۔فقط

بعض شرکاء کے لیے نفع کے علاوہ مزید تنخواہ مقرر کرنا درست نہیں

سوال: (۱۸) زید دکان میں اپنے ساتھ چار شریک بکر، خالد، جعفر، امین ملا کر کل پانچ شریک قرار دیتا ہے؛ جن میں زید اور بکر دو بڑے حصہ دار ہیں اور باقی تین چھوٹے حصہ دار ہیں، اور چونکہ پچھلے تینوں شریک خالد، جعفر اور امین کے حصوں کا نفع ان کے حق المحنت کو دیکھتے ہوئے ناکافی ہے: اس لیے زید چاہتا ہے کہ نفع کے علاوہ خالد کو چار سو روپے ماہوار اور جعفر وامین کو ڈھائی ڈھائی سو روپے ماہوار دکان سے دیا کرے، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۲۴۴۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وشرطها أی شرکة العقد کون المعقود علیه قابلا للوکالة الخ وعدم مایقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما الخ (۲) آخر جملہ عبارت مذکورہ کشرط دراهم مسماة الخ سے معلوم ہوا کہ یہ صورت چار سو روپے وغیرہ دینے کی شرعاً درست نہیں ہے، اور اس سے شرکت باقی نہیں رہتی اور شرکت فاسد ہو جاتی ہے۔فقط

مشترک ترکہ میں سے کھانا اور خرچ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۹) دو بھائی ہیں ایک بالغ اور دوسرا نابالغ، مال دونوں کا مشترکہ ہے: اس میں سے کھانا اور خرچ کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۱/۱۸۱۲ھ)

الجواب: بڑے بھائی کو چاہیے کہ جو کچھ وہ مال مشترک میں سے خود خرچ کرے اس کو اپنے حساب میں لگاوے اور حساب لکھتا رہے، تو پھر اس میں سے دوسروں کو جن کو وہ کھلاوے کھانا درست ہے۔فقط

سوال: (۲۰) ایک شخص شریف خاندان کا ہے، اور اس کا والد فوت ہوگیا ہے یعنی دنیا سے دار عقبی

---

(۱) الشامی ۶/۴۰۰ کتاب الشرکة، مطلبٌ مهمٌّ: فی ما إذا امتنع الشریك من العمارة......

(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۳۷۰ مطلبٌ: شرکة العقد، کتاب الشرکة.

کو انتقال کر گیا ہے، اور وہ شخص پڑھنا چاہتا ہے، کتب عربیہ کچھ پڑھا ہوا بھی ہے لیکن تکمیل کرنا چاہتا ہے، اور ان صاحب کے دو بھائی ہیں چھوٹے چھوٹے، ایک دو تین سال کا، دوسرا چار پانچ سال کا ہے، اب یہ شخص شرعی فتویٰ پوچھتا ہے کہ مال مشترکہ سے جو کہ ان کے والد مرحوم کا متروکہ ہے جس میں وہ دو بھائی صغیر سن بھی شریک ہیں قبل التقسیم اپنی تعلیم کے لیے خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا بعد تقسیم خرچ کرے؟

(۲۶۶۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ صورت جائز ہے کہ وہ قبل از تقسیم کے معلم وغیرہ کی تنخواہ کے لیے اپنے خرچ میں ترکہ متروکہ سے زیادہ لیوے، لیکن اس کو حساب لکھتے رہنا چاہیے تاکہ آئندہ اس زائد رقم کو بوقت حساب اپنی طرف لگاوے، ان صغیر بھائیوں کے حساب میں نہ لگاوے۔

مشترک تالاب میں ڈالی ہوئی مچھلیوں کا حکم

سوال: (۲۱) ایک تالاب کے بہت مالک ہیں، سب شرکاء نے مچھلیاں خرید کر یا کہیں سے پکڑ کر علی السویۃ اس تالاب میں ڈالی ہیں، اگر کوئی ایک شریک اس تالاب سے مچھلی پکڑے تو اس کو سب شرکاء میں بقدر سہامہم تقسیم کرنا ہوگا یا نہیں؟ (۲۵۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سب شرکاء مالک ہیں سب کو علی السویۃ تقسیم کرنی چاہیے(۱)

مشترک تالاب میں بعض شرکاء کی چھوڑی ہوئی مچھلیوں کا حکم

سوال: (۲۲) ایک تالاب میں چار شریک ہیں، دو نے مچھلیاں خرید کر چھوڑیں تو جن دو نے نہیں چھوڑیں وہ پکڑ کر کھائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۵۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جس شریک نے مچھلیاں تالاب میں ڈال دی ہیں، ساری مچھلیاں اسی کی ملک ہیں دوسرے

---

(۱) فإذا كان سعيهم واحدًا ولم يتميز ماحصله كل واحدمنهم بعمله يكون ماجمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأى كثرةً وصوابًا (رد المحتار ۳۷۲/۶ كتاب الشركة، مطلبٌ فيما يقع كثيرًا فى الفلاحين ....) وفى الشامى : والربح فى شركة الملك على قدر المال (۳۸۲/۶ كتاب الشركة، مطلبٌ: اشتركا على أن مااشتريا من تجارة ....)

شرکاءکوان کے پکڑنے یاان پرتصرف کرنے کاحق بصورتِ مسئولہ ہرگزنہیں ہے کمامر فی الشرکة الفاسدة فــفـي الـدر الـمختار: كما لو دفع لرجلٍ دابة ليه جرها والأجر بينهما فالشركة فاسدة والربح للمالك الخ (۱) ہاں اگردوسرے شرکاءاس میں مچھلیوں کی پرورش سے مانع ہوجائیں گےتو آئندہ کے لیے مچھلیوں کے چھوڑنے والےکوتالاب میں ان کی اجازت کے بدون مچھلیوں کوچھوڑنا نہیں چاہیے؛ لیکن شرکاءکواس کی مملوکہ مچھلیوں کا کھانا کسی طرح جائزنہیں ہے(۲)

مشترک زمین میں جوخودرودرخت ہیں ان کے مالک کون ہیں؟

سوال: (۲۳) مشترک زمین میں جودرخت ہوں خواہ پھلدار ہوں یاغیرپھلدار ہوں،خودرو ہوں، اس کے مالک زمین والے ہوں گے یاعوام لوگ؟ (۲۱۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جولوگ مالک زمین ہیں وہی ان درختوں کے مالک ہیں۔

تقسیم شدہ زمین کی پیداوار میں اشتراک کاحکم

سوال: (۲۴) زیداورعمرنے جوکسی زمانہ میں تقسیم اراضی مابین خودکرلی تھی،اوراب پھراشتراک کرنا چاہتے ہیں اس طور سے کہ ماخرج من الارض نصفانصف مشترک ہواوراراضی حال سابق پربدستور منقسم رہےاگریہ صورت جائزہےفبہا؛ورنہ کوئی حیلہ احسن ایسےاشتراک کامرقوم فرمایاجاوے؟ (۱۲۲۸-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زیدوعمرنے اراضی باہم تقسیم کرلی،اورہرایک کی زمین علیحدہ علیحدہ منقسم محدودہ ہوگئی توہرایک اس غلہ وپیداوارکامالک ہوگاجواس کی زمین میں پیداہوا،دوسرے کی زمین کےغلہ کےکسی جزوکامالک نہیں ہوسکتا،اوراس کل زمین کاغلہ مشترکہ نہیں ہوسکتا،کیونکہ جب زمین ہرایک کی علیحدہ ہےتو غلہ بھی ہرایک کاعلیحدہ رہےگا،اگروہ دونوں ہردوزمین کےغلہ کومخلوط بھی کرلیں گےتویہ شرکت ملک ہوگی،

(۱) الشامي: ۶/۳۹۳ في أوائل الشركة الفاسدة.

(۲) وكل منهما أجنبي في نصيب الآخر،حتى لا يجوز له التصرف فيه إلا بإذن الآخر كغير الشريك، لعدم تضمنها الوكالة (مجمع الأنهر كتاب الشركة ۲/۵۴۳ دار الكتب العلمية،بيروت)

اس میں ہر ایک اپنے حصہ کا مالک ہوتا ہے، اور اس کا حصہ اسی قدر ہے جو اس کی زمین کی پیداوار ہے نہ کم وبیش وهی ضربان: شركة ملك: وهي أن يملك متعدد اثنان فأكثر عينًا أو دينا بارث الخ. أو بيع أو غيرهما بأى سبب كان جبريا أو اختياريًاالخ و كل من شركاء الملك أجنبى فى مال صاحبه (درمختار)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کارکن شریک کی خیانت پر شرکاء کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال: (۲۵) زید، عمر، بکر، خالد، اور فاروق پانچ مسلمان ایک ایک ہزار روپے کے شریک ہوئے کہ راب خرید کر کھانڈ بنائی اور فروخت کی جائے، خالد رأس المال کا امین اور کارکن قرار پایا مگر نفع نقصان میں برابر کا شریک رہا۔ فاروق چوں کہ کھانڈ بنانے سے واقفیت رکھتا ہے اور اس کا عمل بھی مشروط تھا اس لیے اس کا نفع ونقصان میں ربع کا حصہ رہا۔ اور باقی تین ربع میں چار شخص تین آنے کے شریک رہے، زید، عمر، بکر روپیہ دے کر علیحدہ ہوگئے، خالد نے راب خریدی، اور فاروق نے کام کیا، ختم سال پر جب کھانڈ وغیرہ سب فروخت ہوچکی تو خالد نے ظاہر کیا کہ تجارت میں نقصان ہوا جس کی مقدار تقریباً دو ہزار ہے۔ کسی شریک نے حساب کی کوئی جانچ نہ کی، اور یہ سمجھ کر کہ بازار کا نرخ گرنے کے سبب خسارہ ہوا ہے عجب نہیں، دوسرے سال اس کی تلافی ہوجائے گی، خالد سے کہا کہ جو روپیہ رأس المال مشترکہ میں بچا ہے اس سے دوبارہ پھر تجارت کرو۔ فاروق نے اس کو تسلیم نہ کیا اور خسارہ کا روپیہ چار آنہ فی روپیہ مجرا دے کر اپنی رقم لے لی، اس لیے اب چار آدمیوں میں شرکت رہی، اور خالد نے راب خرید کر کھانڈ تیار کی اور فروخت کرائی، ختم سال پر خالد نے کہا کہ اس مرتبہ پھر خسارہ ہوا اور سال اول ودوم کا خسارہ ملا کر سات سو روپیہ خسارہ میں اور تین سو روپیہ باقی راس المال میں ظاہر کیا، تب شرکاء نے حساب طلب کیا اور خالد نے ہر دو سال کا گوشوارہ جس میں مال کے مختلف نرخ پر خرید تاریخ وار اور اسی طرح مصارف اور فروختگی مال یعنی کھانڈ وغیرہ کی تفصیل وار ظاہر کرکے نقصان دکھا دیا۔ شرکاء کو خالد امین شریک پر یہ اعتراضات ہیں:

(الف) کل سرمایہ ابتدائی پانچ ہزار روپے تھا اور گوشوارہ سے معلوم ہوا کہ راب کی خرید پانچ ہزار

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۳۶۴ فی أوائل کتاب الشرکة.

دوروپے کی اور قریبًا یک صدروپیہ تیاری میں صرف ہوا ہے یعنی ایک سو دوروپے کا اضافہ خالد امین نے بلا اجازت شرکاء اپنے پاس سے کیا ہے۔ یہ خلط موجب فساد ہے جس سے شرکت ہی فاسد ہوگئی کہ بلا اجازت واطلاع شرکاء عمل میں آیا۔

(ب) سال دوم میں خسارہ کی رقومات اول تو معلوم نہیں ہوئیں، اور حساب سے علم متحقق بھی مانا جائے تو فاروق سے ربع نقصان کا مجرا غلط ہے، اس کو رأس المال کا روپیہ کم پہنچا؛ اس لیے رقم سرمایہ چہار شرکاء کی مجہول ہوگئی کہ حقیقت کچھ تھی اور سمجھی گئی کچھ، اور اس کی اب تصحیح بھی ہوجائے تو زیادہ سے زیادہ رقم مجموعی چار شرکاء کی ڈھائی ہزار روپے ہوگی، مگر خالد کے گوشوارہ سے معلوم ہوا کہ اس نے راب چھ ہزار روپے کی خریدی، اور نقصان سب کا بہ عدد روٴس شرکاء منقسم کیا، قطع نظر اس کے کہ اپنی طرف سے اضافہ رقم کرکے خسارہ کو سب پر ڈالنا ظلم ہے یہ کثیر اضافہ تصریح شرکاء کے خلاف اور بغیر اذن ہی نہیں بلکہ خلاف اذن ہوا ہے، جس کا اثر مختصر تجارت پر تیاری مال میں تاخیر وغیرہ پر پڑا اور موجب نقصان ہوا؛ اس لیے یہ خلط مستقل مفسد للشرکۃ اور موجب للضمان ہوا۔

(ج) ہر دو گوشوارہ میں خرید شدہ وفروخت شدہ مال کے نرخ ظاہر کیے گئے ہیں۔ شرکاء کہتے ہیں کہ بلا دلیل ہیں جب تک رسیدات بائع ومشتری نہ ہوں ہم ماننے پر مجبور نہیں۔ خالد امین شریک کہتا ہے کہ میں امین تھا اس لیے مجھ پر بدگمانی کا کسی کو حق نہیں، اور نہ مشتری بائع سے رسید لینے کا قاعدہ، رہا اضافہ رقم سو اس کو میرا ذاتی قرار دے کر خسارہ کو عدد روٴس الاموال پر تقسیم کرلو مگر اس خلط کا اثر شرکت کے بطلان پر نہیں پڑسکتا کہ مجھ پر ضمان واجب ہو۔

(د) گوشوارہ سے معلوم ہوا کہ ہر سال میں راب خرید شدہ مثلاً چار سو من ہے اور فروختگی میں کھانڈ منجھا اور شیرہ سب کا مجموعہ سوا تین سو من ہے، اس لیے شرکاء کہتے ہیں کہ پچھتر من مال کم ہوا اس کا پورا کرنا یا قیمت دینا تم پر لازم ہے، امین شریک کہتا ہے: یہ چھیج (نقصان) میں گیا۔ شرکاء کہتے ہیں کہ کام کرنے والوں سے ہم نے تحقیق کی کہ مجموعہ راب سے اس کی ہر سہ اجزاء تیار شدہ میں پانچ سات فیصدی سے زیادہ کمی نہیں ہوتی اور اس کمی کو بھی شیرہ میں پانی ملاکر پورا کرلیتے ہیں، حالاں کہ محقق ہے کہ پانی بہ افراط تم نے بھی ملایا ہے، پھر تیس فیصدی مال میں کمی تمہارے زیرنگرانی ملازموں کی خیانت وسرقہ بھی اگر ہو تو اس کا ضمان تم پر ہے کہ حق امانت ونگرانی کا ادا نہیں کیا، خالد کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس کے کچھ جواب

نہیں کہ جو نگرانی میں نے کی صرف اس پر مجھے قدرت تھی اور میں نہیں بتا سکتا کہ اتنی کمی کیوں اور کس طرح ہوئی مگر مجھ پر ضمان ہرگز واجب نہیں ہے۔

الحاصل خالد کہتا ہے کہ میں امین تھا اور مجھ پر کوئی بار تاوان نہیں ہے، اور شرکاء کہتے ہیں کہ تم نے ہماری منشاء کے خلاف اضافہ رقم وخلط وغیرہ ایسے تصرفات کیے جن پر ہم کسی طرح راضی نہیں، اور تمہاری بے توجہی اور ملازموں پر کام چھوڑ دینے سے خلاف متعارف اتنا کثیر نقصان لاحق ہوا، لہٰذا یہ ساری تجارت تمہاری ذاتی تھی اور ہمارا رأس المال تم کو واپس کرنا پڑے گا۔

لہٰذا استفسار ہے کہ یہ شرکت کس قسم کی ہے؟ اور صحیح ہے یا فاسد؟ اور بے احتیاطی ونزاع فریقین میں حق کس طرف ہے؟ اور شرعی فیصلہ نقصان ورأس المال کے متعلق آخر کیا ہے؟

(ھ) گوشوارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خالد نے اپنا ذاتی مال بھی بازار کا نرخ قائم کر کے شریک کیا اور نیز بازاری نرخ پر خود خریدا بھی ہے۔ اس صورت میں بائع ومشتری ایک ہی شخص ہوا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا اثر کیا ہوگا؟ فقط (۱۰۶۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) یہ امر موجب فساد شرکت نہیں ہے جیسا کہ روایات کتب فقہ سے جو آئندہ منقول ہیں واضح ہو جاوے گا۔

(ب) یہ امر بھی موجب فساد شرکت نہیں؛ غایۃ الامر یہ ہے کہ جس قدر زیادہ روپے کی راب خریدی گئی وہ خاص خریدنے والے کے ذمہ ہے، اگر یہ تسلیم ہو کہ شرکاء نے رقم موجودہ سے زیادہ رقم کی راب خریدنے کی اجازت نہ دی تھی، روایات فقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شریک رقم موجودہ شرکت سے زیادہ مال خریدے اور قرض کرے تو اگر باقی شرکاء کی اجازت نہیں ہے تو اس کا ذمہ دار خاص خریدنے والا ہے، اس کا نفع ونقصان اسی کی طرف عائد ہوگا وہ شرکت فاسدہ نہ ہوگی۔ قال فی الدر المختار: ویبیع بما عز وھان خلاصۃ بنقد ونسیئۃ الخ قولہ بنقد و نسیئۃ متعلق بقولہ یبیع، وأما الشراء فإن لم یکن فی یدہ دراھم و لادنانیر من الشرکۃ فاشتری بدراھم أو دنانیر فھو لہ خاصۃً، لأنہ لو وقع مشترکا تضمن إیجاب مال زائد علی الشریک وھو لم یرض بالزیادۃ علی رأس المال ولو الجیۃ، و مفادہ أنہ لو رضی وقع مشترکا لأنہ یملکُ الاستدانۃ باذن شریکہ (۱)(رد المحتار)

(۱) ردالمحتار ۶/۳۸۳ کتاب الشرکۃ

وفی الدرالمختار: و یطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الكفالة، و یرجع علی شریکه بحصته منه إن اذّی من مال نفسه أی مع بقاء مال الشرکة وإلّا فالشراء له خاصةً لئلا یصیر مستدینًا علی مال الشرکة بلا إذن بحر، وفی الشامی: قوله وإلّا أی وإن لم یبق مال الشرکة أی لم یکن فی یده مال ناض بل صار مال الشرکة أعیانا وأمتعةً فإشتری بدراهم أو دنانیر نسیئة فالشراء له خاصةً دون شریکه، لأنه لو وقع علی الشرکة صارمستدینا علی مال الشرکة واحد شریکی العنان لا یملك الاستدانة إلّا أن یأذن له فی ذٰلك الخ بحر (۱) (شامی) و فی موضع آخر من الدرالمختار: فقال ذوالید قد استقرضت ألفا فالقول له إن المال فی یده لأنه حینئذٍ أمین فقد ادعی أن الألف حق الغیر بخلاف ما إذا لم یکن فی یده لأنه یدعی دینا علیه فلوقال لی فی هٰذا المال الذی فی یدی کذا یقبل أیضا کما یقبل أنه للغیر تأمل، وهی واقعة الفتوی و به افتیت رملی علی المنح. وافتی أیضا فی الخیریة: فیما إذا قال الذی فی یده المال کنت استدنت من فلان کذا للشرکة و دفعت له دینه بأن القول قوله بیمینه الخ ویؤیده ما فی الحامدیة عن المحیط السرخسی فی فصل ما یجوز لاحد شریکی العنان: لو استقرض أحدهما مالا لزمهما لأن الاستقراض تجارة و مبادلة معنی لأنه یملکه المستقرض و یلزمه ردمثله الخ وکذا فی الخانیة من فصل شرکة العنان لکن فی الخانیة: أیضا قال: أحد شریکی العنان إنی استقرضت من فلان ألف درهم للتجارة لزمه خاصةً دون صاحبه لأن قوله لا یکون حجة لإلزام الدین علیه الخ (۲) (ردالمحتار) ان عبارات سے یہ واضح ہوا کہ اگر کوئی شریک رقم شرکت سے زیادہ مال خریدے تو اس زائد مال میں یہ اختلاف ہے کہ وہ دونوں شریکوں پر لازم ہوگا یا خاص خریدنے والے کے ذمہ رہے گا، جب کہ دوسرے شریک کی اجازت نہیں لی گئی، لیکن فسادِ شرکت کسی طرح اس میں نہیں ہے بلکہ ان عبارات سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رجحان فقہاء کا اسی طرف ہے کہ جو مال قرض خریدا گیا وہ جملہ شرکاء میں مشترک ہوگا بہرحال اس سے شرکت فاسد نہیں ہوتی۔

(ج) خالد کارکن کا یہ قول صحیح ہے کیونکہ وہ امین ہے، اور نفع ونقصان میں اس کا قول معتبر ہوتا ہے،

(۱) الشامی ۲/ ۳۷۹، ۳۸۰ کتاب الشرکة.
(۲) رد المحتار ۲/ ۳۹۷ کتاب الشرکة.

اور یہ قول بھی اس کا صحیح ہے؛ غایۃ الامر یہ ہے کہ رقم زائد کو اس کے ذمہ رکھا جاوے قال فی ردالمحتار: وتفرع علی کونه أمانة ما سئل قاری الهداية عمن طلب محاسبة شريكه فأجاب: لایلزم بالتفصيل (شامی ۳/ ۳۴۷) قوله فأجاب الخ .حيث قال : إن القول قول الشريك والمضارب في مقدار الربح والخسران مع يمينه و لايلزمه أن يذكر الأمر مفصلاً والقول قوله في الضياع والرد إلى الشريك قلت: بقي ما لو ادعى على شريكه خيانة مبهمة ففي قضاء الأشباه لايحلف(۱)(شامی)

(د) ظاہر ہے کہ یہ شرکت عنان ہے اور بوجہ امور مذکورہ یہ شرکت فاسد نہیں ہوئی، اور خالد امین ہے قول اس کا در بارہ نفع ونقصان معتبر ہے، اور شرکاء کا محاسبہ تفصیلی موجب ضمان علی الامین نہیں ہے، اور تفصیل اس کی روایات منقولہ بالا سے واضح ہے۔

(ھ) غالباً مراد یہ ہے کہ خالد نے راب خرید شدہ میں اپنی راب بھی ملادی اور اس کا ثمن معین کر کے لکھا تو یہاں بیع وشراء کچھ نہیں ہے؛ غایۃ یہ ہے کہ اس نے اپنا مال بھی مال خرید شدہ میں ملادیا تو یہ امر موجب فساد شرکت مذکورہ نہیں ہے اور اگر بالفرض بائع ومشتری ایک ہو، اور یہ بیع ناجائز ہو تو وہ مال ملک خالد میں رہا تو خلط اس کا بھی موجب فساد شرکت نہیں ہے۔ کما مر فی العبارات .فقط

میاں بیوی کی تجارت میں بیوی کا حصہ

سوال: (۲۶) زید کے لڑکا پیدا ہوا، اس کی ہمشیرہ ہندہ نے بوجہ خوشی زید کے لڑکے کو موافق رواج کے ہنسلی، کھنڈوے (گلے کا ہار اور کنگن) چڑھائے جن کی قیمت چھ روپے تھی، زید نے اپنی بہن ہندہ کو اپنے لڑکے کی خوشی یا ہنسلی کھنڈوے چڑھانے کے صلہ میں دو بھینسیں دیں، ایک بھینس ہندہ نے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے شوہر کے روپے میں ملا کر تجارت غلہ کی کی، اور نفع ہوا، دوسری بھینس کا بچہ ہندہ نے اپنے گھر رکھا اور بھینس کو بیچ کر کچھ اور روپیہ شوہر کے روپیوں میں سے ملا کر اور بھینسیں شوہر سے خرید لیں، دو بھینسیں معہ ایک بچہ کے فی الحال موجود ہیں، مگر چارہ ان کا شوہر کے ذمہ رہا بلا کسی شرط کے، اور گھی، دودھ وغیرہ دونوں زوجین کے صرف میں آتا رہا، اور یہ معلوم نہیں کہ ہنسلی اور کھنڈوے ہندہ کے

(۱) ردالمحتار ۶/ ۳۸۷ – ۳۸۸ کتاب الشرکۃ .

روپے کے تھے یا شوہر کے روپے سے بنوائے گئے تھے: اس صورت میں اس مال تجارت کا معہ منافع کے اوران تینوں جانوروں کا مالک شوہر ہے یا ہندہ؟ (۶۹۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہمشیرہ زید نے جو اس کے لڑکے کو خوشی میں ہنسلی وکھنڈوے دیے ہیں وہ عرفاً اس کی طرف سے ہبہ ہے، اور زید نے جو اس کی طرف سے اس کے مقابلہ میں اس کو بھینسیں دی ہیں وہ عوض ہبہ ہے، پس اس صورت میں یہ ہبہ بعوض متصور ہوگا؛ اور اس نے شوہر کے ساتھ جو شرکت تجارت کی ہے اس میں بقدر اپنے حصہ کے وہ اپنے مال کی مالک ہے؛ شامی میں ہے: وإذا اجتمع بعملهما أموال كثيرة فقيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب عليحدة فهو لها وقيل بينهما نصفان(۱)

میاں بیوی نے مل کر جو کچھ کمایا اس میں بیوی نصف کی حقدار ہے

سوال: (۲۷) زید اور اس کی زوجہ دونوں مل کر کماتے تھے، بعد انتقالِ زید اس کی زوجہ نصف مال کی حق دار ہے یا نہیں؟ (۱۲۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ہے۔(۲)

باپ اور بیٹوں نے مل کر تجارت کی تو سب کا حصہ برابر ہوگا

سوال: (۲۸) زید کے دولڑکے عمرو بکر تھے، زید نے ان دونوں کو لے کر تجارت شروع کی، مگر رأس المال زید وعمر کا تھا بکر کی جانب سے فقط عمل تھا نہ کہ رأس المال۔ قبل تجارت دونوں پسر باپ کی عیال میں نہیں تھے، بلکہ کسب حلال سے اوقات بسر کرتے تھے، اور ماں باپ کے لیے بھی خورد ونوش کا انتظام کرتے تھے، اور بکر جو عمل کرتا ہے اجرت وغیرہ نہیں لیتا بلکہ تجارت میں صرف کرتا ہے، اب تینوں شخص تجارت میں علی التساوی شریک ہوں گے یا بکر نوکر ہوگا؟ (۲۲۹۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قال في الشامي: يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرءة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم

(۱) الشامي: ۳۹۲/۶ فصلٌ في الشركة الفاسدة.

(۲) حوالہ سابقہ۔

التفاوت ولاالتساوی ولاالتمیز فأجاب: بأنه بینهما سویة وکذلك لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرأی الخ ثم هذا فی غیر الابن مع أبیه لما فی القنیة: الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب کله للأب إن کان الابن في عیاله لکونه معیناله الخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب ہر دو پسر باپ کی عیال میں نہیں ہیں تو سب برابر کے شریک ہیں۔فقط

باپ کے روپیوں سے بیٹے نے جو نفع کمایا وہ سب باپ کا ہے

سوال: (۲۹) میرے والد مرحوم نے کسی قدر روپیہ میرے بھائی مرحوم کو دیا تھا، اور وہ اس سے روزگار کرتے تھے، اور میرے والد کوئی کام نہیں کرتے تھے، اب ان کا انتقال ہوگیا ہے، لہٰذا عرض یہ ہے کہ جس قدر روپیہ میرے والد کا ہے، اور جس قدر میرے بھائی نے اس میں بڑھایا ہے وہ سب ترکہ والد ہی کا شمار ہوگا یا اصل ان کا اور نفع میرے بھائی کا ہوگا؟ اور میرے والد نے اپنی حیات میں بارہا میرے بھائی سے اپنا روپیہ طلب کیا تھا۔ (۱۲۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: والد کے روپے سے جو کاروبار تجارت تمہارے بھائی نے کیا تھا وہ سب اصل مع نفع تمہارے والد کا ہے، سب ورثہ پر بقدر حصہ تقسیم ہوگا (۲)

کاروبار میں بیٹا باپ کی مدد کرتا ہے تو پوری آمدنی باپ کی ملک ہے

سوال: (۳۰) بیٹا اپنے باپ کے گھر اور عیال میں ہمیشہ سے سکونت پذیر ہے، باپ کو اس کے کاموں میں مدد دیتا ہے جدا نہیں، کاروبار کرنے سے پہلے اس کے پاس کچھ مال نہ تھا جو کچھ تھا باپ ہی کا تھا، اور باپ بدستور کسب معیشت میں مشغول ہے دونوں کا کاروبار متحد ہے؛ یہی بیٹا فوت ہوا، پس جو کچھ اس کی کمائی ہے اور اس کے پاس پایا جاوے، جو بھی ہو نقد وجنس، دواب ومواشی وغیرہ جو دونوں کی

(۱) الشامی: ۶/۳۹۲ کتاب الشرکة – فصل في الشرکة الفاسدة.

(۲) سوال کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ نے بیٹے کو روپے قرض دیے ہیں، اور یہ بھی اشارہ ہے کہ بیٹے کی مستقل معیشت ہے، باپ کے ماتحت کاروبار نہیں ہے، اگر واقعہ ایسا ہے تو نفع سائل کے بھائی کا ہوگا، اور جتنا روپیہ سائل کے والد نے دیا تھا وہ ترکہ شمار ہوگا ۱۲ سعید احمد پالن پوری۔

کمائی سے حاصل ہوا ہو، یہ سب شرع شریف کی رو سے باپ کی ملک ہے جو زندہ ہے، یا اسی بیٹے کا ترکہ؟ اور اس میں ارث کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اور جو کچھ اس کے زیر قبضہ اور زیر قفل ہو، وہ کس کی ملک ہے؟ کس دلیل سے؟ یہ جو زیر قبضہ اور زیر قفل ہے وہ بھی مکسوبات بالا میں سے ہے، اس کی زوجہ کا مہر کس پر کس جائداد سے ادا کرنا لازم وواجب ہے؟ اور اس کے زیر استعمال فروش ولحاف جو ہوں اس کی زوجہ مفت لے سکتی ہے یا کسی حق میں مجرا کر کے دیا جاوے؟ ایسے بیٹے کا بصورت وبحالت مذکورہ بالا کچھ ترکہ ہے یا نہیں؟

اور جن کی معیشت بذریعہ وعظ گوئی یا فتوی دہی یا امامت مساجد یا خادمیت یا پیری مریدی سے جاری ہو، ان میں اگر مذکورہ بالا صورت اور واقعہ پایا جاوے حکم اس کا بھی ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے؟ تجویز میں ان کو مساوات ہے یا اور کچھ؟ جس پر ایسے واقعات اور قضایا میں علماء اسلام وفقہاء اعلام کا فتوی کتب معتبرہ فقہیہ میں ثابت ہو اس کی عطاء سے مشکور فرمایا جاوے۔

فتاوی خیر الدین رملی وتنقیح فتاوی حامدیہ کی کتاب الدعوی اور ردالمحتار شرح درمختار کے شرکت فاسدہ کے باب میں جو فتوی اس قسم قضایا کے بارہ میں ثابت ہے، وہ فتوی صورت مسئولہ پر راست آتا ہے یا نہیں؟ ان میں جو سوال وجواب ہے وہ اس سوال وجواب پر راست آتا ہے یا نہیں؟ جو حق ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے۔ حدیث: کل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين (السنن الكبرى للبيهقي عن حيان الجمحي) اور جامع صغیر سیوطی. المرء أحق بمكاسبه وغیرہ کے منطوق سے فتوی کتب مذکورہ پر کچھ نقض نہیں آتا؟ حدیث مذکور صحیح ہے یا نہیں؟ حیان جمحی صحابہ میں سے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۸۴۸ھ)

الجواب: ردالمحتار میں فتاوی خیریہ کے سوال وجواب کو نقل کر کے یہ لکھا ہے: ثم هذا في غير الابن مع أبيه ؛لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معيناله ألاترى لوغرس شجرة تكون للأب الخ (۱) (۳/۳۴۹ شركة فاسدة) پس صورت مسئولہ کے مطابق یہ روایت قنیہ کی ہے، اور یہی صورت مسئولہ کا جواب ہے کہ جو کچھ بیٹے کے پاس ہے وہ بھی باپ کا ہے، بیٹے کا ترکہ اس میں کچھ نہیں ہے، پس اسی کے موافق احکام مرتب ہوں گے —— اور حدیث کل أحد أحق بماله الخ بھی

(۱) الشامي: ۶/۳۹۲ كتاب الشركة - فصل في الشركة الفاسدة.

اسی روایت **قنیہ** کی مؤید ہے؛ کیونکہ سوال میں یہ ہے کہ جو کچھ تھا باپ کا تھا، اسی میں بیٹے نے بھی باپ کے ساتھ مل کر عمل وکسب کیا تو بیٹا اس صورت میں معین باپ کا ہوا، اور مال سب باپ کا ہوا **لقوله عليه السلام: كل أحد أحق بماله من والده و ولده و الناس أجمعين** (۱) پس جب کہ وہ مکسوبہ مملوکہ باپ کا ہے تو بیٹے کی زوجہ و دیگر ورثہ کا اس میں کچھ حق نہ ہوگا، اور زوجہ کا مہر اس میں سے نہ لیا جاوے گا، البتہ وعظ گوئی اور خادمیت مسجد وغیرہ کی صورت اس سے علیحدہ ہے، اس میں ہر ایک آمدنی اس کی ملک ہوگی جس کو ملے، اور بصورت اختلاط وعدم تمیز تساوی پر محمول ہوگی؛ اس صورت میں بھی حدیث مذکور سے استدلال ہوگا۔

اور حدیث مذکور صحیح ہے ''جامع صغیر'' میں اس پر علامت صحت لکھی ہے اور ''سراج منیر شرح جامع صغیر'' میں اس کو صحیح کہا ہے۔

اور ''اصابہ واسد الغابہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حیان جُمحی ابن جبلہ تابعی ہیں صحابی نہیں ہیں اس صورت میں حدیث مرسل ہوگی بہر حال قابل استدلال ضرور ہے۔ فقط

سوال: (۳۱) زید کا فرزند عمر اپنے باپ کے ساتھ کاروبار آمد وخرچ میں مشترک رہا، دستاویزات قرضہ جات بھی بالاشتراک موجود ہیں؛ کیا وہ جائداد جو بعد زید موجود ہے فقط زید کی متصور ہوگی یا مشترک قرار دی جا کر بعد قطع اشتراک جو حصہ زید کا ہوگا وہ تقسیم کیا جائے گا؟ (۱۳۴۴/۴۹۲ھ)

الجواب: وہ تمام ترکہ باپ کا شمار ہوگا، اور سوال سے معلوم ہوا کہ عمر اپنے باپ کی شرکت میں کاروبار کرتا تھا اور خرچ مشترک تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عمر اپنے باپ کے عیال میں تھا علیحدہ نہ تھا؛ پس عمر معین اپنے باپ کا سمجھا جائے گا اور ترکہ کل زید کا ہوگا، اور جملہ ورثہ پر حسب حصص تقسیم ہوگا جیسا کہ شامی جلد ثالث شرکت فاسدہ میں بیان کیا ہے: ثم هذا في غير الابن مع أبيه لما في "القنية" **الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب الخ** (۲)

سوال: (۳۲) زید لکڑی کی تجارت کرتا تھا، جب اس کی اولاد ہوئی تو دولڑکے بلا کسی معاہدہ کے اس

(۱) السنن الكبرى للبيهقي ۷/۹۰ دار الكتب العلمية بيروت

(۲) الشامي: ۶/۳۹۲ في أوائل الشركة الفاسدة.

کے ہمراہ کام کرنے لگے، اور تجارت میں ترقی کرتے رہے، اور وہ دونوں معہ بیوی بچوں کے زید کے عیال میں رہتے رہے، ان دونوں لڑکوں میں سے ایک فوت ہوگیا، اس کی اولاد موجود ہے، اب زید بغرض رفع نزاع اپنی جائداد، مکانات اور اسباب تجارت اپنے موجود لڑکے اور پوتے اور ناتی (نواسہ) اور بیوی پر تقسیم کرنا چاہتا ہے اس طور سے کہ عنداللہ گنہگار نہ ہوتو ہر ایک کو کس قدر دیوے؟ یہ دونوں لڑکے جو شریک فی العمل تھے شریک تجارت تھے یا اجیر؟ اور مال کا مالک صرف زید ہے یا لڑکے بھی؟ (۲۸۱۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ تمام ترکہ(۱) زید کا ہے، لڑکے جو کام کرتے تھے وہ شریک ترکہ نہیں ہیں بلکہ وہ باپ کے معاون اور مددگار سمجھے جاتے ہیں، جیسا کہ شامی میں تصریح کی ہے: فی القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معيناله الخ (۲) (شامی ج:۳) پس جب کہ معلوم ہوا کہ وہ تمام ترکہ زید کا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی حیات میں اپنے وارثوں اور قرابت داروں کو جس طرح چاہے تقسیم کرے؛ مگر کسی کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، اور حسب ضرورت جس کو جس قدر حاجت مند سمجھے تقسیم کردیوے، وراثت کے قاعدہ کے موافق تو ظاہر ہے کہ بیٹوں کے ہوتے ہوئے پوتے اور پوتیاں محروم ہوجاتے ہیں؛ اور نواسہ اور نواسیاں تو اولاد دختری کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہوجاتے ہیں اس لیے وراثت کا قاعدہ زندگی میں ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں پوتوں وغیرہم کا نقصان ہے، البتہ اس کی ضرورت ہے کہ اضرار یعنی ضرر رسانی کسی کی مقصود نہ ہو جیسا کہ درمختار میں ہے: ولا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار الخ (۳)

باپ کا اپنے بیٹوں کے نام مکان خرید کرنے اور ان کو اپنے ساتھ تجارت میں لگانے کا حکم

سوال: (۳۳) (الف) زید نے دو چھوٹے لڑکوں کے نام دو مکان مسکونہ خرید کیے، اور مرمت

(۱) لفظ ترکہ مجازاً بمعنی مملوکہ استعمال کیا ہے، کیونکہ ابھی زید باحیات ہے ۱۲

(۲) الشامي: ۶/۳۹۲ في أوائل الشركة الفاسدة.

(۳) الدرالمختار مع الشامي: ۸/۴۳۴ كتاب الهبة - قبيل باب الرجوع في الهبة.

وغیرہ اپنے روپے سے کراتا ہے تو وہ مکان پدر کے ہیں یا بیٹے کے؟

(ب) زید نے پسران خود کو اپنے ساتھ تجارت کے کاروبار میں لگا رکھا تھا، ایک پسر کا انتقال ہو گیا تو اسباب تجارت میں سے اس کے ورثہ کو حق ملے گا یا نہیں؟ (۴۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) وہ دونوں مکان زید کے ہیں۔

(ب) وہ سب اسباب تجارتی وغیرہ باپ کا ہے، پسر متوفی کے ورثہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے (۱)

ایک بیٹے نے اپنے ذاتی روپے سے جو جائداد خریدی اس کا مالک تنہا وہی ہے

سوال: (۳۴) باپ اور چار فرزند ایک مکان میں رہتے تھے، اور باپ کو وظیفہ ملتا تھا، فرزند اکبر نے جو جائداد اپنی محنت سے خریدی اس کا مالک کون ہے؟ (۲۰۲۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: فرزند اکبر نے اگر وہ جائداد اپنے کسب اور محنت اور اپنے ذاتی روپے سے خرید کی تھی تو مالک اس کا تنہا وہی ہے، دوسرے بھائیوں کا اس میں کچھ حصہ اور حق نہیں ہے (۲) فقط

بیٹے نے اپنی کمائی سے جو مکان بنایا ہے اس کو باپ خالی نہیں کرا سکتا

سوال: (۳۵) زید کے بیٹے نے اپنی کمائی سے ایک مکان بنایا ہے، زید کا کوئی حصہ اس تعمیر میں نہیں ہے، اب زید نے اپنے بیٹے کو نوٹس دیا ہے کہ تم نے جو مکان بنایا ہے وہ میری ملکیت ہے اس لیے دو ہفتہ کے اندر میرا مکان خالی کر دو ورنہ مکان معہ سامان فروخت کر دیا جائے گا، یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۸۱۱/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) الأب والابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب الخ (ردالمحتار: ۳۹۲/۲ كتاب الشركة – فصلٌ في الشركة الفاسدة)

(۲) وما حصله أحدهما فله، قال الشامي: قوله وماحصله أحدهما أى بدون عمل الآخر – وفيه تحت قوله "مطلبٌ اجتمعا في دارٍ واحدةٍ.....ثم ذكر خلافا فى المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما .....إلى قوله .....إلّا إذا كان لها كسبٌ عليحدة فهو لها الخ (رد المحتار ۳۹۲/۲ كتاب الشركة – فصلٌ في الشركة الفاسدة)

الجواب: اگر اس مکان کی زمین بھی بیٹے کی مملوکہ تھی اور تعمیر بھی بیٹے نے کرائی، زید کا اس میں کچھ صرف نہیں ہوا تو زید اس مکان کا مالک نہیں ہے، اور بیٹے سے اس کو خالی نہیں کرا سکتا، اور کچھ تصرف بیع و شراء کا اس میں نہیں کر سکتا، اور اگر زمین زید کی تھی اور زید نے وہ زمین اپنے بیٹے کو مکان تعمیر کرانے کے لیے دے دی تھی تب بھی زید اس کو واپس نہیں لے سکتا۔ فقط

باپ نے بیٹوں کو اپنی مالیت تقسیم کردی، پھر بیٹوں نے مشترک کاروبار کیا تو اس کا حکم

سوال: (۳۶) زید نے اپنے لڑکوں یحییٰ، خالد، بکر، عمر، یونس اور یوسف کے لیے بموجب حکم شریعت ایک وصیت نامہ لکھدیا جس میں موجودہ قرضہ اور مالیت کو تقسیم کردیا، اور یہ ہدایت کردی کہ یحییٰ اپنا کاروبار الگ کرے، اور باقی چار بھائی خالد کی زیرنگرانی اس کام کو چلائیں جو کہ "یحییٰ وخالد اینڈ برادرس" کے نام سے ہو رہا ہے؛ لیکن پھر ہر شش برادران نے باہمی سمجھوتہ کرلیا کہ حتی الامکان ہر شش برادران مشترکہ ہی کام کریں، چنانچہ تین سال تک تو کاروبار بحسن وخوبی کرتے رہے، اور اس تین سال میں والدین ویحییٰ نے قرضہ وغیرہ امور خانگی تقریبات سے بھی فراغت پالی۔ چوتھے سال اسی کام کو یحییٰ، یونس ویوسف نے انجام دیا۔

علاوہ ازیں ایک دوسرا کام یحییٰ نے اپنی قوت بازو سے بیوپار شروع کرکے اس کی آمدنی کو مشترکہ کاروبار میں شامل کردیا، بعد اختتام سال چہارم خالد آیا اور اسی کام مشترکہ کو اپنی تحویل میں لے کر یونس کو دوسرے کام پر لگادیا، اور یحییٰ ویوسف نے دوسری جگہ جاکر ایک نئے کارخانے کی بنیاد ڈالی، چنانچہ خالد نے پورے سال اسی کام کو تنہا بلا امداد غیرے اپنی قوت سے کیا، بعد اختتام سال پنجم زید نے بلحاظ حالت موجودہ تجدید وصیت نامہ وتقاسمہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کرنا چاہا تو خالد جو اس کاروبار کا مالک ہوگیا تھا منافعہ چار سال تک کا حساب پیش کردیا، زید نے سال پنجم کی نسبت کہا: تو خالد نے بدیں عذر حساب دینے سے انکار کردیا کہ وصیت نامہ سابقہ کی رو سے علیحدہ علیحدہ ہوگئے، دوسرے مجھے اس سال میں کسی نے امداد نہیں دی؛ لہٰذا یہ میری ملکیت خاص ہے، مشترکہ حساب میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ اور یحییٰ نے اس

منافع کی تقسیم کو منع کیا جو بیوپار کہ اس نے خاص اپنی ذمہ داری سے کیا تھا؛ لہٰذا خالد و یحییٰ کے عذرات قابل سماعت ہیں یا نہیں؟ فیصلہ شرعی اس بارے میں کیا ہونا چاہیے؟ (۱۳۴۳/۳۱۱ھ)

الجواب: زید نے جو اپنے ہر شش پسران کو مال موجودہ تقسیم کیا اور ہبہ کیا، اگر یہ ہبہ بقاعدہ شرعیہ صحیح و نافذ تھا یعنی ہبہ مشاع کا نہ تھا، بلکہ مال موجودہ کو تقسیم کرکے علیحدہ علیحدہ ہر ایک پسر کا قبضہ اس کے حصہ منقسمہ پر کرادیا، اور پھر ان پسران نے باہم اشتراک کے ساتھ کاروبار تجارت کیا تو اس وقت جس قدر مال و سامان موجود ہے وہ سب پسران کو بہ حصہ مساوی تقسیم ہوگا، اور اگر ہبہ مذکورہ بقاعدہ شرعیہ صحیح و نافذ نہیں ہوا بوجہ مشاع ہونے اور مشترک ہونے حصص کے جیسا کہ ظاہر حال اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے، تو پھر پسران مالک حصص موہوبہ کے نہیں ہوئے، اور وہ سامان و مال زید کی ملک سے خارج نہیں ہوا، اور اب تک تمام مال و سامان موجودہ کا مالک زید ہے، اور اب اس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم کردے، اور اگر وہ تقسیم نہ کرے گا یا وہ تقسیم شرعاً صحیح نہ مانی گئی تو زید کے بعد جملہ پسران بہ حصہ مساوی مالک و وارث ترکہ زید کے ہوں گے، چنانچہ روایت ذیل جو شامی میں ہے پہلی اور دوسری صورت کی دلیل ہے:

تنبيه: يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرءة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز فأجاب: بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سويةً ولو اختلفوا في العمل والرأي اهـ. وقد منا أن هذا ليس شركة مفاوضة مالم يصرحا بلفظها أو بمقتضياتها مع استيفاء شروطها، ثم هذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيٌ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب الخ (۱) فقط

ایک بھائی نے اپنی ذاتی محنت سے جو مال جمع کیا ہے اس میں دوسرے بھائی کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۷) ایک شخص صرف ایک مکان چھوڑ کر رحلت کر گیا، اس کے دو لڑکے بکر و عمر یک جا

(۱) الشامي ۳۹۲/۶ كتاب الشركة – فصلٌ في الشركة الفاسدة.

رہتے تھے، بکر نے اپنی ذاتی کوشش سے مال جمع کیا، اب دونوں بھائی علیحدہ ہونا چاہتے ہیں، عمر کل مال کا نصف حصہ طلب کرتا ہے، بکر دینے سے انکار کرتا ہے کہ یہ کل مال میری محنت کا ہے، صرف مکان میں سے نصف حصہ دوں گا؛ اب عمر شرعاً بکر کی جائداد میں سے نصف حصے کا مستحق ہے یا صرف مکان میں سے؟ (۱۵۷۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شامی جلد ثالث کتاب الشرکۃ میں ہے: کذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال، فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي الخ. ص: ۳۴۹ (۱) پس اگر ان دونوں بھائیوں کا اجتماع اس طرح رہا ہے جو روایت مذکورہ میں مذکور ہے تو دونوں بھائی برابر تقسیم کریں گے، اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ باپ نے سوائے مکان کے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تھا اور کسب دونوں کا نہ تھا، بلکہ صرف ایک بھائی نے کسب کیا اور مال حاصل کیا، اور دوسرے بھائی کا اس میں کسب شامل نہیں ہوا تو پھر وہ مال حاصل شدہ اور مکسوبہ سب اسی کا ہے جس نے اپنی کسب سے حاصل کیا اور دوسرے بھائی کی شرکت صرف اس ترکہ میں ہے جو باپ نے چھوڑا تھا۔ فقط

ایک بھائی نے اپنی آمدنی سے جو زیور اور گھریلو سامان اکٹھا کیا ہے اس میں دوسرے بھائی کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۸) خالد کے تین لڑکے زید، عمر، بکر ہیں، لڑکوں کی ماں صاحب جائداد ہے، زید گھر کا کام اور سیر وغیرہ کا کام کرتا ہے، عمر اور بکر ملازمت کرتے رہے۔ اور جو کچھ ہو سکا گھر بھی دیتے رہے، عمر نے کوئی جائداد سوائے معمولی چیزوں کے کچھ نہیں فراہم کی، لیکن بکر نے اپنی بیوی کا زیور اور اثاث البیت منقولہ پیدا کیا؛ عمر چاہتا ہے کہ موروثی جائداد باپ ماں کی حیات میں تقسیم کرالی جاوے، اور بکر کا ذاتی پیدا کردہ اثاث البیت منقولہ بھی تقسیم کرالے؛ ایسی حالت میں عمر کے کیا حقوق شرعاً بکر کے اثاث البیت پر ہیں؟ (۹۷۵/۳۲ - ۱۳۳۳ھ)

الجواب: بکر نے جو زیور اور سامان خانہ داری اپنی آمدنی ملازمت سے حاصل کیا وہ اسی کا ہے

(۱) رد المحتار ۳۹۲/۶ كتاب الشركة - فصل في الشركة الفاسدة.

زید یا عمر کا کچھ حق اس میں نہیں ہے۔(۱)

دو بھائیوں کے درمیان جو دکان مشترک ہے اس میں تیسرے بھائی کا کوئی حصہ نہیں

سوال: (۳۹) زید، عمر، بکر تین حقیقی بھائی ہیں، جن کے پاس ماں باپ کے ترکہ سے کوئی جائداد مکان سکنی کے علاوہ نہ تھی، زید وعمر مل کر اپنے رسوخ سے ساہوکار سے بطور قرض کچھ اجناس لائے اور آپس میں مل کر اس کی تجارت کرتے رہے، تیسرا بھائی بکر ان کی تجارت میں شامل نہ رہا، بلکہ بطور خود ایک دکان کرتا رہا، لیکن گھر میں تینوں بھائی مع اہل وعیال کے اکٹھے رہے، اور مصارف کی یہ صورت رہی کہ گھر کے بڑے بڑے مصارف مثل اناج اور لباس ولکڑی وغیرہ زید وعمر کی دکان سے صرف ہوتی رہی، بکر کی دکان سے بھی معمولی مصارف جیسے نمک، مرچ، ہلدی، شکر وغیرہ گھر کے لیے آتے رہے، چند سال اسی طرح گزرے، چنانچہ زید، عمر کی دکان میں کافی منافعہ ہوا، مگر بکر کو چنداں منافعہ نہ ہوا۔

اب یہ تینوں بھائی ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں، اور زید وعمر کہتے ہیں کہ ہماری دکان کا منافعہ انصافاً ہم دونوں میں منقسم ہونا چاہیے کیونکہ بکر نہ اس میں عملاً شریک تھا نہ اور کسی طرح اس کی شرکت اس میں رہی نہ شرکت عقد نہ شرکت ملک؛ کیونکہ باپ کے ترکہ میں سے اس میں ایک حبہ بھی نہیں لگا، اور نہ باپ نے کوئی جائداد نقدی وجنسی چھوڑی تھی، لیکن بکر اس دکان سے بھی تیسرے حصہ کا طلب گار ہے، اور کہتا ہے کہ میں بڑی دکان کی تجارت میں کسی طرح شریک نہ تھا مگر سکونت اور عیال تینوں بھائیوں کا ایک ہی گھر میں تھا، اور میں بھی اپنی چھوٹی دکان سے گھر کے مصارف کے لیے کچھ نہ کچھ دیتا رہا حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۸۱۵/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بکر کا مطالبہ بڑی دکان کے تیسرے حصہ کا **محض** بیجا اور غلط ہے، اس دکان میں اس کی شرعاً کسی قسم کی شرکت نہیں ہے(۲) فقط

---

(۱) لقوله عليه السلام: كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين (السنن الكبرى للبيهقي ۷/۰۹۰ دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) وكذلك لو اجتمع إخوة ...... شامي ۶/۳۹۲ كتاب الشركة، فصلٌ في الشركة الفاسدة.

ایک بھائی کی علیحدہ تجارت کا حکم

سوال: (۴۰) چار حقیقی بھائیوں کا کاروبار ساتھ ہوتا ہے، جائداد اور ملکیت وغیرہ سب شرکت میں ہیں، خورد ونوش بھی ساتھ ہی ہے، ان میں سے ایک بھائی کسی سے روپیہ قرض لے کر اور بھائیوں سے الگ تجارت بھی کرتا ہے، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی برابر تجارت میں مصروف رہتا ہے، اوقات فاضلہ میں اس تجارت کی دیکھ بھال کرتا ہے تو اس صورت میں اس خاص تجارت میں جو کچھ نفع ونقصان ہوگا وہ اسی ایک کے ذمہ ہوگا یا سب بھائی اس میں شریک ہوں گے؟ (۸۱۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس علیحدہ تجارت کے نفع ونقصان کا کوئی بھائی شریک وذمہ دار نہ ہوگا (۱) فقط

بھائیوں کی علیحدہ املاک کا حکم

سوال: (۴۱) ایک شخص کے وارثوں میں دو بیٹے اور ایک بیوی ہے، بیس سال تک ایک ساتھ ہم طعام رہ کر دونوں بیٹوں نے جدا جدا کمائی وکسب کیا، اور روزی کا مال جدا جدا رکھ کر جائداد ومکانات و تالاب وغیرہ خریدے اور بنائے۔ اس وقت وہ لوگ جدا ہونا چاہتے ہیں تو وہ جائداد اور مکانات وتالاب وغیرہ کس طرح ان لوگوں میں تقسیم ہوں گے؟ آیا وہ جائداد ومکانات وغیرہ جدا جدا جس نے خریدا یا بنایا ہے اس کا ہی ہوگا یا ورثاء میں بہ حصہ مساوی منقسم ہوگا؟ (۹۴۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ ان دونوں بیٹوں نے جدا جدا کمایا، اور اپنے اپنے مال مکسوبہ سے علیحدہ علیحدہ جائداد خریدی اور مکانات وغیرہ بنوائے، تو ہر ایک اپنے اپنے مکسوبہ اور جائداد خرید کردہ کا مالک ہوگا، باقی ورثہ کا اس میں کچھ حق وحصہ نہیں ہے۔ قال في ردالمحتار: يؤخذ من هذا قال: ما أفتى به في "الخيرية" في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب علیحدة و يجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز فأجاب: بأنه بينهما سوية الخ (۲)

(۱) وفي "الدرر" لا يستحق الربح إلا بإحدى ثلث: بمال، أو عمل، أو تقبل (ردالمحتار: ۳۹۱/۶ كتاب الشركة مطلبٌ: في شركة التقبل)

(۲) ردالمحتار: ۳۹۲/۶ كتاب الشركة – بعد فصل في الشركة الفاسدة.

اس عبارت میں قید ویحصعان کسبهما الخ سے معلوم ہوا کہ اگر وہ دونوں باہم اپنے مکسوبہ مال کو جمع نہ کریں تو ہر ایک اپنے اپنے مکسوبہ مال و جائداد کا مالک ہے۔ **لاخفاء فيه**. فقط

ایک بھائی کا کاروبار میں شریک نہ ہونا

سوال: (۴۲) کلاہ محمد، وصی محمد، نور محمد اور عبدالرحیم چاروں حقیقی بھائی تھے، سب کا کھانا پینا ایک میں تھا، لیکن کاروبار صرف تین بھائی مل کر کرتے تھے، نور محمد اپنا وقت سیر لاابالی میں بسر کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک تاجر آیا جس نے فریب دے کر گھر کا سارا مال مع زیورات کے بلکہ باہر سے بھی جس قدر مال مل سکا سب لے کر چلتا بنا جس کی تعداد قریب ۴۲ ہزار کی تھی، اس سے ایک پیسہ بھی وصول نہ ہوا جس کی وجہ سے تینوں بھائی سخت خسارہ اور نقصان میں پڑے، آخر کار مایوس ہو کر تینوں بھائیوں نے بڑی جانفشانی سے پھر کاروبار شروع کیا اور بڑی مشکل سے ۱۸ ہزار روپے قرضہ ادا کیا تھا کہ عبدالرحیم کا انتقال ہو گیا، اس وقت ۲۴ ہزار روپے قرضہ باقی تھا، اور پونجی کچھ نہ تھی؛ عبدالرحیم نے ایک لڑکا عبدالرحمن اور ایک دختر نور بی بی اور ایک زوجہ مریم اور تین بھائی چھوڑے۔

اس کے بعد کلاہ محمد، وصی محمد نے روزگار بڑھایا اور خدا کے فضل سے باقی کل قرضہ ادا ہو گیا، اور کچھ پونجی بھی ہو گئی جس سے ایک مکان بھی رہنے کو خریدا؛ دس برس کے بعد وصی محمد کا انتقال ہوا، انہوں نے دو لڑکے محمد ایوب، محمد عثمان اور ایک زوجہ نور بی بی اور دو بھائی چھوڑے، نور بی بی نے اپنا حصہ رسدی ترکہ وصی محمد سے ابن الزوج محمد عثمان، محمد ایوب کو ہبہ کر دیا۔

کاروبار تجارت میں ترقی ہوتی رہی؛ کلاہ محمد کا انتقال ہو گیا، انہوں نے دو لڑکے محمد اسماعیل، عبدالغفار، دو دختر رحمت و زینب ایک زوجہ عائشہ چھوڑی؛ پھر رحمت کا انتقال ہو گیا ایک لڑکا عبدالقدوس ایک لڑکی زبیدہ اور شوہر عبدالغنی چھوڑا؛ پھر زینب نے وفات پائی ایک لڑکا ابوالقاسم اور دو لڑکیاں آمنہ اور سکینہ اور شوہر محمد رفیق چھوڑا؛ پھر محمد عثمان مرے، دو لڑکیاں جمیلہ اور جنت ایک زوجہ سائرہ ایک بھائی حقیقی محمد ایوب چھوڑا؛ پھر محمد ایوب کا انتقال ہوا ایک بیوی سکینہ تین لڑکے اکرام اور محمد اور لقمان اور چار لڑکیاں رابعہ، آسیہ، سلمیٰ، اسماء، چھوڑی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کاروبار جائداد میں جس میں تین بھائی کلاہ محمد، وصی محمد، عبدالرحیم، ایک

ساتھ کام کرتے تھے، اور ایک بھائی نور محمد کچھ نہ کرتے تھے، ہر ایک بھائی کتنے کتنے حصہ کا مستحق ہے؟ نور محمد کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ اور عبد الرحیم جب مرے تھے اس وقت سوائے قرض کے اور کچھ نہ تھا تو ان کا بھی حصہ اس کاروبار میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ پھر ان چاروں بھائیوں کا حصہ ان کے ورثاء پر کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۱۳۴۱/۹۹ھ)

الجواب: شامی فصل شرکۃ فاسدہ میں ہے: وکذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي الخ(۱) (شامی: ۳/۳۴۹)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر باپ کے ترکہ میں کئی بھائی تجارت اور کاروبار کریں، اور اس کو بڑھاویں تو وہ سب بھائی اس میں برابر کے حصہ دار ہیں، اگرچہ ان کا عمل اور کوشش مختلف ہو، لیکن جو بھائی بالکل اس کاروبار سے علیحدہ رہا، اور اس نے کسی قسم کی بھی اعانت بھائیوں کے کام میں نہ کی اور کسی قسم کا عمل نہ کیا تو روایت بالا کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ وہ اس نما میں شریک نہ ہوگا، صرف اصل ترکہ سے جو کچھ اس کو پہنچا وہ اس کا مالک ہوگا، اور بعد میں جب کہ وہ مال سب ضائع ہوگیا تو پھر از سر نو جن بھائیوں نے کام شروع کیا اور تجارت کو بڑھایا، اور ترکہ پدری کچھ موجود نہ رہا تو وہ انہیں کا ہے، یعنی جن بھائیوں نے قرض ادا کر کے پونجی بڑھائی اور نفع حاصل کیا وہ صرف انہیں کا حق ہے، اور ان کے بعد ان کی اولاد کو حصہ رسد ملے گا۔ فقط

سرمایہ اور شرط کے بغیر بھائی کی تجارت میں عملاً شریک ہونا محض تبرّع ہے

سوال: (۴۳) زید کے تین لڑکے ہیں عمر، بکر، خالد۔ زید کی زندگی میں عمر نے نوکری کی، لیکن زید کو کچھ نہ دیتا تھا حتی کہ زید عمر کی زوجہ وغیرہ کے اخراجات کا متکفل تھا؛ کچھ دنوں کے بعد عمر نے ملازمت کے روپے سے تجارت شروع کی، زید کے انتقال کے بعد بکر تجارت میں بغیر کسی شرط اور بغیر روپے دیے ہوئے شریک ہوگیا، اور چار برس تک عمر و بکر دونوں کام کرتے رہے، اس کے بعد باہم نفاق پیدا ہوگیا، اور دونوں علیحدہ ہوگئے: اس صورت میں مال تجارت سے بکر کو کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور خالد بھی مستحق

(۱) ردالمحتار ۶/۳۹۲ کتاب الشركة - بعد فصل في الشركة الفاسدة

کسی حصہ کا ہے یا نہیں؟ (۹۶۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: عمر جب کہ اپنے باپ زید سے اس کی زندگی میں بے تعلق ہو چکا تھا تو اس نے اپنے کسب سے جو تجارت کی وہ سب اسی کی ہے، باپ یا اس کے دوسرے بھائیوں کا اس میں کچھ حق نہیں، بکر نے اپنے بھائی عمر کے ساتھ جو شرکت کی اور اس کے ساتھ مل کر جو کام کیا وہ شرعاً محض تبرع سمجھا جائے گا، کیونکہ یہ شرکت کوئی شرعی شرکت نہیں جس پر شرعی احکام جاری ہوسکیں؛ پس اس مال تجارت میں عمر کا کوئی شریک نہیں اس کا شمار باپ کے ترکہ میں نہ ہوگا کہ خالد یا اور دوسرے وارث اس میں شریک ہوسکیں (۱) لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ عمر کا یہ فعل شرعاً جائز نہ تھا کہ اس نے اہل وعیال کے نفقہ کو باپ کے ذمہ ڈال کر اپنی نااہلی کا ثبوت دیا، اس کا گناہ عمر کی گردن پر ہے، اور اس لحاظ سے اگر وہ اس روپے میں اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی شریک کرے تو کچھ نہ کچھ اخراجات نفقہ کی مکافات ہوسکے گی۔

جو بیٹا باپ سے علیحدہ رہتا ہے اس کا کمایا ہوا مال باپ کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا

سوال: (۴۴) زید صاحب علم ومُکنَتْ ایک قریہ میں پیش امام تھا، منکوحہ اولیٰ سے ایک ہی ولد (عمر) پیدا ہوا، زید نے اپنے لڑکے عمر کی شادی کر کے امامت پر اپنا قائم مقام کر دیا۔ اور کچھ جائداد مملوکہ وزیورات جو عمر کی والدہ کا تھا عمر کے پاس بلا ہبہ چھوڑ کر قریہ ثانیہ میں امام ہوگیا، اور بعد فوت ہونے زوجہ اولیٰ کے زید نے نکاح ثانی قریہ ثانیہ میں کرلیا، اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی، پھر نکاح ثالث سے چند اولاد ہوئی جو موجود ہے، اور زید نے قدرے جائداد قریہ ثانیہ میں اور زیورات پیدا کیے، اور عمر نے قریہ اولیٰ میں کچھ ترقی امامت کی آمدنی سے کی، بعدہ زید کا انتقال ہوگیا —— اب عمر کہتا ہے: جو جائداد وزیورات میرے پاس ہیں وہ میرا مملوکہ ہے، اور قریہ ثانیہ میں جو جائداد وزیورات ہیں وہ متروکہ زید کا ہے، لہٰذا مجھ کو اس میں سے بھی حصہ ملنا چاہیے، اور فریق ثانی کہتا ہے کہ کل جائداد وزیورات متروکہ

(۱) ثم هذا في غير الابن مع ابنه لما في القنية الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله الخ (ردالمحتار: ۳۹۲/۶ كتاب الشركة ـ فصلٌ في الشركة الفاسدة) مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ بیٹا علیحدہ ہوتو اس کا مال باپ کا مال نہ سمجھا جائے گا. واللہ اعلم.

زید کا ہے؛ اس صورت میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟ (۸۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس واقعہ کے متعلق پہلے بھی سوال آیا تھا اس سے معلوم ہوا تھا کہ عمر علیحدہ رہتا تھا، زید کی عیال میں نہ تھا، اور عمر نے اپنے کسب امامت سے جائداد خریدی اور ترقی دی۔ تو اس صورت میں بموجب روایت شامی عمر کے پاس جو کچھ مکسوبہ واندوختہ ہے وہ زید کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا، اور جو ترکہ زید کا قریہ ثانیہ میں ہے اس میں سے باقی اولاد کے ساتھ عمر بھی حصہ پاوے گا **الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب کله للأب إن کان الابن فی عیاله لکونه معینا له الخ** (شامی عن القنیة ص: ۳۴۹) پس قید ان کان الابن فی عیاله سے معلوم ہوا کہ اگر پسر علیحدہ رہتا ہو، اور باپ کے ساتھ شامل نہ ہو تو اس کے پاس جو کچھ مکسوبہ ہے وہ باپ کا ترکہ نہ ہوگا (۱) فقط

جو بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہے اس کا کمایا ہوا مال باپ کے ترکہ میں شامل ہوگا

سوال: (۴۵) زید دو پسر داشت، یکے از آنہا در حالت پیری پدر خود از عیال پدر علیحدہ گردیدہ، قدرے اموال فراہم گردانید، و پسر دیگر در عیال پدر بودہ از کسب خود بر پدر خود نفقہ گردانید، وقدرے اموال حاصل گردانید، بعد مرگ پدر پسر یکہ علیحدہ بود از اموال پسر یکہ در عیال پدر بود حصہ می طلبد، و اموال مکسوبہ خود را بوجہ علیحدگی ملک خاص خود قرار دادہ برادر خود را محروم می گرداند؟ فقط (۱۵۳۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پسر یکہ در عیال پدر بود مکسوبہ او کہ شامل مکسوبہ پدر شد ملک پدر است، و بعد از مرگ پدر در ترکہ اش شامل است، ہر دو پسر در آں بحصہ مساوی حق دارند و مالک اند، پسر یکہ در عیال پدر نبود مکسوبہ او خالص ملک اوست، پسر دیگر را دراں حصہ نمی رسد۔ کذا فی الشامی (۲) فقط

ترجمہ: سوال: (۴۵) زید کے دولڑکے ہیں، ان میں سے ایک نے والد کے بوڑھاپے میں ان کی عیال سے علیحدہ ہو کر کچھ اموال فراہم کیے، اور دوسرا بیٹا والد ہی کی عیال میں رہ کر اپنی کمائی سے والد پر خرچ کرتا رہا اور کچھ مال واسباب بھی حاصل کر لیے، والد کی وفات کے بعد وہ بیٹا جو علیحدہ ہو گیا تھا باپ

---

(۱) الشامی: ۳۹۲/۶ کتاب الشرکة – بعد فصل فی الشرکة الفاسدة.

(۲) رد المحتار ۳۹۲/۶ کتاب الشرکة – فصلٌ في الشرکة الفاسدة.

ن عیال میں رہنے والے بیٹے کے مال میں سے حصہ طلب کرتا ہے، اور اپنا کمایا ہوا مال و اسباب علیحدگی کی وجہ سے اپنی خاص ملکیت قرار دیکر دوسرے بھائی کو محروم کرتا ہے؟

الجواب: جو بیٹا باپ کی عیال میں تھا اس کا کمایا ہوا مال و اسباب باپ کے مکسوبہ میں شامل ہو کر باپ ہی کی ملکیت ہوگا، اور اس کے مرنے کے بعد ترکہ میں شمار ہوگا، لہٰذا دونوں بیٹے اس میں برابر حصے کے حقدار ہیں؛ اور جو بیٹا باپ کی عیال میں نہیں تھا اس کا کمایا ہوا مال خاص اسی کی ملک ہے اس لیے دوسرے بیٹے کو اس میں سے کوئی حصہ نہ پہنچے گا۔

بڑے بھائی کا اپنا اور نابالغ بھائی کا روپیہ تجارت میں لگانا

سوال: (۴۶) حسینی نابالغ مرحوم اپنے بڑے بھائی نبی صاحب کی شرکت میں ہی رہتے تھے، اور نبی صاحب نے اپنا اور اپنے بھائی کا روپیہ تجارت میں لگایا تو جو منافعہ ہوا وہ کس کا ہے؟ (۲۶۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ نفع دونوں کا ہے (۱) فقط

ایک بھائی کا مشترک مال میں سے اپنے بیٹے کو کاروبار کے لیے رقم دینا

سوال: (۴۷) امین الدین، کریم الدین، قسیم الدین تینوں بھائی ہمیشہ سے ساتھ شامل ہیں معہ مال و متاع کے، امین الدین کے کسی پسر نے اپنے والد سے کچھ روپیہ طلب کیا کہ میں علیحدہ کاروبار کروں گا، امین الدین نے پسر مذکور کو روپے دیتے وقت یہ کہا کہ جب مجھ کو روپے کی ضرورت پڑے گی میں اس روپے کو لے لوں گا۔ جب تم کو ترقی ہو جاوے دے دینا، پسر مذکور نے کاروبار کیا—— بحمد اللہ —— ترقی پائی، اور روپیہ والد کا ادا کر دیا۔ جو روپیہ امین الدین نے پسر مذکور کو دیا تھا وہ مشترکہ میں سے دیا تھا یعنی سب بھائیوں کا تھا، اور روپے دیتے وقت دیگر شرکاء سے اجازت نہیں لی تھی؛ لیکن سب کو اس کا علم پورے طور سے تھا، مگر قسیم الدین و کریم الدین کو اس کا علم نہیں تھا کہ واپسی کے وعدہ پر روپیہ دیا گیا ہے، تو

(۱) وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي. (الشامي: ۳۹۲/۶ كتاب الشركة – فصل في الشركة الفاسدة)

اس صورت میں قسیم الدین وکریم الدین پسر مذکور کے چچا ترقی یافتہ مال میں سے حصہ پانے کے مستحق ہیں یا نہ؟ (۶۱۳/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں قسیم الدین وکریم الدین پسر مذکور کے مکسوبہ میں سے حصہ پانے کے مستحق نہیں ہیں۔ فقط

مشترک کاروبار میں فوت شدہ بھائی کی اولاد کا حصہ

سوال: (۴۸) زید کے انتقال کے بعد زید کے نقد متروکہ سے اس کے تینوں لڑکوں کا کاروبار تجارت شامل رہا، پھر ان میں سے عمر نامی نے انتقال کیا، اور اس کی اولاد بھی اپنے دونوں چچا کے ساتھ شامل ہے، اور رأس المال تجارت زید کا متروکہ تھا جس سے تینوں بھائی کاروبار یکجائی کرتے آئے، مگر دونوں چچا نے مکانات وجائداد وغیرہ بعد انتقال عمر کے جو کچھ اسی مشترکہ مال تجارت سے حاصل کیا یا کرتے ہیں وہ سب اپنے ہی نام سے خرید کرتے ہیں، اور متوفی بھائی کی اولاد اس وقت تک ان دونوں کے ساتھ ہے، ایسی صورت میں عمر کی اولاد جملہ جائداد واسباب تجارت میں حسب حصہ رسدی برابر کے حصہ دار اور شریک شرعاً ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۸۹۷ھ)

الجواب: جب کہ عمر کا ترکہ وحصہ دونوں بھائیوں نے شامل تجارت مثل اپنے حصہ کے رکھا تو منافع میں عمر کی اولاد مثل دوسرے بھائیوں کے مالک وشریک ہے، جب تک اشتراک باقی ہے نفع میں سب بہ حصہ برابر شریک ہیں یعنی عمر کا حصہ بھی مثل باقی دو بھائیوں کے ہوگا، اور عمر کی اولاد اس کی مستحق ہے(۱) فقط

فوت شدہ شریک کا روپیہ تجارت میں لگانا

سوال: (۴۹) زید جائداد ونقد چھوڑ کر فوت ہوا، نقد کم تھا، زید کے بعد زید کے شرکاء نے زید کے نقد کو تجارت میں لگا کر تجارت کو چلایا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور نفع ونقصان زید کے روپے کو پہنچتا ہے، یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۰۷۷ھ)

---

(۱) وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سويّة ولو اختلفوا في العمل والرأي (ردالمحتار ۶/ ۳۹۲ كتاب الشركة - فصلٌ في الشركة الفاسدة)

الجواب: بعد انتقالِ زید سلسلہ تجارت ختم ہوگیا، اور شرکاء سے معاملہ تمام ہوگیا، پس اگر شرکاء نے زید کے روپے کو تجارت میں لگائے رکھا تو نقصان زید کے روپے پر نہ پڑے گا، نفع کا اختیار ہے لگاویں یا نہ لگاویں (۱) فقط

مشترک ترکہ سے جو نفع ہوا اس کا حقدار کون ہے؟

سوال: (۵۰) زید متوفی کے ترکہ میں مبلغ ستائیس سو روپے نقد تھے، اور اس نے بوقت وفات حسب ذیل وارث چھوڑے ایک زوجہ عائشہ، ایک دختر فاطمہ، تین پسر، چونکہ زید متوفی تاجر تھا اس لیے رقم مذکور تجارت میں لگا چکے تھے؛ متوفی کی زندگی ہی میں اور اس کے بعد بھی وارثوں نے اپنا اپنا حصہ نہیں لیا بلکہ سلسلہ تجارت کو جاری رکھ کر تقریباً دس سال کا عرصہ گذار دیا، مگر رقم مذکور کی آمدنی سے تینوں بیٹے اپنے مصارف لیتے رہے، لیکن فاطمہ اور عائشہ نے آج تک ایک پیسہ بھی نہیں لیا، بلکہ ساری جائداد نقدی وجنسی پر متذکرہ بالا تینوں لڑکے قابض ومتصرف رہے، فاطمہ وعائشہ کا خوردونوش بھی ترکہ متوفی سے نہیں نکلا۔

اب ترکہ مذکورہ کی تقسیم ہورہی ہے اور بہی کھاتہ کی رو سے تینوں لڑکوں نے اپنے مصرف میں سات ہزار روپے بمدت دس سال لائے ہیں، اور تقریباً گیارہ ہزار روپے اس وقت بھی موجود ہیں جس میں اصلی رقم مبلغ ستائیس سو روپے بھی شامل ہیں کہ جس سے بطور منافعہ رقم مذکور اٹھارہ ہزار حاصل ہوئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ فاطمہ اور عائشہ کا حصہ صرف گیارہ ہزار کی موجودہ رقم سے ادا کیا جائے گا یا اٹھارہ ہزار سے؛ کیوں کہ فاطمہ وعائشہ دعویٰ کرتی ہیں کہ رقم مذکور ہم پانچوں وارثوں کے درمیان بہ شرکت ملک مشترک تھی، جس میں سے تینوں بیٹوں نے ہماری اجازت کے بدون ہی اپنے لیے سات ہزار روپے خرچ کیے ہیں اور ہم نے کچھ بھی نہیں لیا؟ (۱۸۱۵/۴۲-۱۳۴۲ھ)

الجواب: صورت مذکورہ فی السوال میں شرکت عقد نہ تو صراحۃً منعقد کی گئی اور نہ از روئے قواعد فقہیہ ہوسکتی ہے؛ کیونکہ زید کا ترکہ اکثر عروض تجارت یعنی سامان وغیرہ ہے، اور اس میں شرکت عقود نہیں ہوسکتی جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: الشركة إنما تصح بالدراهم والدنانير والتبر لايصلح

(۱) وتبطل الشركة بموت أحدهما (تنوير الأبصار مع الشامي ٦/٣٩٤ فصلٌ في الشركة الفاسدة)

رأس مال الشركات فى ظاهر الرواية، وفى رواية كتاب الصرف: التبر كالنقود والمعتبر فيه العرف الخ (۱) لہٰذا زید کا ترکہ ورثہ زید میں بہ شرکت ملک مشترک ہے، اور شرکت ملک میں ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے میں تصرف کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں، لہٰذا تینوں بیٹوں نے جو دس سال کی مدت تک عائشہ و فاطمہ کے حصے پر بلا ان کی اجازت کے تاجرانہ تصرفات کیے وہ عقد شرکت کے تحت میں داخل نہیں ہو سکتے، اور جو کچھ منافع اس مدت میں حاصل ہوئے وہ اصل رأس المال کی طرح وارثوں میں حسب حصہ تقسیم ہوں گے، یعنی صورت مذکورہ میں اٹھارہ ہزار کو اصل قرار دے کر اس کا آٹھواں حصہ عائشہ و فاطمہ کو دیا جائے گا۔

علامہ شامی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک مستقل جزئیہ میں بھی حکم تحریر فرمایا ہے:

تنبيه: يقع كثيرا فى الفلاحين ونحوهم، أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع و شراء واستدانة ونحو ذلك، وتارةً يكون كبيرهم هو الذى يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد، ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة خلافا لما أفتى به فى زماننا من لا خبرة له، بل هى شركة ملك كما حررته فى تنقيح الحامدية، ثم رأيت التصريح به بعينه فى فتاوى الحانوتى ماذا كان سعيهم واحدًا ولم يتميز ماحصله كل واحد منهم بعمله يكون ماجمعوه مشتركًا بينهم بالسوية وإن اختلفوا فى العمل والرأى كثرةً وصوابًا كما أفتى به فى الخيرية الخ (شامى كتاب الشركة ج:۳)(۲)

شرکت کی چند فاسد صورتیں

سوال: (۵۱) زید و بکر مسلمان اور موہن غیر مسلم یہ تینوں شخص ایک ٹھیکے میں شریک ہیں، صورت یہ ہے کہ گورنمنٹی سڑک پر کنکر بچھواتا ہے، ان میں صرف زید روپیہ لگاتا ہے، اور کام متعلقہ زیادہ تر ملازم

(۱) خلاصة الفتاوى ۴/۲۹۴ كتاب الشركة – الفصل الأول مطبوعة نول كشور لكنؤ.

(۲) الشامى: ۶/۳۷۲ كتاب الشركة – مطلبٌ: فى مايقع كثيرًا فى الفلاحين .....

کے سپرد ہے جس کی نفری اور انتظام وغیرہ بھی زید ہی کرتا ہے، تھوڑی بہت نگرانی ہر سہ فریق کرتے ہیں، آپس میں یہ قرار پایا ہے کہ منافع خالص سے دو حصے زید اور ایک ایک حصہ بکر اور موہن لیں؛ کیا یہ معاملہ جائز ہے؟ (۱۰۷۵/۴۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: معاملہ شرکت مذکورہ کا مطابق شریعت کے نہیں ہے؛ کیوں کہ شرکت میں روپیہ سب شرکاء کا ہونا چاہیے (۱) اور اگر مضاربت اس کو کہا جاوے تو مضاربت میں عمل دوسرے کا یعنی مضارب کا ہونا چاہیے، رب المال یعنی زید کا عمل شرط کرنا مفسد عقد ہے۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ (۲)

سوال: (۵۲) زید نے گھوڑی خریدی، اور بکر سے کہا کہ سرکار گھوڑیوں کے نام پر ربع زمین دیتی ہے، اور میرا لڑکا خالد شاید چھوٹی عمر کا ہو اور گھوڑی پالی ہوئی سرکار نامنظور کرے، اگر ہمارے نام سے گھوڑی منظور کرے تب بھی تمہارا اور ہمارا نصف حصہ ہے، اور اگر تمہارے نام سے گھوڑی منظور کرے تو بھی حصہ برابر رہا، اور نصف قیمت گھوڑی کی بکر نے زید کو دیدی، خالد کی گھوڑی نامنظور ہوئی اور بکر کی پالی ہوئی گھوڑی منظور ہوئی، یہ شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور زمین سے جو آمدنی ہوئی وہ کس کا حق ہے، جب کہ گھوڑی بکر کے نام سے منظور ہوئی، اور خالد کے نام سے منظور نہیں ہوئی (۱۰۱۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ شرکت صحیح نہیں ہے، اور بظاہر اقسام شرکت میں سے کسی قسم میں داخل نہیں ہے، لہٰذا جو کچھ گھوڑی کے پیش کرنے کی وجہ سے بکر کے نام سے اراضی ملی اس کا نفع بکر کو ہی ملے گا، اگر وہ تبرعاً زید کو کچھ دیدے تو یہ جائز ہے، درمختار میں ہے: بخلاف شركة دلالين و مغنين الخ ووُعّاظٍ و سُؤّالٍ لأن التوكيل بالسؤال لا يصح، قوله لأن التوكيل بالسؤال لا يصح و ما لا تصح فيه الوكالة لا تصح فيه الشركة (شامی ۳/۳۴۸)(۳) فقط

---

(۱) قال في البدائع: أما الأول وهو الشركة بالأموال ، فهو أن يشترك إثنان في رأس مالٍ الخ (بدائع ۵/۷۳ في اوائل كتاب الشركة)

(۲) وعبارة الشامي : واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لأنه يمنع التخلية فيمنع الصحة (الشامي: ۲/۳۸۳) وفي الهندية: فإن شرط أن يعمل رب المال مع المُضارب تفسد المُضاربة (هندية: ۴/۳۸۷)

(۳) الدرالمختار و الرد ۲/۳۸۹-۳۹۰ مطلبٌ : في شركة التقبل ـ كتاب الشركة ـ

شرکتِ فاسدہ کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: (۵۳) زید نے عمر کو کہا کہ اگر تم تجارت میں روپیہ دو گے تو دو تہائی نفع ہمارا ہوگا، اور ایک تہائی تمہارا، اور یہی نقصان کا حال ہوگا، اس معاملہ کے بعد زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیگر مال خریدنے کے لیے بھیجا، عمر نے اپنے وطن جا کر روپیہ واپس کر دیا، یہ لکھ کر کہ اب مال خریدنے کا موقع نہیں ہے، اس کے بعد زید نے عمر کو یہ لکھا کہ ہم نے موافق وعدہ کے مال خرید لیا ہے اگر تم کو شریک ہونا ہے تو روپیہ بھیج دو، عمر نے دو ہزار بھیج دیا؛ پس عمر اس صورت میں شریک ہو گیا یا نہیں؟ اور یہ شرکت صحیح ہوئی یا نہیں؟ (۱۱۵۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ شرکت فاسدہ ہے کہ اس میں اول روپے کی مقدار بیان نہیں کی گئی، اور نقصان بہر حال تہائی عمر کے ذمہ کیا گیا، لہٰذا یہ شرکت فاسدہ ہے، اور حکم شرکت فاسدہ کا یہ ہے کہ جس قدر ہر ایک کا روپیہ ہوگا اسی قدر نفع نقصان اس کو ملے گا (۱) فقط

شرکاء بددیانت ہوں تو کیا کرے؟

سوال: (۵۴) ایک دکان میں زید اور دیگر چند اشخاص نے شریک ہو کر اس امر پر عہد و حلف کیا کہ ہم شرکت دکان سے علیحدہ نہ ہوں گے، اور نہ کسی شریک کی حق تلفی کریں گے، اور نہایت ایمانداری سے کام کو انجام پہنچاویں گے، اب بخلاف اس کے بعض شرکاء بددیانتی اور حق تلفی دیگر شرکاء کی کرتے ہیں، زید کو یہ خوف ہے کہ عہد شکنی میں کچھ مؤاخذہ نہ ہو؛ اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ (۱۲۰۶/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس حالت میں زید اگر شرکت سے علیحدہ ہو جاوے تو اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں ہے، بلکہ ایسے بددیانت لوگوں کی شرکت میں اندیشہ مؤاخذہ کا ہے، لہٰذا زید کو ضروری ہے کہ وہ شرکت کو چھوڑ دیوے (۲) فقط

---

(۱) والربح في الشركة الفاسدة بقدر المال ولا عبرة بشرط الفضل (الدر المختار مع الشامي: ۳۹۳/۲ كتاب الشركة: فصلٌ في الشركة الفاسدة) وفي الشامي: والوضيعة بينهما على قدر رأس مالهما أبدًا (ردالمحتار ۳۷۸/۲ كتاب الشركة – مطلبٌ: في توقيت الشركة روايتان)

(۲) قال رسول صلى الله عليه وسلم: المرءُ على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل (مشكوة ص ۴۲۷ باب الحب في الله ومن الله)

شرکت میں تہمت سے بچنا

سوال: (۵۵) میری، ایک عورت قوم جاٹ کے ساتھ زراعت میں شرکت ہے، اس کے خاندان والے صد ہا قسم کے اتہامات لگاتے ہیں: کیا حکم ہے؟ (۱۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ اس مسماۃ کی شرکت سے اتہامات لگتے ہیں تو ایسی تہمت سے بچنا چاہیے، کیوں کہ موقع تہمت سے بچنے کا شریعت میں حکم ہے(۱) فقط

طوائف کے ساتھ تجارت میں شرکت کرنا

سوال: (۵۶) حلال آمدنی والے کو طوائف کے ساتھ تجارت میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۸، ۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت شبہ سے خالی نہیں ہے، اور احتیاط اس میں بہتر ہے(۲) فقط

جس کمپنی کے قواعد خلافِ شرع ہوں اس کے شیئرز خریدنا درست نہیں

سوال: (۵۷) ایک کمپنی قائم ہوتی ہے، اس کے شیئر نکالے جاتے ہیں، اس کو لوگ خرید کرتے ہیں؛ ایسی کمپنی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس قسم کی کمپنی کے قواعد خلاف شرع ہوتے ہیں شرکت ان میں درست نہیں ہے۔

سوال: (۵۸) آج کل تاجرانہ کمپنیاں جس طور سے قائم ہیں کہ بہت سے لوگوں کا روپیہ اس میں شامل ہوتا ہے اور وہ سالانہ مقررہ نفع مثلاً چالیس فیصدی یا اس سے کم وبیش حصہ داروں میں تقسیم کرتے

---

(۱) روی الخرائطی فی مکارم الأخلاق عن عمر من قوله بلفظ من أقام نفسه مقام التهمة فلایلومنّ من أساء الظن به (کشف الخفاء ومزیل الإلباس ۲/۲۳۳)

(۲) عن الحسن بن علی قال: حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم دع مایریبك إلی مالا یریبك الحدیث (مشکوۃ: ص:۲۴۲ باب الکسب وطلب الحلال)

رہتے ہیں اور حصہ دار اپنے حصہ کو فروخت بھی کر سکتے ہیں اگر کمپنی کا کام عمدہ چل رہا ہو تو اس کے حصوں کی قیمت بڑھ جاتی ہے، اور ایسے ہی نقصان کی حالت میں حصوں کی قیمت میں کمی بھی ہو جاتی ہے، پس ان حالات میں کیا کوئی مسلمان بھی ایسے کاروبار میں شریک ہو سکتا ہے؟ (۶۲۸ / ۱۳۳۸ھ)

الجواب: قواعد اور معاملات ان کمپنیوں کے اکثر خلاف شرع اور حرام ہوتے ہیں مثلاً فیصدی کچھ مقدار نفع کی معین کر دینا یہ بھی مفسد معاملہ شرکت وغیرہ ہے، اسی طرح اکثر قواعد و شرائط خلاف شرع ہوتے ہیں، اور فروخت کرنا کسی حصہ دار کا اپنے حصہ کو زیادہ و کم رقم پر بھی حرام ہے؛ پس ایسے معاملات میں مسلمانوں کو شرکت درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۵۹) فی زمانناٹراموی وریلوی کمپنی ودیگر کارخانہ جات کے حصص جسے یہاں کی اصطلاح میں شیئر کہتے ہیں خریدے جاتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کمپنی پارچہ بافی یا آہن سازی کی مقرر کی جاتی ہے اور اس کا سرمایہ مقرر کر کے اس کے حصص فروخت کیے جاتے ہیں اور اس کے کارکنان بھی تنخواہ دار مقرر ہوتے ہیں اور نفع بھی حصہ رسد تقسیم کرتے ہیں اور کچھ روپیہ نفع میں سے جمع رہتا ہے جو سود پر دیا جاتا ہے اور سود اس کا نفع میں شامل کر کے حصہ داروں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ان حصص کی قیمت کمپنی کے نفع نقصان کے اعتبار سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے، حصہ داران اپنے حصوں کو اسی بھاؤ سے فروخت کرتے ہیں، بیع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بائع دلال سے کہتا ہے کہ میں اپنی فلاں کمپنی کا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہوں دلال فروخت کر دیتا ہے، یہاں مشتری کسی چیز پر قبضہ نہیں کرتا بلکہ ایک کی جگہ دوسرے کا نام لکھا جاتا ہے؛ یہ حصص خریدنے جائز ہیں یا نہیں؟ (۵۳۴/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی کمپنی میں شریک ہونا شرعاً جائز نہیں ہے کہ شرائط و معاملات اس کے سب خلاف شریعت ہیں اور حرام ہیں اور سود کا معاملہ اس میں داخل ہے، پھر کسی دوسرے کا کوئی حصہ کسی شریک کا لینا اور خریدنا بھی درست نہیں ہے؛ کیونکہ شرائط صحت بیع و شراء اس میں مفقود ہیں، اور اگر اس کو بیع و شراء پر حمل نہ کریں بلکہ یہ خیال کریں کہ ایک شریک اپنی جگہ دوسرے کو شریک کمپنی بناتا ہے اور خود علیحدہ ہوتا ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ ایسی کمپنی کی شرکت ہی درست نہیں ہے۔ فقط

حصہ داروں کو اپنا روپیہ مانگنے اور لینے کا حق ہے

سوال: (۶۰) ایک شخص کچھ روپیہ ایک کمپنی میں دے کر حصہ دار بنتا ہے اور کمپنی کا یہ قانون ہے کہ روپیہ کبھی کسی زمانہ میں واپس نہیں ہوگا۔ صرف نفع ملا کرے گا، کیا یہ قانون جائز ہے؟ اور باوجود اس قانون کے حصہ داروں کو اپنا روپیہ مانگنے کا اور لینے کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۹۲ھ)

الجواب: یہ قانون شرعاً صحیح نہیں ہے۔ حصہ داروں کو اپنا روپیہ مانگنے اور لینے کا حق حاصل ہے۔ فقط

مشترک آمدنی سے خریدی ہوئی جائداد کی تقسیم

سوال: (۶۱) عمرو زید دو برادر حقیقی نے اپنی رضامندی سے اپنے متعلقین کا کھانا پینا شرکت میں رکھا، اور نوکری کے ذریعہ سے جو روپیہ کماتے تھے کھا پی کر جو روپیہ پس انداز ہوتا تھا، عمر اس کی جائداد خرید کر دونوں برادر کے نام بیع نامہ لکھا لیتا ہے، اور یہ حصہ مساوی جائداد خریدی جاتی تھی، اس وقت قبضہ عمر کا اور ورثہ زید کا نصفا نصف ہے، بعدہ دو موضعوں کے بسوات عمر نے اس طرح خرید کیے کہ ایک موضع کے بسوے اپنے برادر زید کے نام بذریعہ بیع نامہ لکھائے، اور دوسرے موضع کے بسوے اپنے فرزند کے نام لکھائے، اور بعد تحریر بیع نامہ بارہ سال تک دونوں کا قبضہ رہا، پھر زید کے دل میں بدنیتی پیدا ہوئی، اور برادر عمر پر عدالت دیوانی میں نالش دائر کردی کہ یہ جائداد جو عمر نے اپنے پسر کے نام خریدی تھی یہ میری آمدنی اور روپے سے خریدی تھی مجھے دلا دی جائے، عدالت سے دونوں فریق نے مقدمہ پنچایت میں منتقل کرالیا، اور زید نے پنچوں کو رشوت دیکر اپنے موافق کرالیا، اور حقیت عمر (عمر کی ملکیت) اس کے قبضہ سے نکل گئی، پھر زید مر گیا۔

اب عمر یہ دریافت کرتا ہے کہ عمر نے جو جائداد مذکورہ اپنے پسر اور زید کے نام خریدی تھی زید نے بدنیتی سے وہ بھی ناحق خود لے لی، پھر زید مر گیا، اب اس کے ورثہ کے قبضہ میں وہ حقیت عمر کی ہے ورثہ کو اس کا رکھنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۸۹۶ھ)

الجواب: قال فی ردالمحتار: وإن لم یعرف مقدار ما کان لکل منهما صدق کل واحد

منهما إلى النصف لأنهما استويا في الاكتساب وكان المكتسب في أيديهما، فالظاهر أنه بينهما نصفان ــــ إلى أن قال ــــ وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں دونوں بھائی برابر برابر شریک ہیں دونوں میں جائداد نصف نصف تقسیم ہونی چاہیے، زید نے جو کچھ ناحق لیا یہ اس کے لیے جائز نہیں، اور اس کے ورثہ کے حق میں بھی جائز نہیں ہے، واپس کرنا چاہیے یا معاف کرانا چاہیے، اور مورث نے جو مال حرام ذریعہ سے حاصل کیا وہ ورثہ کے حق میں بھی حرام ہے جب کہ ان کو علم اس کی حرمت کا ہو۔ فقط

مشترک مکانات کی تقسیم کیسے ہوگی؟

سوال: (۶۲) مکاناتِ مشترکہ کی تقسیم شرعاً کیسے ہوگی؟ (۶۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو مکانات مشترکہ ہیں ہر ایک کی تقسیم علیحدہ علیحدہ کی جائے گی کما في الدر المختار: دورٌ مشتركةٌ أو دارٌ وَضَيْعَةٌ أو دارٌ وحانوتٌ قُسم كلٌّ وحدها (۲) وفي الكنز: دورٌ مشتركةٌ أو دارٌ وَضَيْعَةٌ أو دارٌ وحانوتٌ قُسم كلٌّ عليحدة (۳) فقط

بعض شرکاء کی عدم موجودگی میں جائداد کی تقسیم

سوال: (۶۳) اگر چند گز زمین چند شرکاء میں مشترک ہو، اور بعض شرکاء موجود ہوں بعض موجود نہ ہوں؛ تو شرکاء موجودین آیا شرعاً یہ اختیار رکھتے ہیں کہ اس مشترک زمین میں سے اپنے حصے کی قدر تقسیم اور جدا کر کے اس میں کوئی تصرف کرلیں، اور باقی زمین دوسرے شرکاء کے لیے چھوڑ دیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرائن سے معلوم ہو کہ دوسرے شرکاء اس کو جائز رکھیں گے تو کیا حکم ہے؟ اور جو بعض نابالغ ہوں تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۹۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) ردالمحتار: ۳۹۴/۶ كتاب الشركة – فصلٌ في الشركة الفاسدة.

(۲) الدر المختار مع الرد: ۳۱۵/۹ كتاب القسمة.

(۳) البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ۲۷۶/۹ كتاب القسمة.

الجواب: اس زمانہ میں کہ رفع الی القاضی متصور نہیں، شرکاء موجودین کو یہ جائز ہے کہ بحضور عدول اہل محلہ اپنے حصے جدا اور تقسیم کر کے اس میں تصرف کریں، اور شریک غائب یا نابالغ کے حصے کو محفوظ رکھیں، اور جب کہ قرائن سے رضاء غائب کی معلوم ہو تو جواز بدرجہ اولیٰ ہے جیسا کہ روایات ذیل سے مفہوم ہوتا ہے:

وأن لغير الوصي التصرف لخوف متغلب، وعليه الفتوى (درمختار) وفي الشامي: وإنما لم يحصر التصرف في الوصي إشارة إلى جواز تصرف غيره كما إذا خاف من القاضي على ماله أي مال الصغير، فإنه يجوز لو أحد من أهل السكة أن يتصرف فيه ضرورةً الخ (۱) وفي العالمغيرية أيضًا: والكرم والأرض إذا كانا بين رجلين وأحد هما غائب أو كان الأرض بين بالغ ويتيم، يرفع الأمر إلى القاضي فإن لم يرفع الحاضر وزرع الأرض بحصته طاب له فتاوى قاضي خان (۲) ويناسبه روايات جواز أخذ الدين من جنس الدين من مال مديونه، ومن خلاف الجنس أيضًا ففي الدرالمختار وأطلق الشافعي أخذ خلاف الجنس للمجانسة في المالية قال في المجتبىٰ: وهو أوسع فيعمل به عند الضرورة (درمختار) قال القهستاني: وفيه إيماء إلى أن له أن يأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة في المالية وهذا أوسع، فيجوز الأخذ به وإن لم يكن مذهبنا؛ فإن الإنسان يعذر في العمل به عند الضرورة كما في الزاهدي انتهى، قلت: وهذا ما قالوا: إنه لامستند له لكن رأيت في شرح نظم الكنز للمقدسي ...... إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم إلخ والفتوى اليوم على جواز الأخذ عندالقدرة من أى مال كان إلخ (ردالمحتار ج:۳ كتاب السرقة) (۳)

باپ اور بعض بیٹوں نے مل کر جو مال کمایا اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: (۶۴) زید کے پانچ فرزند بالغ ہیں اور دو فرزند وایک دختر نابالغ ہیں، زید نے اپنی ذاتی

(۱) ردالمحتار: ۱۰/۳۵۴ كتاب الوصايا، في آخر باب الوصي وهو الموصى اليه.
(۲) هندية: ۲/۳۴۲،۳۴۱ كتاب الشركة، فصلٌ في المتفرقات.
(۳) الشامي: ۶/۱۱۷ كتاب السرقة، مطلبٌ: يعذربالعمل بمذهب الغير عند الضروة.

محنت سے ہزار روپے کے نقود واجناس وغیرہ کسب کیے، پھر بالغ پسران کی معیت میں چار ہزار کا مال کمایا، فی الحال زید کے پاس پانچ ہزار کا مال موجود ہے، اموال مشترکہ میں کس نے کس قدر کسب کیا اور کس قدر محنت کی یہ منضبط نہیں ہوسکتا، ایک پسر ولید نے تقریباً آٹھ سال تک طالب علمی کی، اور نقود مشترکہ میں سے بہت روپیہ خرچ کیا، طالب علمی سے فارغ ہوکر تھوڑے عرصہ تک کسب معاش میں شریک رہے، دوسرے پسر ولی احمد کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی، اب زید اور فرزند باہم جدا ہونا چاہتے ہیں، پس تقسیم اموال ان میں کیوں کر ہوگی؟ اور نابالغ اولاد کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں؟ (۲۰۴۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ تمام مال زید کا مملوکہ ہے، اگر زید اس مال کو اولاد پر تقسیم کرنا چاہتا ہے تو جملہ اولاد بالغ اور نابالغ کو برابر تقسیم کرے، اور اگر زید نے اپنی حیات میں تقسیم نہ کیا تو زید کے انتقال کے بعد جملہ ورثہ حسب حصص شرعیہ حصہ پائیں گے جیسا کہ شامی میں ہے:

ثم هذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترىٰ لو غرس شجرة تكون للأب الخ(۱) فقط

دو بھائیوں نے مل کر جو مال کمایا اسے کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: (۶۵) دو بھائی پندرہ بیس سال سے ایک ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے، اور دونوں نے ایک ساتھ جائداد واسباب کسب کیا، اب دونوں بھائی علیحدہ ہو گئے، اس صورت میں مال مکسوبہ اور جائداد کس طرح تقسیم ہونی چاہیے؟ آیا دونوں اپنے اپنے مال مکسوبہ کو لے لیں یا تمام کو مشترک قرار دے کر تقسیم کرلیں؟ (۳۵ د ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں مال مکسوبہ اور سامان وجائداد وغیرہ دونوں میں نصف نصف کرلیا جاوے کما في ردالمحتار للشامي: في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة، وأخذ كل منهما يكتسب على حدة، ويجمعان كسبهما، ولايعلم التفاوت ولاالتساوي ولاالتمييز؛ فأجاب: بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم، ونما المال، فهو بينهم

(۱) ردالمحتار: ۲/۳۹۲ كتاب الشركة، فصلٌ في الشركة الفاسدة.

سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرأی الخ(۱) (شامی ج:۳) فقط

بھائیوں کے درمیان مشترک ساز وسامان کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: (۲۶) زید، عمر، بکر، بھائی حقیقی ہیں، حیات والدین سے زید بصیغہ ملازمت جملہ اخراجات خانگی وغیرہ کا کفیل ہے، اور اب بعد ممات بھی ہے، پس بصورت علیحدہ ہونے کے ہر ایک کا شرعاً کیا حصہ ہے؟ (۳۵-۱۳۳۶/۲۷ھ)

الجواب: اگر سب بھائی کماتے ہیں، اور سب شریک رہے، اور کمی بیشی کا حال معلوم نہیں تو جو کچھ گھر میں موجود ہے بوقت علیحدگی سب برابر برابر تقسیم کریں گے، اور جو کچھ باپ نے چھوڑا ہے اس کو بھی سب برابر برابر تقسیم کریں گے(۲) فقط

مشترک ترکہ اور بڑے بھائی کے نام پر خریدی ہوئی جائداد کی تقسیم

سوال: (۲۷) ایک مسماۃ فوت ہوئی، اس کا ترکہ اس کے دو بیٹوں محمد حسن وعبد الغفار کے قبضہ میں آیا، اور اس کے بعد اس کی دو لڑکیاں مریم وبی بی کے حصے بھی جو والد کے ترکہ سے ملے تھے بذریعہ ہبہ نامہ موسومہ محمد حسن وعبد الغفار مشترکہ دونوں بھائیوں کی طرف منتقل ہوئے، اب تک کاروبار خورد و نوش ایک ساتھ رہا، اور اس اثناء میں جو جائداد غیر منقولہ خرید ہوئی اس کے وثیقوں پر بڑے بھائی محمد حسن کا نام لکھا گیا، اب دونوں بھائی علیحدہ رہنا چاہتے ہیں تو شرعاً دونوں بھائیوں کا حصہ علیحدہ ہوگا یعنی برابر ہوگا یا کم وبیش؟ (۱۳۳۱/۱۱۸۹ھ)

الجواب: اس صورت میں تمام جائداد محمد حسن اور عبد الغفار کے درمیان انصافاً تقسیم ہوگی، نصف جائداد عبد الغفار کو اور نصف جائداد محمد حسن کو ملے گی، وثیقوں پر بڑے بھائی کا نام ہونا یا تمام امور میں عبد الغفار ہی کا سربرآوردہ ہونا کچھ مؤثر نہیں کما فی الشامی: یقع کثیرًا فی الفلاحین ونحوهم

---

(۱) ردالمحتار: ۳۹۲/۶ کتاب الشرکۃ، بعد فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ.

(۲) فإذا کان سعیهم واحدًا ولم یتمیز ماحصله کل واحد منهم بعمله یکون ماجمعوه مشترکًا بینهم بالسویۃ وإن اختلفوا فی العمل والرأی کثرةً وصوابًا (ردالمحتار: کتاب الشرکۃ، مطلبٌ فیما یقع کثیرًا .... ۳۷۲/۶)

أن أحد هم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة و يعملون فيها من حرث وزراعة و بيع و شراء واستدانة و نحو ذلك ، و تارة يكون كبيرهم هو الذى يتولى مهماتهم و يعملون عنده بأمره .... فإذا كان سعيهم واحدا و لم يتميز ما حصله كل و احد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية و إن اختلفوا فى العمل والرأى كثرة وصوابا الخ(۱)(۳/ ۳۴۸)فقط

سوال: (۶۸) ایک شخص جس کے چار لڑکے ہیں، اور کچھ زمین ومکان اور سامان خانگی چھوڑ کر فوت ہوگیا ہے، سامان خانگی کچھ اس کا زرخرید ہے اور کچھ جدی ہے، اور کچھ بڑے لڑکے نے اپنا سامان خانگی بطور امانت بند کر کے زیر نگرانی والد کے رکھا ہوا تھا، اور تیسرا لڑکا خرید کر باپ کو دیتا رہا اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ یہ میری ملکیت ہے یا باپ کی، اور جو لڑکا بڑے سے چھوٹا ہے اس نے کچھ نہیں خریدا وہ جو کچھ نقد لاتا تھا باپ کو دیتا تھا، اور بڑا و تیسرا لڑکا تھوڑا بہت باپ کو بھی دیتے رہے ہیں اور علیحدہ سامان بھی خریدکرتے رہے ہیں، چوتھے بیٹے نے باپ کو کچھ نہیں دیا، اور باپ کے مرنے پر تجہیز و تکفین میں بھی حصہ نہیں لیا، اب وہ لڑکے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں تو شرعاً زمین ومکان، سامان خانگی وغیرہ کی کس طور سے تقسیم ہوگی؟ (۱۵۹۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: شامی میں منقول ہے: يؤخذ من هذا ما أفتى به فى الخيرية فى زوج امرءة وابنها اجتمعا فى دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما، ولا يعلم التفاوت ولا التساوى ولا التمييز، فأجاب: بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون فى تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والرأى الخ ثم هذا فى غير الابن مع أبيه لما فى القنية: الأب وابنه يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن فى عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرةً تكون للأب الخ (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اس سامان کے جو بڑے لڑکے نے اپنے لیے خرید کر بطریق امانت بند کر کے باپ کے پاس رکھا ہے، باقی جملہ مکان وزمین وسامان ترکہ پدری شمار ہو کر تمام پسران کو بہ حصہ برابر تقسیم ہوگا۔ فقط

(۱) رد المحتار : ۲/ ۳۷۲ کتاب الشركة – مطلبٌ : فى مايقع كثيرًا فى الفلاحين ......

(۲) ردالمحتار : ۲/ ۳۹۲ كتاب الشركة ، مطلبٌ: اجتمعافى دار واحدة واكتسبا ......

سوال: (۶۹) زید نے ایک زوجہ ایک والدہ دولڑ کے ایک بالغ دوسرا نابالغ وارث چھوڑے، زید کی وفات کے بعد جملہ ورثہ شامل رہتے رہے، جائداد موروثی کا تقاسمہ نہیں ہوا، حالت اشتراک ہی میں کچھ جائداداور خریدی گئی اوراس کے وثیقہ جات میں پسر کلاں بالغ کا نام درج ہوا؛ ایسی صورت میں وقت تقاسمہ پسر نابالغ اس جائداد میں سے حصہ پائے گا یانہیں؟ (۵۸۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو جائداد بحالت اشتراک خریدی گئی، اگر وہ جائداد مشترکہ کی آمدنی سے خریدی گئی ہے اگرچہ نام پسر کلاں کا بوجہ اس کے کارکن وغیرہ ہونے کے درج ہوا ہے وہ بھی جملہ ورثہ زید کے بالاشتراک ہے، پسر نابالغ بھی اس میں سے مثل پسر بالغ کے حصہ پائے گا، شامی جلد ثالث میں ہے: وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية(۱) (كتاب الشركة) فقط

مشترک ترکہ سے جاری دکان کے ساز وسامان کی تقسیم

سوال: (۷۰) عمرو وخالد ہر دو برادر نے دکان شرکت میں کی، اور عمرو اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ دوسری جگہ سے کرتے تھے، اور خالد اپنے اہل وعیال کا خرچ دکان ہی میں سے کرتے تھے اور یہ دکان مشترک ترکہ سے جاری تھی، اب سوال یہ ہے کہ ترکہ اثاثہ دکان کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ آیا اس اثاثہ دکان کی تقسیم ہوگی جو مورث اعلی کے انتقال کے وقت موجود تھا یا کل اثاثہ اور اس وقت تک جو منافعہ ہوا وہ بھی تقسیم ہوگا؟ خالد کا انتقال ہوگیا اس کے ورثہ موجود ہیں (۱۰۹۱/۳۳-۱۳۴۴ھ)

الجواب: دکان کا تمام سامان جواب تک مع منافعہ موجود ہے دونوں بھائیوں عمرو وخالد پر برابر تقسیم ہوگا خالد کا نصف حصہ اس کے وارثوں کو ملے گا، اور عمرو اپنے نصف کا خود مالک ہے۔ (۱) فقط

باہمی رضامندی سے تقسیم کرنے کے بعد کوئی فریق دعویٰ نہیں کرسکتا

سوال: (۷۱) دوشخص نے ایک زمین مشترکہ کا ٹھیکہ لیا، بعدہ اپنی رضامندی سے تقسیم کرلی جس کو پچاس برس گذر چکے، اب چونکہ زمین باوقعت ہوگئی ہے تو وہ فریق جس کے پاس کچھ زمین کم ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے زمین پوری برابر کردو، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۲۱۵/۱۳۴۳ھ)

(۱) الشامي: ۳۹۲/۶ بعد فصل في الشركة الفاسدة.

الجواب: جب کہ پہلے باہمی رضامندی سے زمین مذکور تقسیم کرلی گئی تو اب کوئی فریق کسی دوسرے فریق پر کچھ دعویٰ نہیں کرسکتا(۱) فقط

شرکاء تقسیم پر راضی نہ ہوں تو کیا کرے؟

سوال: (۲۷) اس موضع میں چند آدمی زمین دار ہیں، اور آبادی یہاں کی آپس میں تقسیم ہے، یہاں کا رواج اور واجب العرض (۲) کی شرط یہ ہے کہ جو شخص جس زمین افتادہ پر قابض ہوگیا وہی اس کا مالک ہے، اب سب شرکاء دل سے راضی ہوں یا نہ ہوں مگر اس کا قبضہ نہیں ہٹا سکتے، زید کا بھی ایک ایسی ہی زمین پر قبضہ ہے، اور وہ زمین اس قدر ہے کہ اگر تقسیم ہو تو زید کے حصے میں اس سے زائد آئے، مگر متفرق اور مختلف جگہ، تو یہ قبضہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس صورت سے اپنا حق حاصل کریں؟ کیونکہ اگر سرکاری تقسیم کرائیں تو آج کل بے ایمانی اتنی ہے کہ مالیت سے زائد صرف کریں تب کہیں بڑی دقت سے اپنا حق وصول ہو، اور اس پر بھی ضروری نہیں کہ جمیع شرکاء اس تقسیم سے بہ دل راضی ہوں، اور نجی طور سے تقسیم کرنا تو تقریباً ناممکن ہے؛ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے یعنی ایسا قبضہ کسی زمین پر بقدر اپنے حصے کے کرلینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کوئی جواز کی صورت اپنا حق حاصل کرلینے کی کیا ہوسکتی ہے؟ (۳۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شرعی طریق سے تقسیم جائداد واراضی وغیرہ مشترکہ کی دو ہی صورتیں ہیں کہ یا بذریعہ حاکم کے تقسیم ہو، یا برضامندی باہمی تقسیم ہو، البتہ اگر شرکاء کسی طرح باہمی رضامندی سے تقسیم نہ کریں، اور سرکاری طور سے بھی تقسیم دشوار ہو، اور اپنا حق نہ مل سکتا ہو تو اس وقت بحالت مجبوری بقدر اپنے حق کے

---

(۱) قال صاحب البدائع: ومنها اللزوم بعد تمامها في النوعين جميعًا حتى لا يحتمل الرجوع عنها إذا تمت بيان ذلك أن الدار إذا كانت مشتركةً بين قوم فقسمها القاضي أو الشركاء بالتراضي فخرجت السهام كُلها بالقرعة لايجوز لهم الرجوعُ (بدائع الصنائع: ۴۷۸/۵، كتاب القسمة – بيان أوصاف القسمة) وفي الشامي: تنبيه: إذا قسم القاضي ...... إلى أن قال: ولا رجوع بعد تمام القسمة (۳۱۶/۹ كتاب القسمة، مطلبٌ: في الرجوع عن القرعة)

(۲) وہ شرائط جو قانونی بندوبست کے خاتمے پر مالکوں اور کاشت کاروں کے درمیان کاشت وغیرہ کے بارے میں لکھی جائیں۔

قبضہ کر سکتا ہے جیسا کہ فقہاء نے در بارۂ اخذ حق خود فتوی دیا ہے (۱)

خلافِ شرع تقسیم کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۷۳) زید کے ورثہ بالغین اور نابالغین: دو بیویاں، اور ہر ایک بیوی کے مساوی اولاد ذکور واناث، اور ہر جانب میں بالغین و نابالغ، بالغوں نے تقسیم کے لیے پنچ مقرر کیے، پنچوں نے حصہ تقسیم شرعی کے مطابق نہیں کیا، ایک فریق کو زیادہ ایک فریق کو کم دیا، جس فریق کو کم ملا اس نے پنچوں سے عذر کیا، مگر بعد میں فہمائش سے اس تقسیم کے مطابق عمل درآمد کیا، اور ہر فریق اپنے حصے پر قابض ومتصرف ہوگیا، بیع وغیرہ جملہ تصرفات اپنے اپنے حصے میں کیے، زمانہ کے بعد نابالغ ہر فریق کے بھی بالغ ہوگئے، باوجودکمی زیادتی کے علم کے انھوں نے بھی کوئی انکار نہیں کیا، بلکہ برابر مالکانہ تصرف بیع اجارہ وغیرہ کرتے رہے، ایک زمانہ مدید یعنی سالہا سال کے بعد بوجہ رنجش باہمی کے نابالغوں نے نالش دائر کردی کہ جائداد پھر تقسیم ہو۔

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ جب شرکاء اس تقسیم پر راضی ہوگئے، اور سب کو اس کی کمی زیادتی کا علم اول ہی سے تھا تو اب بعد رضا بھی اس تقسیم کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو ان روایات کا کیا مطلب ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ بعد رضا حق فسخ نہیں ہے، یہ تو بظاہر مصالحت کی صورت ہے کہ ایک فریق بوجہ فہمائش پنچوں کے، یا کسی مصلحت کی بناء پر اپنے کم حصے پر راضی ہوگیا۔ پھر اگر یہ فعل پنچوں کا ناجائز ہوا اور قابل نفاذ نہ تھا تب بھی جب وہ بلا اکراہ شرعی یا قانون کے اس پر راضی ہوکر سالہا سال تک مالکانہ متصرف رہے تو اب اس کے فسخ کا حق کیسے حاصل ہوگا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۹۳۵ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ حکم محکم اور قاضی کا خلاف شریعت نافذ نہیں ہوتا، اور میراث وحصص شرعیہ میں کمی بیشی کردینا حَکم یا قاضی کو جائز نہیں، اور یہ تقسیم جو متفرع ہے اسی حکم پر قسمت بالتراضی

---

(۱) فکانت القسمة منهما بالتراضي أو بطلبهما من القاضي رضًا من کل واحد منهما بزوال ملکه الخ (بدائع الصنائع: ۲۶۳/۵ کتاب القسمة، في الفصل الأول) ــــ وفی الشامی: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق. والفتوی الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة من أی مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتهم للعقوق (ردالمحتار ۶/ ۱۱۷ کتاب السرقة ــ مطلبٌ: یُعذر بالعمل بمذهب الغیر عند الضرورة)

مابین الورثہ بھی نہیں ہے، اور فہمائش سے یا بلا فہمائش سکوت کرنا موجب ابطال حق نہیں ہے، چنانچہ جس جگہ فقہاء ان تصرفات پر سکوت کرنے کو سبب عدم سماع دعویٰ لکھتے ہیں، وہیں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ عدم سماع بخوف حیل وتزویر ہے نہ یہ کہ صاحب حق کا حق اس سے ساقط ہوجاتا ہے۔

باع عقارا أوحيوانا أوثوبا، وابنه اوامرأته أوغيرهمامن اقاربه حاضر يعلم به،ثم ادعى الابن مثلا انه ملكه لاتسمع دعواه الخ (درمختار مسائل شتى)(۱)

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: ثم اعلم أن عدم سماعها ليس مبنيًاعلى بطلان الحق حتى يرد أن هذا قول مهجور، لأنه ليس ذلك حكما ببطلان الحق وإنما هو امتناع من القضاة عن سماعهاخوفًامن التزوير الخ، وإلا فقد قالوا: إن الحق لايسقط بالتقادم كما في قضاء "الأشباه" فلا تسمع الدعوى في هذه المسائل مع بقاء الحق للآخرة، ولذا لو أقر به الخصم يلزمه(۲)(شامی ج:۵ مسائل شتى)

اور باب التحکیم میں ہے: ألا ترى أن البيع قد ينعقد ابتداءً بالتعاطى،لكن إذا تقدمه بيع باطل أو فاسد وترتب عليه التعاطى لاينعقدالبيع لكونه ترتب على سبب آخر فكذا ههنا، ولهذا قال السلف:القاضى النافذحكمه أعزمن الكبريت الأحمر (۳) وفي الدرالمختار: من باب القسمة ولو ظهرغبن فاحش لايدخل تحت التقويم في القسمة فإن كانت بقضاء بطلت اتفاقا لأن تصرف القاضى مقيد بالعدل ولم يوجد،ولووقعت بالتراضى تبطل أيضا في الأصح لأن شرط جوازها المعادلة ولم توجد فوجب نقضها الخ (۴)

پس بالفعل پنچوں کو چاہیے کہ پہلی تقسیم کو باطل وناجائز سمجھ کر از سرنو موافق شرع کے تقسیم کریں، پہلی تقسیم جو کہ بالغین اور نابالغین کے درمیان تھی وہ سب باطل ہے، اور بعض کے قبض وتصرف سے دوسرے بعض کا حق باطل نہیں ہوا، اور وہ جملہ تصرفات ''بناء الفاسد على الفاسد'' کے قبیل سے ہیں، اور ہر ایک فریق کا تصرف مالکانہ بیع واجارہ اور کاغذات سرکاری میں اس کے مطابق عمل درآمد کرانا اور کوئی عذر نہ کرنا سبب اسقاط حق کا اور اپنے حق کے چھوڑنے پر رضامند ہونے کا نہیں ہے، اور اگر تراضی بھی ہو تو پھر

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۰/ ۳۸۷- ۳۸۸، مسائل شتى.
(۲) ردالمحتار ۱۰/ ۳۸۸، مسائل شتى.
(۳) ردالمحتار على الدرالمختار: ۱۱۲/۸ كتاب القضاء، في أوئل باب التحكيم.
(۴) الدرالمختار مع الشامي: ۹/ ۳۲۱ كتاب القسمة، قبيل فروع.

بھی تقسیم سابق باطل ہے اور فسخ کی جا سکتی ہے کما مر من قوله: ولو وقعت بالتراضی تبطل أیضاً.

نادرست تقسیم کو درست کرنا ضروری ہے

سوال: (۷۴) ہندہ نے عمر کی چالاکی سے اور خود عمر نے جوتر کہ جدی سے نفع حاصل کیا اور اپنے حصہ شرعی سے زائد لیا اس کی ادائیگی اور واپسی ہندہ و عمر کو لازمی ہے یا نہیں؟ اور ایسی تقسیم کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۶۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وصحت برضا الشرکاء إلا إذا کان فیهم صغیر أو مجنون لانائب عنه الخ (۱) وفیه أیضاً: ولو ظهر غبن فاحش لایدخل تحت التقویم الخ فإن کانت بقضاء بطلت اتفاقاً الخ ولو وقعت بالتراضی تبطل أیضاً فی الأصح لأن شرط جوازها المعادلة ولم توجد فوجب نقضها الخ (۲) ان روایات سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں تقسیم صحیح نہیں ہوئی اس تقسیم کو توڑ کر صحیح تقسیم ہونی چاہیے، اور جس کے پاس زیادہ پہنچا اس کو واپس کرنا چاہیے، ہندہ بھی واپس کرے اور عمر بھی واپس کرے۔ فقط

تقسیم کے بعد ہر شریک کا اپنے حصے میں تصرف کرنا

سوال: (۷۵) ایک بزرگ صاحب خانقاہ کی اولاد ہے جس کا تنازع بدیں بنیاد قائم ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ جو میدان سفید خانقاہ کے متعلق پڑا ہوا ہے جو کہ موجودہ متنازعین کے بزرگان نے مشترکہ خریدا تھا، اس کے سفید پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں، اور زائرین کو بلا مکان تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا اپنے اپنے نام کا مکان تیار کرایا جاوے، دوسرا فریق اس کے خلاف ہے؛ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۱۱۷۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہ زمین سب کی ہے اس کو تقسیم کر کے اپنے اپنے حصے میں ہر ایک شریک جو چاہے تصرف کرے، اور یہ اس وقت ہے کہ وہ زمین وقف نہ ہو اگر وقف ہے تو اس میں کسی کو تصرف مالکانہ درست نہیں ہے کما فی الدر المختار وغیرہ: الوقف لایُملَكُ ولایُملَّكُ الخ (۳)

---

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۳۱۰/۹ کتاب القسمة – بعد بیان أوصاف القاسم.
(۲) الدر المختار مع الرد: ۳۲۱/۹ مسائل شتی.
(۳) تنویر الأبصار مع الرد: ۴۲۱/۶ کتاب الوقف – بعد مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله......

کتاب المضاربة

مضاربت کا بیان

کسی کو روپیہ دے کر اس سے کچھ زائد لینا سود ہے — اور مضاربت کی صحیح صورت

سوال: (۱) ایک مسلمان کا روپیہ ایک ہندو تاجر کے پاس جمع ہے، اس روپے سے ہندو تجارت کر کے منتفع ہوتا ہے، اس نفع میں سے ایک رقم معین کر کے ماہوار اس مسلمان کو دیتا ہے؛ وہ نفع ہندو سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۵۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طرح لینا نہ چاہیے بلکہ اگر مسلمان کو نفع لینا منظور ہے تو اس کی صورت جواز کی یہ ہے کہ اس ہندو سے کہے کہ تم تجارت کرو، اور جو کچھ نفع ہو اس میں سے نصف تمہارا اور نصف میرا، یا تہائی میرا اور دو تہائی تمہارا؛ غرض نفع کو مقرر کر دیا جائے، اور اگر نفع نہ ہوا تو روپیہ والے کو کچھ نہ ملے گا، یہ صورت مضاربت کی ہے۔ اگر معاملہ کو صحیح کرنا ہے اور روپے سے نفع اٹھانا منظور ہے تو موافق شریعت کے معاملہ کو صحیح کر لیا جائے یعنی بطریق مذکور معاملہ صاف کر لیا جائے، ورنہ ویسے روپیہ دے کر اس سے کچھ زائد لینا سود ہے (۱) فقط

---

(۱) هي ..... شرعًا عقد شركة بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب ... وكون الربح بينهما شائعًا فلو عين قدرًا فسدت (الدر المختار مع الشامي: ۳۷۶،۳۷۳/۸ كتاب المضاربة)

مضاربت کی چند جائز صورتیں

سوال: (۲) نبی بخش خان نے مبلغ آٹھ ہزار (۸۰۰۰) روپیہ الٰہی بخش خان کو سوداگری کے واسطے بدین طور دیا کہ تجارت میں سے یہ اصل روپیہ میرا ہوگا، اور نفع میں سے ایک حصہ میرا اور ڈیڑھ حصہ تمہارا، الٰہی بخش خان اس بات کو منظور کرکے دکان کررہا ہے؛ یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نبی بخش خان کے واسطے نفع لینا سود قرار پائے گا؟ (۹۹۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ صورت شرعاً درست ہے اور یہ مضاربت ہے جو کہ ایک عقد مشروع ہے، پس نبی بخش کو نفع میں سے ایک حصہ من جملہ اڑھائی حصوں کے اپنے لیے مقرر کرنا اور ڈیڑھ حصہ الٰہی بخش مضارب کا رکن کا مقرر کرنا جائز ہے یہ سود نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: هي...... عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب الخ (۱) (درمختار کتاب المضاربة) اس کے بعد شرائط صحت مضاربت بیان کیے گئے ہیں حيث قال: وشرطها أمور سبعة كون رأس المال من الأثمان الخ وكون رأس المال عينًا الخ وكونه مسلمًا إلى المضارب الخ وكون الربح بينهما شائعًا الخ وكون نصيب كل منهما معلومًا عند العقد الخ (۲) اور شرائط مضاربت میں سے یہ بھی ہے کہ نقصان ہونے کی صورت میں نقصان مضارب پر نہ پڑے گا، اور اگر ایسی شرط کی گئی تو وہ شرط باطل ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ رب المال یعنی مالکِ روپیہ کا عمل شرط نہ کیا جاوے۔ فقط

سوال: (۳) زید نے بکر کو سو (۱۰۰) روپیہ برائے تجارت اس طرح دیا کہ منافع جو ہو وہ نصفا نصف تقسیم ہوگا: یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ صورت مضاربت کی ہے اور جائز ہے كما صرح به في كتب الفقه (۳)

---

(۱) الدر المختار مع الردّ: ۸/ ۳۷۳.

(۲) الدر المختار مع الردّ ۸/ ۳۷۶، شرائط المضاربة.

(۳) أما تفسيرها شرعًا فهي عبارة عن عقد على الشركة في الربح بمالٍ من أحد الجانبين والعمل من الجانب الآخر (هندية: ۴/ ۲۸۵) وفي الدر المُختار مع الردّ: هي ...عقد شركة في الربح بمالٍ من جانب رب المال وعملٍ من جانب المضارب (الدر المُختار مع الردّ: ۸/ ۳۷۳)

سوال: (۴) اگر کوئی شخص کسی دکاندار کو روپیہ اور اپنی طرف سے ایک یا زیادہ ملازم بھی دیوے تو اس روپیہ کا منافعہ حلال ہوگا یا سود؟ (۱۳۴۳/۱۸۵ھ)

الجواب: یہ صورت مضاربت کی ہے اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ اس روپے سے تجارت کر کے جس قدر نفع دکاندار کو ہو اس کو شائع طور سے مابین مضارب و رب المال تقسیم کرنا قرار پائے مثلاً یہ کہ جو کچھ نفع ہوگا اس کا نصف کارکن دکاندار کو ملے گا اور نصف صاحب مال کو، اور یہ جائز نہیں ہے کہ روپیہ معین نفع کا ہو، یہ سود ہے (۱)

چند ارباب مال کے روپیوں کو ملا کر تجارت کرنے کا حکم

سوال: (۵) زید بطور مضاربت چند اشخاص سے روپیہ نقد لے کر مال خرید کر تجارت نصف منافعہ سے کرتا ہے، جو شخص زید کو جس قدر روپیہ جس وقت بغرض مضاربت دیتا ہے زید وہ روپیہ لے کر فوراً مال خرید لیتا ہے اور دوسرے لوگوں کے روپے نقد رکھ لیتا ہے، ماہ دو ماہ یا زائد گذرنے کے بعد مال خریدتا ہے سب لوگوں کا روپیہ ایک جگہ مشترک رکھتا ہے، اور مال مشترک خریدتا ہے، بعد سال تمام کے روپیہ کی مقدار سب کو منافع دیتا ہے اور نصف خود لیتا ہے؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۴۶۵ھ)

الجواب: مضاربت کے مسائل میں ایک رب المال کے روپے کو دوسرے رب المال کے روپے سے یا اپنے روپے سے خلط کرنا (ملانا) دراصل ناجائز اور ممنوع و موجب ضمان ہے لیکن اگر تجار میں یہ معروف ہے اور موافق عرف کے ہر ایک رب المال کی طرف سے خلط کی اجازت ہے تو پھر جائز ہے، اور اس خلط سے مضارب پر ضمان نہیں ہے لیکن ہر ایک رب المال کے روپے اور نفع کا حساب علیحدہ علیحدہ صحیح طور سے کرے، اور جو کمی وبیشی ہو جائے اور ایک رب المال کے نفع میں سے دوسرے کو پہنچ جائے جیسا کہ بعض صور مسئول عنہا میں ایسا ہی ہے تو اس کی معافی اور مؤاخذہ سے براءت کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ارباب الاموال سے معاف کرالیوے، درمختار میں ہے: **لایملك المضاربة والشركة**

---

(۱) وکون الربح بینهما شائعًا فلو عین قدرًا فسدت (الدر المختار مع الشامی: ۳۷/۸ شرائط المضاربة)

والخلط بمال نفسه إلّا باذن أو اعمل برأيك الخ وفي الشامي: قوله بمال نفسه وكذا بمال غيره كما في البحر وهذا إذا لم يغلب التعارف بين التجار في مثله الخ (۱) فقط

مضاربت میں نفع ونقصان کا شرعی حکم

سوال: (۶) اگر کوئی شخص روپیہ واسطے تجارت کے دوسرے شخص کو دے تو شرعاً کتنا حصہ روپیہ والے کا ہوگا اور کتنا تجارت کنندہ کا؟ اور نقصان حسب حصص ہوگا یا راس المال والے کا تمام سمجھا جائے گا؟ (۸۸۰/۱۳۴۴ھ)

الجواب: اگر کوئی شخص تجارت کے لیے کسی دوسرے شخص کو کچھ روپیہ دے تو شرعی حکم اس میں یہ ہے کہ جس طریق سے ان دونوں میں نفع کے متعلق طے ہوجائے اس کے موافق عمل درآمد ہوگا، مثلاً اگر نصف نصف نفع کی تقسیم قرار پائی ہے تو نصف نصف تقسیم ہوگا، اور اگر ثلث اور دوثلث کی تقسیم قرار پائی تو اسی طرح عمل درآمد ہوگا؛ غرض یہ کہ شرعاً ان کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں نفع کے متعلق باہم معاملہ طے کرلیں؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ روپے کی مقدار کسی کے لیے معین نہ کی جائے یعنی یہ نہ ہو کہ دس بیس روپے کسی کے لیے معین کیے جائیں بلکہ نصف یا ثلث وغیرہ کی شرکت ہو یعنی جس قدر نفع ہو اس کی تقسیم دونوں حسب شرط مقررہ کرلیں اور اگر نفع کچھ نہ ہو یا نقصان ہو تو روپے والے کے ذمہ پڑے گا اور محنت کرنے والے تاجر کی محنت رائیگاں جائے گی۔ فقط

صحتِ مضاربت کے لیے نفع میں شرکت کا شائع ہونا ضروری ہے

سوال: (۷) فریق اول کے کاروبار میں فریق دوئم مثلاً ایک سو (۱۰۰) روپے لگاتا ہے، اور نفع اس طریق سے مقرر ہوا کہ ایک آنہ فیصدی منافعہ دیا جاوے گا، اس صورت سے شرکت کرنا اور نفع معین کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے، بلکہ نفع میں اس طرح شرکت ہونی

(۱) الدر المختار والشامي: ۸/ ۳۷۷، في أوائل كتاب المضاربة.

چاہیے کہ جو کچھ نفع کل روپے پر یا اس کے سو (۱۰۰) روپے پر ہو اس کا آدھا یا تہائی یا چوتھائی شخص اول کے لیے مثلاً ہونا چاہئے یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے شرعاً فاسد ہے(۱) فقط

سوال:(۸) پانچ آدمیوں نے پندرہ سو (۱۵۰۰) روپیہ تجارت چرم کے لیے اس طور سے جمع کیا کہ کسی کے پانچ سو (۵۰۰) اور کسی کے تین سو (۳۰۰) اور کسی کے دو سو (۲۰۰) اور یہ طے ہوا کہ دس آنہ فی روپیہ نفع ونقصان میں حصہ لیا جائے، اور چھ آنہ فی روپیہ نفع ونقصان کے مالک کام کرنے والے ہوں گے؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۱۹۵۴ھ)

الجواب: شرکت بطریق مذکور جائز ہے، اور مضاربت کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ نفع میں مضاربین کا حصہ مشترکہ مقرر ہو اور نقصان ان پر نہ ڈالا جائے، نقصان صرف روپے والوں کا ہوگا، مضارب کی محنت ضائع ہوگی (۲) فقط

سوال:(۹) زید نے تجارت فنڈ کی بنیاد ڈالی، عمر، بکر وغیرہ نے حصے خرید کیے، اب زید منیجر حصہ دار باقی حصہ داروں کو بدیں شرط روپیہ دیتا ہے کہ بارہ روپیہ آٹھ آنہ فیصدی سالانہ کے حساب سے منافعہ لیا جائے گا، اور وہ منافعہ رقم کے ساتھ جمع ہو کر حسب شرائط مقررہ فنڈ اصل ونفع حصہ داروں پر تقسیم ہوگا، اور یہ روپیہ حصہ دار کے سوا دوسرا نہیں لے سکتا؛ آیا اس فنڈ میں حصہ لینا، اور اپنی ضرورت کے وقت ہندو کے سود در سود سے بچنا جائز ہے یا نہیں؟

اور دو ہزار مدرسہ عالیہ دیوبند کا جو روپیہ تجارت مدراس میں ہے اور اس کا نفع ہمیشہ دو سو روپیہ آتا ہے (اس کی) کیا صورت ہے؟ (۱۴۸۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت کو کہ روپیہ تجارت میں دے کر نفع معین لیا جائے فقہاء نے فاسد لکھا ہے؛ اور مضاربت کا معاملہ اس تعیین سے فاسد ہو جاتا ہے جیسا کہ عام کتب فقہ درمختار وشامی وہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

---

(۱) وشرطها ...... كون الربح بينهما شائعا فلو عين قدرا فسدت (الدر المختار مع الشامي: ۴۷۶/۸ كتاب المضاربة ، شرائط المضاربة)

(۲) وإذا استوفى رأس المال فإن فضل شيئ كان بينهما لأنه ربح وإن نقص فلا ضمان على المضارب (هداية: ۲۶۷/۳)

اور مدرسہ عالیہ دیوبند کا جو روپیہ تجارت مد راس میں داخل ہے اس کا نفع معین نہیں ہے کم وبیش ہوتا رہتا ہے، اور اگر وہ لوگ رقم معین بھیج دیتے ہیں تو بوقت حساب جو واقعی نفع ہوتا ہے وہی حساب میں لگاتے ہیں۔ فقط

سوال: (۱۰) زید نے خالد کو جو کہ سوداگر ہے، پانچ سو (۵۰۰) روپیہ بدیں معاہدہ قرض دیا کہ اس روپے سے خالد جو کاروبار تجارت مناسب جانے کرے، اور جو منافعہ تجارت ہو اس میں سے صرف ایک آنہ فی روپیہ زید کو دے، باقی کل رقم منافعہ خالد اپنے حق المحنت میں لے، اور جو نقصان تجارت میں ہو اس میں بعد فہمید حساب وکتاب زید صرف آدھا آنہ فی روپیہ کے حساب سے اصل میں مجرا دے گا، باقی کل تاوان خالد ادا کرے گا؛ یہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۹۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ شرط کرنا مضاربت میں کہ زید فی روپیہ آدھا آنہ کا شریک نقصان ہے الخ مفسد مضاربت ہے، اس شرط سے مضاربت فاسد ہوگئی، اور یہ معاملہ ناجائز ہوگیا — اور یہ صورت مضاربت کی ہے اس کے صحیح ہونے کی صورت یہ ہے کہ زید نفع میں جتنا چاہے اپنا حصہ شائع مقرر کرے: نصف یا ثلث یا ربع، سولہواں حصہ مثلاً ایک روپیہ نفع کا ہو تو اس میں ایک آنہ زید کا ہے، اور اگر نقصان ہو تو وہ کل زید پر پڑے گا۔

سوال: (۱۱) ایک شخص نے تاجر کو کچھ روپیہ لکڑی خریدنے کے واسطے اس طرح پر دے کر کہ اگر لکڑی کی تجارت میں نفع ہو کم ہو یا زیادہ، تو تاجر روپے والے کو فی لکڑی ایک آنہ نفع کا دیگا، اور اگر نقصان ہوا کم ہو یا زیادہ تو تاجر روپے والے سے فی لکڑی ایک آنہ نقصان لے گا؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس طریق سے تجارت کے لیے روپے دینا شرط مذکور کے ساتھ ناجائز ہے، یہ مضاربت فاسدہ ہے، اور صحیح طریق اس کا یہ ہے کہ روپیہ والا اگر تجارت کے لیے کسی کو روپیہ دیوے تو یہ صورت کی جاوے کہ جو کچھ نفع ہو اس میں دونوں نصف یا ثلث کے شریک ہوں یعنی آدھا نفع روپے والے کا اور آدھا تجارت کرنے والے کا، یا ایک ثلث یا ربع روپے والے کا اور باقی دوسرے کا یا بالعکس، غرض یہ کہ جو کچھ نفع ہو وہ دونوں کا ہو اور اگر نقصان ہو تو وہ روپے والے کا۔

سوال: (۱۲) میں ایک دکاندار ہوں ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ میرے پاس ہے یہ تم اپنی تجارت میں لگالو مجھ کو اس کا منافعہ اتنا دیدیا کرو کہ میرا گذر ہو جائے۔ اتنی رقم کا حساب علیحدہ رکھنا ناممکن ہے، میری رائے یہ ہے کہ مبلغ آٹھ روپیہ ماہوار میں ان کو دے دیا کروں یہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۲۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ صورت مضاربت کی ہے اس میں نفع کی مقدار معین کر لینا مفسد مضاربت ہے بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ جو نفع واقعی ہو اس کا نصف یا ثلث وغیرہ ہونا چاہیے پس اس صورت میں آٹھ روپیہ ماہوار ان کا مقرر کر لینا جن کا ایک ہزار روپیہ تجارت میں شامل ہو صحیح نہیں ہے، بلکہ صورتِ جواز یہ ہے کہ جو نفع واقعی ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ کا سالانہ ہو اس کا نصف مثلاً ان کو دیا جائے، اور نصف کارکن یعنی دکان دار رکھے یا جس مقدار پر تصفیہ ہو جائے مثلاً ایک ثلث نفع روپے والے کا اور دو ثلث دکاندار کا یا برعکس، غرض روپیہ معین نہ ہونا چاہیے البتہ صورتِ جواز یہ ہو سکتی ہے کہ ملتوی طور سے (یعنی آئندہ حساب کی شرط پر) ان کو آٹھ روپیہ ماہوار دیا جائے، اور پھر سال بھر میں حساب نفع کا کر کے جو نفع ان کے حصہ کا ہو اس میں سے یہ روپیہ وضع کر کے کمی وبیشی کا حساب کر لیا جائے **فلو عین قدرا فسدت** (درمختار)(۱) فقط

مضارب پر نقصان کی شرط لگانا باطل ہے

سوال: (۱۳) چار شخصوں نے ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ کسی تجارت میں لگایا، اور چھ شخصوں کو کام کرنے کے لیے دیا مگر سب لوگوں میں یہ شرط طے ہوئی کہ روپے والوں کو فی روپیہ دس آنہ اور کام کرنے والوں کے چھ آنہ ہوں گے، اور نقصان میں بھی شریک ہوں گے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۷/۱۳۴۴ھ)

الجواب: مضاربت میں یہ صورت درست ہے کہ روپیہ والوں کو دس آنہ فی روپیہ اور چھ آنہ کام کرنے والوں کو ملیں گے، لیکن کام کرنے والوں پر نقصان کی شرط کرنا باطل ہے بلکہ نقصان مضاربت میں صرف روپیہ والوں پر پڑتا ہے اور نفع حسب شرط تقسیم ہوگا **قال فی الشامی: إلا بطل الشرط کشرط**

---

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۸/۲۷۶ **فی أوائل کتاب المضاربة.**

الخسران علی المضارب الخ(۱) فقط

سوال: (۱۴) زید نے چار آدمیوں کو روپیہ دیا کہ باغ کے آم خرید و، ایک حصہ نفع میں میرا ہے، اگر نقصان ہوا تو ایک حصہ نقصان کا میں برداشت کروں گا؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۵۷/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: مضاربت میں نفع میں مضارب اور رب المال دونوں شریک ہوتے ہیں، اور نقصان صرف رب المال کے ذمہ پڑتا ہے، پس اگر مضارب کو شریک نقصان کیا جائے تو معاملہ فاسد ہے کذا فی عامة کتب الفقه(۲) فقط

سوال: (۱۵) زید مال خرید کر عمر کو فروخت کے واسطے دیتا ہے، اور شرط نصف نصف نفع کی ہے، مگر یہ بھی شرط لگائی ہے کہ نقصان میں بھی دونوں شریک رہیں گے؛ آیا شرط نقصان جائز ہے یا نہ؟ (۳۰۷/۴۴ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں بکر کو نقصان میں شریک کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ صورت مضاربت کی ہے، مضاربت میں نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں موافق شرط کے، اور نقصان صرف مال والے کے ذمہ پڑتا ہے، کام کرنے والے کی محنت ضائع ہوتی ہے۔ فقط

سوال: (۱۶) زید نے بکر کو سو (۱۰۰) روپے تجارت کے لیے دیے، اور نفع ہر دو کا متعین ہو گیا، مگر زید کہتا ہے کہ اگر نقصان ہو تو اس کا ذمہ دار میں نہیں ہوں؛ یہ جائز ہے یا نہ؟ (۴۷۱/۴۴- ۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت مضاربت کی ہے، اس میں یہ ضروری ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں جیسا کہ سوال میں درج ہے، مگر یہ شرط کرنا کہ صاحب مال یعنی زید نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا ناجائز ہے اور مفسد مضاربت ہے؛ یعنی اس سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے(۳) شرعاً نقصان کا ذمہ دار روپیہ والا ہوتا ہے اور

---

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۳۷۶/۸ کتاب المضاربة، شرائط المضاربة

(۲) وماهلك من مال المضاربة يصرف إلى الربح لأنه تبعٌ فإن زاد الهالك على الربح لم يضمن لأنه أمين. (الدر مع الردّ ۳۸۵/۸ کتاب المضاربة)

(۳) مضارب پر نقصان کی شرط لگانے سے عقدِ مضاربت فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط خود باطل ہو جاتی ہے: كل شرط يوجب جهالةً في الربح أو يقطع الشركة فيه يفسدها وإلا بطل الشرط وصح العقد (الدر المختار) قوله بطل الشرط كشرط الخسران على المضارب (ردالمحتار: ۳۷۶/۸ کتاب المضاربة، شرائط المضاربة)

مضارب یعنی کام کرنے والے کی محنت ضائع ہوتی ہے، حاصل یہ ہے کہ بصورت نقصان رب المال یعنی روپے والے کے ذمہ وہ تمام نقصان عائد ہوتا ہے، اور کام کرنے والے کی محنت ضائع ہوتی ہے(۱)

سوال: (۱۷) خالد نے مبلغ پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے عمر، زید، بکر کو اس شرط سے تجارت کرنے کے واسطے دیا کہ اخیر سال میں جو کچھ منافعہ ہوا کرے گا، اس میں چار حصے لگائے جاویں گے یعنی ایک حصہ عمر کو اور ایک حصہ زید کو اور ایک حصہ بکر کو بعوض حق المحنت کے دیا جاوے گا، اور ایک حصہ خالد بعوض روپیہ کے لیا کرے گا، بجز منافعہ مذکورہ بالا کے کوئی شریک اور کچھ پانے کا مستحق نہ ہوگا، مگر عمر نے اس تجارتی رقم سے وقتاً فوقتاً اس اقرار سے ابتدائی تجارت سے وقت حساب تک برابر لیتا رہا، حساب کے وقت تجارت میں کچھ نفع نہ ہوا بلکہ دو ہزار روپے کا نقصان ہوا چونکہ یہ بھی اقرار ہوا تھا کہ اگر نقصان ہوگا تو اس میں سے ایک ایک چہارم جملہ شرکاء ادا کریں گے، تو اب عمر منجملہ نقصان کے ایک چہارم شرعاً ادا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ اور جو روپیہ تجارت میں سے قرض لیا ہے اس کے دینے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ (۶۶۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ معاملہ مضاربت کا ہے اور مضاربت میں مضارب نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، لہٰذا عمر وغیرہ نقصان کے ذمہ دار نہیں ہیں نقصان خالد رب المال کا ہوا مضاربوں کی محنت رائیگاں گئی (۲) فقط

سوال: (۱۸) ایک شخص نے کسی کو ایک سو (۱۰۰) روپے تجارت کے لیے دیے، اور مدیون سے کہہ دیا کہ میں اس تجارت میں تیرا ایک تہائی کا نفع نقصان کا شریک ہوں، اور دائن خود تجارت کرتا بھی نہیں بلکہ محض مدیون ہی کرتا ہے، تو اس صورت میں نفع یا نقصان دائن کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا محض ایک میں شریک ہے نفع میں یا نقصان میں؟ (۱۴۴۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ عقد مضاربت ہوا، اور عقد مضاربت میں رب المال نفع ونقصان دونوں کا شریک ہوتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ رأس المال اس نفع ونقصان سے علیحدہ سمجھا جاوے گا، البتہ اگر اتنا نقصان ہوگیا ہے

---

(۱) وإجارةٌ فاسدةٌ إن فسدت فلا ربح للمضارب حينئذٍ بل له أجر مثل عمله مطلقًا ربح أولا الخ (الدر مع الرد ۸/۳۷۴ كتاب المضاربة)

(۲) اور عمر نے اس تجارت میں سے جو روپیہ علی الحساب لیا ہے وہ لوٹانا ہوگا، کیونکہ تجارت میں کچھ نفع نہیں ہوا ۱۲ سعید احمد پالن پوری

کہ نفع چھوڑ کر خود رأس المال میں بھی کمی آگئی تو وہ صرف رب المال یعنی روپے والے کے ذمہ ہوگا مضارب نقصان میں شریک نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ رب المال (جس نے روپیہ دیا ہے) اس کی شرکت جس طرح نفع میں ہے نقصان میں بھی ہے اور مضارب یعنی تجارت کرنے والا نفع کا شریک ہے نقصان کا شریک نہیں ہے۔

مضاربت میں روپیہ ایک کا اور کام دونوں کا ہو تو معاملہ فاسد ہے

سوال: (۱۹) زید اور عمر کے درمیان کسی تجارت میں اس شرط پر مشارکت ٹھہری کہ روپیہ کل زید کا اور کام تجارت دونوں مل کر کریں گے لیکن زید ۵۵ فیصدی نفع لیگا اور عمر جو بغیر روپے کے شریک ہے ۴۵ فیصدی نفع لے گا؛ یہ صورت جائز ہے یا نہ؟ (۲۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ عقد مضاربت ہے اور مضاربت میں رب المال کا عمل میں شریک مضارب ہونا مفسد ہے، پس یہ عقد فاسد ہوا، درمختار میں ہے: **واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد الخ** (۱) اور حکم مضاربت فاسدہ کا یہ ہے کہ وہ مثل اجارہ فاسدہ کے ہو جاتا ہے، اور اس میں عامل کو اجر مثل دیا جاتا ہے، درمختار میں ہے: **وإجارة فاسدة إن فسدت فلاربح للمضارب حينئذ بل له أجر مثل عمله مطلقًا ربح أو لا الخ** (۲)

مضاربتِ فاسدہ میں مضارب کو اجرتِ مثل ملے گی اور پورا نفع رب المال کا ہوگا

سوال: (۲۰) زید نے عمر کو مضاربت کے لیے سو (۱۰۰) روپے دیئے اس وعدہ پر کہ نفع ہو یا نقصان تم جانو، ہم اپنا کل روپیہ مع نفع ایک آنہ فی روپیہ سال گزرنے پر لیں گے تو مضاربت فاسدہ منعقد ہوئی یا نہیں؟ اور بصورت انعقاد بوجہ عدم علم یا باوجود علم کے فسخ نہیں کی گئی اور ستر (۷۰) روپیہ منافعہ ہوا، اور پانچ روپیہ ماہوار عمر کا اجر مثل ہے تو باقی دس روپے کا مستحق کون ہے زید یا عمر؟ (۱۶۲۳/۱۳۳۷ھ)

(۱) الدر المختار مع الشامي: ۳۸۳/۸ كتاب المضاربة ـ باب المضارب يضارب.

(۲) الدر المختار مع الشامي: ۳۷۴/۸ في أوائل كتاب المضاربة.

الجواب: اجر مثل نکال کر جو باقی رہا وہ زید کا ہے، درمختار میں ہے: **وکون الربح بینهما شائعا فلو عین قدرا فسدت الخ**(۱) **وفیه أیضا: وإجارة فاسدة إن فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له أجر مثل عمله مطلقا ربح أو لا الخ**(۲) فقط

روپے والے کی اجازت کے بغیر مضارب کا کسی کو کوئی چیز دینا جائز نہیں

سوال: (۲۱) زید نے ایک شخص سے یہ معاہدہ کیا کہ میں اور تم دونوں تجارت کریں، روپیہ میرا اور محنت دونوں کی، اور نفع نصفا نصف، جو شخص بلا روپیہ کا شریک ہے اگر وہ کسی کو کوئی چیز دوسرے شریک کے سامنے بلا دریافت کیے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ عقد مضاربت ہے اور مضاربت میں رب المال کا عمل میں شریک ہونا مفسد ہے؛ پس یہ عقد فاسد ہوا ——— اور مضاربت کے صحیح ہونے کی صورت میں بلا روپیہ والے کی اجازت کے دوسرے شخص کارکن کا دینا کسی چیز کا جائز نہیں ہے اور بعد دینے کے اگر مالک روپیہ اس کو جائز رکھے تو فبہا ورنہ ضمان اس کا دینے والے کے ذمہ ہے، اس کے حساب میں لگائی جائے گی (۳) فقط

مضاربت میں نقصان کا اور مضارب کی خوراک کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال: (۲۲) زید نے عمر کو کچھ روپیہ بغرض تجارت دیا کہ اس روپیہ سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصفا نصف، اگر خسارہ ہو جائے تو زید عمر سے خسارہ بھی لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر عمر بغرض تجارت باہر جائے تو کھانا تجارت کے مال میں سے کھائے یا اپنے پاس سے؟ (۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: زید اس صورت میں خسارہ عمر سے نہیں لے سکتا، اور کھانے کا خرچ عمر مضارب اس

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۸/۳۷۶ کتاب المضاربة ـ شرائط المضاربة.

(۲) الدر المختار مع الرد: ۸/۳۷۴ کتاب المضاربة.

(۳) **ولا یملك المضاربة والشركة والخلط بمال نفسه إلا بإذن أو اعمل برأیك ..... ولا الإقراض والاستدانة ..... إلی قوله ..... فإن فعل ضمن بالمخالفة** (الدر المختار مع الرد: ۸/۳۷۷، ۳۷۹ في أوائل کتاب المضاربة)

مضاربت کے روپے میں سے کرسکتا ہے (۱)

سفر خرچ اور نقصان وضع کرنے کے بعد باقی ماندہ نفع حسبِ شرط تقسیم کیا جائے گا

سوال: (۲۳) زید نے عمر کو روپیہ تجارت کے واسطے دیا، نفع میں باہم حصہ ٹھہر گیا، اول مرتبہ کی تجارت میں نقصان رہا، پھر اسی روپیہ سے مال خریدا، نفع ہوا؛ اسی طرح سلسلہ تجارت کا جاری رہا، کبھی نفع کبھی نقصان، بعد انقطاع معاملہ مضاربت پہلے نفع وخسارہ کا کیا حساب ہوگا؟ خرید مال میں جو صرف ہوتا ہے خرچ سفر وغیرہ یہ کس کے ذمہ ہے؟ (۱۳۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اول سے یعنی شروع مضاربت سے اس وقت تک جو کچھ نفع ونقصان ہوا، اور جو کچھ خرچ سفر وغیرہ کا ہوا سب کا حساب کر کے جو کچھ باقی رہے وہ حسب شرط مقرر باہم تقسیم کرلیا جائے (۲) فقط

پونجی چوری ہوجائے تو مضارب کے ذمہ ضمان نہیں

سوال: (۲۴) دو شخص نے شراکت کی، ایک نے روپیہ دیا، اور دوسرے نے اس سے سوداگری کرنا چاہا، اتفاقاً وہ پونجی چوری ہوگئی اب شرعاً روپیہ کس کے ذمہ دینا ہوگا؟ (۹۳۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ روپیہ اس دینے والے کا گیا کیونکہ مضارب جو تجارت کرنے والا تھا وہ امین ہے اس کے ذمہ ضمان نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال في البدائع : وأما ما فيه النفقة فالنفقة في مال المضاربة ...... وأما تفسير النفقة التي في مال المضاربة فالكسوة والطعام والإدام والشراب الخ (بدائع: ۱۴۹/۵ كتاب المضاربة)

(۲) وإذا سافر ولو يوما فطعامه وشرابه وكسوته ...... وكل ما يحتاجه عادة ...... في مالها لو صحيحةً (الدر المختار مع الرد: ۳۸۶/۸ كتاب المضاربة ، فصل في المتفرقات) فإن استوفاه وفضل شيئ من الربح اقتسماه على الشرط الخ (الدر المختار مع الشامي: ۳۸۷/۸ كتاب المضاربة ، فصل في المتفرقات)

مضاربت کو شرکت عنان میں تبدیل کرنا

سوال: (۲۵) زید کا روپیہ اور عمر کی محنت، دونوں میں طے ہوا کہ نصفا نصف نفع نقصان میں حصہ بانٹ لیں گے، تو پھر مال دینے والا اپنی رقم کی کچھ مقدار بھی محنت والے کو ہبہ کر کے شرکت عنان کی صورت اختیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۱۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ صورت مضاربت کی ہے کہ ایک شخص کا روپیہ اور دوسرے شخص کی محنت ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ نفع میں تو موافق شرط و تفصیل حصہ کے دونوں شریک ہوں گے لیکن نقصان میں دونوں شریک نہ ہوں گے بلکہ نقصان خالص روپے والے کے ذمہ پڑے گا، مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط کرنا باطل ہے قوله بطل الشرط كشرط الخسران على المضارب(۱) (شامی: ۳/۵۰۶) اور اگر رب المال کچھ مال مضارب کو ہبہ کر دے اس طریق سے کہ مقدار مال موہوب کو علیحدہ کر کے اس کی ملک کر دے اور علیحدہ اس کے قبضہ میں دیدے اور پھر اس کے ساتھ شرکت عنان (۲) کا معاملہ کرے تو یہ شرکت صحیح ہو جائے گی اور نفع و نقصان میں دونوں شریک ہو جائیں گے۔ فقط

مضارب کے انتقال کے بعد اس کے حصہ کا نفع اس کے ورثاء کو دیا جائے گا

سوال: (۲۶) خالد نے زید کو سوا پانچ سو (۵۲۵) روپیہ تجارت کے لیے آدھے نفع پر دیا، چند سال میں سوا تیرہ سو (۱۳۲۵) روپے ہوئے مگر سب قرض —— زید کا انتقال ہو گیا، حساب دیکھا تو ایک پیسہ بھی جمع نہ پایا، اصلی رقم جمع ہونے کے بعد جو روپیہ وصول ہوا وہ آدھوں آدھ کیا جاوے یا خالد کو دیدیا جاوے؟ (۲۲۷۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

(۱) الشامی ۸/۳۷۶ کتاب المضاربة – شرائط المضاربة.

(۲) شرکتِ عنان: چند آدمیوں کا برابر یا کم وبیش زرِنقد اکٹھا کر کے کسی بھی چیز کی تجارت کرنا شرکتِ عنان کہلاتا ہے وأما شركة العنان ...... وهي أن يشترك إثنان في نوع بزّ أو طعام أو يشتركان في عموم التجارات ...... ويصح التفاضل في المال للحاجة إليه (هداية: ۲/۶۲۹ كتاب الشركة)

الجواب: بعد پورا ہونے اصل رقم کے جو کچھ وصول ہو وہ نصفا نصف کرنا چاہیے نصف خالد رکھے اور نصف زید کے ورثاء کو پہنچاوے (۱)

مدرسہ کا روپیہ مضاربت پر دینا

سوال: (۲۷) مہتمم مدرسہ کو مدرسہ کا روپیہ مضاربت پر دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مہتمم مدرسہ کو مدرسہ کا روپیہ مضاربت وغیرہ پر دینا درست نہیں ہے (۲) فقط

---

(۱) فالربح في الصحيحة يكون بينهما على الشرطِ (بدائع ۵/ ۱۱۷ کتاب المضاربة ، شرائط المضاربة) وقال الله تعالٰى : إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا (سورۂ نساء آیت: ۵۸)

(۲) مدارس میں چندہ دینے والوں کا مقصد عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ ان کا روپیہ طلباء پر صرف کیا جائے اس لیے مہتمم کو دیگر معاملات میں اسے صرف کرنا جائز نہیں، نیز مضاربت میں کبھی نقصان بھی ہوتا ہے اور اس کی تلافی مہتمم نہیں کر سکتا شامی میں ہے: صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة وصرح الأصوليون بأن العرف يصلح مخصصًا (رد المحتار ۶/ ۵۲۱ کتاب الوقف : مطلبٌ مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ الخ) وفي الدر المحتار: لأن المعلوم بدلالة الحال كالمشروط بالمقال (الدر المختار مع الشامی ۶/ ۳۷۳ کتاب الشركة)

کتاب الوقف

وقف کا بیان

وقف کی شرطیں اور احکام

وقف کی تعریف اور صحت وقف کی شرط

سوال: (۱) وقف کی کیا تعریف، اور کیا شرائط ہیں، اور وقف کا متولی کون ہوگا؟ (۱۳۴۱/۳۷۹ھ)

الجواب: وقف کی تعریف معروف اور مشہور ہے، اور اختلاف امام صاحب اور صاحبینؒ کا بھی منقول ہے(۱) اور شرط صحت وقف یہ ہے کہ واقف مالک اس شئ موقوفہ کا ہو، درمختار میں ہے: وشرطه شرط سائر التبرعات الخ . قوله و شرطه الخ أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ (۲) (شامی) اور متولی وقف کا خود واقف ہوگا، اور اس کی اولاد، یا جس کو وہ متولی بناوے۔

سوال: (۲) وقف علی الاولاد کی کیا تشریح ہے؟ اور احکام اس کے کیا ہیں؟ اور وقف مطلق کی کیا

---

(۱) هو لغة: الحبس وشرعًا: حبس العين على حكم ملك الواقف والتصدق بالمنفعة ولو في الجملة والأصح أنه عنده جائزٌ غير لازم كالعارية وعندهما هو حبسها على حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من أحب ولو غنيًّا فيلزم فلا يجوز له إبطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى (الدر المختار مع الرد ۶/۴۰۶-۴۰۸ في بداية كتاب الوقف)

(۲) الشامي ۶/۴۱۰ كتاب الوقف - شرائط الوقف .

تعریف ہے؟ (۱۳۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وقف کی تعریف یہ ہے: ھو حبس العین علی ملك الواقف و التصدق بالمنفعة (۱) یعنی روکنا کسی شئ کا واقف کی ملک پر اور اس کے منافع کو صدقہ کرنا، صاحبینؒ نے یہ تعریف کی ہے کہ کسی شئ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر روکے رکھنا اور اس کے منافع کو صرف کرنا ان لوگوں پر جن کے اوپر چاہے۔ وعلیه الفتوی الخ (درمختار) وقف علی الاولاد بھی جائز ہے اور واقف کی شرط کے موافق اس میں عمل کرنا واجب ہے۔ کما فی الدرالمختار: جعل ریعه لنفسه أیام حیاته ثم و ثم جاز عند الثانی و به یفتی کجعله لولده الخ (۲) اور واقفوں کے مختلف الفاظ سے اُس کے احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔

جائز شرطوں کے ساتھ وقف کرنا

سوال: (۳) زید نے وقت وفات، چند قطعات زمین وقف کے، اپنی ملکیت ومتروکہ سے چھوڑے سند وقف میں یہ تحریر ہے کہ خرچ مساکین و مسافرین مسجد کے واسطے یہ وقف کیا جاتا ہے، اور وقف نامے میں امور مندرجہ ذیل بھی تحریر ہیں؟ یہ امور جائز ہیں یا نہیں؟

(الف) اگر من جملہ قطعات زمین کے، کوئی جزو جو بے کار وخراب پڑا ہو، اور اس سے کسی قسم کی آمدنی بھی نہ ہو، مسجد میں شامل کر دیں۔

(ب) اگر کسی جزو قطعات مذکورہ بالا میں کچھ عمارت اس غرض سے تعمیر کر دیں کہ اس کی آمدنی واسطے اخراجات مسجد کے کام آئے، یا فرش وغیرہ رکھنے کے لیے یا امام مؤذن وغیرہ خادم مسجد کی سکونت کے لیے ہو؛ یہ امور جائز ہیں یا نہیں؟ اور متولی پر کچھ مؤاخذہ شرعی تو نہ ہوگا؟ (۴۶۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: امورِ مذکورہ فی السوال جائز ودرست ہیں، اور موافق شرط واقف کے ہیں، امور مذکورہ کے کرنے سے متولی پر کچھ مؤاخذہ شرعاً نہیں ہے۔

---

(۱) تنویر الأبصار مع الشامی ۶/۴۰۶ فی ابتداء کتاب الوقف.

(۲) الدر مع الرد ۶/۵۴۲ کتاب الوقف. فصل فیما یتعلق بوقف الأولاد.

وقف کب تام ہوتا ہے؟

سوال: (۴) وقف کے لیے شرعاً کن کن امور کا ہونا ضروری ہے، تاکہ وقف کامل سمجھا جاوے؟
(۱۳۴۱/۳۳-۱۳۴۴ھ)

الجواب: صرف لفظ ''موقوفة'' وغیرہ کہہ دینے سے مذہب مفتی بہ کے موافق وقف تام و کامل ہوجاتا ہے، واکتفی أبویوسفؒ بلفظ موقوفة فقط قال الشهيد: ونحن نفتي به للعرف (۱) (درمختار)

اپنی جائداد وقف کرنے کا محض ارادہ کرنا

سوال: (۵) ایک شخص نے اپنی بیماری کی حالت میں اپنی جائداد وقف کرنے کا ارادہ کیا کسی مصرف خیر میں، اور جس کا اظہار دیگر اشخاص سے کیا، اور وہ خود خواندہ تھا مگر تحریک اس کی دیگر کسی شخص کے ذریعہ سے بایماء اس کے ہوئی، گو وہ اس قدر بیمار نہ تھا کہ اس کی تحریک خود نہ کرسکے، پھر ایک ڈیڑھ ماہ بعد فوت ہوگیا تو اس کی جائداد وقف ہوگی یا وارثان کو پہنچے گی؟ اور کس قدر وقف ہوگی اور کس قدر وارثوں کو ملے گی؟ (۲۶۷۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر اس شخص متوفی نے محض ارادہ وقف کرنے کا ظاہر کیا تھا، اور کوئی لفظ دال علی الوقف نہیں کہا؛ مثلاً یہ کہ اس قدر جائداد اپنی وقف کی، پس اگر ایسا کوئی لفظ اس نے نہیں کہا، محض ارادہ ہی ظاہر کیا تھا تو اس کی جائداد کا کوئی جزو وقف نہیں ہوا، تمام جائداد بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اس کے ورثہ کو حسب حصص تقسیم ہوگی (۲) اور اگر اس نے کوئی لفظ دال علی الوقف کہہ دیا ہے؛ اگرچہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے اس کا ظہور بایماء متوفی کے ہوا ہو تو جس قدر جائداد اس نے وقف کی ہے وہ وقف ہو جاوے گی، اور باقی وارثوں کو تقسیم ہوگی۔ فقط

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۴۰۹/۶ فی أوائل كتاب الوقف.

(۲) وركنه الألفاظ الخاصة ..... (الدرمع الرد ۴۰۹/۶ كتاب الوقف. مطلبٌ: قد يثبت الوقف بالضرورة)

وقف کو شرطِ موجود پر معلق کرنے کا حکم

سوال: (۶) وقف معلق بشرط موجود جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہنا کہ یہ زمین، وقف مسجد کے واسطے خریدی جاتی ہے؛ تو وہ مجرد خریدنے سے وقف ہو جائے گی یا نہیں؟ (۳۵۳/۴۷-۱۳۴۶ھ)

الجواب: وقف معلق جائز نہیں ہے، مگر موجود فی الحال کے ساتھ تعلیق کرنے سے وقف صحیح ہے، اس کی مثال یہ لکھی ہے کہ مثلاً یہ کہے: إن كانت هذه الأرض في ملكي فهي صدقة موقوفة، فإن كانت في ملكه وقت التكلم صح الوقف وإلا فلا الخ (۱)

لیکن یہ کہنا کسی کا کہ یہ زمین وقف مسجد کے لیے خریدی جاتی ہے یہ نہ وقف منجز ہے نہ از قسم معلق ہے، بلکہ اس سے ارادہ وقف کا معلوم ہوتا ہے، پس اگر خریدنے کے بعد مالک؛ یعنی مشتری اس کو وقف کردے گا تو وقف ہو جائے گا ورنہ نہیں، الغرض اس صورت میں مجرد خریدنے سے بدون وقف کرنے کے؛ وہ زمین وقف نہ ہوگی اور مسجد نہ ہوگی۔

وقف کو معلق کرنا صحیح نہیں

سوال: (۷) ایک شخص نے کچھ زمین اس طرح وقف کی کہ میں اپنی فلاں ملکیت اپنے لڑکے کی زوجہ کو دیتا ہوں، اگر بعد زوجہ کے میرے لڑکے کی اولاد ہو تو یہ ملکیت اس کی ہے، ورنہ فلاں مسجد میں دے دی جاوے؛ تو اس صورت میں یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟ اور بعد زوجہ کے اگر لڑکے کی اولاد نہ ہو تو یہ زمین ورثہ کو ملے گی یا وقف ہے؟ (۱۱۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح وقف صحیح نہیں ہوتا وأن يكون قربة في ذاته معلومًا منجزًا لا معلقًا الخ (۲) (درمختار) لہٰذا وہ زمین ورثہ شرعیہ پر تقسیم ہوگی۔

وقف مسجّل کی تعریف

سوال: (۸) وقف مسجل سے کیا مراد ہے؟ (۴۴۷/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) الفتاوی لابن عابدين ۶/۴۱۱ كتاب الوقف، قبل مطلب في وقف المرتد الخ.

(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۴۱۰ كتاب الوقف، شرائط الوقف.

الجواب: وقف مسجل (۱) سے مراد یہ ہے کہ حاکم نے اس وقف کی صحت کا حکم کردیا ہے۔ فقط

صحت وقف کے لیے صرف مالک کی اجازت اور رضا مندی کافی ہے

سوال: (۹) ایک گاؤں ٹھیکہ دار کا ہے اس میں کچھ زمین خالی پڑی تھی جس پر اہل گاؤں نے ایک جلاہے کو بٹھلا دیا تھا، اب وہ جلاہا دوسرے گاؤں میں چلا گیا ہے، جگہ خالی پڑی ہے، وہاں مسجد بنانے کا ارادہ ہے، ٹھیکہ دار کی اجازت ہے، جلاہا ناراض ہے؛ ایسی جگہ میں مسجد بنانی جائز ہے؟ (۱۵۳۷/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: مالک زمین کی اجازت اور رضا مندی سے مسجد بنانا اس زمین میں درست ہے؛ یعنی اگر مالک مسلمان ہے تو وہ خود اس زمین کو وقف کرسکتا ہے، اور اگر ہندو مالک ہے تو اس کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے، اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مالک اس زمین کو کسی مسلمان کو دے دے، اور وہ مسلمان اس کو اپنی طرف سے وقف کردے، وقف صحیح ہوجاوے گا **وشرطه شرط سائر التبرعات الخ** (۲) (**درمختار**) اور جلاہے کی ناراضی کا اس بارے میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔

صحت وقف کے لیے واقف کا قبضہ مانع نہیں

سوال: (۱۰) زید نے ایک جائداد وقف کرکے وقف نامے میں تحریر کردیا کہ اس جائداد کو میں نے اپنی ملک سے خارج کرکے اللہ تعالیٰ کی ملک میں دے دیا، اب مجھ کو اور میرے ورثہ کو کسی قسم کا دعوی جائداد موقوفہ سے نہیں رہا، اور متولی اس وقف کا تاحیات میں رہوں گا، اب فیما بین خالد وبکر کے؛ اختلاف صحت وقف میں واقع ہے، خالد کا دعوی ہے کہ: صورت موجودہ میں موافق قول امام محمدؒ کے تسلیم الی المتولی نہیں ہوئی بدیں وجہ وقف صحیح نہیں ہوا، بکر کہتا ہے: جب کہ زید نے جائداد موقوفہ کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں دے دینے کا اقرار تحریری کرلیا، اور بعد اس کے بہ ذریعہ حق تولیت اس پر قبضہ کرلیا تو عمل تسلیم الی المتولی واقع ہوگیا کہ قبضہ کی صورت تبدیل ہوگئی کہ زید سابقاً مالکانہ قابض تھا؛ اب متولیانہ قابض ہے، اس صورت میں خالد کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ اور وقف صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں قول بکر حق ہے اور صحیح ہے، مذہب صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ محض لفظ موقوفہ

---

(۱) وقف مسجل: وہ وقف جس کی سرکار میں رجسٹری کرادی ہو۔ (۲) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۵۱۰ شرائط الوقف

کہہ دینے سے وقف صحیح ہوجاتا ہے، درمختار میں ہے: وجعله أبويوسف كالإعتاق، واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل بحر وفي الدرر وصدر الشريعة وبه يفتى وأقره المصنف. وقال في الشامي: لكن في الفتح أن قول أبي يوسفؒ أوجه عندالمحققين (۱) قوله وجعله أبويوسفؒ كالإعتاق فلذلك لم يشترط القبض والإفراز أي فيلزم عنده بمجرد القول الخ (۲) وفي القهستاني: أن التسليم ليس بشرط إذا جعل الواقف نفسه قيمًا الخ (۳)

وقف کے ثبوت کے لیے شہادتِ شرعیہ ضروری ہے

سوال: (۱۱) زید نے ایک مکان اور ایک کنواں بنوایا، بعد میں زید فوت ہوگیا؛ زید کا لڑکا کہتا ہے کہ کنواں اور مکان میرے والد نے وقف کیا ہے، اور مکان کا کرایہ زید کا پسر خود کھاتا ہے؛ یہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۵۵۴ھ)

الجواب: صرف زید کے لڑکے کے کہنے سے وقف ثابت نہیں ہوسکتا، اس لیے شہادت شرعیہ کی ضرورت ہے، لیکن اگر وقف شرعاً ثابت ہوجائے تو پھر اس کو مال وقف میں سے کھانا جائز نہیں، بلکہ شرائط واقف کے مطابق عمل ہونا ضروری ہے۔ (۴) فقط

سوال: (۱۲) ہندہ مرگئی اور چچازاد بھائی وارث چھوڑا، اس کا پھوپھی زاد بھائی عمر جو اس کے ترکہ سے محروم ہے؛ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہندہ اس جائداد کو وقف زبانی کرگئی ہے، متولی اس کا مجھے مقرر کیا ہے؛ یہ وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟ (۱۰۲۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر شہادت شرعیہ سے یعنی دو عادل گواہوں کی گواہی سے؛ ہندہ کا وقف کردینا جائداد

(۱) ردالمحتار ۶/۴۲۱ كتاب الوقف. بعد البحث عن مطلبٌ مهمٌ: فَرَّقَ أبويوسف بين قوله إلخ.

(۲) ردالمحتار ۶/۴۱۹ كتاب الوقف. قبيل مطلبٌ: التأبيد معنىً شرطٌ اتفاقًا.

(۳) ردالمحتار ۶/۴۱۸ كتاب الوقف. قبيل مطلبٌ في الكلام على اشتراط التأبيد.

(۴) ذكر في الخانية والإسعاف: ادعى على رجل في يده ضيعة أنها وقف ...... قالوا: ليس للقاضي ذلك لأن القاضي إنما يقضي بالحجة والحجة إنما هي البينة أو الإقرار ...... (ردالمحتار ۶/۴۸۶ كتاب الوقف. مطلبٌ: أحضر صكًا فيه خطوط العدول ......) مراعاة غرض الواقفين واجبة ...... (الشامي ۶/۵۲۱ كتاب الوقف)

مذکورہ کو بہ حالت صحت ثابت ہو جاوے تو وقف مذکور شرعاً صحیح ہوگا، اور جو شرط تولیت وغیرہ واقفہ نے کی ہے وہ ثابت ہو جاوے گی۔(۱)

مشاع کا وقف صحیح ہے

سوال: (۱۳) ...... (الف) سید محبوب علی کی ''جائداد الف'' موروثی و ''جائداد ب'' خود پیدا کردہ تھی، سید محبوب علی نے کل جائداد کو وقف کیا، اس میں ایک جز وحصہ غیر کا بھی شامل ہے؛ آیا جزو غیر کی وجہ سے کل وقف نامہ باطل ہوگا یا جز وغیر خارج ہو کر بقیہ وقف صحیح رہے گا؟

(ب) جائداد الف کے متعلق اگر وقف نامہ ناجائز ہوگا تو جائداد ب کے متعلق وقف نامہ قائم و جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۹۶۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) جس قدر حصہ غیر کا ہے وہ وقف نہ ہوگا، اور باقی جو حصہ مملوکہ واقف کا ہے وہ شرعاً وقف ہو گیا، اس کو علیحدہ کر دیا جاوے کذا فی الدر المختار (۲)

(ب) جائداد ب کے وقف ہونے میں کچھ تردد نہیں ہے کذافی الدر المختار والشامی(۳)

سوال: (۱۴) اکثر معمول ہے کہ مالکان اراضی مشترکہ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، اور قبضہ رکھتے ہیں؛ مگر وہ تقسیم کاغذات میں نہیں ہوتی، اور قانوناً وہ تقسیم متصور نہیں ہوتی چوں کہ سرکاری طور سے تقسیم کرانے میں بہت دقت اور طوالت ہے، اگر کسی کو فوری ضرورت ہبہ یا وقف کرنے کی ہو تو ان ضروریات

---

(۱) وإن ادعى وَقْفًا أو شهدوا على وقف ولم يذكروا الواقف ذكر الخصاف رحمه الله تعالى ...... أن دعوى الوقف والشهادة على الوقف تصح من غير بيان الواقف (الفتاوى الخانية مع الهندية ۳/۳۴۱ فصلٌ في دعوى الوقف والشهادة عليه)

(۲) فيقسم المشاع وبه أفتى قارئ الهداية قوله به أفتى قارئ الهداية حيث قال: نعم تجوز القسمة ويفرز الوقف من الملك ويحكم بصحتها (الشامي ۶/۴۲۵ كتاب الوقف. مطلبٌ إذا وقف كل نصف على حدة......)

(۳) فلا يجوز وقف مشاع يقسم خلافا للثاني واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل "بحر" وفي "الدرر" و"صدر الشريعة" وبه يفتى (الدر المختار مع الرد ۶/۴۱۸-۴۲۰ كتاب الوقف) وفي الشامي به أفتى قارئ الهداية حيث قال: نعم تجوز القسمة ويفرز الوقف من الملك إلخ (الشامي ۶/۴۲۵ كتاب الوقف. مطلبٌ: إذا وقف كل نصف عليحدة)

کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحبین کے قول پر عمل ہوسکتا ہے جو ہبہ مشاع، وقف اور اجارہ مشاع کی صحت میں ہے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۳۹۷ھ)

الجواب: شرکاء کی باہمی رضامندی سے جو تقسیم ہوتی ہے وہ تقسیم شرعاً صحیح ہے اگرچہ قانون سرکاری میں وہ تقسیم عارضی سمجھی جائے؛ جیسا کہ درمختار کتاب القسمۃ میں ہے: وصحت برضا الشركاء الخ (۱) پس اس تقسیم بالتراضی کے بعد اگر کوئی اپنے حصہ منقسمہ کو ہبہ کرے اور قبضہ موہوب لہ کا کرادے تو وہ ہبہ صحیح ہے، ہبہ مشاع نہیں ہے، اور اس کا وقف کرنا باتفاق صحیح ہے، اور ہبہ مشاع کا موافق ظاہر الروایت کے صحیح نہیں ہے، اور یہ بالاتفاق ہے، البتہ وقف مشاع کو امام ابو یوسف جائز فرماتے ہیں ان کے نزدیک بعد میں تقسیم کر کے حصہ موقوفہ کو علیحدہ کردیا جائے گا (۲)

سوال: (۱۵) ایک قطعہ زمین جس میں چار پانچ نفر شریک ہیں، اور قبل تقسیم ایک شخص نے اپنے حصے کو وقف کردیا، لہٰذا بہ مذہب حنفیہ بہ قول مفتی بہ یہ وقف درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بہ مذہب حنفیہ بہ قول مفتی بہ، وقف مشاع صحیح ہے، پس اس شخص کے حصے کو جس نے وقف کیا ہے علیحدہ کردیا جاوے، اور اس حصہ موقوفہ کی بیع وشراء جائز نہیں ہے۔ لقول الفقهاء: اَلْوَقْفُ لَا يُمْلَكُ وَلَا يُمَلَّكُ (درمختار وغیرہ) قال في الشامي: والخلاف في وقف المشاع مبني على اشتراط التسليم وعدمه لأن القسمة من تمامه فأبو يوسف أجازه لأنه لم يشترط التسليم، ومحمد لم يجزه لاشتراط التسليم الخ (۳) وفي الدر المختار: فيقسم المشاع وبه أفتى قارئ الهداية وغيره (۴) وفي الدر المختار أيضًا: واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل بحر وفي الدرر وصدر الشريعة وبه يفتى، وفي الشامي: قوله واختلف

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۱۰ كتاب القسمة ــ بعد بيان أوصاف القاسم.

(۲) فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ متاخرین کے نزدیک مختار قول امام ابو یوسف کا ہے: وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد وبه اخذ مشائخ بخارى وعليه الفتوىٰ. والمتأخرون أفتوا بقول أبي يوسف أنه يجوز وهو المختار كذا في خزانة المفتيين (الهندية ۲/۳۶۵ فصل في وقف المشاع)

(۳) الشامي ۶/۴۳۲ كتاب الوقف، مطلبٌ في وقف المشاع المقضى به.

(۴) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۲۴ كتاب الوقف. مطلبٌ في قسمة الواقف مع شريكه.

الترجيح مع التصريح فی كل منهما بأن الفتوی عليه، لكن فی الفتح: أن قول أبی يوسف أوجه عند المحققين (۱) (شامي ۳/۳۶۶ كتاب الوقف) فقط

سوال: (۱۶) ایک قطعہ زمین میں چھ شریک ہیں، دو ''راندیر'' میں ہیں، اور چار ''رنگون'' میں، دو شریکوں نے جو راندیر میں ہیں اپنا حصہ مسجد میں وقف کردیا، باقی شرکاء کو جب اطلاع ہوتی رہی تو وہ بھی اپنا اپنا حصہ یکے بعد دیگرے وقتاً فوقتاً مسجد میں وقف کرتے رہے، حتی کہ سب شرکاء نے کل مکان وقف کر کے وقف نامہ حوالہ متولی کے کردیا تو یہ وقف شرعاً صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۰۵ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہوگیا۔ جیسا کہ درمختار وشامی میں مذکور ہے: قوله وجعله أبو يوسفؒ كالإعتاق الخ فلذلك لم يشترط القبض والإ فرازأی فيلزم عنده بمجرد القول الخ (۲) اور نیز درمختار میں ہے کہ امام ابویوسف وقف مشاع کو بھی جائز فرماتے ہیں، اور یہی صحیح ہے فلايجوز وقف مشاع يقسم خلافًا للثانی الخ واختلف الترجيح والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل بحر و فی الدرر و صدر الشريعة وبه يفتیٰ، وفی الشامی: لكن فی الفتح أن قول أبی يوسفؒ أوجه عند المحققين (۲) فقط

سوال: (۱۷) وقف مشاع جائز ہے یا نہیں؟ اور کنواں مشاع ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۵۳ھ)

الجواب: وقف مشاع میں اختلاف ہے، امام محمدؒ ناجائز فرماتے ہیں، درمختار میں ہے: فلا يجوز وقف مشاع يقسم خلافًا للثانی الخ (۳) اور شامی میں ہے: وفيه أيضًا: وقفت دارها على بناتها الثلاث ثم على الفقراء ولا مال لها غيرها ولا وارث غيرهن فالثلث وقف والثلثان ميراث لهن، وهذا عند أبی يوسفؒ خلافًا لمحمدؒ الخ (۴) والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل ''بحر'' ''وفی الدرر'' و''صدر الشريعة'' وبه يفتی (۵) (درمختار) اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بہ قول امام

---

(۱) الدرالمختار والشامی ۶/۴۲۰، ۴۲۱ كتاب الوقف. مطلبٌ مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ.
(۲) الدرمع الشامی ۶/۴۱۸-۴۲۱ كتاب الوقف. مطلبٌ مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ.
(۳) شرح تنوير الأبصار مع الشامي ۶/۴۱۸ كتاب الوقف – مطلب: شروط الوقف على قولهما.
(۴) ردالمحتار ۶/۴۱۸ كتاب الوقف. قبيل مطلب في الكلام على اشتراط التأبيد.
(۵) الدرالمختار مع الرد ۶/۴۲۰ كتاب الوقف – مطلب مهم: فرق أبويوسف الخ.

ابویوسفؒ کا ہے، اور وقف مشاع صحیح ہے، اور کنواں اگر پورا بلاشرکت غیرے ہوتو وہ مشاع نہیں ہے اس کا وقف کرنا باتفاق صحیح ہے، اور مالایقسم کا وقف کرنا اگر مشاع بھی ہوتب بھی درست ہے **وقدمنا أن محل الخلاف فيما يقبل القسمة بخلاف ما لا يقبلها فيجوز اتفاقًا الخ**(۱)(شامی)

اسباب خانہ داری کو وقف کرنا

سوال: (۱۸) زید نے وقف نامے میں جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اثاث البیت کو بھی وقف کیا ہے؛ کیا اثاث البیت کا وقف کرنا صحیح ہے؟ جب کہ درمختار میں یہ موجود ہے "**بخلاف مالا تعامل فيه كثياب ومتاع هذا قول محمد**" (۱۵۳۹/۱۳۴۴ھ)

الجواب: منقولات کا وقف غیر منقول کے تابع ہوکر ان تمام چیزوں میں جائز ہے جو قابل وقف ہیں؛ شامی میں ہے: **ولو وقف دارًا بجميع ما فيها وفيها حمامات يطرن أوبيتًا وفيه كورات عسل يدخل الحمام والنحل تبعًا للدار والعسل إلخ**(۲) وفی البزازية: **جاز وقف الأكسية على الفقراء الخ** (۳)(درمختار فی بیان وقف المنقول قصدًا) اور البحرالرائق میں ہے: **وقف بستانًا بما فيه من البقر والغنم والرقيق يجوز انتهى** (۴) باقی قول درمختار **بخلاف مالا تعامل فيه الخ** وقف منقول قصدا کے متعلق ہے، اور اس میں صاحبینؒ کے مابین اختلاف ہے "**قال في الخانية: قال شمس الأئمة السرخسيؒ: في وقف المنقول مقصودًا خلاف بين أبي يوسف ومحمدؒ ذكره في السير الكبير انتهى**(۵) اور شامی میں قول درمختار **كل منقول قصدًا** کے تحت میں لکھا ہے: "**أما تبعًا للعقار فهو جائز بلا خلاف عندهما الخ**"(۶) الحاصل ان اشیاء منقولہ کا وقف کرنا جو قابل وقف اور دیرپا ہیں، غیر منقول کی تبعیت میں جائز ہے، اور مستقلاً ان کے وقف کے لیے تعامل کی ضرورت ہے؛

(۱) ردالمحتار ۶/۴۱۸ كتاب الوقف – مطلب شروط الوقف على قولهما.
(۲) ردالمحتار ۶/۴۳۱ كتاب الوقف – مطلبٌ في وقف المنقول تبعًا للعقار.
(۳) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۳۶ كتاب الوقف. مطلبٌ في التعامل والعرف.
(۴) البحر الرائق على كنز الدقائق ۵/۳۳۹ كتاب الوقف.
(۵) الفتاوى الخانية على هامش الهندية ۳/۳۱۱ كتاب الوقف، فصلٌ في وقف المنقول.
(۶) ردالمحتار ۶/۴۳۴ مطلبٌ في وقف المنقول قصدًا.

اثاث البیت میں سے بعض کپڑوں اور برتنوں وغیرہ کا وقف مستقل طور پر بھی جائز ہے؛ جیسا کہ صاحب درمختار نے بزازیہ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ فقط

وقف نہ کرنے کا وعدہ کرنا

سوال: (۱۹) زید نے اپنے بیٹے بکر سے اس بات کا پختہ وعدہ کیا کہ اگر بکر نکاح کرے تو زید اپنی جائداد وقف نہیں کرے گا، بکر ایک ہی وارث زید کا ہے، اور بکر جو مناکحت کرنا نہیں چاہتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ متاہل زندگی کے کثیر اخراجات کی قابلیت نہیں رکھتا تھا اور نہ رکھتا ہے، بس اس وعدہ پر مناکحت کرلی۔ اب زید کسی رنجش کی وجہ سے چاہتا ہے کہ اس وعدہ کو توڑ دے؛ کیا زید ایسا کرسکتا ہے؟ کیا زید اپنی کل جائداد یا اس کے ایک جزو کو وقف کرسکتا ہے؟ اگر زید ایسا کرے تو وہ وقف جائز ہوگا؟ اگر جائز ہے تو عنداللہ عہد شکنی میں ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ ایسا معاہدہ کرکے توڑنا شرعاً جائز ہے؟ (۳۶/۷۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید اگر اپنی کل یا بعض جائداد کو وقف کردے گا تو وقف صحیح ونافذ ہوگا؛ کیوں کہ شرائط صحت وقف موجود ہیں قال في الدر المختار: وشرطه شرط سائر التبرعات، قال في الشامي: أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ (۱) باقی زید کی غرض اگر اس وقف کرنے سے اپنے پسر بکر کو محروم کرنا ہے تو یہ گناہ ہے؛ زید اس میں گنہ گار ہوگا، حدیث شریف میں ہے: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة رواه ابن ماجة وغيره (۲) اور دوسری حدیث میں ہے: إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالةً يتكففون الناس الحديث (۳) اسی لیے وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے، اور ثلث سے زیادہ وصیت درست نہیں ہے، پس یہی لحاظ

(۱) ردالمحتار ۶/۴۱۰ شرائط الوقف (۲) عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه (الحديث) رواه ابن ماجة و رواه البيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة رضي الله عنه (مشكوة ص: ۲۶۶ باب الوصايا)

(۳) عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني عامَ حجة الوَداع من وجعٍ اشتد بي، فقلتُ: إني قد بَلَغ بي من الوجَع، وأنا ذومال ولا يرثني إلاّ ابنة لي، أفأتصدق بثلثي مالي؛ قال: لا، فقلت: فالشطر؟ فقال: لا، ثم قال: الثلث، والثلث كبيرٌ أو كثيرٌ، إنك أن تَذَر ورثَتَكَ أغنياءَ خيرٌ مِن أن تذَرهم عالةً يتكفّفون الناسَ، وإنك لن تُنفق نفقةً تبتغي بها وجه الله إلاّ أُجرتَ بها حتى ما تجعل في في امرأتك (الحديث) (بخاری شریف ۱/۱۷۳ باب رثاء النبي صلى الله عليه وسلم سعد بن خولةَ)

وقف میں رہنا چاہیے کہ وارث محروم نہ ہوں، ایک صحابی نے جن کی صرف ایک دختر تھی اپنے کل مال کے صدقہ کرنے کی وصیت کا ارادہ کیا تھا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ثلث مال کی وصیت کی اجازت دی، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دی پس زید بھی اس سے زیادہ وقف نہ کرے، اور اضرار وارث کا ارادہ نہ کرے کہ یہ سخت گناہ ہے، البتہ اگر وقف اس طرح کرے کہ بکر رہن اور بیع اور ہبہ وغیرہ نہ کر سکے؛ تو اس میں اگر زید مصلحت سمجھتا ہے تو یہ درست ہے۔

اور واضح ہو کہ وقف دراصل ایک نیک کام اور قربت ہے؛ چنانچہ شرائط وقف میں سے یہ بھی ہے: وأن یکون قربة فی ذاته (۱) (درمختار) پس زید کا یہ عہد و وعدہ کہ میں وقف نہ کروں گا ایسا ہے جیسا کہ یہ کہے کہ اپنے مال کو صدقہ نہ کروں گا؛ تو ایسا وعدہ قابل ایفاء نہیں ہے، اور ایسے وعدہ کے خلاف میں مؤاخذہ نہیں ہے؛ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ایسا معاہدہ توڑنا چاہیے، لہٰذا اس وعدہ کی وجہ سے زید پابند وقف نہ کرنے کا نہیں ہوسکتا، البتہ وہی تفصیل جو اوپر گذری اس میں ملحوظ رہے گی۔ فقط

وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے وقف کرنا اچھا نہیں

سوال: (۲۰) ایک شخص جس کی زوجہ اور ایک لڑکا ہے، اگر وہ اپنی حیات میں مسجد کو اپنی جائداد دینا چاہے تو دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۸/۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: اپنی حیات میں وہ شخص اپنی جائداد جس کو چاہے دے سکتا ہے، خواہ مسجد میں دے کر وقف کردے یا کسی دوسرے شخص کو دے دے، لیکن وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ (۲)

اپنی مملوکہ زمین اور باغ کو وقف کرنا جائز ہے

سوال: (۲۱) زید اپنی کچھ زمین مملوکہ کو وقف کرنا چاہتا ہے، اس زمین کی آمدنی دو قسم کی ہے کچھ نقدی تحصیل ہے، اور زیادہ حصہ آمدنی کا بذریعہ درخت تاڑ و کھجور وغیرہ ہے؛ یعنی جس قدر تاڑ و کھجور میں

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف – شرائط الوقف .

(۲) عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة رواه ابن ماجة: و رواه البیهقی في شعب الإیمان عن أبی هریرة رضی الله عنه (مشکوة، ص:۲۶۶ باب الوصایا)

سال بہ سال رعایا کے ساتھ بندوبست کیے جاتے ہیں رعایا مدت معینہ تک فائدہ اٹھاتے ہیں، اور اس مدت کے لیے جو کچھ مالک نے مقرر کیا ہے ادا کرتے ہیں؛ آیا زمین مذکورہ موصوفہ بصفت مسطورہ کو زید وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: شامی کتاب الوقف میں ہے: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكا له وقت الوقف ملكا باتا ولو بسبب فاسد الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ہر ایک زمین اور مکان اور باغ مملوکہ کو وقف کرنا صحیح ہے، پس ثابت ہوا کہ ہر دو قسم کی زمین و باغ کو وقف کرنا جائز اور نافذ و صحیح ہے۔ فقط

شوہر کے ترکہ سے بیوی کو جو جائداد ملی ہے اس کو عورت وقف کرسکتی ہے

سوال: (۲۲) ایک شخص نے کوئی جائداد اپنے بیٹے نابالغ کے نام چند مصلحت دنیاوی سے خریدی، بعد بلوغ لڑکے کی شادی ہوگئی، بعد چند مدت کے لڑکے کا انتقال ہوا اور بیوہ اس کی لاولد ہے، ایک چہارم پر نام اس کی بیوہ کا، اور باقی پر نام باپ کا درج کاغذات سرکاری ہوگیا؛ تاہم قبضہ سب پر باپ ہی کا رہا، اگر بیوہ اپنے حصۂ چہارم کو وقف یا بیع یا رہن کرنا چاہے تو کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور باپ اختیار ممانعت رکھتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: نابالغ کی طرف سے باپ کا قبضہ کافی ہے نابالغ کے قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی، لہٰذا وہ جائداد جو بیٹے کے نام خریدی گئی وہ اسی کی ہوگئی، اس کے مرنے کے بعد چہارم اس کا بعد ادائے دین مہر کے زوجہ کو پہنچا، اس چہارم کو اس کی زوجہ وقف یا بیع وغیرہ کرسکتی ہے، شوہر کے باپ کو کچھ حق روکنے کا نہیں ہے، بلا رضامندی اس کے وہ چہارم حصہ مدرسہ و مسجد وغیرہ کے لیے وقف ہوسکتا ہے (۲) درمختار میں ہے: وهبة من له ولاية على الطفل الخ تتم بالعقد الخ لأن قبض الولي ينوب عنه (۳)

(۱) ردالمحتار ۶/ ۴۱۰ کتاب الوقف، شرائط الوقف.

(۲) لأن الملك مامن شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص (الشامی ۷/ ۸ کتاب البیوع – مطلبٌ في تعريف المال والملك والمتقوم) ولو أن رجلين بينهما أرض فوقف أحدهما نصيبه جاز في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى (هندية ۲/ ۳۶۷ کتاب الوقف. فصلٌ في وقف المشاع)

(۳) الدر المختار مع الرد ۸/ ۴۳۲ کتاب الهبة.

جوز مین کاشت کار کے قبضہ میں ہے اس کو مالک سے خرید کر وقف کرنا

سوال: (۲۳) زید ایک ایسی اراضی خرید کر وقف کرنا چاہتا ہے جو عرصۂ دراز سے بکر کاشت کار کی دخیل کاری اور قبضہ میں ہے، اس لیے زید کا قبضہ کامل اس اراضی پر نہیں ہوسکتا، صرف کاغذات سرکاری میں بہ خانہ مالک زید کا نام درج ہوجائے گا؛ اس حالت میں اگر زید اس اراضی کو خرید کر وقف کرے تو یہ وقف شرعاً صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۴۱۶ھ)

الجواب: یہ وقف شرعاً صحیح ہوجاوے گا؛ کیوں کہ وقف کے صحیح ہونے کے لیے صرف واقف کا مالک ہونا شرط ہے (کذا فی الشامی) اور جب کہ وہ زمین وقف ہوجاوے گی تو کاشت کار موروثی پر شرعاً چھوڑنا اس زمین کا اور اپنا قبضہ اٹھانا واجب ہوجاوے گا، اور جب تک وہ قبضہ اپنا نہ اٹھاوے اس وقت تک وہ لگان جو وہ دے گا مصارف وقف میں صرف ہوگا (۱) فقط

جس زمین میں کاشت کار کا حق ہے مالک اس کو وقف کرسکتا ہے

سوال: (۲۴) صوبہ بہار میں گورنمنٹ نے اراضی مزروعہ ومسکونہ کے متعلق دو حق رکھے ہیں، ایک حق ذات اراضی سے متعلق ہے، اس حق کا حق دار ومالک ''زمین دار'' کہا جاتا ہے، اور دوسرا حق زمین سے انتفاع کا ہے جس کو حق زراعت وحق سکونت کہتے ہیں، اور اس حق کے مالک کو ''کاشت کار'' کہا جاتا ہے، ان دونوں حقوق کی بیع وشراء ہوتی ہے ساتھ بھی، اور علیحدہ علیحدہ بھی، قانون گورنمنٹ کی وجہ سے زمین دار بھی زمین کو کاشت کار سے نہیں لے سکتا، وہ مال گذاری وصول کرے اور عدم وصولی کے وقت نالش کر کے وصول کرے، اب اس صورت میں زمین دار نے اپنے حق کو جو کہ ذات ارض سے متعلق تھا اگر وقف کردیا تو شرعاً حق سکونت یا زراعت جو دوسرے کو تھا یا اس زمین دار کو تھا باطل ہوگیا یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۷۶ھ)

---

(۱) قوله بخلاف صحيح أى وقف مديون صحيح فإنه يصح ولو قصد به المماطلة لأنه صادف ملكه كما فى أنفع الوسائل عن الذخيرة (الفتاوى الشامية ٦/٤٧٠ مطلبٌ: الوقف فى مرض الموت) وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا (ردالمحتار ٦/٣١٠ كتاب الوقف، شرائط الوقف)

الجواب: مالک رقبہ زمین نے جب اپنی مملوکہ زمین کو وقف کر دیا تو وہ وقف ہوگئی، اور کاشت کار غیرہ کا حق اس سے زائل ہوگیا(۱)

عورت اپنی جائداد کو شوہر کی اجازت کے بغیر وقف کرسکتی ہے

سوال: (۲۵) اگر عورت اپنی ذاتی جائداد کو کسی مدرسہ یا انجمن کے لیے بلا اپنے شوہر کی اجازت کے وقف کردے؛ تو واقفہ پر شرعاً کیا جرم عائد ہوگا؟ اور یہ وقف صحیح ہوگا یا نہ؟ (۲۰۲/۲۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہوگا، اور واقفہ پر شرعاً کچھ الزام ومؤاخذہ عائد نہ ہوگا۔(۲) فقط

وقف کی آمدنی سے کوئی زمین خرید کر وقف کرنا درست ہے

سوال: (۲۶) ایک واقف نے اپنے اس حصۂ زمین کو جو مکان میں ہے، وقف کیا، اور وہ مکان ۔کی جائداد کا جزو مشترک ہے، اور اس مکان میں ایک دوسرا شخص بھی چہارم کا حصہ دار ہے، اس لیے کہ رائی جائداد اور قصبہ ''منڈاور'' میں وہ چہارم حصہ کا حق رکھتا ہے، اب وہ ثانی حصہ دار قصبہ کی جائداد کے نھ اس حصۂ مکان کو بھی فروخت کرنا چاہتا ہے، تنہا قصبہ کی جائداد فروخت کرنا نہیں چاہتا؛ اس صورت میں ، چہارم حصۂ مکان کو صحرائی جائداد کے ساتھ وقف کے روپے سے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اس لیے کہ ،صورت میں وقف کی آمدنی میں بھی ترقی ہوگی، جو حکم شریعت کا ہو مطلع فرمائیں (۲۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وكذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه الخ (۳) پس

ا و شرطه .... أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ شامی۲/۴۱۰ كتاب الوقف ، شرائط الوقف) وفيه أيضًا: قوله بخلاف صحيح أى وقف مديون حيح فإنه يصحُّ ولو قصد به المماطلة لأنه صادف ملكه الخ (۲/۴۷۰ كتاب الوقف. مطلبٌ: قف في مرض الموت) وفيه: لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص المحتار ۷/۸ كتاب البيوع – مطلبٌ: في تعريف المال والملك والمتقوم)

) أفاد أن الواقف لا بد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا إلخ (ردالمحتار۲/۴۱۰ كتاب ف ، شرائط الوقف) وفيه: لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص (الشامی .كتاب البيوع – مطلبٌ فى تعريف المال والملك والمتقوم)

) الدرالمختار مع الشامی ۲/۴۸۲ كتاب الوقف – مطلبٌ: سكن المشترى دار الوقف .

اگر منافع و آمدنی وقف سے وہ چہارم حصہ خرید کر وقف کر دیا جائے تو یہ درست ہے کہ اس میں نفع وقف ہے۔ فقط

وقف کی آمدنی سے خریدے ہوئے مکانات بھی وقف ہیں

سوال: (۲۷) محمد احمد نے ایک مکان مدرسہ کے لیے وقف کیا، اب متولی نے مکان مذکو فروخت کر کے اس کی قیمت اور آمدنی سے دو تین مکان خریدے ہیں، تو یہ مکانات بھی وقف ہوئے نہیں؟ (۱۳۳۴/۳۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو مکانات اس مکان موقوفہ کی قیمت سے خریدے گئے ہیں، وہ سب وقف ہیں ان آمدنی سے موافق تفصیل واقف کے عمل درآمد کیا جائے۔ فقط

اشیاء منقولہ کا وقف جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸) زید نے اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ بذریعہ وقف نامہ ——— مؤرخہ ۱۲ ربیع الا سنہ ۱۳۰۳ھ ——— وقف کر دی، نوشتہ زید کا حسب ذیل ہے:

املاک خود را بہ ثبات عقل وہوش بر طالب علمان محتاج از قرابت خود، وبعد آنہاں بدیگر مساکین وق نمودم بعد من واقف تولیت مدرسہ طلبۂ مذکور وانتظام املاک موقوفہ تا یک سال برادرم عبدالمجید طال اللہ قائم مقام شان تبرعاً نمایند ورقم حق تولیت یکسالہ خود بفرزندانم ودخترانم تقسیم کنند۔

یہ امر مسلّم ہے کہ واقف تاحیات من ابتداء ۱۳۰۳ھ لغایۃ ۱۳۰۸ھ ۵ سال تک املاک موقو قابض رہے، موقوف علیہ کے قبضہ میں نہیں دی گئی، اپنے جملہ فرزندوں کو جائداد موقوفہ صدر میں ایک سال حق تولیت بھی دیا گیا، کیا مال منقولہ مثل دیگ ورکابی وشطرنجی وغیرہ کا وقف جائز ہے یا نہ ان حالات میں جائداد موقوفہ جو کہی جاتی ہے اس پر تعریف وقف کی صادق آتی ہے یا نہیں؟ کیا بمو وقف نامہ کے یہ جائداد بعد وفات واقف داخل ترکہ ہوگی یا وقف رہے گی؟ بینوا وتوجروا (۳۴۰/۳۳-۱۳۳۴)

الجواب: اس صورت میں وقف جائداد غیر منقولہ مثل مکان وزمین کا مطلقاً وقطعاً صحیح کیونکہ صحیح ومفتی بہ قول کے موافق واقف کے صرف اس کہہ دینے سے کہ میں نے اپنی زمین وجا

مساکین پر وقف کیا وقف صحیح ہوجاتا ہے، متولی کے قبضہ میں دینا امام ابویوسف کے مذہب کے موافق شرط نہیں ہے، اور امام ابویوسف ہی کے قول پر فتوی ہے، اور اسی کو محققین نے اوجہ واصح واحوط فرمایا ہے؛ جیسا کہ روایات آئندہ سے واضح ہوگا، اسی طرح واقف کا خود متولی ہونا یا اپنی اولاد میں سے کسی کو متولی بنانا: جس ترتیب سے وہ متولی بنائے اور جس مدت کے لیے متولی بنائے صحیح ہے، تولیت کی معرفت (یعنی مدت متعین) کرنے سے وقف موقت نہیں ہوتا، وقف مؤبد ہی رہے گا متولی اگرچہ بدلتے رہیں، اور واقف کا غلۂ وقف اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے مقرر کرلینا بھی؛ جس شرط کے ساتھ واقف مقرر کرے صحیح ہے، الغرض وقف نامہ مذکور میں کوئی امر مانع عن الوقف موجود نہیں ہے —— رہا منقولات کا وقف کرنا اس میں یہ تفصیل ہے کہ جن اشیاء منقولہ کا تعامل جاری ہے جیسے دیگ وثوب وکتب ومصحف وغیرہ ان میں بھی وقف صحیح ہے، عبارت مندرجہ تحت ان مطالب مذکورہ کو ثابت کرتی ہیں۔ قال فی الدر المختار: ومحله المال المتقوم ورکنه الألفاظ الخاصة کأرضی هذه صدقة موقوفة مؤبدة علی المساکین ونحوه من الألفاظ کموقوفة لله تعالی أوعلی وجه الخیر أوالبر، واکتفی أبویوسف بلفظ موقوفة، قال الشهید: ونحن نفتی به للعرف وهکذافی الشامی (۱) وفی الدر المختار أیضًا: وجعله أبویوسف کالإعتاق واختلف الترجیح والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل بحر، وفی الدرر وصدر الشریعة وبه یفتی الخ قوله وجعله أبویوسف کالإعتاق فلذلك لم یشترط القبض والإفراز أی فیلزم عنده بمجرد القول کالإعتاق. وفیه عن الفتح: أن قول أبی یوسف أوجه عند المحققین الخ (۲) وفی الدر المختار: وجاز جعل غلة الوقف أو الولایة لنفسه عندالثانی وعلیه الفتوی الخ، کذا قال الصدر الشهید وهو مختار أصحاب المتون ورجحه فی الفتح واختاره مشائخ بلخ (۳) و کما صح أیضًا وقف کل منقول فیه تعامل ..... وقدر وجنازة وثیابها ومصحف وکتب الخ (۴) (درمختار) وفیه أیضًا: ومادام أحد یصلح للتولیة من أقارب الواقف لایجعل المتولی من الأجانب ..... أراد المتولی إقامة

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲/۴۰۹ فی اوائل کتاب الوقف.

(۲) الشامی ۲/۴۱۹-۴۲۰ مطلبٌ شروط الوقف علی قولهما — کتاب الوقف.

(۳) ردالمحتار ۲/۴۵۶ مطلبٌ فی الوقف علی نفس الواقف — کتاب الوقف.

(۴) الدر مع الردّ ۲/۴۳۴-۴۳۵ مطلبٌ فی وقف المنقول قصدًا — کتاب الوقف.

غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ إن کان التفویض لہ بالشرط عامًا صح الخ (۱) وفیہ شرط الواقف کنص الشارع الخ (۲)

تمام منقولہ اور غیر منقولہ املاک کو وقف کرنے کی وصیت کرنا

سوال: (۲۹) شخصے بہ حالت صحت وعقل بدیگر امین می گوید کہ ہمہ املاک منقولہ وغیر منقولۂ من بعد مرگ من وقف مساکین فلاں مدارس داری، اتفاقاً آں شخص بعد چند روز بموت بمفاجاۃ فوت شد، وآں امین ہمہ املاک وے بعد ادائے دیون بمساکین داد، وچیزے نہ گذاشت: آیا وقف وے درست است یا نہ؟ (۱۳۳۲/۱۱۴۸ھ)

الجواب: ایں چنیں وصیت در ثلث ترکہ جاری می شود، وبہ رضائے ورثہ در جمیع ترکہ ہم جاری خواہد شد؛ پس اگر برضائے ورثہ آں امین تمام جائداد غیر منقولہ را وقف کند، صحیح خواہد شد (۳) ووقف مملوک کسے نمی شود، تقسیم کردن آں را بہ مساکین، ومالک گردانیدن اوشاں را صحیح نخواہد شد؛ بلکہ آں را وقف کردہ منافعہ آں بمساکین خواہد رسید وبس (۴) در وقف منقول تفصیل است کما بین فی کتب الفقہ فقط

ترجمہ: سوال: (۲۹) ایک شخص صحت وتندرستی کے زمانے میں کسی امین سے کہتا ہے کہ میری تمام منقولہ وغیر منقولہ املاک میرے مرنے کے بعد فلاں فلاں مدارس کے مساکین کو وقف کر دینا۔ اتفاقاً وہ شخص چند روز بعد ہی اچانک فوت ہوگیا، اور اس امین نے قرضوں کی ادائیگی کے بعد اس کی تمام املاک مساکین کے حوالے کر دیں اور کوئی بھی چیز باقی نہیں رکھی، اس صورت میں اس کا وقف کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس طرح کی وصیتیں ایک تہائی ترکہ میں جاری ہوتی ہیں اور ورثہ کی رضامندی سے

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ مطلب: لا یجعل الناظر من غیر أہل الوقف — کتاب الوقف.

(۲) الشامی ۶/۵۰۸ مطلب: فی قولہم شرط الواقف کنص الشارع — کتاب الوقف.

(۳) امرأۃ وقفت منزلاً – إلی قولہ – جاز الوقف فی الثلث ولم یجز فی الثلثین (الشامی ۶/۴۱۵ مطلبٌ فی وقف المریض)

(۴) ولا یقسم النقض أو ثمنہ بین مستحقي الوقف لأن حقہم فی المنافع لا العین (الدر المختار مع الرد ۶/۴۴۹ کتاب الوقف. مطلبٌ فی الوقف إذا خرب ولم یمکن عمارتہ)

تمام ترکہ میں بھی جاری ہوسکتی ہیں، لہٰذا اگر اس امین نے ورثہ کی رضامندی سے تمام غیرمنقولہ جائداد کو وقف کیا ہے تو درست ہوجائے گا۔ اور وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس وجہ سے مسکینوں کے درمیان اسے تقسیم کرکے ان کو مالک قرار دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ ان املاک کو وقف کرنے کے بعد اس کا جو منافعہ ہوگا صرف وہی مسکینوں کو پہنچے گا۔ اور منقولات کے وقف میں تفصیل ہے جسے فقہ کی کتابوں میں وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔

بادشاہِ وقت کا سرکاری افتادہ زمین کو وقف کرنا

سوال: (۳۰) بعض معتمد علیہ مسلم رعایائے سرکار عالی نے ایک قومی انجمن کے لیے بادشاہِ وقت کی بارگاہ میں اس اقرار کے ساتھ درخواست دی کہ اگر سرکاری افتادہ نشان دادہ زمینات کے فلاں فلاں نمبروں اور نقشوں میں سے اراضی متدعیہ منظور فرمائی جائیں تو ہم ممبران انجمن بحیثیت متولیان وقف زمینات منظورہ کو بحق انجمن مذکور وقف للہ متصور کریں گے، اس کے بعد انجمن کے نشان دادہ اراضی کو حسب استدعائے انجمن بادشاہ وقت نے حسب ذیل فرمان نفاذ وقف کے ساتھ منظور فرمایا کہ فلاں انجمن کو اس کی نشان دادہ اراضی خاص طور پر دے دی جائے؛ یہ ایک مذہبی کام ہے جس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہونا چاہیے، اور اس کو وقف کردیا جائے تاکہ اس سے کوئی ذاتی فائدہ نہ اٹھائے، نیز میرے اس حکم کی جلد تعمیل کرکے اطلاعی معروضہ پیش کیا جائے، چنانچہ سرکاری محکمہ متعلقہ محکوم الیہ نے اراضی نشان دادہ کو انجمن کے متولیان کی نگرانی وحراست میں دے دیا اس وقت اراضی متدعیہ محولہ انجمن کے قبضہ ونگرانی میں ہے، اور سرکاری احکامِ عطا بہ طریق اسناد انجمن میں موجود ہیں، ایسی صورت میں اراضی متدعیہ منظورہ حسب قرار داد انجمن وحسب الحکم حضرت معطی عند اللہ وقف متصور ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا (۲۰۶۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں اراضی مذکورہ وقف ہوگئی، اور احکام وقف ان سے متعلق ہوں گے جیسا کہ عبارت ذیل سے واضح ہوتا ہے فَإِنْ كَانَتْ مواتًا أو ملكًا للسلطان صح وقفها الخ (۱) (شامی: ۳/۳۹۲)

---

(۱) ردالمحتار ۶/۴۶۶ کتاب الوقف – مطلبٌ في وقف الإقطاعات.

جو زمین سیکڑوں لوگوں کے درمیان مشترک ہے اس کو وقف کرنے کا طریقہ

سوال: (۳۱) ایک قطعہ اراضی مشترکہ دیہہ (گاؤں) جس کو عرف عام میں ''شاملات'' کہتے ہیں جب کہ وہ سیکڑوں کی تعداد مرد وعورت اور یتیم اور بیوگان کی ملکیت ہے، کیا اس کو اگر معدودے چند اشخاص مثلاً نمبر داران دیہہ اور چار پانچ غیر نمبر داران مسجد یا مدرسہ کے لیے بلا رضامندی مالکان کے؛ اگر وقف کرنا چاہیں تو یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۶۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ جو لوگ اپنا حصہ شاملات دیہہ میں سے وقف کرنا چاہتے ہیں وہ اپنا حصہ تقسیم کر کے وقف کریں، اور اگر مشترک حصہ کو وقف کردیں گے تب بھی وقف صحیح ہوگا درمختار میں ہے: واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل بحر وفي الدرر وصدر الشريعة وبه يفتى وأقره المصنف (۱) اس سے معلوم ہوا کہ وقف مشاع جائز ہے جو کہ مذہب امام ابویوسف صاحبؒ کا ہے، اور جو حصہ دار اپنا حصہ وقف کریں گے اس سے صرف ان ہی کا حصہ وقف ہوگا، دوسرے حصہ داروں کا حصہ وقف نہ ہوگا، ہدایہ میں ہے: ووقف المشاع جائز عند أبي يوسفؒ (۲)

کسی وارث کا مشترک ترکہ میں سے روپیہ وقف کرنا اور حرام ترکے کا وارث کے حق میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۲) ایک شخص نے وفات پائی، اور ایک زوجہ اور بچے نابالغ وارث چھوڑے، اور وہ شخص سودخوار تھا، اس نے مرنے سے پہلے کچھ روپیہ مسجد بنانے کے واسطے دیا، اور یہ کہہ دیا کہ میں مال حلال دیتا ہوں، تو اس روپے کا مسجد میں لگانا درست اور جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ امر بھی قابل استفسار ہے کہ اس شخص متوفی کی زوجہ مسجد میں کچھ روپے مشترک ترکہ میں سے دینا چاہتی ہے، اور کہتی ہے کہ میں اپنے حصے میں مجرا کرالوں گی، حالانکہ اور وارث متوفی کے صغیر السن اور نابالغ ہیں؛ تو دریں صورت تصرف کرنا زوجہ کا مشترک ترکہ میں درست ہے یا نہیں؟ اور حرام مال مورث کا وارث کے حق میں

(۱) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۲۰ كتاب الوقف – مطلب مهم: فرق أبو يوسف الخ.
(۲) هداية ۲/۶۳۸ في بداية كتاب الوقف.

درست اور حلال ہوتا ہے یا حرام؟ (۱۱۳۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ شخص یہ کہہ گیا ہے کہ میں مسجد کے لیے حلال مال دیتا ہوں؛ تو اس روپے کو لے کر مسجد میں صرف کرنا درست ہے، اور اس کی زوجہ کو قبل تقسیم ترکہ تصرف کرنا ترکہ مشترکہ میں درست نہیں ہے، بعد تقسیم ترکہ اپنے حصہ میں سے دے سکتی ہے، اور تصرف بھی کر سکتی ہے — باقی یہ مسئلہ کہ حرام مال مورث کا وارث کے حق میں حلال ہوتا ہے یا حرام؟ صحیح یہ ہے کہ مع العلم حرمت منتقل ہوتی ہے؟ یعنی اگر ورثہ کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو کہ مثلاً یہ روپیہ خاص سود کا ہے یا ثمن خمر سے (جس کو مسلمان نے فروخت کیا تھا) حاصل ہوا ہے؛ تو ورثہ کے حق میں وہ روپیہ حرام ہے، اور واپس کرنا اس کا صاحب مال پر لازم ہے۔ قال فی الدر المختار: **وعلی هذا لو مات مسلم وترك ثمن خمر باعه مسلم لایحل لورثته، کما بسطه الزیلعی. وفی الأشباه: الحرمة تنتقل مع العلم إلاّ للوارث إلا إذا علم ربه الخ. قوله إلاّ إذا علم ربه أی ربُّ المال فیجب علی الوارث ردّه علی صاحبه**(۱) (رد المحتار)

وقف کے چند احکام

سوال: (۴۳)...... (الف) جب کہ واقف نے یہ نہ لکھا ہو کہ وقف کا نفاذ بعد وفات میری کیا ہوگا؟ بلکہ اپنی حیات تک اپنے آپ کو متولی رکھا ہو، اور بعد اپنے دوسرا شخص متولی؛ تو ایسی دستاویز وقف بالوصیت ہوگی یا نہیں؟

(ب) واقف کا خود متولی ہونا جائز ہے یا نہ؟

(ج) وقف علی الاولاد کے واسطے قبضہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح وقف بالوصیت کے واسطے۔ اگر قبضہ دینا ضروری ہے تو واقف کے خود متولی رہنے سے شرعاً قبضہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(د) وقف بالوصیت کے جواز کے واسطے کیا شرائط ہیں؟ اور اس کا نفاذ بعد مرنے واقف کے کل جائداد پر ہوگا یا ثلث پر؟

(ھ) وصیت بالوقف اور وقف بالوصیت میں کیا فرق ہے؟ (۳۶۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) الدر مع الشامی ۹/۴۷۰-۴۷۱ کتاب الحظر والإباحة. فصلٌ فی البیع.

الجواب: (الف) واقف کا اپنی حیات میں خود متولی رہنا اس کو مقتضی ہے کہ وقف فی الحال کر چکا ہے پس یہ وقف منجز ہے؛ یعنی فی الحال ہے، وصیت بالوقف نہیں ہے۔

(ب) واقف خود متولی ہوسکتا ہے، درمختار میں ہے: جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع الخ (۱)

(ج) جب کہ واقف خود متولی ہو تو کسی کو قبضہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، اور وقف صحیح ہے، بلکہ موافق قول امام ابو یوسفؒ کے جو کہ در بارۂ وقف مفتی بہ ہے وقف کی صحت کے لیے کسی کے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے، مجرد قول سے وقف صحیح ہوجاتا ہے؛ مثلاً واقف نے جب یہ کہہ دیا کہ میں نے اس کو وقف کیا وقف صحیح ہوگیا، شامی میں ہے: وفي القهستاني: أن التسليم ليس بشرط إذا جعل الواقف نفسه قيمًا الخ(۲) وفي الدر المختار: وجعله أبو يوسفؒ كا لإعتاق فلذا لم يشترط القبض و الإفراز أي فيلزم عنده بمجرد القول الخ(۲) (شامی: ۳/۳۶۵)

(د) اگر اپنی زندگی میں وقف نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ فلاں جائداد میرے مرنے کے بعد وقف ہے تو یہ وصیت بالوقف ہے، ثلث میں جاری ہوگی۔ قال في الشامي: نعم سيأتي في الشرح أنه يكون وصيةً لازمةً من الثلث بالموت لاقبله الخ (۳) (شامی: ۳/۳۶۰)

(ھ) ان میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے وقف کی وصیت کی ہے، فی الحال وقف نہیں کیا؛ بلکہ یہ کہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ جائداد وقف ہے سو یہ وصیت ثلث میں جاری ہوگی، کمامر۔ فقط

دوسرے کی جائداد کو اپنی جائداد کے ساتھ ملا کر وقف کرنا

سوال: (۳۴) زید نے اپنی حیات میں دو قطعہ زمین اللہ کے نام پر وقف کردیے، جس میں سے ایک جائداد زید کی ملک تھی، اور دوسری جائداد کی مالک ہندہ زوجۂ زید تھی تو جائداد مملوکہ زید وقف سمجھی جائے گی یا نہیں؟ (۱۳۵۶/۱۳۴۱ھ)

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۵۱ کتاب الوقف – مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه۔
(۲) الشامی ۶/۴۱۸-۴۱۹ کتاب الوقف – مطلبٌ في الكلام على اشتراط التأبيد۔
(۳) الشامی ۶/۴۱۱ کتاب الوقف۔ قبل مطلبٌ في وقف المرتد والكافر۔

الجواب: جو قطعہ زید کی خاص ملک تھا اس کا وقف صحیح ہے، لہٰذا ورثہ کا حق اس قطعہ پر نہیں، پس اگر ہر دو قطعہ کو علیحدہ علیحدہ الفاظ سے وقف کیا تو اپنی ملک کے وقف کے جواز میں کوئی اشتباہ نہیں، اور اگر اپنی ملک کے ساتھ دوسرے قطعہ کو جو کہ اس کا مملوک نہ تھا ملا کر ایک ہی لفظ سے وقف کیا تو بھی یہ وقف اس کے مملوک قطعہ میں جائز ہے، کیوں کہ مضموم بھی موقوف بننے کی قابلیت فی الجملہ رکھتا ہے وهذا كما قالوا في البيع: أنه بطل بيع قن ضم إلى حر ..... بخلاف بيع قن ضم إلى مدبر أو نحوه؛ فإنه يصح كذا في الدر المختار، وفي الشامي تحته: أي فيصح في القن بحصته لأن المدبر محل للبيع عند البعض فيدخل في العقد ثم يخرج فيكون البيع بالحصة في البقاء دون الابتداء وفائدة ذلك تصحيح كلام العاقل مع رعاية حق المدبر الخ (۱) (۴/۱۴۰) اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی بصورت ضم ملک غیر کے اپنی ملک میں وقف صحیح ہے، اور ملک غیر بقاء خارج ہو جائے گی، تاکہ واقف کا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے اور غیر کا حق بھی مارا نہ جاوے، کما في الأشباه: إعمال الكلام أولى من إهماله متى أمكن فإن لم يمكن أهمل الخ (۲) فقط

اپنی اور بہن کی جائداد کو مرض موت میں وقف کرنا

سوال: (۳۵) زید نے مع اپنی ہمشیرہ حقیقی ہندہ کے کہ جس کے حصہ ملکیت کا وہ کارکن تھا، اور اس کی جائداد پر بہ حیثیت مختار عام کے متصرف بغیر حق شرعی کے تھا، اپنے مرضِ موت میں بہ ذریعہ ایک تحریر وقف علی الاولاد کے، اپنی اور ہندہ کی جائداد کو فائدہ اٹھانے کی نیت سے، اور دوسرے وارثان ہندہ کی حق تلفی کی غرض سے، اپنی اور ہندہ ہمشیرہ حقیقی کی جائداد وقف کر دی، اس صورت میں کیا حکم شریعت مطہرہ دیتی ہے؟ زید اسی مرض میں فوت ہو گیا۔ فقط (۵۸۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندہ کی جائداد کو تو زید کو وقف کرنے کا اختیار ہی نہیں، وہ جائداد تو بالکل وقف نہیں ہوئی، وہ ہندہ کے ورثہ کو ملے گی، اور زید نے جو اپنی جائداد وقف کی بوجہ مرضِ موت کے وہ وقف ایک

(۱) الدر المختار مع الشامی ۷/۱۷۷ باب البیع الفاسد. قبیل مطلبٌ: إذا اشترى أحد الشريكين جميع الدار.

(۲) الأشباه والنظائر ص: ۱۵۶ الفن الأول، القاعدة التاسعة: إعمال الكلام أولى من إهماله الخ.

ثلث میں جاری ہوگا، اور دو ثلث جملہ ورثہ زید ذکور واناث کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے (۱)
قال فی الدر المختار: إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث الخ (۲) فقط

قرض کی ادائیگی سے بچنے کے لیے اپنی جائداد وقف کرنا

سوال: (۳۶) ...... (الف) زید پر بار قرضہ کثیر تھا، اور جائداد سکنائی وصحرائی اس کے پاس کم مالیت کی تھی، اور وہی اس کی معاش تھی؛ قرضہ ادا کرنے کی مقدرت نہ رکھتا تھا، اس نے قرضہ مارنے کی نیت سے اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد لکھ دیا، اور اب اس وقت قرضہ دین مہر ڈگری شدہ ہے؛ شرعاً ایسا وقف جائز ہے یا نہیں؟

(ب) جائداد بغرض ادائیگی قرضہ فروخت ہوسکتی ہے؟ (۱۳۴۲/۱۵۹۹ھ)

الجواب: (الف، ب) کتب فقہ میں لکھا ہے کہ مدیون اگر بحالت صحت وقف کرے تو جائز ہے شامی میں ہے: قوله بخلاف صحيح أي وقف مديون صحيح فإنه يصح ولو قصد به المماطلة الخ قال في الفتح: وهو لازم لاينقضه أرباب الديون الخ (۳) (شامی: ۳/ ۳۹۵) اور در مختار میں ہے: فإن شرط وفاء دينه من غلته صح وإن لم يشرط يوفي من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقفه على غيره فغلته لمن جعله له خاصة الخ (۳) پھر اس کے بعد جو روایت بطلان وقف مدیون کی لکھی ہے، اس کو شامی نے محمول کیا ہے مریض مدیون پر کہ اس کا وقف باطل ہے، یعنی تندرست آدمی کا وقف کرنا علی الاولاد ہو یا غیر علی الاولاد وہ صحیح و نافذ ہے، اور وہ جائداد موقوفہ فروخت نہ ہو سکے گی۔ فقط

جو روپیہ دوسروں کے ذمے قرض ہے اس کا وقف صحیح نہیں

سوال: (۳۷) مکان واراضی مشترکہ کا انتقال بہ ذریعہ وقف علی الاولاد جائز ہے یا نہیں؟ اور جس

(۱) امرأة وقفت منزلاً في مرضها –إلى قوله– جاز الوقف في الثلث ولم يجز في الثلثين فيقسم الثلثان بين الورثة على قدر سهامهم (الشامي ۶/ ۴۱۵ كتاب الوقف۔ مطلبٌ في وقف المريض)
(۲) الدر المختار مع الشامي ۱۰/ ۳۱۴ كتاب الوصايا . باب العتق في المرض .
(۳) ردالمحتار على الدر المختار ۶/ ۴۷۰-۴۷۱ كتاب الوقف – مطلبٌ: الوقف في مرض الموت .

طرح ہبہ مشاع جائداد مشترکہ کا جائز نہیں ہے؛ اس قسم کا کوئی اعتراض وقف پر پیدا ہونے کا احتمال ہے یا نہ؟ جو روپیہ جائداد غیر منقولہ کے رہن پر قرض دیا گیا ہے و نیز وہ روپیہ جو دست گرداں (یعنی غیر تحریر شدہ قرض) یا کسی دوسرے ذریعہ سے دوسروں پر قرض ہو وہ وقف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مشاع کا وقف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اس قول کے موافق بعد وقف ہو جانے کے حصہ موقوفہ علیحدہ کر دیا جائے گا، اور تقسیم کر کے اس کو جدا کر دیا جائے گا؛ خواہ یہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ بذریعہ عدالت کے ہو (۱) اور روپیہ جو دوسروں کے ذمہ قرض ہے یا دین ہے؛ اس کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔ (۲) فقط

سرکاری کاغذات میں کسی زمین کو وقف لکھ دینے سے وہ زمین وقف نہیں ہوگی

سوال: (۳۸) اگر خسرہ بندوبست (گاؤں کے کھیتوں اور مکانات کی فہرست) میں کسی اراضی کو وقف لکھ دیا ہو، اور کوئی ثبوت نہ ہو بلکہ اور ثبوت ملکیت ہونے کا ہو، اور مالک اراضی بھی وقف سے منکر ہو تو آیا صرف یہی کاغذ مثبت وقف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: محض خسرہ بندوبست میں کسی اراضی کو وقف لکھ دینے سے وہ اراضی وقف نہ ہوگی، تاوقتیکہ مالک اراضی کا وقف کرنا ثابت و معلوم نہ ہو۔ کما ذکر فی الشامی: عن الخانیة والإسعاف:

---

(۱) کما فی الدر المختار: فلایجوز وقف مشاع یقسم خلافًا للثانی ...... وجعله أبویوسف کالإعتاق واختلف الترجیح والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل "بحر" وفی "الدرر" و"صدر الشریعة" وبه یفتی وأقره المصنف. وفی الشامی: قوله واختلف الترجیح مع التصریح فی کل منهما بأن الفتوی علیه لکن فی الفتح أن قول أبی یوسف أوجه عند المحققین. (الشامی: ۶/ ۴۱۸-۴۲۰ کتاب الوقف) وفیه فإذا تم ...... لا یقسم ...... إلاّ عندهما فیقسم المشاعُ وبه أفتی قارئ الهدایة وغیره، قوله به أفتی قارئ الهدایة حیث قال: نعم تجوز القسمة ویفرز الوقف و یحکم بصحتها (۶/۴۲۱-۴۲۵ کتاب الوقف. قریبًا من قوله مطلبٌ: فی قسمة الواقف مع شریکه)

(۲) وشرطه ...... أفاد أن الواقف لا بدَّ أن یکون مالکًا له وقت الوقف ملکًا باتًا إلخ (۶/۴۱۰ کتاب الوقف — شرائط الوقف)

ادعی علی رجل فی یده ضیعة أنها وقف وأحضر صکًا فیه خطوط العدول والقضاة الماضین، وطلب من القاضی القضاء بذلك الصك قالوا: لیس للقاضی ذلك لأن القاضی إنما یقضی بالحجة والحجة إنما هی البینة أو الإقرار أما الصك فلایصلح حجة لأن الخط یشبه الخط الخ (۱)

جو دوسرے کی زمین میں رہتا ہے وہ اس زمین کو وقف نہیں کرسکتا

سوال: (۳۹) ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی واسطے تعمیر مسجد کے اپنی خوشی ورضامندی سے، پھر اس کو چند لوگوں نے بہکا کر اور لالچ دے کر اپنے ارادہ سے پھیر لیا؛ شخص مذکور بطور رعیت جدی کے آباد تھا: آیا بلا رضامندی مالک زمین کے جس کو ہر وقت آباد ہونے کے بطور نذرانہ حسب دستور ادا کردیا گیا تھا، وہ اس مکان کو وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مالک زمین کے سوا کوئی دوسرا شخص کسی کی زمین کو وقف نہیں کرسکتا، اور وہ مسجد نہیں ہوسکتی، وقف کرنے کے لیے اور مسجد بنانے کے لیے مالک ہونا واقف کا شرط لازمی ہے کذا فی ردالمحتار (۲)

چڑھاوے کی آمدنی وقف نہیں ہوسکتی

سوال: (۴۰) اولاد حضرت شاہ قمیص صاحب کے ایک فریق نے دعویٰ کیا ہے کہ آمدنی چڑھاوا درگاہ حضرت شاہ قمیص صاحب تقسیم کی جاوے، فریق ثانی نے فریق اول کے خلاف اس غرض سے — کہ آمدنی خانقاہ؛ خانقاہ ہی پر صرف ہوا کرے — اپنے بیانات میں آمدنی کو وقف قرار دیا، اس سے پہلے کوئی سند موجود نہیں، عدالت نے مقدمہ فریق ثانی کے موافق کیا، آیا فریق ثانی کے خلاف دوسرے فریق کے کہنے سے وقف ہوسکتی ہے؟ (۱۳۳۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: چڑھاوے کی آمدنی کسی صورت میں وقف نہیں ہوسکتی، اس واسطے کہ وقف کے لیے یہ

---

(۱) ردالمحتار ۶/۴۸۲ کتاب الوقف — مطلبٌ: أحضر صكًا فیه خطوط الخ.

(۲) ومنها الملك وقت الوقف حتی لو غصب أرضًا فوقفها ثم اشتراها من مالکها ودفع الثمن إلیه أو صالح علی مال دفعه إلیه لا تکون وقفًا (الهندیة ۲/۳۵۳ کتاب الوقف — شرائط الوقف)

شرط ہے کہ موقوف کوئی شئ معین ہو، یہاں کوئی معین شئے نہیں، اس واسطے یہ وقف نہیں، بلکہ چڑھاوے کی آمدنی حسب عرف تقسیم کی جاوے گی کما فی الأشباہ: العادة محكمة الخ(۱)

جو مکان بیوی کو مہر میں دے دیا ہے اس کو وقف کرنا صحیح نہیں

سوال: (۴۱) ایک شخص نے ایک قطعہ مکان اپنی اہلیہ کو بہ عوض دَین مہر، چند معزز اشخاص کے روبرو دے دیا، اور پانچ سال کے بعد اس کی اہلیہ طاعون میں مبتلاء ہوئی، اس نے اپنے دو قطعہ مکان معہ اس مکان کے جو زوجہ کو دین مہر میں دے دیا تھا وقف کردیے اور بہ حالت مرض زوجہ کا انگوٹھا لگالیا، عورت کو خبر اور علم نہیں ہوا، عورت کی طرف سے مکان وقف ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۰۲۹ھ)

الجواب: جو مکان وہ شخص اپنی زوجہ کو بہ عوض دین مہر دے چکا ہے، اس کو وقف کرنا صحیح نہیں ہے، اور وہ مکان وقف نہیں ہوا، اور عورت مریضہ کا انگوٹھا لگوانا بہ حالت عدم صحت و ہوش ؟اس مریضہ معتبر نہیں ہے، اور اس کی طرف سے بھی مکان مذکور وقف نہیں ہوا (۲)

موقوفہ جائداد کو دائمی کرائے پر دینا

سوال: (۴۲) ...... (الف) متولی؛ موقوفہ مکانات کو دوامی کرائے پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) اگر دوامی کرایہ نامہ جائز نہیں تو سو دوسو برس کے لیے متولی کو کرایے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۵۶ھ)

الجواب: (الف) دوامی اجارہ مطلقاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اجارہ میں مدت معینہ ہونی چاہیے، اگرچہ مدت طویلہ ہو، اور وقف میں اجارہ طویلہ؛ یعنی اراضی میں تین برس سے زیادہ اجارہ پر دینے کو منع فرمایا ہے، لیکن اگر مصلحت اجارہ طویلہ میں ہو، اور نفع وقف کا اس میں ہو تو عقود مختلفہ کے ساتھ کیا جائے،

---

(۱) الأشباہ والنظائر، ص: ۱۵۰ القاعدة السادسة: العادة محكمة. ومنها عدم الجهالة فلو وقف في أرضه شيئًا ولم يسمه كان باطلاً (الهندية ۲/۳۵۵ شرائط الوقف)

(۲) وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لا بدّ أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ (رد المحتار ۶/۴۱۰ كتاب الوقف– شرائط الوقف) لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير إلا بإذنه (قواعد الفقه، ص: ۱۱۰ دار الكتاب ديوبند)

یعنی ہر ایک عقد اجارہ تین برس کا ہو، اس کے بعد پھر تین برس کا؛ مثلاً اگر تیس برس کا اجارہ ہو تو دس عقد ہوں، اور اس میں بھی اختلاف ہے، پس احوط یہ ہے کہ تین برس سے زیادہ کا اجارہ نہ کرے۔ درمختار میں ہے: ویعلم النفع ببیان المدة الخ، أیّ مدة کانت وإن طالت الخ ولم تزد فی الأوقاف علی ثلاث سنین فی الضیاع، وعلی سنة فی غیرها کما مر فی بابه والحیلة أن یعقد عقودًا متفرقة الخ (۱) (ب) اس قدر اجارہ طویلہ ایک مرتبہ وقف میں جائز نہیں ہے۔ فقط

موقوفہ زمین میں سے کچھ زمین حق دار کو دے دی گئی تو بقیہ زمین کا وقف باقی رہے گا

سوال: (۴۳) ایک شخص نے وقف نامہ لکھا، واقف کے پاس ایسی زمین داری تھی کہ جو ناجائز طریق سے خریدی گئی، اور دیگر زمین داری جائز طریق سے خریدی گئی، دونوں کو ایک وقف نامہ سے وقف کر دیا، عدالت سے ناجائز زمین داری نکل گئی، اور زمین دار برحق کو دلائی گئی، اور جائز زمین داری باقی رہی؛ ایسی صورت میں کل وقف نامہ کالعدم ہو گیا یا کیا حکم ہے؟ (۱۶۰۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسا وقف جائز ہے، اور جو اراضی مستحقین کو دینے کے بعد ملک واقف میں باقی رہے وہ وقف ہو جاوے گی، شامی میں ہے: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن یکون مالکًا له وقت الوقف ملکًا باتًا الخ وینقض وقف استحق بملك أو شفعة الخ (۲) آخری جملہ وینقض الخ سے واضح ہوا کہ جس قدر حصہ دوسرے شخص کا نکلا اور اس پر اس کا استحقاق ثابت ہوا اسی حصے میں وقف ٹوٹے گا، اور واقف کے مملوکہ حصہ کا وقف ہونا باقی رہے گا۔ فقط

وقف میں سے اولاد صغار کے لیے خورد و نوش اور شادی وغیرہ کے بہ قدر لینے کی شرط لگانا

سوال: (۴۴) ایک شخص اپنا ثلث مال اس شرط پر وقف کرنا چاہتا ہے کہ اس کی جو اولاد صغار ہے

(۱) الدر المختار مع الشامی ۹/۸ فی بدایة کتاب الإجارة۔
(۲) ردالمحتار ۶/۴۱۰ کتاب الوقف۔ شرائط الوقف۔

وہ اس مال موقوفہ سے قبل بلوغ و بعد بلوغ اپنے خورد و نوش و شادی وغیرہ میں خرچ کرنے کے لیے لے؛ تو ان کو لینا کیا جائز ہے اور وقف کرنا اس شرط سے جائز ہے یا نہیں؟ (۴۴۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وقف کرنا اس شرط سے جائز ہے، اور حسب شرط واقف متولی کو عمل درآمد کرنا چاہیے، اور یہ وقف علی الاولاد ہو جائے گا، واقف کو چاہیے کہ حصص ان اولاد کے جن کو آمدنی وقف دینا چاہتا ہے مقرر کر دے۔ فقط

وقف نامے میں بیع کی شرط لگانا

سوال: (۴۵) مرض الموت میں جب کہ مریضہ کے ہوش حواس بھی بہ حال تھے، کسی حیلہ سے ڈولی میں ڈال کر بہ ہمراہی ایک عورت عدالت میں لے جا کر اس سے وقف نامہ مرتب کرالیا گیا، اور دوسرے وقف نامہ میں متولی وقف کو حق بیع بھی دیا گیا کہ جس وقت چاہے اسے فروخت کر سکتا ہے؛ آیا یہ وقف صحیح ہے یا باطل اور بطلان وقف کی صورت میں وہ مکان داخل ترکہ ہوگا یا نہ؟ (۲۹۵۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں وقف مذکور شرعاً باطل ہے، کیوں کہ بیع کی شرط وقف کو باطل کر دیتی ہے کما فی الدر المختار: ولا ذكر معه اشتراط بيعه وصرف ثمنه لحاجته فإن ذكره بطل وقفه (درمختار) وفي الشامي في الخصاف: لو قال: على أن لي إخراجها من الوقف إلى غيره أو على أن أهبها وأتصدق بثمنها...... بطل الوقف ...... ولو اشترط في الوقف استبداله صح وسيأتي بيانه الخ (۱) وفي البحر عن الظهيرية: امرءة وقفت منزلاً في مرضها الخ جاز الوقف في الثلث ولم يجز في الثلثين فيقسم الثلثان بين الورثة (۲) (شامی) فقط

وقف میں تا حیات مالک رہنے کی قید لگانا

سوال: (۴۶) ایک شخص کا ایک مکان ہے؛ وہ اس کو اس طریق سے وقف کرنا چاہتا ہے کہ تا حیات میں مالک رہوں، اور میری زوجہ تا حیات اس میں رہے، اس کی دو لڑکیاں ہیں اس کے مرنے کے بعد تمام اثاثہ دونوں لڑکیوں کا ہے اس شرط کے ساتھ وہ وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۹۵۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۱ کتاب الوقف، قبيل مطلبٌ في وقف المرتدّ والكافر.

(۲) الشامی ۶/۴۱۵ کتاب الوقف – مطلبٌ في وقف المريض.

الجواب: صورت مسئولہ میں اس شرط کے ساتھ وقف کیا جا سکتا ہے عورت تا حیات اسی میں رہے، اور اس کے بعد اس کی آمدنی دونوں لڑکیوں کو ملے یا وہ رہیں لیکن وہ اس کو فروخت و ہبہ نہ کر سکیں گی؛ کیونکہ وہ وقف ہے۔ فقط

ناجائز آمدنی سے خریدی ہوئی جائداد کو وقف کرنا

سوال: (۴۷) زید کی جائداد ناجائز کمائی کی ہے، اب وہ اپنے اس پیشہ سے تائب ہو گیا ہے، اور اس جائداد کو وقف کرنا چاہتا ہے؛ تو کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ جائداد ناجائز جائز ہو کر وقف ہو جائے؟ (۴۵۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر ناجائز آمدنی سے زمین اور جائداد خریدی تو وہ خریدنے والا اس زمین و جائداد کا مالک ہو گیا، اگرچہ ملک خبیث ہوئی، پس وقف کرنا اس جائداد کا صحیح و نافذ ہے؛ یعنی وہ جائداد وقف ہو جائے گی (۱) اور جو روپیہ حرام کمائی کا اس نے صرف کیا اس کا ضمان اس پر لازم ہے کہ مالکوں کو یا ان کے وارثوں کو دیوے یا ان سے معاف کرائے (۲)

واقف کی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے

سوال: (۴۸) ایک شخص اپنی جائداد کا ایک جز و یا آمدنی کا ایک جز و ایک مدرسہ و مسجد و دیگر کار ثواب پر وقف کر دیتا ہے، اور بقیہ جائداد اپنے لڑکے بکر کو وقف کر دیتا ہے، اس طور پر کہ بعد بکر کے اس کے ورثاء پر جو شرعاً مستحق ہوں بہ حصہ شرعی جائداد کی آمدنی تقسیم ہوا کرے، اور ورثاء ذکور میں جو سب سے لائق ہو اور دین دار ہو وہی متولی ہوا کرے، اور متولی علاوہ اپنے حصے کے اجرت بھی لیا کرے جو دیگر ورثاء کی رضامندی پر منحصر ہے؛ یہی قاعدہ ہمیشہ جاری رہے، اور درصورت عدم بقاء کسی وارث کے،

---

(۱) وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لا بدّ أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسد (فتاوى ابن عابدين ۶/ ۴۱۰ كتاب الوقف – شرائط الوقف)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم الحديث الخ (مشكوة شريف، ص: ۴۳۵ باب الظلم)

یہ جائداد غرباء مساکین ومساجد ومدرسہ میں صرف کی جائے؛ اور متولی کوئی دین دار شخص ہوگا؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ جو صورت اور جو شرائط اور کیفیت وقف کی اور تولیت کی آپ نے لکھی ہے سب صحیح ہے اور معتبر ہے؛ اس طریق سے وقف کردینا صحیح ہے، فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ مراعاتِ غرضِ واقفین لازم ہے، اور واقف جو شرائط کرے وہ معتبر ہوتی ہیں، لہٰذا اس میں اور کسی ترمیم کی حاجت نہیں ہے۔(۱)

سوال: (۴۹) ایک شخص نے جائداد وقف کی، اور اپنے لڑکے کو متولی بنایا، وہ لڑکا اب متولی موجود ہے، اور واقف نے یہ شرط لکھی کہ آئندہ بھی میری نسل سے اولادِ ذکور متولی ہوں گے بہ شرطیکہ مجمع کثیر اہل برادری کا اس کو قابل تولیت تسلیم کرے۔ یہ مجمع متعین نہیں کیا کہ کہاں کے رہنے والے مراد ہیں؛ ایسی غیر معین شرط شرعاً معتبر ہے یا نہ؟ اور ایسی شرط پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ برادری میں نزاعات بہت ہیں۔ (۱۶۰۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ امر تو مسلم اور مصرح ہے کہ جب تک اقارب واقف میں سے کوئی شخص لائق تولیت موجود ہو تو اسی کو متولی مقرر کیا جاوے، جیسا کہ سوال اول میں گذرا، اور یہ بھی تصریح ہے کہ شرائط واقف کی رعایت ضروری لازمی ہے، پس جو شرط واقف نے کی کہ آئندہ بھی واقف کی اولادِ ذکور میں سے جو لائق تر ہو اس کو متولی مقرر کیا جاوے؛ یہ شرط واقف کی معتبر ہے، اور واجب العمل ہے، اور ظاہر ہے کہ اس انتخاب کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں کہ یا حاکم اس کو متعین کردے یا کثرت رائے سے وہ منتخب ہو، اس لیے اس شرط کی بھی رعایت کی جاوے گی: یعنی اولادِ ذکور واقف میں سے جس شخص کو کثرت سے اہل برادری لائق تر سمجھیں اس کو متولی مقرر کیا جاوے، اگر اس میں اختلاف کا خوف ہو تو کسی کو حکم مقرر کرلیا جاوے، اور اس کے فیصلہ کو واجب العمل سمجھیں قال في الدر المختار: شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به الخ (۲)

---

(۱) صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبةٌ (الشامی۶/۵۲۱ مطلبٌ: مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ) قولهم: شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (الدر المختار۶/۵۰۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في قولهم شرط الواقف كنص الشارع)

(۲) الدر المختار مع الشامی۶/۵۰۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

سوال: (۵۰) احمد حسن نومسلم پسر لالہ مرلی دھر جین اگروال ساکن دیوبند نے بہ موجودگی بہت سے اشخاص بطیب خاطر قبل از وفات کہا تھا کہ میری جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ بعد میری وفات کے وقف فی سبیل اللہ رہے گی، اور سردست اس کے منتظم اور متولی ''ڈاکٹر شیخ عظیم الدین'' نائب صدر خلافت دیوبند رہیں گے، اور حسب رائے مسلمانوں کے، محاصل جائداد صرف ہوگا، اور آئندہ حسب صواب دید مسلمانوں کے ردوبدل وصرف آمدنی جائداد موقوفہ وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا؛ کیا متوفی کا ایسا کہنا شرعاً داخل وقف واقعی ہے، اور متوفی کی حقیت وقت وفات سے موقوفہ ہے، اور مسلمان اس کے انتظامات کے مجاز ہیں یا نہ؟ (۲۳۲۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ، احمد حسن صاحب متوفی نومسلم کی وقف فی سبیل اللہ ہوگئی، اب اس میں کسی کو بیع ورہن وغیرہ کا اختیار نہیں ہے، جیسا کہ یہ جملہ مشہور ہے اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے کہ اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (۱) یعنی شئے موقوفہ اور جائداد موقوفہ کسی کی ملک میں نہیں رہتی، اور کوئی تصرف مالکانہ اس میں جائز نہیں ہوتا، اور حسب تصریح واقف متولی اور منتظم جائداد موقوفہ کے ''ڈاکٹر عظیم الدین صاحب'' رہیں گے، اور جائداد موقوفہ چوں کہ وقف کرنے کے بعد ملک واقف سے خارج ہوگئی اس لیے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی (۲)

واقف کی شرائط پر عمل کرنا ضروری ہے

سوال: (۵۱)...... (الف) بعض جائداد محض ورثاء حاجت مند کو اپنی حیات میں دینا اور ورثاء مستطیع کو نہ دینا، اور بعض وقف فی سبیل اللہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(ب) زید کی ایک دختر اور ایک بھائی اور ایک بہن ہیں؛ زید چاہتا ہے کہ اپنی جائداد وقف علی النفس وعلی الاولاد کروں، اور اس کا منافعہ بعد وفات صرف اس کی دختر، اور اس کی اولاد اور اولادِ اولاد کو پہنچتا رہے، بھائی وبہن جو غیر حاجت مند ہیں، ان کو دینا نہیں چاہتا ہے؛ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) فإذا تم ولزم لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (تنویر الأبصار مع الشامی ۴۲۱/۶ کتاب الوقف)

(۲) قولہ علی حکم ملک اللہ تعالی قدر لفظ الحکم لیفید أن المراد أنہ لم یبق علی ملک الواقف الخ (رد المحتار ۴۰۸/۶ فی بدایۃ کتاب الوقف) وفیہ: شرائط الواقف معتبرۃ إذا لم تخالف الشرع (۴۱۲/۶ کتاب الوقف)

(ج) وقف نامہ فی سبیل اللہ میں اگر لکھا جائے کہ متولی ما بعد، جملہ مصارف سے پیشتر، آمدنی جائداد موقوفہ سے فدیہ قضائے صوم وصلاۃ تعداد اتنا ذمگی مقر، ادا کرے گا، اور حج بدل مقر کی طرف سے کرائے گا، اس کے بعد آمدنی مصارف وقف میں خرچ ہوتی رہے گی، یہ تحریر قابل نفاذ و پابند متولی کی ہے یا نہیں؟ (۱۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف، ب) بعض وارثوں کو دینا اور بعض کو نہ دینا برا ہے، اس کو حدیث میں جور فرمایا ہے جیسا کہ جملہ لا أشهد على جور (۱) اس پر دال ہے؛ باقی جو حصہ جائداد کا کل یا بعض وقف کیا جائے، یہ درست ہے؛ اور وقف علی النفس وعلی الاولاد واولادِ اولاد جائز ہے۔

(ج) شرائط واقف قابل عمل ہوتی ہیں لہٰذا جو شرائط واقف نے کیں بہ نسبت ادائے فدیہ صوم و صلاۃ وحج وہ نافذ ہوں گی، اور پوری کی جائیں گی۔

واقف کا یہ شرط لگانا کہ ''جب تک میں زندہ رہوں گا وقف کی آمدنی اپنے خرچ میں لایا کروں گا''

سوال: (۵۲) وقف میں یہ شرط بڑھالینا'' کہ جب تک میں زندہ رہوں اس وقف کی آمدنی خواہ کل یا نصف یا تہائی مثلاً میں اپنے خرچ میں لایا کروں گا'' یہ درست ہے یا نہیں؟ (۳۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط

غیر شرعی اور جعلی وقف نامے کا حکم

سوال: (۵۳) چند خودغرض غیر خاندانی اشخاص کا بہ عدم موجودگی وارث جائز شرعی؛ کسی مسماۃ بیوہ سے مرضِ موت میں بہ حالت سکرات و بے ہوشی اس کے جمیع ترکہ کا وقف نامہ کرالینا، یا بعد الموت جعلی طریقہ سے کسی اور مسماۃ کو پردے میں بٹھلا کر اس مسماۃ متوفیہ کی جانب سے فرضی طریقہ سے رجسٹری کرا کر وقف نامہ کی تکمیل کرالینا کیسا ہے؟ اور یہ وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور ایسا کرنے والوں کے لیے کیا

(۱) عن النعمان بن بشير رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال: فكلهم أعطيت مثل هذا قال: لا، قال: فلا أشهد على جور (الصحيح لمسلم ۳۷/۲ كتاب الهبات – باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة)

حکم ہے؟ اور ایسے وقف کی آمدنی کارخیر میں صرف ہوگی یا وارثوں کو ملے گی؟ (۱۱۸۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: سکرات اور بے ہوشی کی حالت میں کوئی تصرف نافذ نہیں ہوتا، پس صورت مسئولہ میں مسماۃ سے وقف نامہ پر جو دستخط کرائے گئے وہ شرعًا کالعدم ہیں، اس کے تمام ترکہ کے مالک شرعی حیثیت سے اس کے وارث ہیں، ان کی اجازت کے بغیر مسجد اور کسی کارخیر میں کچھ صرف نہیں کیا جا سکتا، اور جن لوگوں نے اس جعلی وقف نامے کو شرعی بنانا چاہا ہے وہ سب گنہ گار ہوئے، جس میں اصل بانی اور شہادت دینے والے سب شریک ہیں، البتہ یہ مسماۃ اگر بہ حالت درستگی ہوش و حواس وقف نامے پر دستخط کردیتی تو پھر اس کا اجراء تہائی مال میں ہوتا، بقیہ کے پھر بھی ورثاء ہی مالک تھے۔ فقط

وقف شدہ پانی کے نل میں خرابی پیدا ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال: (۵۴) ایک پانی کا نل وقف ہے، واقف نے زید کے مکان میں لگوادیا تھا کہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے لیے صبح و شام دیگر اہل محلہ کے لیے بھی کھول دیا جائے، اس پر عمل درآمد ہوتا رہا، مگر اب اس میں کچھ خرابی آ گئی ہے؛ یعنی نل میں، اگر ایک لوٹا پانی کا ڈالا جائے تب پانی آتا ہے، اور بہت جلد پانی اتر جاتا ہے؛ اس صورت میں کوئی اہل محلہ پانی نہیں بھر سکتا، کیونکہ ایک لوٹا پانی کا ہمراہ لانا محال ہے تو اب اس نل کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۶۴۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حسب شرط واقف صبح و شام کھول دینا چاہیے، کوئی پانی بھرے، یا نہ بھرے، جو کوئی لوٹا پانی کا ہمراہ لاوے گا وہ بھر لے گا۔ فقط

اموال موقوفہ میں سے چُرائے ہوئے روپے کا ضمان لازم ہے

سوال: (۵۵) زید ایک جائداد موقوفہ کا متولی ہے، اور اس کی آمدنی کو غاصبانہ طور سے کھا رہا ہے، اس جائداد کی آمدنی میں سے عمر نے جو کہ ملازم انتظام موقوفہ کا ہے، کچھ روپیہ چرایا؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۷۷۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عمر کے ذمے ضمان اس روپے کا جو اس نے چرایا لازم ہے، اور عنداللہ وہ گنہ گار و ماخوذ ہے، توبہ کرے، اور روپیہ چرایا ہوا واپس کرے؛ متولی اگر خیانت مال وقف میں کرتا ہے تو اس کا مؤاخذہ اس پر ہے، اور اس کا متولی رکھنا جائز نہیں ہے۔

تجارت میں لگائے ہوئے اوقاف کے مال میں نقصان ہوجائے تو نفع کی طرح نقصان بھی اس مال میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۵۶) زید نے اپنے مال کا تہائی حصہ بہ قصد حسنات جاریہ ودیگر کار خیر کے لیے جدا کیا اور خود متولی رہا اور یہ بھی لکھا کہ اس کی آمدنی تجارت میں لگائی جائے تاکہ نفع ہو؛ چنانچہ متولیوں نے اس کو تجارت میں لگایا ایک دفعہ نفع ہوا دوسری بار نقصان ہوا تو آمدنی مذکورہ کو نقصان لاحق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۰۷۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں جیسا کہ نفع اس روپے کو پہنچا نقصان بھی اس پر پڑے گا؛ کیوں کہ یہ کام تجارت کا بہ اجازت کیا گیا ہے۔

وقف کے مصارف میں ردو بدل کرنا

سوال: (۵۷) حاجی جلال شاہ نے ایک دکان وقف کی، کرایہ دکان بیس روپے تھا، اس میں دو روپے پھوپی صاحبہ کو ـــــ کیونکہ یہ بیوہ ہیں ـــــ دیتے رہے، اور ایک روپیہ حاجی محمد طالب علم کو، اور چودہ آنہ حجرہ اور مدرسہ میں، اور باقی ماندہ حاجی جلال شاہ کی ہمشیرہ کو پہنچاتے رہے؛ اور یہ خدمت حاجی محمود صاحب گھی والے کے سپرد تھی، اب عرصہ کے بعد اس کا انتظام مولوی محمد عثمان کے حوالہ کردیا، مولوی صاحب موصوف بدستور سابق سب کو وظیفہ مقررہ پہنچاتے رہے، اب حاجی جلال شاہ نے لکھا ہے کہ حاجی محمد اور پھوپی صاحبہ کا وظیفہ بند کردیں، اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۱۴۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر واقف نے مصارف مذکورہ مقرر کردیے تھے تو بلا کسی وجہ کے اس کا خلاف کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ عبارت درمختار: من سعی فی نقض ماتم من جهته فسعيه مردود عليه (۱) سے واضح ہے، اور شرط واقف مثل نص شارع کے ہے، اس کا خلاف کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر واقف نے یہ شرط کی ہے کہ تاحیات متولی میں خود رہوں گا، اور مجھ کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہوں صرف کروں، تو پھر اس کو تغیر وتبدل کا اختیار ہے۔

(۱) الدر المختار مع الرد ۵۰۳/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ: من سعى في نقض ماتم الخ.

موقوفہ زمین کے درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں

سوال: (۵۸) مسمیان زید وبکر نے اپنے خرچ سے مسجد تیار کی، صحن مسجد پختہ بلا چہار دیواری ہے، مسجد کے ہر چہار اطراف صحن، اور پچھم کی دیوار سے کچھ دور ہٹ کر احاطہ خام زمین میں ہے؛ صحن اور احاطہ کے درمیان افتادہ زمین میں زید وبکر نے درختان انبہ وغیرہ نصب کیے ہیں، اور تا حین حیات درختوں پر قابض ومتصرف رہے، بعد وفات زید، ان کے فرزند مسمی خالد دس سال سے؛ اور بعد وفات بکر، ان کے بھانجے و جانشین وموہوب الیہ مسمّی عمر عرصہ چار سال سے بدستور سابق قابض ومتصرف رہے، امسال تمام مسلمانان دیہہ نے ان درختوں پر قبضہ وتصرف سے خالد وعمر کو روکا، اور دعوی کرتے ہیں کہ یہ درخت مسجد کے لیے وقف ہیں، اب فرمائیے کہ احاطہ مسجد کے اندر جو درخت ہیں ان پر خالد و عمر کا قبضہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۱/۳۳-۱۳۳۲ھ)

الجواب: جو زمین احاطۂ مسجد میں ہے؛ ظاہر ہے کہ وہ وقف ہے؛ اور وقف میں جو درخت ہیں وہ بھی حکم وقف میں ہیں، تصرف کرنا ان میں کسی کو درست نہیں ہے: ان درختوں کی آمدنی مسجد میں صرف کرنی چاہیے۔ غرس فی المسجد أشجارا تثمر إن غرس للسبیل فلکل مسلم الأکل وإلّا فتُباع لمصالح المسجد، قوله وإلا أی وإن لم یغرسها للسبیل بأن غرسها للمسجد أو لم یعلم غرضه بحرعن الحاوی (۱) (شامی)

موقوفہ جائداد میں مالکانہ تصرف کرنا

سوال: (۵۹) قبرستان ومساجد وتکیہ جہاں قبریں بنی ہوئی ہیں، اور اب بھی بنتی ہیں کیا یہ تینوں وقف ہیں؟ (۱۷۵/۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ چیزیں وقف ہیں، اور وقف میں کسی قسم کا تصرف مالکانہ درست نہیں ہے اَلْــوَقْفُ لایُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدرمع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقہ کا مشہور مسئلہ ہے۔

سوال: (۶۰) ایک بزرگ نے یہ وصیت کی کہ کل اراضی میں سے ایک چوتھائی برائے خرچ مسجد وروضہ للہ ماتحت ''س، ن'' سجادہ نشین کے رہے گی: یعنی ''س، ن'' کی ملکیت تصور ہووے، اور باقی تین

(۱) الدر المختار والشامی ۶/۵۰۷ کتاب الوقف — مطلبٌ: استأجر دارا فیها أشجارٌ .

چوتھائی ہر سہ پسران کی ملکیت ہوگی۔ کیا متذکرہ بالا حصہ اراضی کا ''س، ن'' کی ملکیت ذاتی ہوگی، اور اس کے بعد اس کی اولاد کو تقسیم ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۴۳۶ھ)

الجواب: موصی نے ایک چوتھائی اراضی جو برائے خرچ مسجد وغیرہ معین کی؛ تو یہ مقدار برائے خرچ مسجد و روضہ وقف ہوگئی، پس ''س، ن'' اس کے متولی ہوں گے، اراضی مذکورہ موقوفہ یعنی ایک چوتھائی ان کی ملک نہ ہوگی، اور ان کے بعد ان کے ورثہ کو تقسیم نہ ہوگی، بلکہ ان کے بعد جو کوئی متولی اور سجادہ نشین ہوگا، وہ اس کے قبضہ میں اسی حیثیت سے رہے گی کہ وہ اس کی آمدنی کو مسجد اور روضہ پر خرچ کرتا رہے، اس میں ملکیت کسی کی نہ ہوگی، اور تصرف مالکانہ کسی کا اس میں صحیح نہ ہوگا؛ کیونکہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف)

سوال: (۶۱) تین بھائی اور بہنیں تھیں؛ تینوں بھائی ایک اراضی وقف مسجد کو اپنی حیات تک مسجد پر صرف کرتے رہے، بعد فوت ہونے ان بھائیوں کے، ان کے ورثہ نے اپنی ملک قرار دے کر، تقسیم حصہ کر کے، بہ ذریعہ بیع و رہن خورد و برد کر لیا، اور قابض ہیں؛ اول تو وہ ملک نہیں تھی، اور جب کہ ایسا مان کر یہ کیا گیا تو یہ دونوں بہنیں یا ان کے ورثا اس میں حصہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ (۵۳۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اراضی موقوفہ مسجد پر کسی کا مالکانہ تصرف درست نہیں ہے، اور اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے؛ اس کو بدستور وقف کی حالت میں چھوڑنا چاہیے۔ فقط

موقوفہ اراضی کی تقسیم درست نہیں

سوال: (۶۲) زمینات کی تقسیم جائز ہے؟ یا جو آمدنی اس سے آتی ہے خرچ اخراجات وضع کر کے اس کو تقسیم کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۸۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اوقاف میں آمدنی کی تقسیم موافق شرط واقف کے ہوتی ہے، اراضی کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔

واقف کا بیٹا وقف شدہ مکان کو واپس نہیں لے سکتا

سوال: (۶۳) زید نے بہ خیال نفع اخروی ایک مکان کا زر کرایہ بلاتحریر کسی وقف نامہ کے ایک کار خیر میں دینا اختیار کیا، اور چندے متولی صاحب کار خیر نے زر کرایہ مذکور وصول کیا، لیکن بعد انتقال زید اس

کے بیٹے بکر نے مکان مذکور متولی کار خیر سے واپس اپنے قبضہ وتصرف میں لے لیا، متولی نے کوئی مزاحمت نہیں کی، مگر بکر نے دوروپے ماہوار چندہ دینا مقرر کیا، اورادا نہیں کیا، اس صورت میں مکان مذکور وقف ہوا یا نہیں؟ اگر وقف ہوگیا تو قبضہ بکر کے متعلق کیا حکم ہوگا؟ (۱۵۷۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں مکان مذکور وقف ہے وہ کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوسکتا لأنَّ الوقف لا يُملكُ وَلا يُملَّكُ (درمختار مع شامی ۶/۴۲۱) اور قبضہ مالکانہ زید کے وارثوں کا اس پر صحیح نہیں ہے شامی میں ہے: فرع: يثبت الوقف بالضرورة وصورته ان يوصى بغلة هذه الدار للمساكين الخ فان الدار تصير وقفا بالضرورة الخ (۱)

وقف کر کے اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں

سوال: (۶۴) مسماۃ عظیمن بنت شیخ نبی کریم نے اپنی حیات میں اپنا دین مہر اپنے شوہر شیخ محمد مصطفیٰ کو معاف کردیا، بعد ممات مسماۃ مذکورہ کے شیخ نبی کریم نے اپنی بیٹی کے دین مہر کی نالش محمد مصطفیٰ پر دائر کرنا چاہا، چونکہ مصطفیٰ نے مسماۃ مرحومہ سے کوئی دستاویز نسبت معافی دین مہر کے مکمل نہیں کرائی تھی، اس لیے بہ خیال بچانے اپنی جائداد کے نالش سے اپنی کل جائداد کو حتی کہ مکان سکونتی کو بھی مصلحتاً مسجد میں وقف کردیا، اور خود متولی بنے، جب فریقین میں صلح ہوگئی تب مصطفیٰ نے ایک دستاویز تنسیخ نامہ واسطے رد کرنے وقف نامہ مذکور کے، مکمل کی، پس یہ تردید شرعاً جائز ہوئی یا نہیں؟ (۴۰۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: رجوع کرنا وقف سے صحیح نہیں ہے، کل جائداد جو شخص مذکور نے وقف کی وہ وقف ہوگئی، اب ہمیشہ کو وقف رہے گی۔ في الدر المختار: فإذا تم ولزم لا يُملَكُ وَلا يُملَّكُ ولا يعار ولا يرهن الخ وفي الشامي: قوله لايملك أى لايكون مملوكاً لصاحبه ولايملك أى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه الخ (۲) (شامي) وفيه أيضًا: قوله وجعله أبو يوسف كالإعتاق فلذلك لم يشترط القبض والإفراز الخ أى فيلزم عنده بمجرد القول كالإعتاق الخ (۳) (شامی: ۳/۳۶۵) وفي الفتح: أن قول أبي يوسف أوجه

(۱) ردالمحتار ۶/۴۰۹ كتاب الوقف – مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة.

(۲) الدرمع الرد ۶/۴۲۱ كتاب الوقف – مطلبٌ مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة.

(۳) الدر والرد ۶/۴۱۹ كتاب الوقف – مطلبٌ في الكلام على اشتراط التأبيد.

عند المحققین (شامی)(۱) وفی الدر المختار: والأخذ بقول الثانی أی أبی یوسفؒ أحوط وأسهل وفی الدرر وصدر الشریعة وبه یفتی وأقره المصنف(۱)

سوال: (۶۵) ایک شخص نے اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کیا، اور دستاویز تحریر کر کے رجسٹری کرادی، اور خود تا حین حیات متولی بنا، پانچ ماہ کے بعد اس وقف سے رجوع کرنا چاہتا ہے کیا وقف کر کے رجوع کرنا درست ہے؟ (۴۸۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وقف کر کے اس سے رجوع کرنا درست نہیں ہے، اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: لایجوز الرجوع عن الوقف الخ (۲)

سوال: (۶۶) مالک کا بیان کہ جس میں وہ جنازہ گاہ کو دوسرے مقدمہ میں مانتا ہے، کیا اثر رکھتا ہے؟ اس اراضی جنازہ گاہ کا وقف ہونا متصور ہے یا نہ؟ مالک کہتا ہے کہ میں نے وقف نہیں کیا اس واسطے وقف نہیں، حالاں کہ عرصہ دس سال سے بموجب اندراج کاغذات مال مسجد جنازہ گاہ درج ہوتے چلے آئے ہیں، اور عوام الناس کے زیر استعمال نماز جنازہ رہی، اور اذان وغیرہ بھی ہوتی رہی ہے، اور اب محض اہل ہنود کے ہاتھ فروخت کرنے کی غرض سے اس کو مسمار کر دیا گیا ہے؟ (۱۹۳۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مالک کا اس اراضی کو دوسرے مقدمہ میں جنازہ گاہ تسلیم کرنا، اس کے وقف ہونے کو ثابت کرتا ہے، اور بعد اس کے کہ جنازہ گاہ ہونا اس اراضی کا مسلم ومعمول بہ ہو چکا ہے، اور مالک نے دوسری جگہ اس کو تسلیم کرلیا ہے؛ تو اب یہ کہنا مالک کا کہ یہ جنازہ گاہ وقف نہیں ہے، اور میں نے اس کو وقف نہیں کیا رجوع عن الوقف ہے جو شرعاً صحیح نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۶۷) زینب نے اپنا حصۂ جائداد کہ جو حق زوجیت میں پہنچا تھا بنام مسجد وقف کر دیا، مگر چند روز کے بعد بہ اغواء اپنے بھتیجے کے نام ہبہ کر دیا؛ اب مسماۃ وقف سے انکار کرتی ہے تو یہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: رجوع کرنا وقف سے جائز نہیں ہے، اور بعد وقف ہو جانے کے جائداد موقوفہ، واقفہ کی، یا کسی کی ملک نہیں ہو سکتی جیسا کہ کتب فقہ میں ہے: اَلْـوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۴۲۱/۶ کتاب الوقف)

(۱) الدر والشامی ۶/۴۲۰-۴۲۱ کتاب الوقف – مطلبٌ مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ.
(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۵۳۶ کتاب الوقف – مطلبٌ لا یجوز الرجوع عن الشروط.

وقف کا انکار معتبر نہیں

سوال: (۶۸) اگر چند اشخاص مصلحتاً اپنی جائداد کو وقف کردیویں اور جائداد مشاع ہو، بعض شریک بوجہ عدم رضاء دستخط نہ کریں، اور وقف کے احکام جاری نہ ہوئے ہوں، تو صرف ایسا اقرار لکھ دینے سے جائداد وقف ہوسکتی ہے؟ باوجودیکہ مقران بعد لکھ دینے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے صرف دفع شر کے لیے وقف لکھا تھا؛ شرعاً کیا حکم ہوگا؟ (۳۷۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں مفتی بہ قول کے موافق وقف صحیح ہوجاوے گا اور وقف ہونا اس کا مسلم ہوگا؛ انکار، ان منکرین کا معتبر نہ ہوگا۔ فقط

موقوفہ مکان واقف کو واپس دینا درست نہیں

سوال: (۶۹) نتھو نے ایک قطعہ کا وصیت نامہ تحریر کیا جس میں مکان وقف کیا ہے کہ جب تک نتھو زندہ ہے مکان کا مالک وقابض رہے گا، مگر رہن وبیع کا مجھ کو اختیار نہ ہوگا، بعد میرے پنچایت قبرستان کے واسطے اراضی خرید کریں، اس مکان کو فروخت کرکے اراضی خریدیں، یا اور مسجد کے کار خیر میں صرف کریں، بعد تحریر وصیت نامہ مجھ کو یا میرے وارثان کو مکان سے کچھ واسطہ وتعلق نہ ہوگا؛ اب نتھو بیماری سے شفایاب ہوگیا، اور چاہتا ہے کہ مکان واپس مل جائے اگر یہ مکان اس کو واپس دے دیا جائے تو کیسا ہے؟ (۸۰۴/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکان مذکور موافق وصیت مذکورہ کے وقف ہوگیا؛ واپس دینا واقف کو درست نہیں ہے۔

موقوفہ کتابوں کو واپس لینا صحیح نہیں

سوال: (۷۰) زید نے چند کتابیں کسی مدرسہ میں وقف کیں، اور کتابوں پر مہر مدرسہ کی کردی، بعد کچھ ایام کے واقف کا جھگڑا اہل مدرسہ کے ساتھ ہوجانے کی وجہ سے واقف نے کتب مذکورہ کو کتب خانہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں رکھا، پھر چند یوم کے بعد ان کو اپنے دوست کے پاس امانت رکھا؛ آیا صورت مسئولہ میں کتابوں کا مدرسہ سے لوٹانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وقف کردینے کے بعد وہ کتابیں اس شخص کی ملک سے نکل گئیں، اور اب اس کو حق

واپس لینے کا نہیں رہا۔ کما فی عامة کتب الفقه: فإذاتم ولزم لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ ولایعار ولایرهن فبطل شرط واقف الکتب الرهن الخ(۱) وفی الشامی: وإذا وقف کتبًا وعین موضعها فإن وقفها علی أهل ذلك الموضع لم یجز نقلها منه لالهم ولالغیرهم وظاهره أنه لایحل لغیرهم الانتفاع بها وإن وقفها علی طلبة العلم فلکل طالب الانتفاع بها فی محلها وأما نقلها منه ففیه تردد الخ(۲) (شامي) فقط

وقف کی تنسیخ کا کسی کو اختیار نہیں

سوال: (۷۱) متولی مابعد کو جائداد موقوفہ کی واپسی جائز ہے یا نہیں؟ اور متولی کو وقف نامے کی تنسیخ کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۷۴۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف کی تنسیخ کا کسی کو اختیار نہیں ہے؛ نہ واقف کو اور نہ کسی متولی مابعد کو۔

غصے کی حالت میں وقف کردہ جائداد کا حکم

سوال: (۷۲) زید نے تنہا کل جائداد کو بیماری وغفلت اور غصہ کی حالت میں مدرسہ کے لیے وقف کر دیا، اور لڑکی موجودہ کے حصہ کا کچھ لحاظ نہ کیا؛ اس حالت میں وقف نامہ کہاں تک صحیح ہے؟ چونکہ زید سے غلطی ہوگئی ہے، وہ لڑکی کا حصہ دینا چاہتا ہے؛ اس لیے ایسی صورت میں لڑکی کو حصہ پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وقف ایسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ زید نے اپنی جائداد کو وقف کر دیا، اور عمل درآمد وقف کا ہوگیا؛ تو یہ وقف صحیح ونافذ ہوگیا اب اس میں میراث جاری نہیں ہوسکتی، اور زید کو یا اس کے ورثاء کو اس جائداد موقوفہ میں تصرف کرنے کا کچھ اختیار شرعًا نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: فإذا تم ولزم لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ ولایعار ولایرهن الخ شامی میں ہے: قوله لایملك أی لایکون مملوکًا لصاحبه ولایملك أی لایقبل التملیك لغیره بالبیع ونحوه الخ (۳) اور جب کہ وقف مذکور صحیح ونافذ ہو چکا ہے تو زید کی

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف – قبل مطلبٌ فی شرط واقف الکتب أن لا تعار إلا برهنٍ. (۲) الشامی ۶/۴۳۷ کتاب الوقف – مطلب فی نقل کتب الوقف من محلها.

(۳) الدر المختار والشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف – مطلبٌ مهمٌ: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ.

لڑکی کا اس میں کچھ حصہ شرعاً نہیں ہے؛ البتہ اگر کچھ اور جائداد زید کے پاس علاوہ جائداد موقوفہ کے ہے تو اس میں سے زید کی لڑکی کو حصہ شرعی ملے گا۔ فقط

مرض موت میں اپنی جائداد وقف کرنا

سوال: (۷۳) اگر کسی نے مرض الموت میں یہ کہا ہو کہ میری جائداد مصرف خیر میں صرف ہو، اور متولی بھی متعین کر دیا ہو، اور گواہ بھی موجود ہوں تو آیا تمام وقف ہو جائے گی یا ثلث؟ (۱۲۰۶-۱۳۴۰ھ)

الجواب: متولی کا مقرر کرنا اس کام کے لیے کہ مصارف خیر میں آمدنی اس جائداد موصی بہا کی صرف کرے؛ دلیل اس امر کی ہے کہ غرض موصی کی وقف کرنا ہے، لہٰذا ایک ثلث جائداد کا وقف ہو گیا، متولی مذکور اس کی آمدنی کو مصارف خیر میں صرف کرے، اور وارثوں کو اس ثلث میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے، درمختار میں ہے: **ورکنہ الألفاظ الخاصة الخ** شامی میں اس کے تحت میں نقل کیا ہے: **ومنها ما فی الفتح حیث قال: فرع یثبت الوقف بالضرورة وصورته أن یوصی بغلة هذه الدار للمساکین أبدًا الخ**(۱) (۳/۳۵۹)

مرض موت میں وقف کرنے کا حکم

سوال: (۷۴) مساۃ لاڈو بیگم کے ورثاء میں ایک حقیقی بہن، اور دوسری بہنوں کی اولاد موجود ہے، مساۃ لاڈو بیگم بیمار ہوئی، اور بہ حالت بیماری اپنی جائداد غیر منقولہ کو وقف علی الاولاد کیا، اور وقف نامہ تحریر کر دیا، اور وقف نامہ پر مساۃ نور بیگم بہن حقیقی کا انگوٹھا بھی لگوالیا، اور نور بیگم نے کچھ انکار نہیں کیا، اسی بیماری میں لاڈو بیگم فوت ہوگئی، کچھ دنوں بعد اس کی بہن نور بیگم نے عدالت میں درخواست دی کہ میں اپنی بہن لاڈو بیگم کی وارث ہوں، اور وقف نامہ پر انگوٹھا لگانے سے میرا حق ساقط نہیں ہوا، میں بعد وفات لاڈو بیگم کے، مستحق ترکہ کی ہوئی ہوں، اور مسمی امیر محمد خاں نے جو بہن کا نواسہ ہے، اور نصف آمدنی جائداد موقوفہ علی الاولاد کی واقفہ نے اس کے لیے لکھ دی ہے، وہ کہتا ہے کہ لاڈو بیگم واقفہ کی جائداد میں میرا نصف حصہ ہے وہ علیحدہ اور تقسیم کر دیا جائے؛ یہ دعوی تقسیم کا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) ردالمحتار: ۶/۴۰۹ مطلب: قد یثبت الوقف بالضرورة .

(الف) لاڈو بیگم کی جائداد کی وارث اس کی بہن نور بیگم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) نور بیگم نے جو لاڈو بیگم کے وقف نامہ پر انگوٹھا لگا یا اس سے وہ لاڈو بیگم کی جائداد سے محروم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ج) باقی ورثاء کا بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟

(د) لاڈو بیگم کا تصرف اپنی جائداد میں بہ حالت مرض الموت جائز ہوا یا نہیں؟

(ھ) امیر محمد خان جس کو واقفہ نے نصف آمدنی کا بطور وقف علی الاولاد مستحق کیا ہے؛ جائداد مذکورہ کی تقسیم کرانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

(و) واقفہ نے وقف نامہ میں لکھ دیا ہے کہ میرے فوت ہونے کے بعد ہر ایک فریق آپس میں جائداد کو تقسیم کرلیں، اور اپنے اپنے حصے پر قابض ہو جاویں تو جائداد موقوفہ کو تقسیم کر کے فریقین قابض ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸۳۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف-و) مرض الموت کے وقف کا حکم وصیت کے مثل ہے؛ کہ اگر ورثہ راضی نہ ہوں تو ایک ثلث میں صحیح و نافذ ہوگا، اور دو ثلث ورثہ کو ملے گا، اور وارث اس صورت میں صرف لاڈو بیگم کی حقیقی بہن نور بیگم ہے، اس کے سواء سب ذوی الارحام ہیں؛ جو کہ ذوی الفروض کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں؛ اور نور بیگم کا عذر صحیح ہے، وصیت میں ورثہ کا بہ حیات موصی راضی ہو جانا معتبر نہیں ہے، بعد مرنے مورث کے وارثوں کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وصیت کل کو جائز رکھیں یا نہ رکھیں قال في الدر المختار: إعتاقه ومحاباته و هبته ووقفه الخ كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث الخ قوله حكمه كحكم وصية أي من حيث الاعتبار من الثلث الخ (۱) (ردالمحتار ۴۳۵/۵) وأيضًا في الدر المختار: إلا أن تجيز ورثته بعد موته ولا تعتبر إجازتهم حال حياته أصلاً بل بعد وفاته (۲) (درمختار) اور علاوہ بریں نشان انگوٹھا لگا دینا یا نام لکھنا وقف نامہ پر دلیل رضا شرعاً نہیں ہے۔

پس جب کہ معلوم ہوا کہ ایسا وقف ایک ثلث میں جاری ہوتا ہے، لہٰذا اس ایک ثلث کو علیحدہ کر کے متولی کے سپرد کیا جائے، اور اس کو موافق شرط وقف نامہ صرف کیا جاوے، اور جس قدر حصہ یعنی ایک

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۳۱۴/۱۰ كتاب الوصايا – باب العتق في المرض.

(۲) الدر المختار شرح تنوير الأبصار مع الشامي ۲۷۹/۱۰ في أوائل كتاب الوصايا.

ثلث جو وقف ہوگیا وہ کسی کی ملک اور قبضہ میں نہ دیا جاوے گا موافق قول مشہور اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (۱) (درمختار) لہٰذا مسمی امیر محمد کا دعویٰ تقسیم جائداد موقوفہ کا صحیح نہ ہوگا، اگرچہ واقفہ نے ایسا لکھ دیا ہو بلکہ جائداد موقوفہ متولی کے قبضہ میں رہے گی، اور آمدنی اس کی موافق شرط واقفہ کے تقسیم ہوگی۔ فقط

مرض موت میں اپنی تمام جائداد وقف کرنا

سوال: (۷۵) ایک شخص نے مرض موت میں مرنے سے چار دن پہلے اپنی تمام جائداد مسجد کے نام کرادی؛ تو یہ تمام مال متوفی کا مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۲۶۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مرض موت میں وقف کرنا اگر ورثہ اس کو جائز نہ رکھیں؛ تو ایک ثلث میں نافذ وصحیح ہوتا ہے، پس ایک ثلث اس میں سے مسجد کے لیے وقف ہوگا اس کو علیحدہ کردیا جاوے، اور اس کی آمدنی مسجد میں صرف کی جاوے، اور دو ثلث ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم کیے جائیں۔ کما فی الدر المختار باب العتق فی المرض (۲) فقط

بیماری اور بے ہوشی کی حالت میں وقف کرنا

سوال: (۷۶) زید نے حالت بیماری و بے ہوشی میں ایک مکان مسجد کے نام وقف کیا؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۳۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ وقف صحیح ہے مگر ایک ثلث میں جاری ہوگا جیسا کہ وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے۔ فقط

مرض موت میں مشترک زمین میں سے اپنا حصہ وقف کرنا

سوال: (۷۷) زید نے مرض الموت میں اپنی ایک زمین کے متعلق — جو مشترک ہے مابین عمر

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف – قبل مطلب في شرط واقف الکتب الخ.

(۲) الدر مع الرد ۱۰/۳۱۴ کتاب الوصایا – وفی کتاب الوقف منه الوقف في مرض موته کهبة فیه من الثلث مع القبض فإن خرج الوقف من الثلث أو أجازه الوارث نفذ في الکل وإلا بطل في الزائد علی الثلث الخ (الدر مع الرد ۶/۴۶۹-۴۷۰ کتاب الوقف–مطلب الوقف في مرض الموت).

وخالد کے ــــ اپنے قلم سے یہ لکھا کہ میرے کسی وارث کو اس میں سے کچھ نہ دیا جاوے، میرے ایصال ثواب کے واسطے رہے، اس تحریر کے چار پانچ روز بعد زید کا انتقال ہوگیا، یہ تحریر وقف ہے یا وصیت؟ اور اگر وقف ہے تو وقف مشترک کا صحیح ہے یا نہ؟ (۲۶۰۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف مشاع بقدر حصہ واقف صحیح ہے، امام محمدؒ ناجائز فرماتے ہیں، اور قول امام ابو یوسفؒ مفتی بہ وراجح ہے **واختلف الترجيح والأخذ بقول الثاني أحوط و أسهل** (۱) (درمختار) لیکن یہ صورت جو سوال کی ہے اس سے وقف ثابت نہ ہوگا، بلکہ یہ وصیت ہے جو کہ ثلث تک جاری ہوگی، پس اگر وہ حصہ جس کی زید نے وصیت کی ہے، زید کے ایک ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے تو اس میں یہ وصیت جاری ہوگی، اور فقراء پر بہ غرض ایصال ثواب اس کو صدقہ کیا جاوے گا۔ فقط

موقوفہ مکان میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: (۷۸) ایک شخص لا ولد نے اپنے دو مکان اس شرط سے وقف کردیے کہ دونوں میاں بیوی کی حیات تک یا ایک کی حیات تک؛ دونوں مکان اس کے قبضہ وتصرف میں رہیں گے، بعد وفات دونوں کے ہر دو مکان وقف کردہ کی آمدنی متولیوں کے قبضہ میں رہے، اور کھولوڑ کے مدرسہ یا مسجد یا یتیم بچوں بیواؤں کے خرچ میں؛ جس میں زیادہ ثواب ہو خرچ کریں؛ یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟ بعد ممات دونوں کے وارث اگر دعویٰ وراثت کا کریں تو صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۸۱۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہے، اور بہ قاعدہ **اَلْوَقْفُ لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ** (۲) اس میں میراث جاری نہ ہوگی، اور اقرباء کا دعویٰ وراثت باطل وناجائز ہے، اور واقف نے جو شرط کی ہے وہ معتبر ہے، اسی کے موافق عمل ہوگا، **لأن شرط الواقف كنص الشارع** (۳) (درمختار وشامی)

سوال: (۷۹) زید نے حقیقی بھتیجوں کو محروم کرکے جدی جائداد مسجد کے نام وقف کردی؛ یہ شرعاً

---

(۱) الدرمع الرد ۶/۴۲۰ كتاب الوقف – مطلب مهم : فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ .
(۲) تنوير الأبصار مع الشامي ۶/۴۲۱ كتاب الوقف – قبيل مطلبٌ في شرط واقف الكتب أن لاتعار إلا برهنٍ ــــ الخ. (۳) الشامي ۶/۵۰۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

جائز ہے یا نہیں؟ اور وارث دعویٰ کر کے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولی مسجد کو واپس کرنا جائداد موقوفہ کا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۳۸۳ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہو گیا، اور وارثوں کا دعویٰ صحیح نہیں ہے؛ باطل ہے۔ اور متولیان وقف کو درست نہیں ہے کہ اس جائداد موقوفہ کو وارثوں کو دیویں۔ کما فی کتب الفقہ: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ ولایملک (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف)

سوال: (۸۰) عمر نے اپنا مکان مسکونہ مسجد میں وقف کیا، اور سات متولی مقرر کیے، اور سات برس تک ڈیڑھ روپیہ ماہوار کرایہ متولیان کو دیتے رہے، اب عمر نے لاولد انتقال کیا، عمر کے بھائی زید و بکر کہتے ہیں کہ مکان مذکور میں ہمارا ابھی حصہ ہے ان کا حصہ ہے یا نہیں؟ (۹۴۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وقف کسی کی ملک نہیں ہو سکتا اور وقف میں وارثوں کا کچھ حصہ ملکیت کے طور سے نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (۱) یعنی وقف کسی کی ملک میں نہیں آسکتا اور وقف میں کچھ تصرف بیع و ہبہ وغیرہما کا نہیں ہو سکتا، پس زید اور بکر کا دعویٰ ملکیت کا اس میں شرعاً صحیح نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۸۱) کسی متوفی کی وقف کردہ زمین کو اس کے وارث ترکہ میں تقسیم کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۹۰، ۱۳۳۸ھ)

الجواب: زمین موقوفہ کسی کی ملک نہیں ہو سکتی، اور میراث اس میں جاری نہیں ہوتی۔ اَلْوَقْفُ لایُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (الدرمع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف)

سوال: (۸۲) ایک گاؤں کے باشندوں نے پندرہ بیگہ زمین مسجد کے لیے بدیں نیت وقف کی ہے کہ جو شخص اس مسجد کا امام ہوگا وہ اس زمین کی آمدنی کو اپنے مصرف میں لائے گا؛ اب زید امام مسجد فوت ہو چکا، اس کا پوتا زمین مذکور سے بطور وراثت اپنا حصہ لینا چاہتا ہے؛ آیا زمین مذکورہ زید کے ورثہ پر تقسیم ہوگی؟ (۱۸۹۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو امام ہوگا وہی اس زمین کی آمدنی کا مستحق ہوگا، زید کا پوتا جو مدعی وراثت ہے؛ دعویٰ

---

(۱) فإذا تم ولزم لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (الدرالمختار مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف۔ قبل مطلب فی شرط واقف الکتب أن لا تعار إلا برھن)

اس کا باطل ہے، اور وہ زمین زید کے ورثہ پر تقسیم نہ ہوگی، اور وقف کا کوئی بھی مالک نہیں ہوسکتا، صرف اس کی آمدنی امام کو ملے گی۔ فقط

نومسلم کی موقوفہ جائداد میں اس کی کافر اولاد وراثت کا دعویٰ نہیں کرسکتی

سوال: (۸۳) احمد حسن نومسلم نے اپنی کل جائداد وقف فی سبیل اللہ زبانی مرنے سے قبل کردی تھی، اس کا ایک بیٹا مسمی انت رام جو زمانہ مذہب ہندو کا پیدا شدہ ہے وہ دعوے دار ہے کہ میں متوفی کا پسر جائز وارث ہوں، باوجود وقف زبانی کے کیا وہ وارث ہوسکتا ہے، اگر بالفرض وقف ثابت نہ ہو اور نہ اس کا پسر وارث ثابت ہو تو ایسی حالت میں شرع کیا حکم دیتی ہے؟ (۲۳۲۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: زبانی وقف کردینے سے بھی وقف ہوجاتا ہے، اور وقف میں توریث جاری نہیں ہوسکتی، وراگر بالفرض جائداد مذکورہ مملوکہ احمد حسن نومسلم وقف نہ ہوتی تب بھی انت رام کی طرف منتقل نہ ہوتی، جب کہ انت رام مذکور اپنے مذہب کفر پر قائم ہے؛ کیوں کہ یہ مسئلہ شریعت اسلام کا ہے کہ ”کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا“(۱) فقط

کافر گورنمنٹ کا مسلمانوں کے اوقاف پر قبضہ کرنا

سوال: (۸۴)...... (الف) کافر گورنمنٹ استیلاء کرکے مسلمانوں کی مملوکہ جائدادوں اور وقاف پر قبضہ کرلے تو وہ مالک ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(ب) جب کہ مسلمان اس کافر حکومت کے ہاتھ سے چھڑانے پر قادر نہ ہوئے تو اس حالت میں ر گورنمنٹ نے ایک شخص کی جائداد دوسرے کے ہاتھ، یا وقف کو کسی کے ہاتھ فروخت کردیا تو اس خریدار کو باوجود اس علم کے کہ یہ فلاں شخص کی مغصوبہ جائداد ہے، یا وقف ہے، خریدنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

۱) ثم إن أبا یوسف یقول: یصیر وقفًا بمجرد القول لأنه بمنزلة الإعتاق عنده وعلیه الفتوی (الشامی ۶/۴۰۷ کتاب الوقف)...... فیلزم فلا یجوز له إبطاله ولا یورث عنه (الشامی ۶/۴۰۸ فی دایة کتاب الوقف) عن أسامة بن زید رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: یرث المسلم الکافر والکافر المسلم (متفق علیه، مشکوۃ، ص: ۲۶۳ باب الفرائض)

(ج) اگر کسی مسجد کی جائداد موقوفہ سرکار نے کسی ہندو کے ہاتھ فروخت کردی تھی تو اس کو کوئی مسلمان اس غرض سے کہ ہندو کے پاس رہنے سے اچھا یہ ہے کہ مسلمان کے پاس رہے، اپنی ذاتی ملکیت کے لیے خرید سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۷۷۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) اوقاف میں یہ حکم جاری نہ ہوگا؛ کیوں کہ **اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ** (**الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف**) مطلق ہے، اور نیز قید **وإن غلبوا علی أموالنا الخ** (۱) سے اوقاف خارج ہوگئے۔

(ب) جائداد مملوکہ میں یہ قاعدہ جاری ہوگا کہ بعد تسلط کفار مشتری کے حق میں تصرف جائز ہے، لیکن اوقاف میں یہ قاعدہ جاری نہ ہوگا، اوقاف کو مصارفِ اوقاف میں صرف کرنا لازم ہوگا۔

(ج) وقف اس کی ملک ذاتی نہ ہوگا، بعد خریدنے کے اور ہندو کے قبضہ سے نکالنے کے اس کو وقف سمجھنا لازم ہوگا؛ غایت یہ کہ مشتری کا جو کچھ خرچ ہوا وہ آمدنی وقف سے وصول کرسکتا ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۱۹۸ کتاب الجهاد – باب استیلاء الکفار۔

وقف کے مصارف کا بیان

وقف کی آمدنی ان ہی مصارف میں صرف ہوگی جو وقف نامے میں درج ہیں

سوال: (۸۵) زید نے ایک حقیت (ملکیت) فی سبیل اللہ وقف کر کے تاحیات اپنی تولیت رکھی، اور وقف کرنے کے وقت یہ نیت کی کہ تاحیات اس کی آمدنی اپنے صرف میں لائے گا، اور بعد وفات آمدنی فی سبیل اللہ خرچ ہو، تکمیل کاغذی رجسٹری وغیرہ کی وجہ سے الفاظ وقف نامہ میں نفاذ روز تحریر سے رکھا، ایسی نیت و وقف شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو الفاظ وقف نامہ کے خلاف اور نیت کے موافق تاحیات آمدنی اپنے صرف میں لانا؛ زید کو جائز ہے یا نہیں؟ اور وقف صحیح ہوگا یا نہیں؟ (۱۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو الفاظ واقف نے زبانی کہے ہوں یا تحریر میں ہوں اس کے موافق عمل درآمد ہوگا؛ نیت واقف کا لحاظ نہ ہوگا، اور وقف صحیح ہوگا، اور جب کہ کوئی لفظ آمدنی وقف کو اپنے ذاتی صرف میں لانے کے متعلق نہ زبان سے کہا، اور نہ تحریر میں لایا تو وقف کرنے کے بعد وہ آمدنی ان ہی مصارف میں صرف ہوگی جو وقف نامہ میں درج کیے گئے، اپنے نفس پر خرچ نہ کر سکے گا۔

موقوفہ زمین کی آمدنی معینہ مصارف کے بجائے زائد امور میں صرف کرنا

سوال: (۸۶) زمین موقوفہ کی آمدنی کو دیگر زائد امور میں بھی صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸۹/۱۳۴۴ھ)

الجواب: جو زمین جن مصارف خیر کے لیے وقف ہے اس کی آمدنی کو ان ہی مصارف میں صرف کرنا چاہیے، دیگر زائد امور میں جو کہ غرض واقف کے خلاف ہوں ان میں صرف کرنا نہ چاہیے، البتہ اگر آمدنی زیادہ ہے اور مصارف معینہ میں صرف کر کے بچتی ہے: تو اسلام کی دوسری ضرورتوں میں بھی خرچ

کرنا اس کا جائز ہے۔ فقط

وقف کا مصرف ختم ہو جائے تو جمع شدہ آمدنی کہاں خرچ کی جائے؟

سوال: (۸۷) ایک مسماۃ نے اپنی جائداد ایک اسکول کے لیے وقف کی، لیکن وہ اسکول بند ہوگیا؛ تو اس کی جو آمدنی جمع ہے وہ واقفہ کی ملک میں آسکتی ہے؟ تاکہ وہ دوسرے کار خیر میں صرف کرے؟ (۱۳۴۱/۱۱۰۵ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ جمع شدہ آمدنی، اور وہ جائداد موقوفہ، واقفہ کی ملک میں نہیں آسکتی؛ البتہ جب کہ مدرسہ مذکورہ میں ضرورت نہیں تو اس آمدنی کا دوسرے مصرف خیر میں صرف کرنا درست ہے۔ فإذا تم ولزم لا يُملَكُ ولا يُمَلَّكُ الخ (درمختار) أی لایکون مملوکا لصاحبه الخ (۱) (شامی) لیکن واقف کی غرض کا ملحوظ رکھنا ضروری امر ہے، لہٰذا اس آمدنی کو دینیات ہی میں صرف کرنا چاہیے، مراعاة غرض الواقفین واجبة (۲) (شامی)

واقف اور جہت وقف ایک ہوں تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے پر خرچ ہوسکتی ہے

سوال: (۸۸) واقف نے اپنی جائداد زرعی اور دو مکانات کی آمدنی وقف کی، زرعی جائداد کی آمدنی ہوتی ہے، اور متولی اس کو حسب وقف نامہ خرچ کرتا ہے، لیکن ایک مکان کی بالکل آمدنی نہیں ہے، اس میں مدرسہ تعلیم قرآن کا ہے، اور دوسرا مکان چار آنہ کرائے پر اٹھا رکھا ہے، لیکن اس کی آمدنی مرمت کے لیے ناکافی ہے، جب مرمت نہ ہوگی تو مکانات کا مسمار ہونا ضروری ہے، تو زرعی جائداد کی آمدنی سے ان کی مرمت کرانا جائز ہے؟ (۱۳۴۷-۴۱/۳۵۶ھ)

الجواب: جب کہ واقف ایک ہے، اور بظاہر جہت وقف بھی ایک ہے، تو یہ جائز ہے کہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے پر خرچ کی جائے، منتظمین وقف باہمی مشورے سے زرعی جائداد کی آمدنی

---

(۱) الشامی ۴۲۱/۶ کتاب الوقف – بعد مطلبٌ مهم : فرق أبویوسف بین قوله موقوفة ......

(۲) الشامی ۵۲۱/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ مراعاة غرض الواقفین واجبة.

مکانات پر خرچ کر سکتے ہیں، بلکہ ان کے ابقاء کے لیے یہ ضروری ہے، اس صورت میں غرض واقف بھی قیام مدرسہ وغیرہ کی شکل میں پوری ہوتی رہے گی، اور وقف بھی باقی رہے گا، ابطال وقف سے بہر کیف احتراز لازمی ہے۔ درمختار میں ہے: اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه الخ جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لانهما حينئذ كشئ واحد الخ(۱)

ایک وقف کی آمدنی دوسرے اوقاف کی تعمیر میں صرف کرنا

سوال: (۸۹) زید کے پاس خود کا اوقاف ہے، اور ایک مکان بکر کا وقف ہے، مگر زید کا وقف ایک مدرسہ معینہ پر ہے، اور بکر کا مکان مدرسہ مذکورہ پر وقف نہیں، وہ مکان کی آمدنی خرچ کرنے کے لیے زید کو اختیار دے گیا تھا کہ جہاں کارِ خیر میں زید چاہے صرف کرے، پھر جب زید نے اپنا وصیت نامہ تیار کیا، اس میں لکھ دیا کہ جب مکان مذکور بکر کا تعمیر کیا جائے تو میرے مدرسہ کی آمدنی سے روپیہ خرچ کر کے مکان مذکور کو تعمیر کیا جاوے؛ اب مدرسہ کی آمدنی سے مکان مذکور تعمیر کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۳۶۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مدرسہ کے اوقاف کی آمدنی سے مکان مذکور تعمیر کرنا موافق روایات کتب فقہیہ کے جائز نہیں ہے۔ کمافی الدرالمختار: وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسةً ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذلك(۲) فقط

ایک وقف کی آمدنی سے دوسرے وقف کی مرمت کرنا

سوال: (۹۰) ایک شخص اسماعیل نے مدرسہ جاری کرنے، اور اپنے بھائیوں کی اولاد کی خوراکی، شادی وغمی پر صرف کرنے کے لیے ایک وقف نکالا، اور اس وقف کے خود بھی ایک متولی بنے، اور دوسرے دو تین شخصوں کو بھی متولی بنایا، اور وقف نامے میں مذکورہ شرائط بھی درج کیں، اور ایک مدرسہ قائم کر کے یہ وقف اس مدرسے کے نام پر کر دیا، مذکورہ شرائط کے ساتھ اپنی حیات میں اس وقف کا اجراء بھی کر دیا، اب اسماعیل کے بھائی نے بھی ایک وقف نکالا، اور اسماعیل کو کل اختیارات کے ساتھ اس وقف کا متولی بنایا،

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۴۳۱/۶ کتاب الوقف. مطلبٌ فی نقل أنقاض المسجد ونحوه.

(۲) حوالۂ سابقہ

اب اسماعیل بیمار ہوا تو اس نے اپنے بھائی کا وقف، اپنے واقف بھائی کے ایک لڑکے کے سپرد کردیا، بوقت سپردگی لڑکے نے اپنے چچا اسماعیل سے کہا کہ آپ ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھ دیجیے کہ اگر مجھے اپنے والد کے وقف کی مرمت یا ازسرنو تعمیر کرانی پڑے تو آپ کے وقف کی آمدنی سے خرچ کیا جائے، اس وقت اسماعیل کے پاس چار پانچ آدمی اور ایک عالم بیٹھے تھے، اسماعیل نے اقرار نامہ لکھ کر دستخط کردیے: یہ اقرار نامہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسماعیل کے وقف سے اس کے بھائی کے وقف کی مرمت یا تعمیر میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۵۶۵ھ)

الجواب: درمختار کتاب الوقف میں ہے: وإن اختلف أحدهما بأن بنی رجلان مسجدین أو رجل مسجدًا ومدرسةً و وقف علیهما أوقافًا لا یجوز له ذلك ـــــ وفیه قبل سطر ـــــ أن یصرف من فاضل الوقف علی الوقف الآخر الخ (۱) پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں اسماعیل کے وقف کی آمدنی میں سے، دوسرے وقف میں صرف کرنا درست نہیں ہے، اور اقرار نامہ اسماعیل کا اس بارے میں نافذ اور صحیح نہ ہوگا۔ فقط

ایک وقف کی آمدنی دوسرے اوقاف کے حساب وکتاب میں صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۹۱) وقف عامہ کے حسابات کی جانچ پڑتال کے لیے، اگر کوئی مناسب رقم آمدنی وقف میں سے خرچ کی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جس وقف کے حساب وکتاب میں کچھ رقم صرف ہو، وہ رقم اسی وقف کی آمدنی میں سے لینا جائز ہے، اور یہ درست نہیں ہے کہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے اوقاف کے حساب وکتاب میں صرف کی جائے۔ فقط

واقف بھی مصارفِ وقف میں تبدیلی نہیں کرسکتا

سوال: (۹۲) ہندہ نے اپنی جائداد میں سے ایک جزو اس طور پر وقف کیا کہ تاحیات خود اس کی

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۳۱ کتاب الوقف – مطلبٌ فی نقل أنقاض المسجد ونحوہ.

آمدنی اپنے صرف میں لاوے گی، اور بعد وفات مسجد میں صرف ہوگی، جب کہ مسجد مذکور حاجت مند نہیں ہے تو وہ اپنی موقوفہ کسی اور مصرف خیر میں صرف کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندہ نے جو مصرف بوقت وقف کرنے کے مقرر کردیا، اس کو بدل نہیں سکتی۔ فقط

متولی کے قبضہ سے پہلے واقف کا جہت وقف میں تبدیلی کرنا

سوال: (۹۳) زید کی ایک افتادہ زمین تھی، جس کے متعلق اس کا خیال تھا کہ اس میں مدرسہ و کتب خانہ تعمیر کرائے، مگر دفعۃً اس کا انتقال ہوگیا، بعدہ اس کے وارث نے اس کو مسجد میں وقف کیا، اور وقف نامہ رجسٹری سے تکمیل کردیا، ہنوز وقف نامہ متولی مسجد کے حوالہ نہیں کیا تھا کہ واقف کے خیال میں تبدیلی واقع ہوئی؛ اب وہ اس زمین کو مدرسہ کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے؟

(الف) بہ حالت موجودہ واقف کو تبدیلیٔ جہت وقف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) دوسرے نفاذ تکمیل وقف کی، قبل قبضۂ متولی کے ہوجاتی ہے یا نہیں؟ (۳۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) واقف کو بعد وقف کرنے کے تبدیل جہت وقف کا حق حاصل نہیں ہے۔

(ب) تکمیل وقف وصحت وقف صحیح مذہب کے موافق، بدون تسلیم الی المتولی وبدون قبضہ متولی کے ہوجاتی ہے۔ درمختار میں ہے: لایجوز الرجوع عن الوقف إذا کان مسجلا الخ قوله إذا کان مسجلامبني علی قول الإمام أن الوقف لایلزم قبل الحکم والتسجیل ومر أن المفتی به قولهما الخ (۱)(شامی کتاب الوقف) وأیضافی الدر المختار وجعله أبو یوسف کالإعتاق قوله وجعله أبویوسف الخ فلذ لك لم یشترط القبض والإفراز ..... أی فیلزم عند ہ بمجرد القول الخ (شامي) والأخذ بقول الثانی (أی أبی یوسف) أحوط وأسهل بحر وفی الدرر وصدرالشریعة وبه یفتی الخ وفی الشامی عن الفتح: أن قول أبی یوسف أوجه عند المحققین (۲)

وقف کرنے کے بعد واقف کا شرائط میں کمی بیشی اور تغیر وتبدل کرنا

سوال: (۹۴) ایک شخص نے جائداد وقف کرکے اس کے شرائط اور مصارف بیان کردیے، اور

(۱) الدرالمختار والشامی ۶/۵۳۶ کتاب الوقف ــ مطلبٌ: القیم والمتولی والناظر بمعنی واحد.
(۲) الشامی ۶/۴۱۹-۴۲۱ کتاب الوقف ــ مطلبٌ شروط الوقف علی قولهما.

مسودۂ وقف رجسٹری کرادیا، اب وہ چاہتا ہے کہ اس کے شرائط ومصارف میں اپنی حیات میں قانوناً وشرعاً جائز کمی بیشی وتبدل وتغیر کا میری حیات تک مجھے اختیار رہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کمی بیشی کا اس کو اختیار ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۲۹ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: عن الإسعاف ولا يجوزله أن يفعل إلا ماشرط وقت العقد الخ ثم قال بعد السطر وفي فتاوى الشيخ قاسم وماكان من شرط معتبر في الوقف فليس للواقف تغييره ولا تخصيصه بعد تقرره ولا سيما بعد الحكم فقد ثبت أن الرجوع عن الشروط لايصح إلا التولية ما لم يشرط ذلك لنفسه فله تغيير المشروط مرة واحدة الخ (۱) عبارت مذکورہ سے واضح ہے کہ واقف نے جو شروط وقت وقف مقرر کیں ان میں تغیر وتبدل کمی وبیشی کرنا بعد میں درست نہیں ہے، اور واقف اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ وقف کرنے کے وقت مقرر کی ہوئیں شرائط کے علاوہ بعد میں دیگر شروط کا اضافہ کرے، کہ اس کو بعد وقف کردینے اور شروط مقرر کردینے کے، کچھ اختیار تغیر وتبدل کا نہیں رہتا، اور جیسا کہ اصل موقوف اس کی ملک سے خارج ہو چکا، شرائط میں بھی اس کا اختیار باقی نہیں رہا: لخروج الوقف عن ملكه بالتسجيل (۱) (شامی)

واقف اگر محتاج ہو جائے تو وقف کی آمدنی سے اس کی اعانت درست ہے

سوال: (۹۵) ایک شخص نے ایک مکان بایں شرط وقف کیا کہ متولیان وقف مذکورہ؛ وقف شدہ مکان کی آمدنی میں سے واقف مکان مذکور کی اولاد اگر غریب ہوں تو ان کی اعانت کریں، بعد ازاں طلبہ کی امداد کی جائے، بعد ازاں رمضان شریف میں غرباء کی افطاری کرائی جائے، اگر واقف مکان مذکور خود محتاج ہو جاوے تو وقف مذکور سے اس کی اعانت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۹۹۴ھ)

الجواب: واقف اگر خود محتاج ہو جاوے تو اس کی اعانت آمدنی وقف سے درست ہے، اور قرض جو واقف کے ذمہ بعد وقف کے ہوا؛ واقف کے مرنے کے بعد وہ قرض آمدنی مکان موقوف سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں خانیہ سے منقول ہے: أوصى لرجل بمال وللفقراء بمال والموصى له محتاج هل يعطى من نصيب الفقراء اختلفوا والأصح نعم وفي الشامي وأفتى الحانوتي

---

(۱) الشامي ۶/۵۳۷ کتاب الوقف – مطلبٌ لا يجوز الرجوع عن الشروط.

فی الوقف بمثله الخ (۱) الغرض اس وجہ سے کہ واقف محتاج ہوگیا ہے؛ غرباء اور فقراء میں داخل ہوکر مصرف آمدنی وقف مذکور ہوسکتا ہے ــــ اور اس کے مرنے کے بعد اس کا دین ادا کرنے میں تملیک فقیر نہیں ہے، لہٰذا وہ درست نہیں ہے۔

واقف کا وقف کی آمدنی کو ذاتی مصارف میں خرچ کرنا

سوال: (۹۶) زید نے اپنی جائداد غیر منقولہ واسطے مصارف مسجد وقف کردی؛ تو کیا زید اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی کو اپنے خانگی وذاتی مصارف میں لاسکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۱/۳۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نہیں لاسکتا کما فی الدر المختار: فإذا تم ولزم لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ الخ قوله: لايملك أي لايكون مملوكًا لصاحبه ولايملك أي لايقبل التمليك لغيره الخ (۲)

واقف کے سویم وغیرہ میں متولی کا اموال وقف میں سے خرچ کرنا

سوال: (۹۷) ایک مساۃ نے اپنے مرض الموت میں اپنے تمام مال منقولہ وغیر منقولہ کو دو مساجد کے لیے وقف کردیا، اور وقف نامہ میں یہ بھی تحریر کردیا کہ تاحیات میں متولی رہوں گی، اس کے بعد متولی فلاں شخص ہوگا، لیکن از وقت تحریر وقف نامہ تا وفات، مساۃ کی تیمارداری کا صرفہ مال موقوفہ میں سے برداشت کیا گیا، مساۃ کی وفات کے بعد تجہیز وتکفین کا صرفہ ایصال ثواب کے واسطے متولی نے اپنی ناواقفی سے مال موقوفہ میں سے کیا؛ شرعًا یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ بہ صورت عدم جواز متولی پر ضمان ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر مساۃ مذکورہ نے اپنی حیات تک اپنا خرچ بھی وقف کی آمدنی میں سے مقرر کیا ہے، تب تو بہ قدر خرچ مساۃ کے مستثنیٰ ہوکر باقی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی، اور اگر مساۃ نے اپنا خرچ اس میں سے نہیں رکھا، اور کچھ حصہ اپنا مقرر نہیں کیا، تو پھر کل آمدنی وقف کی، مسجد کے لیے ہے، اور متولی نے جو کچھ مساۃ متوفیہ کے بعد اس کے سویم وغیرہ میں صرف کیا اس کا وہ ضامن ہے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار والشامی ۶/ ۵۰۷ کتاب الوقف – مطلبٌ : وقف النصف على ابنه زيد إلخ

(۲) الدر مع الرد ۶/ ۴۲۱ کتاب الوقف – بعد مطلبٌ مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة إلخ

موقوفہ دکان کی آمدنی سے اولادِ واقف کی امداد کرنا

سوال: (۹۸) مولا بخش نے ایک دکان وقف کرکے اس کے مصارف کی اس طرح تشریح کی کہ چوبیس روپے سالانہ؛ واسطے خرچ سبیل مکہ معظمہ، اور بارہ روپے سالانہ واسطے خرچ قربانی اور حج کے، مکہ معظمہ میں بھیج دیا کریں، اور بارہ روپے سالانہ نجیب النساء ہمشیرۂ خود کو تاحیات مسماۃ مذکورہ، اور چوبیس روپے سالانہ مسماۃ محمدی خواہر زادی خود کو دیے جائیں، بعد فوتگی نجیب النساء مبلغان مذکور؛ اخراجات مسجد واقع محلہ ''کھیرہ'' میں صرف ہوں؛ اور بعد فوتگی مسماۃ محمدی؛ زرسالانہ اس کا مدرسہ مکہ معظمہ میں صرف ہوا کرے، اگر کسی وقت آمد دکان مذکور میں کمی ہو تو زرسالانہ مسماتان میں کمی نہ کی جائے، دیگر اخراجات میں حصہ رسد کمی کردی جائے اور بہ حالت ازدیادِ آمد سوائے زرسالانہ مسماتان، دیگر اخراجات مکہ معظمہ وقربانی میں صرف کیا جائے؛ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اولاد واقف بوجہ اپنے افلاس یہ چاہتی ہے کہ موقوفہ مذکورہ سے ان کی امداد کی جائے؛ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے متولی آمدنی موقوفہ کا کچھ حصہ ان پر صرف کرسکتا ہے؟ (۳۵۷۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شرائط مصرحہ واقف کے خلاف آمدنی دکان موقوفہ کی، کسی دوسرے مصرف میں صرف کرنا، یا اولاد واقف کی امداد کرنا، اور ان کو دینا، جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع الخ (الشامی ۶/۴۱۲ کتاب الوقف) شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف)**

موقوفہ جائداد کی آمدنی کو امور خیر میں صرف کرنے کی وصیت کرنا

سوال: (۹۹) کوئی واقف اپنی شئے موقوفہ کا محاصل مندرجہ ذیل مصارف میں سے کسی نوع میں صرف کرنے کی وصیت تحریر کردے تاکہ صدقہ جاریہ رہے، اور واقف موصی کو ثواب دائمی پہنچتا رہے، اگر کسی خاص نوع کو ترجیح ہو تو مصارف میں کمی بیشی کی جائے؟

(الف) مصارف مسجد؛ فرش وروشنی مع دیگر ضروریات۔

(ب) اطعام مسافرین واردین مسجد محلہ واقف؛ جس کا اتفاق شاذ ہوتا ہے۔

(ج) محض تعلیم قرآن شریف: جس کا انتظام بطور مکاتب ویسے قصبے میں پہلے سے ہے، مگر بمقابلہ زمانہ گزشتہ کم ہے اور مستقل بھی نہیں۔

(د) تعلیم علوم عربیہ جس کا مطلق انتظام قصبہ ہذا میں نہیں۔ (۴۲۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ جملہ امور مذکورہ فی السوال امور خیر ہیں، ان میں سے کل یا بعض کے لیے آمدنی جائداد موقوفہ کو متعین کرنا کار ثواب اور صدقہ جاریہ ہے کہ واقف کو ہمیشہ ثواب پہنچتا رہے گا، لیکن اس میں شک نہیں کہ بالخصوص اس زمانے میں تعلیم علوم دینیہ عربیہ زیادہ ضروری واہم ہے، اور ثواب اس کا بہت زیادہ ہے، اور سلسلہ اس کے ثواب کا دائمی وقوی تر ہے۔ فقط

وقف کی زائد آمدنی سے مظلوم کی مدد کرنا

سوال: (۱۰۰) ترکوں کی بیوہ اور مظلوم بچوں کی امداد وقف کی زائد رقوم سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو سخت مصیبت اور تکالیف میں ہیں؟ (۱۵۹۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بے شک اوقاف کی زائد رقوم سے امداد ان مظلومین کی جائز وموجب اجر ہے۔ فقط

مساجد واوقاف کی ضرورت سے زیادہ آمدنی سے مجاہدین اور مظلومین کی مدد کرنا

سوال: (۱۰۱) ماقولكم ـــــ دام فضلكم ـــــ في إعطاء منافع الأراضي والأموال الموقوفة على ضرائح الأولياء والمساجد والمدارس والرباطات وغيرها نقدًا ومحصولات معينة كانت مصارفها أولا عونًا لغزاة أنغورا و جيوش المصطفى كمال ليتوسلوا بها في حروبهم، وصونًا لمظلومي سمرنا وكذلك دفع الزكاة والصدقات الواجبة إليهم هل يجوز أم لا؟ (۷۴۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر مساجد وغیرہ کے موقوفات کی آمدنی جمع ہو، اور ضروریات مساجد اور مصارف اوقاف سے زیادہ ہو؛ تو اس کو اعانت غزاۃ اور مظلومین میں صرف کرنا، اور مجاہدین اور محاربین اعداء اللہ کی امداد میں صرف کرنا، خواہ بطریق قرض یا بلاقرض درست ہے۔ فقط

مستحق تک رقم پہنچانے کے لیے منی آرڈر کرنا اور اس کی فیس وقف کی آمدنی میں سے ادا کرنا

سوال: (۱۰۲) ایک شخص نے کچھ اراضی وقف کی، جس کی آمدنی کے مصارف حسب شرائط وقف نامہ ''شروانی قوم'' کے ارامل اور یتامی ہیں، بعد ازاں طلباء؛ اس طرح کہ اول آمدنی شروانیوں کی بیوہ عورتوں اور یتیموں پر صرف کی جائے، پھر اگر بچے تو طلبہ پر صرف کی جائے؛ آیا اس شرط کی رو سے تمام بیوہ اور یتیموں پر صرف کرنا آمدنی کا واجب ہے؟ یا بعض پر تقسیم کرنے سے واقف کی شرط پر عمل ہو جائے گا؟ اگر بوجہ بعد مسافت روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا جائے تو فیس منی آرڈر وقف کی آمدنی سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۳۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کتب فقہ میں یہ تصریح ہے کہ شرط الواقف کنص الشارع (۱) (شامی و درمختار) لہٰذا موافق شرط واقف کے آمدنی وقف مذکور سے اول ارامل و یتامی قوم شروانی پر صرف کی جاوے، پھر اگر کچھ باقی رہے تو طلبہ کو دی جاوے، اور قوم شروانی کے یتامی و ارامل میں محتاج اور غیر محتاج دونوں پر آمدنی وقف مذکور صرف کی جاوے، اور استیعاب تمام یتامی اور بیوگان قوم مذکور کا شرط نہیں ہے، اور بوجہ بعد مسافت بہ ذریعہ منی آرڈر بھی روانہ کر سکتے ہیں، اور فیس منی آرڈر کی بھی اس میں سے دے سکتے ہیں۔ فقط

وقف کی آمدنی کا جو حصہ غرباء کی ادویہ کے لیے خاص کیا گیا ہے اس کو غیر ادویہ میں صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۱۰۳) ہندہ نے اپنی جائداد وقف کی، اور کچھ حصہ وقف کا غرباء کو ادویہ کی تقسیم کے لیے معین فرمادیا، اور متولی اپنے زوج کو کیا؛ ہندہ انتقال کرگئی، زوج حیات ہے، چھ ماہ ہوئے کہ زوج نے زید کو چالیس روپے اپنی ملک سے قرض دیے تھے، اب زید کا انتقال ہوگیا، ورثہ زید کے نادار ہیں، اور اس قرضہ کی ادائیگی کا وعدہ کرتے ہیں، ایک روز زوج مذکور نے زید سے کہا کہ میرے پاس وقف ادویہ

(۱) الدر مع الرد ۶/۵۰۸ کتاب الوقف – مطلبٌ فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع۔

سے ایک رقم کثیر صرف سے باقی رہ گئی ہے، اگر جائز ہوتو میں اس رقم قرضہ کو اس وقف ادویہ میں محسوب کردوں، تو ورثاء زید اس بار سے سبکدوش ہو جائیں گے — تو جناب سے عرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ واقف کا وقف محض ادویہ کے لیے ہے؟ (۵۳۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو حصہ آمدنی کا واقف نے غرباء کی ادویہ کے لیے معین اور خاص کیا، اس کو غیر ادویہ فقراء میں صرف کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ قاعدہ کلیہ شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف) اور شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع (الشامی ۶/۴۱۲ کتاب الوقف) سے ظاہر ہے؛ پس متولی مذکور کو درست نہیں ہے کہ ورثاء زید کو اداء قرض کے لیے اس رقم ادویہ میں سے کچھ دیوے یا محسوب کرے۔ فقط

جو جائداد مسکینوں کی دواؤں کے لیے وقف کی گئی ہے اس کے مصارف

سوال: (۱۰۴)...... (الف) جس جائداد کو ادویات مساکین کے صرف کے لیے واقف نے وقف کیا ہے، اور زید اس کا متولی ہے: اور زید نے عمر کے کہنے سے دس روپے عمر کو دیے کہ یہ روپیہ بکر کو دے دینا تا کہ وہ اپنے علاج میں صرف کرے؛ عمر نے وہ روپیہ لے کر اپنے مصارف خانگی میں صرف کرلیا، اور بکر کو نہ دیا؛ بعدۂ عمر نے زید سے کہا کہ وہ روپیہ تو میرے صرف میں آ گیا، اور اب میرے پاس روپیہ نہیں جو میں آپ کو واپس دوں؛ آیا بعد از اطلاع زید و خاموشی زید عمر کو توبہ کرنا مؤاخذہ آخرت سے بچنے کے لیے کافی ہے یا معاف کرانا ضروری ہے جب کہ عمر بھی مسکین ہے؟

(ب) ایسے روپیۂ ادویات سے امراض رحمی میں جو دایہ استعمال کرتی ہے اس دایہ کے بلانے کی اجرت بھی دینا مسکین مریض کو جائز ہے یا نہیں؟

(ج) زچہ غرباء کو ادویۂ تقویت اس روپیہ سے کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۳۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) جب کہ زید نے دس روپے آمدنی وقف کی اس مد سے دیے ہیں جو ادویہ مساکین کے لیے معین ہے تو عمر نے چونکہ اس روپے کو غیر مصرف معینۂ واقف میں صرف کیا ہے؛ یعنی اپنے گھر کے مصارف میں صرف کرلیا؛ حالانکہ وہ اس میں امانت دار تھا پہنچانے کا؛ تو اس روپے کا ضمان اس کے ذمے لازم ہے، جس وقت ہو ادا کرے، اور ادا کرنے کی نیت رکھے، اور توبہ و استغفار کرے،

زید سے معافی چاہنے سے ضمان اس روپے کا ساقط نہ ہوگا؛ البتہ اگر وہ روپیہ زید کی ملک تھا تو زید سے معاف کرانا کافی ہے۔

(ب) دایہ کے بلانے کی اجرت وفیس بھی ادویہ میں داخل ہے لہٰذا درست ہے۔

(ج) بعدزچگی ادویۂ تقویت کھلانا بھی اس مد کے روپیہ سے درست ہے۔ فقط

واقف کا جائداد کو اپنے نام پر روک کر اس کی آمدنی مسجد ومدرسہ اور فقراء کے لیے مقرر کرنا

سوال: (۱۰۵) ایک شخص لاولد نے اپنی صحت وتندرستی میں اپنی کل جائداد کو ہمیشہ کے لیے اپنے نام پر روک کر، اس کی آمدنی کو مسجد، مدرسہ اسلامیہ اور فقراء کے لیے مقرر کردیا، اور متولی مقرر کردیا؛ یہ وقف صحیح ہوا یا نہیں؟ اس کے بعد اس میں بیع وہبہ وغیرہ کا متولی کو یا واقف کو اختیار ہے یا نہیں؟ (۳۲۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: وہ وقف صحیح وتام ہوگیا، تصرف بیع وہبہ وغیرہ اب اس میں صحیح نہیں ہے۔ کمافی الدر المختار: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدرمع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) اور جو شرائط واقف نے مقرر کیں، ان پر عمل درآمد برابر کیا جاوے گا۔ کما فی الدر المختار: شرط الواقف کنص الشارع الخ (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف) فقط

واقف کی شرط کے مطابق موقوفہ جائداد فروخت کرکے اس کی قیمت تعمیر مسجد میں لگانا درست ہے

سوال: (۱۰۶) ہندہ نے حصۂ مکان اس شرط کے ساتھ مسجد میں وقف کیا کہ متولی کو یہ اختیار ہوگا کہ حصہ موقوفہ کو فروخت کرکے تعمیر مسجد میں صرف کردے، حصہ موقوفہ نہایت قلیل، قابل منفعت نہیں ہے؛ آیا حسب شرائط واقفہ متولی اس کو فروخت کرکے زرثمن مسجد مذکور میں صرف کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۸۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس حصۂ موقوفہ کو حسب شرط واقفہ بیع کرکے اس کی قیمت تعمیر ومرمت مسجد میں صرف کرنا درست ہے، لأن شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف) فقط

وقف شدہ شکستہ قرآن مجید کسی شخص کو پڑھنے کے لیے دے سکتے ہیں، مالک بنانا جائز نہیں

سوال: (۱۰۷) ہمارے مدرسہ میں ایک قرآن شریف قلمی جلد شکستہ موجود ہے، اس میں کوئی شخص شوق سے نہیں پڑھتا؛ اگر وہ قرآن شریف زید کو بطور ملکیت دے دیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ وہ اس قرآن کو درست کر کے پڑھنے کا وعدہ کرتا ہے؟ (۱۱۸۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید کو اس قرآن شریف کا مالک نہیں بنا سکتے، پڑھنے اور درست کرنے کے لیے دے سکتے ہیں؛ کیوں کہ مسئلہ مشہور ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے: **الوقف لا يُملَكُ ولا يُملّكُ** (۱) (درمختار وغیرہ) فقط

جو موقوفہ زمین واقف کی غرض پر پوری نہ اترے اس کو کیا کیا جائے؟

سوال: (۱۰۸) ایک شخص نے ایک احاطہ اس شرط پر وقف کیا کہ اس کی آمدنی سے جو رقم احاطۂ ہذا کی مرمت سے فاضل ہو، وہ فلاں مسجد پر صرف کی جائے، نیز یہ کہ میں متولیان کو احاطے کی بیع کی اجازت نہیں دیتا، چوں کہ بعد الوقف بالفعل آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی، لہٰذا متولیان ومصلیان مسجد نے باہمی چندہ سے اس میں درخت نصب کرائے، اور جو حصہ دیوار کا منہدم تھا اس کی تعمیر کرائی، لیکن پھر تقریباً نصف حصہ دیوار منہدم ہوگیا، اور درخت بھی بوجہ عدم حفاظت خراب ہو گئے، اور باوجودیکہ وقف کو چندسال گزر چکے اب تک آمدنی اتنی نہیں ہوئی کہ احاطے ہی کی مرمت کی جا سکے، اور اب متولیان ومصلیان چندہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، اور قلیل کرائے پر وہ احاطہ کوئی نہیں لیتا۔ لہٰذا احاطۂ مذکورہ بیکار ہے، اور مقصود واقف بالکلیہ فوت ہوگیا، پس وقف فسخ ہوگیا یا باقی ہے؟ برتقدیر ثانی متولیان کو کیا کرنا چاہیے؟ اور برتقدیر اول متولیان اس کو فروخت کر کے قیمت کو مسجد پر صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ورثاء مالک ہو گئے؟ (۸۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ وہ احاطہ بے کار ہے، اور کچھ آمدنی اس سے حاصل نہیں ہوتی، اور مقصود اور

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف.

غرض واقف اس سے حاصل نہیں ہے؛ تو اس کو بہ حکم قاضی فروخت کر کے اس کی جگہ دوسرا مکان یا زمین خرید کر وقف کردی جائے۔ قال فی الشامی: إعلم أن الاستبدال علی ثلاثة وجوه: الأول: أن یشرطه الواقف لنفسه أو لغیره أو لنفسه وغیره فالا ستبدال فیه جائز علی الصحیح وقیل اتفاقًا؛ والثانی: أن لایشرطه سواء شرط عدمه أوسکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیة بأن لایحصل منه شیئ أصلا أو لایفی بمؤنته فهو أیضًا جائز علی الأصح إذا کان بإذن القاضی و رأیه المصلحة فیه (۱) وفی الدر المختار: وجاز شرط الاستبدال به أرضًا أخری حینئذٍ أوشرط بیعه ویشتری بثمنه أرضًا أخری إذا شاء الخ (۲) فقط

شاہی اوقاف کی آمدنی کا مصرف

سوال: (۱۰۹) ایک وقف شاہی کی آمدنی اس کے مصارف معمول سے زیادہ ہے، وقف نامہ کوئی موجود نہیں ہے جس سے وقف کی اغراض پورے طور پر معلوم ہوں، متولیان جو منتظم وقف ہیں، ان کا تعامل مصرف کی بابت یہ ہے کہ مسجد موقوفہ کی تعمیر، انتظام آبادی مسجد، آسائش مصلیان، اور نیز تعلیم دینیات میں صرف کرتے ہیں؛ ایسے وقف کا روپیہ تبلیغ اسلام میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جس طرح اور جن مصارف میں متولیان اب تک صرف کرتے رہے، اسی طرح ان ہی مصارف میں آمدنی، وقف مذکور کی صرف کی جاوے، کسی جدید مصرف میں اس کا صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: یسلك بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه ماکان علیه فی دواوین القضاة الخ (۳) وفی ردالمحتار: عن الذخیرة سئل شیخ الإسلام عن وقف مشهور اشتبهت مصارفه و قدرُ ما یصرَف إلی مستحقیه قال ینظر إلی المعهود من حاله فیما سبق من الزمان من أن قُوَّامَه کیف یعملون فیه وإلی من یصرفونه فیُبنٰی علی ذٰلك الخ (۳) (شامی: ۳/۴۰۴) فقط

---

(۱) الدر المختار والشامی ۲/۴۵۷ کتاب الوقف — مطلبٌ فی استبدال الوقف وشروطه.

(۲) الدر المختار والشامی ۲/۴۵۸ کتاب الوقف — مطلبٌ فی استبدال الوقف وشروطه.

(۳) الدر المختار والشامی ۲/۴۸۶ کتاب الوقف — مطلب فی حکم الوقف القدیم المجهولة شرائطه ومصارفه.

شاہی اوقاف میں شرائط وقف کا لحاظ ضروری نہیں

سوال: (۱۱۰) شاہی ارصاد یا اوقاف جن کی منجانب واقف کوئی شرائط مصارف نہیں، اس کی آمدنی کا انتظام ایک کمیٹی، جس کے چار ممبر ہیں؛ کثرت رائے پر کرتے ہیں، اور تقرر مدرسین، امام، مفتی اور واعظ باختیار خود فرماتے ہیں ایک شخص عالم واعظ؛ واسطے ہدایت مسلمین محبوسان جیل سرکاری مقرر کرنا چاہتے ہیں؛ پس شرعاً یہ مصرف تنخواہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ دیگر مصارف قرض وغیرہ دینے کا بھی ان کو اختیار حاصل ہے اور ایسی آمدنی سے پرورش طلباء اور علماء اور پنشن وغیرہ کا بھی شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ مصارف وقف مفوض رائے حاکم اور ممبران پر ہوں تو جو کچھ وہ مصلحت سمجھیں تقرر واعظ وغیرہ کر سکتے ہیں، اور فقہاء نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ اوقاف امراء اور ملوک میں شرائط وقف کا لحاظ ضروری نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **وهذا: أى عدم التقرير بغير شرط إذا لم يقل وقفت على مصالحه، فلو قال يفعل القاضي كل ماهو من مصالحه وهذا أيضًا في غير أوقاف الملوك والأمراء، أما هى فهى أوقاف صورية لاتراعى شروطها الخ(۱)(شامي ۳/ ۴۱۷) فقط**

(۱) ردالمحتار ۶/ ۵۱۰ كتاب الوقف – مطلبٌ: ليس للقاضي أن يُقرِّر وظيفة في الوقف إلاَّ النظرَ

اوقاف کی خرید وفروخت، استبدال اور ابطال کا بیان

موقوفہ زمین کوفروخت کرنا کب جائز ہے؟

سوال: (۱۱۱) ہندہ نے اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے، ایک قطعہ ایک سوتیس روپے میں خرید کر، جامع مسجد میں بلا تخصیص کسی مد کے وقف کیا، جومتولیان کے قبضہ وتصرف میں ہے، اس کی سالانہ آمدنی ۳۰/ یا ۳۵/ روپے آرہی ہے، اور مسجد کے اخراجات میں صرف ہوتی ہے؛ قطعہ مذکور اگر اب فروخت کیا جاوے تو نوسو ساڑھے نو سو روپے ملتے ہیں؛ کیوں کہ عید گاہ بنانے کے لیے ضرورت ہے، اور قیمت مذکورہ لے کر جس کام میں بھی لگائی جاوے اس سے دو چند آمدنی ہوسکتی ہے اور مسجد کا بہت نفع ہے؛ تو قطعہ زمین موقوفہ کو برائے تعمیر عید گاہ باجازت واقفہ بہ نظر نفع مسجد فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۳۱۱ھ)

الجواب: زمین موقوفہ کوفروخت کرنے، اور اس کی قیمت سے دوسری زمین وغیرہ خرید کر وقف کرنے کے جواز کے لیے فقہاء نے یہ شرط لکھی ہے کہ وقف کرنے والا وقف کرنے کے وقت یہ شرط کرے یا لکھ دے کہ جس وقت واقف یا کوئی متولی چاہے اس کو دوسری زمین سے بدل سکتا ہے، یا اس کو فروخت کر کے دوسری زمین اس کی قیمت سے خرید کر وقف کرسکتا ہے؛ بدون اس شرط کے استبدال اس کا جائز نہیں ہے مگر جب کہ وہ وقف بالکل انتفاع سے خارج ہوجاوے، اور اس سے بالکل نفع حاصل نہ ہوتا ہو، اور استبدال کرنے والا اور اس کوفروخت کر کے دوسری زمین خرید کر وقف کرنے والا ''قاضی جنت'' یعنی قاضی عالم؛ عادل وامین ہو۔ درمختار میں ہے: وجاز شرط الاستبدال به أرضًا أخرى حينئذ أو شرط بيعه و يشترى بثمنه أرضًا أخرى إذا شاء الخ وأما الاستبدال ..... بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضى درر و شرط فى البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية و كون البدل عقارًا والمستبدل قاضى الجنة المفسر بذى العلم والعمل و فى النهر أن المستبدل

قاضی الجنة فالنفس به مطمئنة فلا يخشى ضياعه و لو بالدراهم و الدنانير الخ (۱) فقط

موقوفہ جائداد کو بیچنا اور تبدیل کرنا

سوال: (۱۱۲) زید کے والد نے ایک دکان خرید کر نصف دکان کا مالک زید کو کردیا، اور نصف کرایہ دکان کا اللہ واسطے مقرر کردیا، اسی طرح پر ایک عرصہ سے اس کا عمل درآمد ہورہا ہے؛ عرصہ چار سال کا ہوا کہ زید کے بھائی سے ایک ہندو نے کہا کہ اس دکان کا تبادلہ کرلو؛ یعنی اس دکان کے برابر کی دکان لے لو، اور یہ دکان دے دو، اور بعوض تبادلہ کے میں تم کو دو ہزار روپے دوں گا۔ تب زید کے بھائی نے زید سے کہا کہ میں تم کو پانچ سو روپے دوں گا، اور ڈیڑھ ہزار میں لوں گا، زید نے کہا کہ پانچ سو روپے کم دینے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ ایک ہی دکان ہے کہ جس کا کرایہ آج تک نصف نصف ہوتا رہا، اور جو کچھ خرچ ہوتا تھا، وہ نصف میں دیتا تھا، زید کے بھائی نے جواب دیا کہ میری معرفت گفتگو ہوئی میں اس ڈیڑھ ہزار کی جائداد خرید کر اس کا کرایہ بھی اللہ واسطے دوں گا، اور والد ہی کے نام سے خریدوں گا۔

زید نے کہا کہ جس وقت اس تبادلہ کی بابت میں نے کہا تھا اسی وقت میں نے نیت کرلی تھی کہ میں اس میں سے پانچ سو روپے کی جائداد لے کر اس کا کرایہ اللہ واسطے دوں گا، زید یہ بھی کہتا ہے کہ چونکہ میں نے شروع ہی سے نیت کرلی ہے؛ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان پانچ سو روپے کی جن کو تم کہہ رہے ہو ایک جائداد اس کے ساتھ میں یا علیحدہ خرید کر اس کا کرایہ اللہ واسطے میں اپنے ہاتھ سے دوں، یا جیسے دیا جارہا ہے اسی طرز پر عمل درآمد کیا جائے، زید کے بھائی نے جواب دیا کہ اس جھگڑے کو میں نہیں جانتا تھا، وہ اس میں کچھ رکھنا نہیں چاہتا میں اپنے والد کے نام سے جیسے کہ یہ نصف دکان ہے اسی طرز پر اس کا کرایہ بھی میں دوں گا۔

الحاصل کچھ عرصہ کے بعد دکان کا تبادلہ بعوض اڑھائی ہزار روپے کے ہوگیا اور ساڑھے بارہ سو روپے اس میں سے زید نے لے لیے، اور ساڑھے بارہ سو اس کے بھائی نے، اس کے بعد زید نے اپنے بھائی کو پانچ سو روپے دیے کہ ساڑھے بارہ سو کی جو جائداد خریدو گے، اس کے شامل یا علیحدہ ان پانچ سو کی بھی خرید لینا، اب روپے دیے ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ ہوگیا ہے نہ زید کے بھائی نے جائداد

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۴۵۷-۴۵۹ کتاب الوقف - مطلب فی استبدال الوقف و شروطه.

خریدی نہ روپیہ زید کو واپس دیا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائی سے وہ پانچ سو روپے واپس لے کر اپنے طور پر جائداد خریدے اور اللہ واسطے دینے کا انتظام کرے؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس روپے کی زکوۃ زید کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ (۱۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: علامہ شامی نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ کبھی وقف ضرورتاً بدون تصریح وقف کے بھی ثابت ہو جاتا ہے، جیسا کہ یہ کہے کہ اس گھر کی آمدنی مساکین کو دی جائے، یا فلاں شخص کو اور اس کے بعد مساکین کو دی جائے؛ تو اس صورت میں وہ مکان وقف ہو جائے گا وعبارته هكذا: يثبت الوقف بالضرورة وصورته أن يوصي بغلة هذه الدار للمساكين أبدًا أو لفلان وبعده للمساكين أبدًا فإن الدار تصير وقفًا بالضرورة — إلى أن قال — وقد سئلت عن نظير هذه المسئلة في رجل أوصى بأن يؤخذ من غلة داره كل سنةٍ كذا دراهم يشترى بها زيت لمسجد كذا ثم باع الورثة الدار وشرطوا على المشتري دفع ذلك المبلغ في كل سنة للمسجد فأفتيت بعدم صحة البيع وبأنها صارت وقفًا حيث كانت تخرج من الثلث الخ(۱) (شامی: ص:۳۵۹ کتاب الوقف)

اس روایت سے اور وقف مشاع کی صحت کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ نصف اس دکان کا بہ شرطیکہ زائد از ثلث ترکہ نہ ہو وقف ہو گیا، اس کی بیع اور استبدال ناجائز تھا، اس بیع کو کالعدم سمجھ کر نصف اس دکان کا وقف سمجھنا چاہیے، اور زید اپنی نصف آمدنی کا مالک ہے، یہ جو کچھ معاملہ زید کے بھائی نے کیا ناجائز ہوا، اور بہرحال اگر زید کا بھائی روپیہ واپس نہ کرے، اور واپسی بیع کی کوئی صورت نہ ہو تو زید اپنے حصے کے روپے سے ایک دکان یا مکان خرید کر وقف کر دے، اور آمدنی اس کی خواہ کل مساکین کو دینا مقرر کر دے یا نصف فقراء کے لیے، اور نصف اپنے لیے مقرر کرے، اور جب تک زید اس روپے سے کوئی جائداد خریدے اس وقت تک زکوۃ اس کے ذمہ ہے۔ فقط

وقف کردہ جائداد کو بیچنا اور ہبہ کرنا

سوال: (۱۱۳) مسماۃ زاہد النساء نے اپنی کل جائداد مسجد، اور دیگر ایسے امور کے لیے وقف کر دی جو صدقہ جاریہ میں داخل ہوں؛ لیکن وقف نامہ کی ابھی رجسٹری نہ ہونے پائی تھی کہ حبیب الرحمن نے جو

(۱) ردالمحتار ۶/ ۴۰۹ کتاب الوقف ـ مطلبٌ: قد يثبت الوقف بالضرورة.

واقف کے برادر حقیقی کا پوتا ہوتا ہے، مسماۃ مذکورہ پر ناجائز دباؤ ڈال کر جائداد موقوفہ کا اکثر حصہ، اپنے بیٹوں کے نام اور کچھ حصہ اپنے خالہ زاد بھائی محمد حنیف کے نام ہبہ نامہ لکھوا کر رجسٹری کرالیا تو واقف یا واقفہ کسی شئ کو بنام خدا وقف کردینے کے بعد بیع و ہبہ کرسکتے ہیں اور اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ اپنے نفع کی غرض سے وقف کے خلاف ناجائز کارروائی کررہے ہیں یا ان کے مددگار ہیں وہ شرعاً کیسے ہیں؟ (۱۳۴۰/۷۵۴ھ)

الجواب: جائداد مذکورہ وقف ہوگئی؛ کیوں کہ زبان سے وقف کردینے سے جائداد وقف ہوجاتی ہے، رجسٹری کرانا اس کا شرعاً ضروری نہیں ہے، اور بعد وقف ہونے کے کوئی تصرف از قسم بیع و ہبہ وغیرہ جائداد موقوفہ میں واقف اور غیر واقف کو درست نہیں ہے؛ کما فی الدر المختار: اَلْوَقْفُ لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ الخ أی لایقبل التملیك لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیك الخارج عن ملکه الخ (۱) پس ہبہ مذکورہ شرعاً صحیح نہیں ہوا اور وہ ہبہ نامہ باطل اور کالعدم ہے؛ اور وقف کی تعریف مفتی بہ یہ ہے: ھو حبسها علی حکم ملك الله تعالیٰ وصرف منفعتها علی من احب الخ فلا یجوز له إبطاله، ولایورث عنه وعلیه الفتوی ابن الکمال وابن الشحنة الخ (۲) (درمختار) اور جس شخص نے اپنے ذاتی منافع کے لیے وقف کو باطل کرنا چاہا وہ عاصی و فاسق ہے، اور یہ سعی اس کی باطل ولغو ہے، عند اللہ وہ وقف صحیح ہوگیا، اور اس وقف کا باطل کرنا واقف اور غیر واقف کو جائز نہیں (۳)

واقف کو بھی وقف شدہ جائداد بیچنے کا حق نہیں

سوال: (۱۱۴) زید نے ایک جائداد مسجد کے نام وقف کردی تھی، پانچ چھ سال کے بعد کسی وجہ سے اس کو فروخت کرنا، اور بیع کرنا چاہتا ہے تو اس حالت میں وقف کو بیع کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۰۹ھ)

الجواب: بیع کرنے کا حق اس کو حاصل نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار ۶/۴۲۱ بعد مطلبٌ مهمٌّ: فرق أبویوسف بین قوله موقوفة إلخ

(۲) الدر مع الرد ۶/۴۰۸ فی أوائل کتاب الوقف

(۳) من سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردودٌ علیه (الشامی ۶/۵۰۳ کتاب الوقف ـ مطلبٌ: من سعی فی نقض .....)

موقوفہ اراضی کوفروخت کرنا جائز نہیں

سوال: (۱۱۵) اراضی موقوفہ کوفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶/۷-۳۲/۱۳۳۴ھ)

الجواب: اراضی موقوفہ کوفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ کما فی فتح القدیر: إعلم أن عدم جواز بیعه إلا إذا تعذر الانتفاع به إنما هو فیما إذا ورد علیه وقف الواقف(۱)

سوال: (۱۱۶) مکان وقف مسجد جس کے کرائے سے تیل وغیرہ کا انتظام ہوسکتا ہے، اور ہمیشہ آمد ہوتی رہے گی، بعض شخص بیع کرنا چاہتے ہیں؛ ایسی صورت میں مکان وقف بیع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بیع کرنا مکان وقف کا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے: فإذاتم ولزم لا یُمَلَّكُ وَلا یُمَلِّكُ ولایعار ولایرهن (۲)(درمختار) شامی میں ہے: ولایملك أی لایقبل التملیك لغیره بالبیع ونحوه (۲) فقط واللہ اعلم

موقوفہ زمین بیچنے، خریدنے اور اس میں تعاون کرنے کا حکم

سوال: (۱۱۷) زمین موقوفہ متصل مسجد کوفروخت کرنا، اور خریدنا کیسا ہے؟ اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور گواہوں کے لیے کیا حکم ہے؟ اور بیع نامہ لکھنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ (۶۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وقف کی بیع درست نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لایُمَلَّكُ وَلا یُمَلِّكُ (الدرمع الرد ۴۲۱/۶ کتاب الوقف) اور فروخت کرنے والا اور خریدنے والا اور گواہ فاسق وعاصی ہوئے، اور بیع نامہ تحریر کرنے والے کو اگر علم ہے اس کے وقف ہونے کا، تو وہ بھی گنہگار ہے توبہ کرے۔

موقوفہ جائداد کو اُدھار فروخت کرنا

سوال: (۱۱۸) ایک شخص نے کچھ جائداد مصارف دینی میں صرف کرنے کے لیے عطاء کی، اس کو زید نے خالد کے ہاتھ قرض فروخت کردی، خالد مرگیا، اور قیمت وصول نہیں ہوئی؛ اس روپے کی

---

(۱) الشامی ۴۴۹/۶ کتاب الوقف — مطلبٌ فی الوقف إذا خرب ولم یمکن عمارته.

(۲) الدرالمختار والشامی ۴۲۱/۶ کتاب الوقف.

ادائیگی کا کون ذمہ دار ہے؟ (۲۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر اس جائداد کو وقف کر دیا تھا تو اس کی بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی، واپس لینا چاہیے، اور اگر وقف نہیں کی تھی تو بدون اجازت مالک کے جو زید نے اس کو فروخت کر دیا، اور بعد فروخت کے بھی مالک نے رضامندی ظاہر نہ کی تو وہ بیع باطل ہوئی، اس زمین کو واپس لینا چاہیے، اور اگر مالک راضی ہوگیا تھا تو بیع صحیح ہوگئی؛ خالد کے ورثہ قیمت دینے کے ذمہ دار ہیں، جس طرح ہو ان سے قیمت وصول کی جاوے، یا زمین؛ اور اگر وہ واپس کریں تو زمین واپس لی جاوے۔ فقط

موقوفہ کنویں کا پانی فروخت کرنا درست نہیں

سوال: (۱۱۹) ایک وقف شدہ زمین میں کنواں ہے، اس کا پانی واقف زمین نے عام لوگوں کے لیے وقف کر دیا ہے؛ فی الحال متولی نے اس کنویں کا پانی فروخت کرنا شروع کر دیا ہے، اور قیمت اپنے صرف میں لاتا ہے؛ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۷۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کے پانی کا فروخت کرنا درست نہیں ہے لأن الْوَقْفَ لایُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۶/ ۴۲۱ کتاب الوقف) فقط

وقف نامے میں وقف کو بیچنے اور بدلنے کی شرط لگانا

سوال: (۱۲۰) وقف نامے میں شرط بیع واستبدال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر واقف بوقت وقف ایسی شرط کرے تو درست ہے۔ درمختار میں ہے: وجاز شرط الاستبدال به أرضًا أخرى حينئذٍ أو شرط بيعه ويشترى أرضًا أخرى إذا شاء الخ(۱) (درمختار)

انجمن یا مدرسے کے نام وقف شدہ ردّی اخبارات کو فروخت کرنا

سوال: (۱۲۱) ایک انجمن یا مدرسہ کے نام وقف شدہ اخبارات، اور اس کے کاروباری تحریر شدہ ردی کاغذات، جن کی اب ضرورت نہیں؛ اگر موجودہ نرخ سے ان کو فروخت کیا جاوے تو تقریباً ۴۰ روپے کی رقم مل سکتی ہے، جس سے مذہبی درسی کتب خریدنے کا ارادہ ہے؛ آیا یہ کاغذات کسی ایسے شخص

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۴۵۷ کتاب الوقف ــ مطلبٌ فی استبدال الوقف وشروطه.

کے ہاتھ: جو بازاری طریقے سے اشیاء فروختنی لپیٹ کر، عام لوگوں کے ہاتھ دیا کرتا ہے؛ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۲۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: قال في الذخيرة: وفي المنتقى قال هشام: سمعت محمدًا يقول: الوقف إذا صار بحيث لا ينتفع به المساكين، فللقاضي أن يبيعه ويشترى بثمنه غيره الخ (۱) وفي الدر المختار: وكذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف الخ (۲) پس جب کہ وہ اخبارات وکاغذات ردی غیر کارآمد ہوگئے تو ان کا فرخت کرنا، اور قیمت کو مدرسہ وانجمن کی دیگر ضروریات میں صرف کرنا درست ہے۔

وقف کے مال سے خریدی ہوئی ملکیت کو مسجد کی تعمیر کے لیے فروخت کرنا درست ہے

سوال: (۱۲۲) پچیس ہزار روپے تعمیر مسجد کے لیے موجود تھے مگر کام زیادہ ہوگیا، اور روپیہ ختم ہوگیا، اور مسجد بہت باقی رہ گئی؛ اب وہ دوسری ملکیت جو آمدنی وقف سے خرید کر وقف کی گئی ہے، اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: پہلی صورت میں جب کہ آمدنی وقف سے دوسری ملکیت خریدی گئی ہو، اس خریدشدہ ملکیت میں دو روایت ہیں،: ایک یہ کہ بیع اس کی صحیح ہے، دوسری یہ کہ وہ وقف ہے۔ ويجوز بيعها في الأصح الخ (۳) (درمختار) وذكر أبو الليث في الاستحسان يصير وقفًا؛ هذا صريح في أنه المختار رملي قلت: وفي التتارخانية: والمختار أنه يجوز بيعها إن احتاجوا إليه (۳) (شامي) اخیر روایت تاتارخانیہ کے موافق بہ ضرورت عمارت مسجد، بیع اس ملکیت خرید کردہ کی درست ہے۔

موقوفہ خام مکانات کو مسمار کرکے پختہ مکان بنانا

سوال: (۱۲۳) کیا یہ جائز ہے کہ مکانات خام کو مسمار کرکے کوئی شخص اس اراضی پر پختہ مکان

(۱) الشامی ۶/۴۴۸ كتاب الوقف. قبل مطلبٌ في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته.
(۲) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۸۲ كتاب الوقف — مطلبٌ سكن المشترى دار الوقف.
(۳) الدر المختار والشامی ۶/۴۹۰ كتاب الوقف — مطلبٌ اشترى بمال الوقف دارًا للوقف يجوز بيعها.

بنالے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۵۶ھ)

الجواب: اگر کوئی شخص وقف کے لیے پختہ مکان بنادے تو جائز ہے، بلکہ باعث اجر ہے؛ لیکن وقف کی زمین میں اپنے لیے مکان بنانا، اور اس کو دائماً اپنی ملک سمجھنا یہ درست نہیں؛ کیوں کہ اگر چہ عارضی طور پر یہ عمارت اسی کی ہوگی؛ لیکن جب زمین وقف ہے تو متولی وقف جب اس کو وقف کے لیے مضر سمجھے گا، قلع کرادے گا؛ البتہ اگر اجارہ کا سلسلہ برابر قائم رہا، اور یہ صورت أنفع للوقف رہی تو عمارت بنانے والے کی ملک رہے گی۔

موقوفہ زمین میں اپنے مکان کی نالی بنانا

سوال: (۱۲۴) مسجد یا دیگر وقف زمین میں اپنے مکانات کے غلیظ پانی کی نکاسی کے لیے کوئی بدررو (موری، نالی) نیچے کے طبقہ میں بنالینا شرعاً جائز ہے یا نہ؟ (۹۸۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف میں ایسا تصرف کسی کو جائز نہیں ہے۔ فقط

موقوفہ چٹائیوں کو ذاتی کام کے لیے استعمال کرنا

سوال: (۱۲۵) چند بوریا وقفے مرد ماں بکار خود صرف نمودند، بعد ازاں از جانب صار فاں بوریا بجائے وقف نہادند؛ آیا ایں چنیں جائز است یا نہ؟ (۸۸۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صرف کردن مال وقف بہ ضرورت ذاتیہ خود جائز نیست، وبعد صرف کردن لامحالہ ضمان آں لازم است۔

ترجمہ: **سوال:** (۱۲۵) بعض لوگوں نے وقف کی ہوئی چٹائیوں کو اپنے ذاتی کام میں استعمال کیا، پھر ان چٹائیوں کو وقف کی جگہ لا کر رکھ دیا؛ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مالِ موقوفہ (اور موقوفہ اشیاء) کو ذاتی ضروریات میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اگر استعمال کرلیا تو بلا شبہ اس کا ضمان ادا کرنا لازم ہے۔

کسی شخص کا موقوفہ زمین اپنے نام کرالینا

سوال: (۱۲۶) ایک بزرگ خواجہ شکیب نے اپنی زر خرید اراضی میں ایک مسجد بنائی، اور ایک باغیچہ

بنا کر اس کی آمدنی مسجد کے مصارف کے لیے وقف کی، حکیم احسان نے اراضی وقف کو ریاست سے اپنے نام کرا لیا؛ کیا یہ کارروائی حکیم احسان علی کی شرعاً درست ہے؟ (۱۰۱۰-۴۰-۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ کارروائی حکیم احسان علی کی بالکل خلاف شریعت ہے، اور باطل ہے؛ وقف میں کسی کو تصرف مالکانہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور وقف کسی کی ملک میں داخل نہیں ہو سکتا؛ چنانچہ کتب فقہ میں تصریح ہے: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (الدر مع الرد ٦/ ٤٢١ کتاب الوقف) پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ وقف سے تصرف مالکانہ حکیم احسان علی کا اٹھا دیں، اور جو مصارف وقف کے واقف نے مقرر کیے ہیں اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔ فقط

موقوفہ زمین پر بہ طریق موروثیت قبضہ رکھنا ناجائز ہے

سوال: (۱۲۷) ایک شخص زمین وقف کو خود کاشت کرتا ہے، اور دخیل کار رکھتا ہے، اور وہ متولی و مہتمم کے خاندان کا ہے؛ ایسی حالت میں اس کا قبضہ زمین موروثی پر عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زمین موقوفہ پر قبضہ رکھنا بطریق موروثیت حرام و ناجائز ہے، اس کے قبضہ سے اس کو نکالنا لازم ہے۔ قال في الشامي: وإن کان غیر مأمون أخرجها من یده وجعلها في ید من یثق بدینه وکذا إذا آجرها الواقف سنین کثیرة ممن یخاف أن یتلف في یده یبطل القاضي الإجارة ویخرجها من ید المستأجر فإذا کان هذا في الواقف فالمتولي أولی (۱)

موقوفہ مرہونہ جائداد کو مال وقف سے چھڑانا

سوال: (۱۲۸) قصبہ "الجهره" ریاست گوالیار میں ایک مسجد بازار میں واقع ہے، اس کے متعلق بارہ قطعہ مکانات، مصارف مسجد کے لیے زمانہ تعمیر مسجد سے وقف چلے آرہے ہیں، من جملہ ان کے چار قطعات مکان ایک صاحب نے بلا مشورہ اہل اسلام رہن بالقبض کر دیے، جس سے مسجد کو کوئی فائدہ نہیں ہوا؛ بلکہ روزمرہ کے مصارف میں حرج واقع ہوا، راہن اور بعض اہل اسلام نے دعوی انفکاک رہن کا عدالت میں کیا، اور دوران کارروائی بلا رائے اور مشورہ، اہل اسلام نے بہ منظوری مبلغ ایک ہزار پچھتر روپے مرتہن کو بہ

(۱) الشامي ٦/ ٤٨٠ کتاب الوقف ـ مطلبٌ: إذا اجر المتولي بغبن فاحش کان خیانةً.

عوض انفکاک رہن دینے کا وعدہ کیا؛ کیا انتقال جائداد موقوفہ بذریعہ رہن جائز ہے؟ (۲۴۹۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: انتقال جائداد موقوفہ بذریعہ رہن و بیع وغیرہ درست نہیں ہے، زر رہن خاص رہن رکھنے والے سے لی جاوے، اور اگر کوئی مجبوری ہو مثلاً یہ کہ اس سے وصول نہ ہو سکے تو بدرجۂ مجبوری جائداد موقوفہ کی آمدنی سے اس رہن کو چھڑا لیا جاوے کہ انفکاک اس کا ضروری ہے، اور جس وقت راہن سے وصول ہو سکے وہ روپیہ وصول کیا جاوے۔ درمختار میں ہے: فإذا تم ولزم لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ ولا يعار ولا يرهن الخ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقط

اوقاف کی آمدنی میں سے کسی کو قرض دینا

سوال: (۱۲۹) جائداد متعلقہ مساجد، زیر اہتمام ایک کمیٹی وقف کے، منجانب گورنمنٹ انگلشیہ ہے؛ یہ بات کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی کہ واقف نے اس جائداد کو کس غرض، یا کن اغراض متعلقہ مساجد کے واسطے وقف کیا ہے؛ روپیہ ان اوقاف کا کمیٹی کے پاس بہ تعداد معقول جمع ہے، اور کمیٹی مذکور اس روپے میں سے گاہے گاہے روپیہ بھی بہ طور قرض حسنہ کے، ملازمان کمیٹی کو بلا سود یا بلا کسی منافع کے دیتی رہی ہے؛ اب سوال یہ ہے کہ کمیٹی منتظمہ کا ایسے مال وقف سے قرض حسنہ دینے کا فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۹۹۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اوقاف کی آمدنی میں سے متولیوں اور کمیٹی کو قرض دینے کا اختیار اور اجازت نہیں ہے، اور اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ ذمہ دار ہوں گے، اگر ضائع ہوا تو ضمان اس کا ان پر لازم ہے۔ فقط

سوال: (۱۳۰) زید کے پاس مال وقف امانت ہے وہ اس میں سے قرض حسنہ دے سکتا ہے یا خود لے سکتا ہے؟ (۲۱۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ایسا نہ چاہیے اور اگر اس نے قرض دیا یا خود صرف کیا تو ضمان اس پر لازم ہے اور بعد ضمان ادا کرنے کے گناہ معاف ہو جائے گا۔

اموالِ وقف میں سے اسلامی سلطنتوں کو بہ ضرورت اور مسلمانوں کو سود سے بچانے کے لیے قرض دینا

سوال: (۱۳۱)...... (الف) اگر مد اوقاف میں زائد از حاجت نقد روپیہ موجود ہو تو ممالک غیر کی

اسلامی سلطنت کو عندالضرورت اوقاف کے مال سے قرض حسنہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اوقاف کے مال سے مسلمانوں کو قرض حسنہ دے کر سود کے بار گراں سے بچالینا درست ہے یا نہیں؟ (۴۶۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) اول صورت کی فقہاء نے بہ ضرورت اجازت دی ہے۔

(ب) دوسری صورت کی اجازت نہیں ہے۔ فقط

قرض کی ادائیگی کے لیے موقوفہ جائداد کی نیلامی

سوال: (۱۳۲) ہمارے جدامجد پیر صاحب امام شاہ کا تکیہ جس میں قبرستان عام ہے، اور فی الحال ہمارے برادر سید قاسم نے کسی مہاجن سے روپیہ قرض لیا تھا لیکن تکیہ گروی نہیں رکھا؛ لیکن مجاور کی اولاد میں سے ہم ہیں، اس لیے ساہوکار نے نالش کر کے تکیہ نیلام پر چڑھا دیا ہے؛ آیا اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۱۳۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: الوقف لا يُمْلَكُ وَلَا يُمَلَّكُ (الدرمع الرد ۴۲۱/۶ کتاب الوقف) اس سے معلوم ہوا کہ وقف میں کوئی انتقال بیع و ہبہ و رہن وغیرہ نہیں ہوسکتا؛ پس وہ زمین موقوفہ شرعاً نیلام نہیں ہوسکتی، اور کوئی اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔ فقط

واقف کا پوتا وقف کو فسخ نہیں کرسکتا

سوال: (۱۳۳) ایک شخص نے اپنی کل جائداد وقف بہ ذریعہ رجسٹری بہ نام مسجد و مدرسہ کی، اور اس میں اپنی تولیت نسلاً بعد نسلٍ لکھی، اب یہ وقف درست ہے یا نہ؟ اب اس مسمّٰی کا انتقال ہوا، اس کے پوتے نے اس وقف کو رد کرنا چاہا کیا حکم ہے؟ (۱۹۳۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہوگیا، اور پوتا مذکور اس وقف کو فسخ نہیں کرسکتا، اور اس کو کچھ حق ملکیت و وراثت اس میں باقی نہیں رہا۔ كذا في الدر المختار (۱) فقط واللہ اعلم

---

(۱) فلا يجوز له إبطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى (الدرالمختار مع الرد ۴۰۸/۶ كتاب الوقف. تعريف الوقف)

موقوفہ مکان ودکان کو واقف واپس نہیں لے سکتا

سوال: (۱۳۴) زید کی صرف ایک دکان ایک مکان ہے، اور پانچ لڑکے چار لڑکیاں؛ کل نو اولاد موجود ہے، جس میں سے دو بڑے لڑکوں کے نام نصف مکان اور نصف دکان ہبہ کر دی، اس کے بعد زید نے اپنا مکان اور دکان مسجد تعمیر کرنے کے واسطے وقف کر دیا؛ یہ وقف صحیح ہوا یا نہیں؟ اب زید اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں چوں کہ ہبہ مشاع ومشترک کا ہوا، لہذا باطل ونا جائز ہے، اور کالعدم ہے، کیوں کہ ہبہ مشاع کا صحیح نہیں ہوتا کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جب کہ ہبہ صحیح نہیں ہوا تو وقف کل مکان ودکانات کا صحیح ونافذ ہو گیا؛ یعنی مکان اور دکانات مسجد کے لیے وقف ہو گئے، اور واقف نے جو شرائط وقف نامے میں لکھی ہیں وہ معتبر ہوں گی اور ان شرائط کے موافق عمل درآمد کیا جاوے گا اور جب کہ وقف صحیح ہو گیا تو اب وقف باطل نہیں ہو سکتا اور مکان ودکانات موقوفہ واپس نہیں ہو سکتیں۔ درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (۱) وفیہ أیضًا: شرط الواقف کنص الشارع (۲) شرائط الواقف معتبرۃ إذا لم تخالف الشرع (۳)

واقف کا کوئی بھی وارث وقف کو باطل نہیں کر سکتا

سوال: (۱۳۵) ہندہ نے بحالت صحت وثبات عقل اپنی کل جائداد لوجہ اللہ وقف کر دی، اس وقف کو وارث باطل کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۸۳۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وقف مذکور صحیح ہو گیا، کوئی وارث اس کو باطل نہیں کر سکتا: اور کوئی تصرف مالکانہ اس میں کسی وارث کا صحیح نہ ہوگا کما فی الدر المختار: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف)

استبدال وقف کی چند صورتیں اور ان کا حکم

سوال: (۱۳۶) واقف اگر چاہے تو وقف کے مکان کے ٹوٹنے کے بعد دوسری زمین زیادہ نفع

(۱) رد المحتار ۶/۴۲۱ کتاب الوقف (۲) الشامي ۶/۵۰۸ کتاب الوقف (۳) الشامي ۶/۴۱۲ کتاب الوقف.

کی اس سے بدل لے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اورزمین موقوفہ بعد بدلنے کے واقف کی ملک میں لوٹ آئے گی یا نہ؟ (۱۱۳۸/۴۳-۱۳۴۴ھ)

الجواب: اگر وقف کرنے کے وقت واقف نے بدلنے کی شرط کر لی تھی تو بدل سکتا ہے ورنہ نہیں قال في الدر المختار: وجاز شرط الاستبدال به أرضا أخرى...... (۱) وأما الاستبدال ولو للمساكين بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضي الخ (۱) وفي الشامي وكذلك ليس للقيم الاستبدال إلا أن ينص له عليه (۱)

سوال: (۱۳۷) زید نے ایک دکان ایک روپیہ ماہوار کرایہ کی، مسجد ومدرسہ کے اخراجات کے واسطے وقف کی ہے، اسی کے قریب ایک دوسری اراضی افتادہ موقوفہ بحق مدرسہ ومسجد ہے جس پر بازار لگتا ہے، اوراس کی آمدنی متذکرہ مصارف میں صرف ہوتی ہے؛ آیا دکان مذکورہ کا بدلنا یعنی اس کے بدلہ میں اگر واقف دوسری دکانات دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۳۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ زید نے دکان مذکور بلاشرط استبدال وقف کی ہے؛ یعنی بوقت وقف یہ نہ کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو اس کا مبادلہ کرسکتا ہوں تو اب ایسا کرنا واقف اور متولی کو درست نہیں ہے، اور یہ معاوضہ اور مبادلہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل اس کی درمختار وشامی میں مذکور ہے۔ فقط

سوال: (۱۳۸) ہندہ اور طلحہ ایک گاؤں میں شریک ہیں، ہندہ نے اپنا حصہ ایک مسجد کے خرچ کے لیے وقف کر دیا، طلحہ کے شوہر کا ایک دوسرے گاؤں میں اسی قدر مالیت کا حصہ ہے، اوراس گاؤں میں طلحہ کے شوہر کا جو شریک ہے وہ اسی مسجد کے لیے اپنا حصہ وقف کرنا چاہتا ہے؛ کیا عندالشرع یہ جائز ہوگا کہ ہندہ اپنے حصہ موقوفہ کو طلحہ کے شوہر کے حصہ دوسرے گاؤں سے تبادلہ کر لے، تاکہ موقوفہ دونوں یکجا ہوجائیں اور طلحہ اوراس کے شوہر کے حصے یکجا ہوجائیں؟ (۲۶۶/۴۳-۱۳۴۴ھ)

الجواب: بعدوقف کردینے کے اس طرح تبادلہ درست نہیں ہے۔ هكذا في كتب الفقه.

محض وقف کی نیت کی تھی، وقف نہ کیا تھا تو استبدال جائز ہے

سوال: (۱۳۹) زید نے ایک قطعہ اراضی کو جو تیس بیگہ خام ہے، اس کا منافعہ سالانہ بتیس روپے

(۱) الدر المختار و ردالمحتار ۲/ ۴۵۷-۴۵۸ كتاب الوقف–مطلبٌ في استبدال الوقف وشروطه.

ہے، اس تفصیل کے ساتھ کہ دس روپے محلّہ کی مسجد میں صرف ہوا کریں، اور گیارہ روپے غرباء ومساکین کے بچوں کی تعلیم میں، اور گیارہ روپے یتیمان وبیوگان کی تیاری پارچہ وغیرہ میں صرف کیے جائیں، اپنے دل میں مذکورہ مصارف کی نیت کر کے وقف کر دیا؛ لیکن وقف کے متعلق کوئی تحریر نہیں لکھی؛ اب زید چاہتا ہے کہ قطعہ مذکورہ سے عمدہ ایک قطعہ جس کی آمدنی زیادہ ہے، بجائے قطعہ مذکورہ کے وقف کر دے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۷/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر زبان سے ابھی کچھ نہیں کہا تھا، اور زبانی وقف نہ کیا تھا یعنی یہ نہ کہا تھا کہ میں نے فلاں قطعہ اراضی کو وقف کر دیا؛ بلکہ محض نیت تھی کہ فلاں قطعہ زمین کو بہ تفصیل ہذا وقف کروں گا، تو ابھی وہ زمین وقف نہیں ہوئی، اس کی جگہ دوسری زمین کو وقف کر سکتا ہے، اور اگر زبان سے بلا شرط استبدال وقف کر دیا تھا اگر چہ تحریر نہیں ہوئی تھی تو وہ زمین وقف مؤبد ہوگئی، اب اس کو اپنی ملک میں داخل نہیں کر سکتا: ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسری زمین بھی اسی کے ساتھ وقف کر دے، دونوں وقف ہو جائیں گی؛ لیکن پہلی زمین موقوفہ کا پھر مالک نہیں ہو سکتا۔ فقط

واقف کی شرط کے موافق متولی اشیاء موقوفہ کو دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے

سوال: (۱۴۰) زید کی تولیت میں کچھ اشیاء منقولہ، باقی رہنے والی، قابل انتفاع خلائق؛ اس کے والد خالد کی وقف کردہ تھیں، زید نے اپنے پسر عمر کو اس وقف کا متولی قرار دیا، اور وقف نامہ لکھ کر، علماء اور قاضی شہر کی مواہیر (یعنی مہروں) سے مکمل کرا کے، عمر کے حوالہ کیا، اور اشیاء موقوفہ کو اس کی تولیت میں سپرد کر دیا، کئی سال بعد زید واقف کا انتقال ہو گیا، عمر متولی زید کی زندگی سے شرائط وقف کا پورا لحاظ کرتا رہا، اور جس قدر نفع رسانی اشیاء موقوفہ سے ممکن ہو سکی کرتا رہا، اس وقف نامہ میں منجملہ دیگر شرائط وقف، شرائط ذیل بھی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اگر متولی کو بسبب حوادث زمانہ وطن سے ہجرت کا اتفاق پیش آوے، اور تحفظ اشیاء کی کوئی قابل اطمینان صورت متولی نہ سمجھے، تو اشیاء موقوفہ کو اپنے ہمراہ رکھ سکتا ہے۔

(۲) متولی اشیاء موقوفہ کو اپنے اطمینان کی جگہ جہاں مناسب سمجھے وہاں رکھے۔

(۳) غیر کے دست تصرف میں ہرگز نہ جانے دے۔

اس وقت زید متولی اوّل کے انتقال سے تقریبا دو سال بعد، عمر متولی ثانی کو دینی و دنیوی ضرورت اور حوادث زمانہ کی وجہ سے وطن سے ہجرت کا اتفاق ہوا، اور دوسری جگہ اقامت اختیار کی، متولی اشیاء موقوفہ کو اپنا وطن چھوڑ کر تحفظ کا کوئی انتظام قابل اطمینان سمجھ میں نہ آیا، اور نہ کسی کو قابل اطمینان ایسا جانتا ہے کہ اشیاء کی حفاظت تا مراجعت وطن اس کے سپرد کردے، اور نیز ان اشیاء موقوفہ کو وطن میں بند کرنے سے، علاوہ خطرۂ چوری کے نہ خود منتفع ہوسکتا ہے، اور نہ اہل حاجت کو نفع پہنچانے کا قابلِ اطمینان انتظام کرسکتا ہے؛ البتہ جائے اقامت میں عمر متولی ان سب امور کا انتظام اچھی طرح کرسکتا ہے؛ نظر برآں عمر متولی اشیاء موقوفہ کو بناء برشرائط مذکورہ؛ آیا شرعا ہمراہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دراندازوں کا مانع آنا ـــ جن کو اس وقف میں کسی طرح کا دست تصرف کا حق نہیں ہے ـــ کیا معتبر ہوسکتا ہے؟ اور عمر جو متولی اشیاء موقوفہ کا عن اب وجدٍ چلا آتا ہے؛ مرد صالح ہے اس کی رائے کے خلاف یہ لوگ اس وقف کے انتظام میں آیا دخیل و منتظم ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۵۰-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة (الشامي۶/۵۲۱ كتاب الوقف) وفيه أيضا: فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع (الشامي۶/۶۱۲ كتاب الوقف) وفي ردالمحتار: شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة الخ قوله في المفهوم والدلالة. كذا عبر فى الأشباه والذى فى البحر عن العلامة قاسم فى الفهم والدلالة وهو المناسب الخ (۱) (ردا لمحتار: ص:۶۱۶) وفى الدرالمختار: وإن وقف على المسجد جاز ويقرء فيه ولا يكون محصورًا على هذا المسجد؛ وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها، والفقهاء بذلك مبتلون. فإن وقفها على مستحقى وقفه لم يجز نقلها، وإن على طلبة العلم وجعل مقرها فى خزانته التى فى مكان كذا ففى جواز النقل تردد نهرقوله ففى جواز النقل تردد الذى تحصل من كلامه أنه إذا وقف كتبا وعين موضعها، فإن وقف على اهل ذلك الموضع لم يجز نقلها منه لالهم ولالغيرهم، وظاهره أنه لايحل لغيرهم الانتفاع بها، وإن وقفها على طلبة العلم فلكل طالب الانتفاع بها في محلها وأما نقلها منه ففيه تردد ناشئ مما قدمه عن الخلاصة من حكاية القولين من أنه لو وقف المصحف على المسجد أى بلا تعيين أهله، قيل: يقرء فيه أى

(۱) الشامي۶/۵۰۸ كتاب الوقف ـ مطلبٌ فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

یختص بأهله المترددین إليه ، وقيل: لا يختص به أى فيجوز نقله إلى غيره ، وقد علمت تقوية القول الأول بما مر عن القنية ، وبقي ما لوعمم الواقف بأن وقفه على طلبة العلم لكنه شرط أن لايخرج من المسجد أو المدرسة كما هو العادة ، وقدمنا عند قوله ولا يرهن عن الأشباه أنه لو شرط أن لا يخرج إلابرهنٍ لا يبعد وجوب اتباع شرطه وحمل الرهن على المعنى اللغوي تبعًا لما قاله السبكي ويؤيده ما قدمناه قبيل قوله والملك يزول عن الفتح من قوله إن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك فله أن يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية ، وله أن يخص صنفا من الفقراء وكذا سياتى فى فروع الفصل الأول أن قولهم شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة و وجوب العمل به قلت لكن لا يخفى أن هذا إذا علم أن الواقف نفسه شرط ذلك حقيقةً أما مجرد كتابة ذلك على ظهر الكتب كما هو العادة فلا يثبت به الشرط، وقد أخبرنى بعض قوّام مدرسة أن واقفها كتب ذلك ليجعل حيلة لمنع إعارة من يخشى منه الضياع والله سبحانه أعلم (۱) (ردالمحتار: ص:۳۷٦)

وفى العالمغيرية: ثم فى وقف المصحف إذا وقفه على أهل المسجد يقرء ونه أن يحصون يجوز وإن وقف على المسجد يجوز ويقرء فى هذا المسجد وذكر فى بعض المواضع: لايكون مقصورًا على هذا المسجد كذا فى الوجيز للكردرى واختلف الناس فى وقف الكتب جوزه الفقيه أبو الليث وعليه الفتوىٰ كذا فى فتاوى قاضى خان(۲) (عالمغيرية)

روایاتِ مذکورہ سے بہ وضاحت ثابت ہے کہ عمر متولی ان اشیاءِ موقوفہ کو دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے؛ بلکہ شرط واقف کے موافق بہ صورت مذکورہ ضروری ہے کہ ان اشیاء کو اپنے ساتھ اپنی حفاظت میں رکھے، اور مخلوق کو نفع پہنچاوے، کہ غرض واقف کی بدون اس کے حاصل نہیں ہوسکتی، اور غرض واقف کی رعایت کرنا لازم وواجب ہے، کما مر عن الدر المختار وغیرہ ، مانع آنا بعض ناس کا جن کو اس وقف میں کچھ تصرف کا اختیار نہیں ہے؛ شرعًا معتبر نہیں ہے، اور عمر متولی جس پر کسی قسم کی خیانت اور تصرف بے جا کا الزام نہیں ہے، اس کے خلاف کسی کو کچھ مداخلت انتظام وقف مذکور میں، جائز نہیں ہے۔

(۱) الدر المختار و ردالمحتار۲ /۴۳٦-۴۳۸ كتاب الوقف– مطلبٌ: من ذكر للوقف مصرفًا ...

(۲) الفتاوى الهندية ۲/ ۳٦۱ كتاب الوقف – الباب الثانى فيما يجوز وقفه وما لايجوز ......

وقف کی تولیت کے مسائل

متولی کون ہوسکتا ہے؟

سوال: (۱۴۱) (الف) متولی کون ہوسکتا ہے؟ (ب) بعد انتقال متولی کے اب کون متولی ہوگا؟ (۱۷۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) جو شخص امانت دار ہو، اور امور تولیت کو بہ خوبی انجام دے سکے، وہ متولی ہوسکتا ہے، اور فروخت کرنے والا جائداد موقوفہ کا خائن ہے اس کو معزول کرنا ضروری ہے، وہ لائق متولی ہونے کے نہیں ہے۔ (ب) جو شخص امانت داری سے کار تولیت کو انجام دے اس کو متولی مقرر کیا جاوے (۱)

وقف کی تولیت کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۱۴۲) کسی مسجد کے متعلق کئی مکان اور کچھ پرتی (غیر مزروعہ) زمین قبل سے وقف ہے، زید، مسجد کے لیے مؤذن مقرر ہوا، اس نے اس پرتی زمین کے کچھ حصے پر اپنے خرچ سے چند کوٹھری واسطے اخراجات مسجد و کار ثواب کے، بنا کر وقف نامہ رجسٹری کرادیا، اور از خود اپنے کو متولی اس کا قرار دیا: آیا زید کو ان مکانات اور زمین پر کوٹھری بنانے سے حق تولیت حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مسلمانوں کو اس شخص کے ساتھ کیا عمل کرنا چاہیے؟ اس کو متولی رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۴۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جو شخص اصل واقف اور بانی مسجد کا ہے تولیت کا حق اس کا ہے، اس کے بعد اس کی اولاد کا، یا جس کو انھوں نے متولی بنایا ہو، وہ تصرف حسب شرائط وقف کرے گا، زید ان مکانات و زمین موقوفہ مسجد کا خود بخود متولی نہیں ہوسکتا، اور جو مکان زید نے زمین موقوفہ پر بنائے وہ ملحق بہ اصل وقف

---

(۱) قال في الإسعاف: ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لايحصل به (ردالمحتار ۶/۴۵۳ كتاب الوقف - مطلبٌ في شروط المتولي)

ہو جائیں گے، زید کو مسلمانان اہل صلاح اگر لائق تولیت کے سمجھیں، اور وہ اہل اس کا ہو؛ تو ــــ بہ شرطیکہ پہلے سے کوئی متولی نہ ہو ــــ متولی بنا سکتے ہیں، اور اگر اندیشہ اس کے تصرف مالکانہ کا ہو، اور خیانت کا شبہ ہو تو کسی دوسرے شخص کو جو لائق تولیت کے ہو، اور امانت دار ہو متولی بنا دیں۔ فقط

وقف کی تولیت کا مستحق کون ہے؟

سوال: (۱۴۳) ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی، اور کاغذات رجسٹری کے اوپر طریقہ سنی یعنی اہل سنت والجماعت کے لکھ کر رحلت کی، اب وہ جائدادِ زمین ایسی جماعت کے قبضہ میں ہے جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہے؛ پس اہل سنت؛ ائمہ اربعہ کے ماننے والے کو کہتے ہیں یا غیر کو؟ اور اس وقف کی نگرانی کے مستحق اہل سنت ہیں یا مخالفین؟ (۱۳۳۹/۷۰۴ھ)

الجواب: اس وقف کی نگرانی وتولیت کی مستحق جماعت اہل سنت ہے؛ جو کہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقلدین واَتباع ہیں اور عقائد ان کے مطابق عقائد اہل سنت و جماعت ہیں۔ فقط

جماعت مسلمین کا متولی مقرر کرنا درست ہے

سوال: (۱۴۴) قصبہ کیرانہ ضلع مظفرنگر میں ایک مسجد شاہی وقت کی بنی ہوئی ہے، جس کو کسی بیگم نے بنایا ہے، جو ''مسجد سرائے'' کے نام سے مشہور ہے، اور اس کے متعلق مکان ودکانیں جانب غرب و جنوب وشمال ہیں، اور بانی کی اولاد میں سے عرصۂ دراز سے کوئی باقی نہیں ہے، اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس نے کس کو متولی مقرر کیا، اور کون کون اس کے متولی ہوئے، سنتے ہیں کہ اس کا نام ''مہر پرور'' تھا وہ بازار جہاں مسجد ہے، اس وقت تک ''مہر آباد'' کے نام سے مشہور ہے، چوں کہ بانی اور اس کی اولاد کا بالکل نام و نشان ایک عرصہ سے نہیں ہے، اس لیے اس جائداد موقوفہ متعلقہ مسجد کی تولیت عرصہ تخمیناً چالیس پینتالیس سال سے اس طور پر کہ مسلمانان قصبہ کیرانہ باہم مل کر کسی کو متولی مقرر کردیتے ہیں، اب اخیر میں ''چودھری اوجالا'' ایک شخص متولی تھا جو تخمیناً عرصہ دس سال کا ہوا فوت ہوگیا، اور انتظام مصارف مسجد ودکان ووصول کرایہ وغیرہ کا بالکل غیر منظم وخراب ہوگیا۔

لہٰذا مسلمان قصبہ نے محرم سنہ ۳۶ھ میں پانچ شخصوں کو متولی مقرر کردیا، متولیان نے اسی وقت

سے اس کا انتظام شروع کر دیا، مکان اور دکانوں کا کرایہ نامہ باضابطہ لکھا کر کرایہ نامجات رجسٹری کرائے، اور کرایہ وصول کر کے اس کو مصارف مسجد میں صرف کرتے ہیں، ایک کرایہ دار اہل ہنود میں سے جس کے قبضے میں متولی سابق کے وقت سے دو دکانیں تھیں، ایک دوسرے کے نام علاوہ متولیان مقرر کرایہ نامہ لکھ کر رجسٹری کرادیا، اب ماہ دسمبر سنہ ۱۸ء میں متولیان نے اس کرایہ دار پر عدالت میں مبلغ ایک سو اسی روپے کی نالش ــــ بابت تین سال کے کرائے کی ــــ دائر کی، وکلاء مدعا علیہ نے عدالت میں یہ اعتراض پیش کیا کہ متولیان مدعیان چوں کہ متولیان جائز نہیں ہیں؛ اس واسطے ان کو اختیار نالش کا حاصل نہیں؛ اب سوال یہ ہے کہ تقرر مذکور بالا منجانب جمہور اہل اسلام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جمہور اہل اسلام شرعاً متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۱۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ردالمحتار المعروف بالشامی میں تحت اس قول درمختار کے **ولاية نصب القيم إلى الواقف ثمّ لوصيه الخ** یہ نقل کیا ہے: **ثم ذكر عن التتارخانية ماحاصله، أن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متوليا لمصالح المسجد، فعند المتقدمين يصح، ولكن الأفضل كونه بإذن القاضي، ثم اتفق المتأخرون: أن الأفضل أن لايعلموا القاضي في زماننا الخ** (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل مسجد و جمہور اہل اسلام متولی مقرر کر سکتے ہیں، اور ان کا بنایا ہوا متولی کار تولیت انجام دے سکتا ہے، اور منافع وقف کے متعلق جو امور وہ کرے وہ معتبر و صحیح ہیں، للہٰذا صورت مسئولہ میں متولیان مذکورین کا نالش کرنا وصول کرائے کے بارے میں درست اور جائز ہے، اور وہ متولیان؛ جائز متولی ہیں، اور عذر وکلائے مدعا علیہ کا غلط اور باطل ہے۔ فقط

کیا جمہور اہل اسلام قاضی کے قائم مقام ہیں؟

سوال: (۱۴۵) مسٹر امیر علی نے جو شرع محمدی لکھی ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ جمہور اہل اسلام کو بھی وہی اختیارات ہیں جو قاضی کو ہیں، اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے، اور طبیب نے اس کا خلاف کیا ہے کہ جمہور اہل اسلام کو اختیار نہیں ہے؟ (۴۱۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: متولی بنانے کے متعلق یہ امر صحیح ہے کہ جمہور اہل اسلام و اہل مسجد متولی مقرر کر سکتے ہیں،

(۱) ردالمحتار ۶/ ۴۹۶ کتاب الوقف ــ مطلب: **الأفضل في زماننا نصب المتولي بلا إعلام القاضي الخ**

اور جیسا کہ قاضی کو اختیار ہے متولی بنانے کا، بعض صورت میں اہل مسجد واہل اسلام کو بھی ہے، نہ یہ کہ جملہ امور میں جمہور اہل اسلام بہ منزلہ قاضی کے ہیں۔ فقط

خانقاہ وغیرہ کی تولیت کسی قوم اور خاندان کے ساتھ خاص نہیں

سوال: (۱۴۶) ''میراسیوں'' کا قبضہ خانقاہ مقدسہ سے ہٹا دینا چاہیے یا نہیں؟ یہاں کے علماء متفق ہیں کہ میراسی وغیرہ کمینی قوم کو مسجد کا یا خانقاہ کا متولی بنانا جائز نہیں ہے؟ (۱۴۴۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: تولیت کسی قوم اور خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، پس جس میں شرائط تولیت یعنی امانت داری وغیرہ پائی جاویں وہ متولی ہوسکتا ہے، اور تولیت کے بارے میں شرط واقف کا بھی اعتبار ہے، اس کے خلاف کسی کو متولی نہیں بنا سکتے۔ فقط

واقف کی اولاد تولیت کی زیادہ حق دار ہے

سوال: (۱۴۷) عمر نے ایک چھوٹی مسجد کو وسیع کرایا، اور کل انتظامات مسجد مذکورہ کے بلا مداخلت احدے (کسی کی مداخلت کے بغیر) اپنی ذات سے بحیثیت متولی انجام دیتا تھا، نیز چہار قطعہ ملکیات اپنے ذاتی صرفے سے تیار کرا کر مصارف پیش امام ومؤذن میں وقف کردیا، اور مسجد کا سائبان اور صحن اور احاطہ بنوادیا، اور حجرہ اور حمام وغیرہ جملہ ضروریات مسجد کو تیار کیا، بعد وفات عمران کی بی بی ہندہ اور فرزند خالد اپنی موقوفہ جائداد ومسجد توسیع کردہ کو سرکار عالی صیغۂ امور مذہبی (یعنی مذہبی معاملات کا محکمہ) کو تفویض کرکے اور پوتا احمد کو ہمراہ لے کر ہجرت کرگئی؛ اب واقف کا پوتا احمد مدینہ منورہ میں پچیس سال رہ کر واپس آیا ہے، اور مسجد مذکورہ کی تولیت واپس مانگتا ہے؛ وہ شرعاً اس کا مستحق ہے یا نہیں؟ (۳۶/۲۷۰-۱۳۴۷ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: الباني للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلا إذا عين القومُ أصلَحَ ممن عينه الباني الخ، قوله: الباني أولى وكذا ولده وعشيرته أولى من غيرهم(۱) (ردالمحتار للشامي ج:۳) پس معلوم ہوا کہ واقف کا پوتا اس صورت میں احق ہے تولیت مسجد مذکور کا۔ ومادام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف لايجعل المتولي من الأجانب(۲) (درمختار)

---

(۱) الدر والرد ۶/۵۰۵ کتاب الوقف ـ قبیل مطلب في الوقف المنقطع الأول الخ.

(۲) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ کتاب الوقف ـ مطلب: لا يجعل الناظر من غير أهل الوقف.

متولی کی اولاد نہ ہو تو اس کے مرنے کے بعد وقف کا متولی کون ہوگا؟

سوال: (۱۴۸) زید نے ایک مسجد کے لیے چار دکان وقف کیں، بکر کو متولی مقرر کیا، وقف نامہ میں شرط کی کہ متولی اخراجات مسجد پورے کرے، اور اپنی گذر اوقات کرے، اور یہ حق نسلاً بعد نسل جاری رہے، متولی نے ایک لڑکی ہندہ لاوارث پال لی، اور اس کے حق میں وصیت کی کہ بجائے میرے، خدمات جاروب کشی وغیرہ کی مستحق ہوگی، اور آمدنی کرایہ دکان سے مثل میرے مستفیض ہوگی، اور اس کا نکاح عمر سے ہوا، بطن ہندہ سے اور صلب عمر سے خالد پیدا ہوا، عمر نے دوسرا نکاح کرلیا، اس دوسری بی بی سے تین لڑکے پیدا ہوئے، عمر و ہندہ فوت ہو گئے، ہندہ اور عمر کی اولاد کو یعنی خالد وغیرہ کو اس تولیت میں کوئی حق ہے یا نہیں؟ (۱۷۴۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہندہ اور اس کا شوہر عمر اور اس کا پسر خالد، اور عمر کی اولاد (دوسری زوجہ سے ان) کو کچھ حق تولیت کا موافق شرط واقف کے نہیں ہے، بکر متولی اگر لاولد مرا ہے تو واقف کی نسل میں سے جو مستحق تولیت اور اہل تولیت ہو اس کو متولی مقرر کیا جاوے، ورنہ اہل اسلام و اہل محلہ جس کو لائق سمجھیں متولی مقرر کریں۔

واقف کی اولاد کے بجائے دوسرے شخص کو متولی بنانا

سوال: (۱۴۹) ایک شخص نے مدرسہ تعلیم اسلام کے لیے کھولا، اور وہ وقف ہے، مگر اس کا متولی خود ہی ہے، اور بعد اس کے مرنے کے متولی مذکور کا فرزند ہے، اب اس کو بدل کر دوسرا متولی بنانا چاہتے ہیں: تو کیا جبراً متولی مذکور کو دوسرے لوگ بدل سکتے ہیں یا کیا حکم ہے؟ (۲۵۰۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کتب فقہ میں ہے کہ واقف اپنی حیات میں خود متولی ہوتا ہے، اور اس کے بعد اس کی اولاد و اقارب میں سے جو لائق تر ہو وہ متولی ہوگا، اور بہ موجودگی اقارب و اولاد واقف کے غیر شخص متولی نہیں ہوسکتا، البتہ اگر متولی مذکور سے کچھ خیانت ثابت ہو تو عام اہل اسلام اس کو معزول کر کے دوسرے شخص صالح و لائق کو متولی بنا سکتے ہیں۔ فقط

واقف کا اپنے لڑکے کے بجائے دوست کے لڑکے کو متولی بنانا

سوال: (۱۵۰) ایک شخص اپنے ولد صالح کو چھوڑ کر اپنے دوست کے لڑکے کو متولی بنانا چاہتا ہے، اور زمین داری وقف کرنا چاہتا ہے؛ یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے ولد صالح کو کچھ حق تولیت پہنچے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۲۰۶ھ)

الجواب: پوری عبارت درمختار کی یہ ہے: ولاية نصب القيم إلى الواقف، ثم لوصيه الخ، ثم إذا مات المشروط له بعد موت الواقف، ولم يوص لأحد؛ فولاية النصب للقاضي إذ لا ولاية لمستحق إلا بتولية كما مر، ومادام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف لا يجعل المتولي من الأجانب الخ (۱) اس پوری عبارت سے واضح ہوگیا کہ متولی بنانے کا اختیار اصل میں واقف کو ہے، جس کو واقف متولی بنادیوے وہ متولی ہوجاوے گا، اور اگر آئندہ کو بھی کوئی شرط اور ترتیب تولیت کی اس نے معین کی ہے تو آگے کو بھی اس کی شرط کے موافق عمل درآمد ہوگا، اور جب کہ واقف فوت ہوگیا، اور اس کی طرف سے شرط بھی کچھ نہیں ہے تو پھر قاضی کو اختیار متولی بنانے کا ہے، لیکن قاضی کو چاہیے کہ جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی شخص لائق تولیت کے موجود ہے تو اجنبیوں میں سے متولی مقرر نہ کرے، پس مطلب عبارت اور مسئلہ واضح ہوگیا۔

مقبرے کے اخراجات کے لیے جو جاگیر دی گئی ہے اس کا متولی کون ہوگا؟

سوال: (۱۵۱) حضرت سید غلام قاسم صاحب قادری کو زمانہ سجادگی میں سرکار سے ایک جاگیر عطاء ہوئی، اس کی سند دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معطی کی غرض اعطاء جاگیر سے مقبرہ کے عود وگل وغیرہ کے مصارف ہیں نہ معطی لہ یعنی سید غلام قاسم صاحب کے ذاتی مصارف، اس سے معلوم ہوا کہ اعطاء جاگیر بطور تملیک نہیں ہے، بلکہ محض بطور اعانت علی الخدمۃ بلاتملیک ہے۔

پھر یہ جاگیر مع سجادگی وجملہ اوقاف میرے والد کی طرف منتقل وتفویض ہوئی، ایک زمانہ میرے والد جاگیر وغیرہ پر قابض رہے، میں ابھی حمل میں ہی تھا کہ میرے والد اس عالم سے چل بسے، اپنے

---

(۱) الدر مع الرد ۶/ ۴۹۶-۴۹۹ کتاب الوقف – مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ .

انتقال سے پہلے حاضرین کے سامنے اپنے علاتی بھائی سید محمد مرتضی صاحب کو وصیت فرمائی کہ اگر میرے گھر لڑکا ہوتو یہ جاگیر مع سجادگی و جملہ اوقاف اس نومولود بچہ کوتفویض کرنا، تو میرے علاتی چچا سید محمد مرتضی صاحب نے اس وصیت کوقبول فرمایا، خدا کی شان ہے کہ جب میں پیدا ہوا تو چچا صاحب نے خیال فرمایا کہ جو کچھ غیب سے ملا ہے وہ اگلنا پڑے گا، اس لیے اپنی ذاتی وجاہت سے میری صغرسنی میں حکام وقت کو دھوکہ دے کر اپنے اور اپنے فرزندوں کے نام جاگیر مذکور کی جدید سند کرالی صرف سجادگی بعد سن شعور واپس کی۔

اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ کیا وصی کو وصیت میں خلاف منشاء موصی اس طرح تغیر کر کے کچھ وصیت پورا کرنا؛ یعنی سجادگی مجھ کو دینا اور کچھ وصیت طاق نسیانی پر رکھنا؛ یعنی جاگیروغیرہ ایں جانب ہضم کر لینا باوجود موصی لہ یعنی میرے مطالبہ کے مجھ کو نہ دینا از روئے شرع شریف جائز ہے؟ اور حکام وقت کا دھوکہ کھا کر سید مرتضی صاحب کے نام جدید سند کر دینا کیا قابل اعتبار ہے؟ اور یہ اعطاء جدید لمن کتب له اسمه في الديوان کا کیا مصداق ہوسکتا ہے؟ (۲۰۰۵/۳۲-۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ سند جاگیر مذکور سے یہ محقق ہے کہ جاگیر مذکور معطی لہ کی ملک نہیں کی گئی، اور نہ اس کو وقف کیا گیا ہے؛ جیسا کہ پہلے کاغذات سے جو اس کے متعلق آئے ہیں ثابت ہے، کیوں کہ سرکار نے صرف آمدنی ایک موضع کی مثلاً مصارف مقبرہ خاص کے لیے متعین کردی ہیں کہ اس قدر روپیہ آمدنی فلاں موضع کا فلاں مقبرہ کے اخراجات کے لیے دیا جاتا ہے؛ تو اس حالت میں وہ جاگیر وقف بھی نہیں ہے، بلکہ جیسے پہلے ملک سلطانی یا ملک بیت المال تھی اب بھی رہی، ایسی حالت میں اگر معطی یا اس کے نواب کی جانب سے اس کا انتقال دوسرے شخص کی طرف کردیا جاوے؛ ظاہر ہے کہ اس کے جواز سے کوئی امر مانع نہیں ہے، بناءً علیہ جو جدید سند بنام سید محمد مرتضی صاحب منجانب سرکار عطاء ہوئی وہ معتبر ہوگی، اگرچہ سید مرتضی صاحب نے دھوکہ دے کر ایسا کرایا ہو، وقف شامی میں ہے: قال الشيخ قاسم: إن من أقطعه السلطان أرضًا من بيت المال ملك المنفعة بمقابلة ما أعدله فله أجارتها وتبطل بموته أو إخراجه من الإقطاع لأن للسلطان أن يخرجها منه الخ (۱) (ردالمحتار ۳۹۲/۳) فقط

(۱) الشامی ۴۲۶/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ مهمٌ في وقف الإقطاعات.

واقف کی بیوی کو متولی بنانا

سوال: (۱۵۲) ایک شخص نے ایک جائداد وقف کی ہے، اور اپنی زندگی میں وہ خود متولی تھا، اور وقف نامہ میں تحریر کیا ہے کہ میرے انتقال کے بعد جس شخص کو برادری کے تین دین دار آدمی متولی بنائیں وہی متولی ہوگا، اب واقف مذکور کے انتقال کے بعد مسمی عبدالحمید جو کہ واقف مذکور کے بھائی کا پوتا ہے متولی ہونا چاہتا ہے، اور عبدالحمید مذکور بیاج کالین دین کرتا ہے اور فراش بھی ہے۔ اور واقف کی برادری کے تین دین دار شخص واقف کی زوجہ کو جو دین دار تہجد گذار ہے متولی بنانا چاہتے ہیں، اس صورت میں مستحق تولیت کا کون ہے؟ (۸۰۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں مستحق تولیت کی واقف کی زوجہ ہے، بھتیجے کا بیٹا جو فاسق ہے مستحق تولیت کا نہیں ہے، شامی میں ہے: قال في الإسعاف: ولایولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن، لأنه یخل بالمقصود، وکذا تولیة العاجز لأن المقصود لایحصل به، ویستوی فیه الذکر والأنثی وکذ الأعمی والبصیر الخ (۱) اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مذکورہ میں واقف کی زوجہ متولیہ بنائے جانے کے لائق تر ہے، اور زیادہ مستحق ہے، بلکہ اس کی موجودگی میں عبدالحمید مذکور کو متولی بنانا جائز نہیں ہے، اور یہ بھی شامی میں ہے کہ جو متولی بننا چاہتا ہے اس کو متولی نہ بنایا جاوے۔ وقالوا: من طلب التولیة علی الوقف لایعطی له الخ (۱)

عورت بھی اوقاف کی متولی ہوسکتی ہے

سوال: (۱۵۳) خاندان سجادہ ومتولی اوقاف میں محض ایک عورت ہندہ نواسی باقی رہ گئی ہے، جس کا نسب عدالت فوق وتحت سے ثابت ہوگیا ہے، اور مدعا علیہ غاصب جائداد کا غصب کرنا عدالت نے بھی تسلیم کرلیا ہے، پس از روئے شرع شریف ہندہ تولیت مسجد وغیرہ کے حقوق پاکر اپنی جانب سے انتظام کاروبار متعلقہ اوقاف کسی مرد کے ذریعہ سے کراسکتی ہے یا نہیں؟ اور حق تولیت اس کو حاصل ہے یا

(۱) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف - مطلبٌ في شروط المتولي.

نہیں؟ (۱۶۳۷/۳۲-۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ومادام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف لا يجعل المتولي من الأجانب (۱) شرط الواقف كنص الشارع (۲) وفي الشامي: قال في الإسعاف: ولايولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز لأن المقصود لايحصل به، ويستوي فيه الذكر والأنثى، وكذا الأعمى والبصير، وكذا المحدود في القذف إذا تاب لأنه أمين، وقالوا: من طلب التولية على الوقف لايعطى له، وهو كمن طلب القضاء لايقلد انتهى (۳) ان روایات سے چند امور محقق ہوئے: اول یہ کہ: جب تک واقف کے اقارب میں سے کوئی شخص لائق متولی بنانے کے ملے اجنبیوں میں سے متولی نہ بنایا جاوے، دوسرے یہ کہ: واقف کی شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہے، تیسرے یہ کہ: متولی امانت دار کو بنایا جاوے جو خود اس کام کو امانت داری سے کر سکے یا اپنے نائب کے ذریعہ سے کر سکے الخ ــــ اس کے بعد کہا کہ تولیت کے لیے مرد کی خصوصیت نہیں ہے، عورت بھی متولی ہو سکتی ہے، اگر اس میں شرائط تولیت محقق موجود ہوں؛ کیونکہ وہ کارِ تولیت دوسرے مردوں کے ذریعہ سے کرا سکتی ہے، اور جو کام اس کے کرنے کے ہیں ان کو خود کر سکتی ہے، اخیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو تولیت طلب کرے اس کو متولی نہ بنایا جاوے، اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ شرائط واقف کے موافق اس کو طلب تولیت کا حق نہ ہو۔

نابالغ کو متولی بنانا

سوال: (۱۵۴) دو متولیوں میں سے ایک کا انتقال ہوا، دوسرا متولی ہی کافی ہوگا، یا متولی متوفی کی جگہ کوئی اور متولی مقرر ہونا ضروری ہے، اگر ضروری ہے تو اس کا پسر نابالغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۷۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: متولی متوفی کی جگہ دوسرا متولی ہونا موافق شرط واقف کے ضروری ہے، اور نابالغ متولی

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ كتاب الوقف ـ مطلب لا يُجعَل الناظرُ من غير أهل الوقف.
(۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۵۰۸ كتاب الوقف ـ مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع.
(۳) ردالمحتار ۶/۴۵۳ كتاب الوقف ـ مطلب في شروط المتولي.

نہیں ہوسکتا، اس کے بالغ ہونے تک کسی دوسرے کو متولی بنایا جاوے۔ فقط

بھائیوں کی موجودگی میں بہن یا بھانجہ بھانجی متولی ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۵۵) بھائیوں کی موجودگی میں بہن، یا بھانجہ، بھانجی متولی ہوکر کسی نوکر کے ذریعہ سے درگاہ یا مسجد کا کام انجام دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۷۸۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: تولیت کے بارے میں موافق شرط واقف کے عمل درآمد ہوگا، اگر واقف نے اولاد ذکور میں تولیت کو قائم کیا ہے، تو انہیں میں تولیت رہے گی، اور اگر تولیت کو مطلقاً اولاد میں قائم کیا ہے، تو اناث بھی اس میں داخل ہیں، غرض جو قیود و شروط وقف نامہ میں درج ہیں ان کے موافق عمل ہوگا۔

جس شخص کے بھائی فاسق ہوں اس کو مسجد کا متولی بنانا

سوال: (۱۵۶) جس شخص کے حقیقی بھائی تارک صلاۃ اور زانی، راشی ہوں اور چوری کا مال ان کی معرفت خرید و فروخت ہوتا ہو؛ ایسے شخصوں میں سے بہ موجودگی سیدھے اور سچے مسلمانوں کے؛ قابل مہتمم مسجد بنانے کے ہے یا نہیں؟ (۲۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (۱) کہ کوئی نفس دوسرے کے گناہ میں نہ پکڑا جائے گا، پس بھائیوں کی بے دینی کی وجہ سے اس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

ترک تعلق کرنے والے کی تولیت کا حکم

سوال: (۱۵۷) کسی شخص مسلمان سے کوئی شخص اتفاقیہ لڑ پڑے، بلکہ نوبت دونوں جانب سے زدوکوب کی ہوجائے، ان میں سے ایک شخص پھر سمجھ کر سو پچاس آدمیوں کے مجمع میں اللہ اور اللہ کے رسول کا واسطہ دے کر معافی چاہتا ہو، اور از حد درجہ کی عاجزی کرتا ہو، اس پر بھی وہ دوسرا شخص رضامند نہ ہو اور عدالت میں رشوت دیکر ارادہ اس مسلمان کی ایذاء رسانی کا کرے ایسا شخص قابل اہتمام مسجد کے ہے یا نہیں؟ (۲۴۴/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت: ۱۵۔

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے: لا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَهْجُرَ اَخاه فَوْقَ ثَلاثِ لیالٍ یلتقیان فَیُعْرِضُ هذا وَیُعْرِضُ هذا وَخَیْرُهُمَا الذی یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ (۱) دوسری روایت میں ہے: لایَکُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثلثة فإذَا لَقِیَه سلَّم علیه ثلاث مراتٍ کلُّ ذٰلك لا یَرُدُّ علیه فقد بَاءَ باثمه (۲) ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ان میں جو نادم ہوا اور معافی چاہی وہ بہتر ہے، اور وہ گناہ سے پاک ہوگیا، اور جس نے معاف نہ کیا وہ گنہگار رہا، اور وبال اس کے ذمہ رہا، باقی یہ وجہ اہتمام سے ناقابل ہونے کی یا معزول کرنے کی نہیں ہوگی، اس کا مدار دوسرے امور امانت وخیانت و عجز وعدم عجز وغیرہ پر ہے۔ فقط

اپنی لڑکی کی شادی نہ کرنے والے کو متولی بنانا

سوال: (۱۵۸) ایک شخص متولی مسجد ہے، اس کے گھر میں ایک لڑکی ہے، جو اس کے سالے کی ہے، جب اس نے گود لیا تھا تو اس کی عمر ۵ یا ۶ سال کی تھی، اب اس کی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال کی ہے نہ اس کی شادی کرتا ہے نہ منگنی کرتا ہے، وہ صوم وصلوۃ کا پابند ہے؛ کیا وہ متولی مسجد ہونے کے لائق ہے یا نہیں؟ (۱۷۸۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: تولیت کے بارے میں شرعاً یہ حکم ہے کہ متولی ایسے شخص کو بنایا جاوے؛ جو کہ امانت دار ہو اور تولیت کا کام امانت داری سے انجام دیوے، خیانت نہ کرے، پس اگر شخص مذکور میں یہ اوصاف موجود ہیں تو لائق عزل نہیں ہے ورنہ لائق عزل ہے۔

قاضیٔ شہر کا خود بہ خود متولی بن جانا درست نہیں

سوال: (۱۵۹) ''مارواڑ'' کے ایک شہر میں جامع مسجد شاہی زمانے کی بنی ہوئی ہے، شہر کا قاضی متولی اپنے کو قرار دیتا ہے، حالانکہ اس کے پاس کچھ ثبوت متولی ہونے کا نہیں ہے، دربار صاحبان کی سند میں اس قدر حکم ہے کہ نماز جمعہ وعیدین کی قاضی پڑھاوے، نہ آج تک جمیع مسلمان شہر نے متولی معین کیا، اب قاضی شہر نے اپنی تولیت قائم کرنے کی غرض سے ممبران کمیٹی پر دعویٰ کیا ہے کہ میں متولی ہوں، اور اس

(۱) مشکوۃ: ص: ۴۲۷ باب ما یُنهی عنه من التهاجر والتَّقاطُع واتّباع العورات.
(۲) مشکوۃ المصابیح ۴۲۸ باب ما یُنهی عنه الخ.

جامع مسجد اور اس کی دکانوں پر ہماری حق داری ہے، اور حال میں شہر کے کتنے ہی مسلمانوں کو اپنا جانب دار کر کے، محضر نامہ لکھا کر، اپنے ثبوت میں پیش کیا ہے؛ اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۰۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: کوئی شخص بدون متولی بنانے واقف کے یا اس کے وصی کے یا حاکم وغیرہ کے متولی نہیں ہوسکتا، پس قاضی شہر جو کہ امام جامع مسجد ہے، اور نکاح خوانی وغیرہ اس کے متعلق ہے، وہ بدون شرط واقف کے متولی نہیں ہے، درمختار میں ہے: جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع، وكذا لو لم يُشترط لأحد فالولاية له عند الثاني، وهو ظاهر المذهب الخ (۱) وفيه أيضًا ولاية نصب القيم إلى الواقف ثم لوصيه الخ (۲) اور شامی نے صاحب بحر سے نقل کیا ہے کہ اگر اہل مسجد متفق ہوجاویں کسی شخص کے متولی بنانے پر تو وہ متولی ہوجاتا ہے ثم ذكر عن التتارخانية ما حاصله: إن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متوليًا لمصالح المسجد فعند المتقدمين يصح، ولكن الأفضل كونه بإذن القاضي، ثم اتفق المتأخرون أن الأفضل أن لايعلموا القاضي في زماننا لما عرف من طمع القضاة في أموال الأوقاف الخ (۴۰۹/۳ كتاب الوقف) (۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اہل مسجد متفق ہوکر کسی شخص صالح کو متولی بناویں تو وہ بھی متولی ہوجاتا ہے، پس جس کو نہ واقف نے متولی بنایا، اور نہ حاکم نے متولی بنایا، اور نہ اہل مسجد و اہل شہر نے بالاتفاق متولی بنایا، وہ متولی نہیں ہے، اس کا دعویٰ متولی ہونے کا باطل ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۰) ......(الف) کسی کو قاضی، نکاح خواں، اور امام جمعہ و عیدین مقرر کیا جاوے تو اس سے وہ جامع مسجد اور اس کی دکانوں کا متولی ہوگا یا نہیں؟

(ب) نکاح خوانی اور امامت کی وجہ سے وہ قاضی مستحق تولیت کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قاضی شہر مذکور دعویٰ تولیت کا کمیٹی جامع مسجد پر کرتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) کسی کو جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھانے کی اجازت دینے سے، اور نکاح خوانی اس کے سپرد کرنے سے، وہ شخص متولی جامع مسجد اور اس کی دکانوں کا نہ ہوگا، درمختار میں ہے: ولاية نصب القيم إلى الواقف ثم لوصيه لقيامه مقامه الخ (۴) وفي الشامي: قوله ولاية نصب القيم الخ

(۱) الدر مع الرد ۴۵۱/۶-۴۵۲ كتاب الوقف – مطلب في اشتراط الواقف الولاية لنفسه.
(۲) الدر مع الرد ۴۹۶/۶ كتاب الوقف – مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ.
(۳) الشامي ۴۹۶/۶ كتاب الوقف – مطلب: الأفضل في زماننا نصب المتولي الخ.
(۴) الدر والرد ۴۹۶/۶ كتاب الوقف – مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ.

قال في البحر: قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته و إن لم يشترطها، وأن له عزل المتولي، وأن من ولّاه لايكون له النظر بعد موته أي موت الواقف، إلا بالشرط على قول أبي يوسف (۱) ثم ذكر عن التتارخانية ما حاصله: إن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متوليًا لمصالح المسجد فعند المتقدمين يصح الخ (۲)

(ب) اس بناء پر یعنی نماز جمعہ وعیدین پڑھانے، اور نکاح خوانی کرنے کی وجہ سے قاضی شہر کو تولیت جامع مسجد، اور اس کی دکانوں کا کچھ حق نہیں ہے، اور کمیٹی جامع مسجد پر اس کو کچھ حق دعوی کرنے کا نہیں ہے۔ فقط

کوئی شخص متولی ہونے کا دعویٰ از خود نہیں کر سکتا

سوال: (۱۶۱) کسی مال وقف کا متولی ہونے کا دعوی کوئی شخص از خود کر سکتا ہے یا جب تمام قوم اس کو منتخب کرے؟ (۱۳۲۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: واقف یا اہل حل وعقد جس کو متولی بنائیں وہی متولی ہو سکتا ہے، صرف دعوی تولیت کافی نہیں؛ البتہ اگر واقف کی طرف سے تولیت کی کوئی تعیین نہ ہو تو ورثاء واقف بہ شرط اہلیت احق تر ہیں۔

امام کی بیوی اور لڑکی کا خود بہ خود متولی بن جانا

سوال: (۱۶۲) امام مسجد مر گیا، اب اس کی بیوی اور لڑکی اپنے آپ کو متولی مسجد سمجھتی ہیں، اور مسجد کی دکانات کا کرایہ وصول کرتی ہیں، اور قبضہ مالکانہ کی دعوے دار ہیں اور کرایہ دکانات موقوفہ کا اپنے ذاتی تصرف میں لاتی ہیں، اہل محلّہ ان کو علیحدہ کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۷۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: امام مسجد کی بیوی اور لڑکی متولی مسجد کی نہیں ہو سکتیں، اور دکانات موقوفہ مسجد کا کرایہ اپنے ذاتی تصرف میں لانا کسی طرح جائز نہیں ہے، نہ متولی کو اور نہ کسی دوسرے شخص کو، اہل محلّہ کو شرعاً یہ حق ہے کہ وہ امام متوفی کی زوجہ اور دختر کو اہتمام مسجد سے جو انہوں نے ناجائز طور سے اپنے ہاتھ میں لے

(۱) الدر والرد ۶/۴۹۶ کتاب الوقف ـ مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ.
(۲) ردالمحتار ۶/۴۹۶ کتاب الوقف ـ مطلب: الأفضل في زماننا نصب المتولي الخ.

رکھا ہے، علیحدہ کر کے، کسی دیانت دار متبع شریعت کو متولی مقرر کریں۔ درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ(۱)

موجودہ متولی اگر نیک اور امانت دار ہو تو اسی کو باقی رکھا جائے

سوال: (۱۶۳) متولی حال جو کہ بانی وواقف بھی ہے، اور نماز کا پابند اور دیانت دار ہے، حساب و کتاب مسجد کا نہایت صاف ہے، مسجد کے پیش امام؛ متولی کی دشمنی کی وجہ سے چند لوگوں کو اپنی طرف کر کے تولیت مسجد کی متولی حال سے نکال کر اراکین کے ہاتھ دینا چاہتے ہیں؛ آیا وہی متولی کافی ہے یا اراکین کی ضرورت ہے؟ اور متولی نے تین مکان بھی مسجد کے لیے بنوا دیے ہیں؟ (۱۱۷۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: متولی حال جو کہ واقف و بانی مسجد و مکانات مسجد ہے، جب کہ وہ صالح و امین ہے تو وہی متولی رہے گا۔ كذا في الدر المختار والشامي والإسعاف. فقط

متولی کے اختیارات

سوال: (۱۶۴)...... (الف) متولی مسجد کو امام ومؤذن کے عزل ونصب کا اختیار ہے یا نہیں؟

(ب) اوقاف مسجد میں مسجد ہی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے متولی حسب ضرورت تصرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (ج) درصورت اختیار اگر معدودے چند مخالف، بناء بر شرارت، کچھ مخالفت کریں تو حق تولیت باطل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) بانی ومتولی مسجد کو امام کے عزل ونصب کرنے کا اختیار ہے۔

(ب) تصرف کر سکتا ہے۔ (ج) جب تک خیانت متولی کی ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کو تولیت سے معزول کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط

متولی کا اختیارات شرعی سے تجاوز کرنا

سوال: (۱۶۵)...... (الف) محلہ کی مسجد کا متولی زید ہے، زید مسجد کو اپنی ملکیت سمجھ کر نمازیوں پر

(۱) الدر مع الرد ۴۲۱/۶ كتاب الوقف — قبل مطلب في شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهن.

ناجائز دباؤ ڈالتا ہے:

(ب) بعد نماز عشاء کوئی نمازی مسجد میں اگر کچھ پڑھنا چاہے؛ تو اس کو مسجد سے نکال دیتا ہے۔

(ج) اہل محلہ مسجد میں مکتب قرآن شریف جاری رکھنا چاہتے ہیں؛ لیکن وہ نہیں رہنے دیتا۔

(د) باوجود اوپر جگہ ہونے کے موسم گرما میں نیچے نماز پڑھواتا ہے جس سے نمازیوں کو از حد تکلیف ہوتی ہے۔

(ھ) باوجودیکہ دری چٹائی اچھی ہیں؛ لیکن ان کو بند کرادیتا ہے، اور پرانی و بوسیدہ چٹائیاں جن میں بو آتی ہے، اس پر نماز پڑھواتا ہے۔

(و) مسجد میں امام ایسا رکھا ہوا ہے، جس کو اہل محلہ رکھنا نہیں چاہتے، اور سزا یافتہ بھی ہے، ایسی صورت میں نمازیوں کی نماز؛ مسجد مذکور میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اہل محلہ متولی سے مطالبات نہ کریں تو گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ (۳۳۰۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف و ب) ایسا کرنا متولی مسجد کو جائز نہیں ہے، اور جو شخص کسی کو مسجد میں ورد، اوراد پڑھنے سے منع کرے؛ اس کو قرآن شریف میں باری تعالیٰ نے بڑا ظالم فرمایا ہے: كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الآية(۱)

(ج) لڑکوں کو مسجد میں تعلیم دینا مکروہ ہے، لہٰذا اس بارے میں منع کرنے والا حق پر ہے۔ قال عليه الصلوة والسلام: جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ (۲)

(د) گرمی کی وجہ سے اگر مقتدی مسجد کے اوپر نماز پڑھنا چاہیں تو متولی کو روکنا جائز نہیں ہے، اور متولی کو روکنے کا حق شرعاً نہیں ہے۔

(ھ) جب کہ وہ چٹائیاں پاک ہیں تو ان پر نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن متولی کو نمازیوں کی راحت اور تکلیف کا خیال رکھنا لازم ہے۔

(و) اگر امام میں کچھ عیب ہے کہ جس وجہ سے نمازی اس کی امامت سے نفرت کرتے ہیں، تو اس

---

(۱) سورہ بقرۃ: آیت ۱۱۴

(۲) عن واثلة بن الأسقع أن النبی صلی الله علیه وسلم قال جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءكم وبیعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسل سیوفكم واتخذوا علی أبوابها المطاهر وجمروها فی الجمع (سنن ابن ماجه: ۵۴ باب ما یکره فی المساجد)

کو امام ہونا مکروہ ہے، مگر نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، اور اگر بلا وجہ نمازی اس سے ناراض ہیں تو قصور نمازیوں کا ہے، نماز اس کے پیچھے بلا کراہت جائز ہے؛ اور جس شخص کو کسی جرم میں سزا ہو چکی ہے، اور وہ سزا یافتہ ہے؛ اس کے پیچھے بعد توبہ کے نماز بلا کراہت جائز ہے، بہر حال نماز اس مسجد میں جائز ہے، اور مطالبہ نہ کرنے کی صورت میں نمازی گنہگار نہ ہوں گے، اور متولی کو بھی اپنے اختیارات شرعی سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

فاسق و فاجر مسجد کا متولی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۶) ایک شخص قریب جامع مسجد میں رہتا ہے، اور فسق و فجور اور شراب خواری و اغلام بازی میں مبتلا ہے، اور ہر فرد بشر اس کے افعال ناقصہ سے واقف ہے؛ کیوں کہ افعال مذکورہ کھلم کھلا کرتا ہے، اور ڈاڑھی بھی منڈاتا ہے، ایسا شخص مہتمم جامع مسجد رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے مراسم رکھنا جائز ہے یا نہ؟ (۱۰۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: متولی اور مہتمم کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ کار تولیت کو خود یا بذریعہ دوسرے لوگوں کے اچھی طرح کر سکے، اور کرا سکے اور خائن نہ ہو، اور فاسق کو متولی اور مہتمم بنانا لائق نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ بلا شہادت شرعیہ چشم دید کے ایسے اتہامات کسی مسلمان پر نہ لگانا چاہیے، اور شہادت شرعیہ سے ثابت ہونا تو ایسے امور کا بہت دشوار ہے، لہٰذا تہمت لگانے والے مستحق حد و تعزیر و آثم ہو جاتے ہیں۔ فقط

محرم میں پٹہ کھیلنے والا مسجد کا متولی نہیں ہو سکتا

سوال: (۱۶۷) جو شخص اپنے شاگردوں کے ساتھ محرم کو پٹہ کھیلتا ہو، اور مع ڈھول اور باجہ کے گھومتا ہو، اور پٹہ اور جھنڈے والے اس کو اپنا استاد مانتے ہوں؛ تو وہ شخص متولی مسجد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص ارکان اسلام سے واقف نہیں ہے؟ (۸۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسا شخص متولی رکھنے کے قابل نہیں، اور اس کو تولیت سے علیحدہ کر کے کسی صالح امانت دار کو متولی بنانا چاہیے۔

شیعہ مذہب والا سنیوں کا متولی نہیں ہوسکتا

سوال: (۱۶۸) ایک شخص کو منجانب سرکار کسی مسجد کے اوقاف کا متولی بنایا گیا کہ جو مذہب حنفی رکھتا تھا، اور اہل سنت والجماعت رکھتا تھا، مدت تک وہ تولیت اس کی اولاد میں رہتی رہی، اب متوفی مذکور کی اولاد شیعہ ہوگئی، اور مسجد میں تمام مقتدی اہل تسنن ہیں؛ اس صورت میں شیعہ عقیدہ کے خطیب یا امام کی اطاعت واقتداء جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بوجہ اسناد شاہی کہ جو اس کے پاس موجود ہوں دعویٰ خطابت و امامت کا کرے وہ دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟ (۱۲۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے: مراعاة غرض الواقفين واجبة (۱) پس ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت شیعہ مذہب کو متولی وامام وخطیب مقرر نہیں کرسکتا ہے، لہٰذا شیعہ مذہب شخص کو کوئی حق تولیت وغیرہ کا نہیں ہے، اور دعویٰ اس کا باطل ہے اور غیر مسموع ہے۔ فقط واللہ اعلم

سود خور اور رشوت خور کو اوقاف کا متولی یا مہتمم بنانا

سوال: (۱۶۹) سود خوار اور راشی کو اوقاف کا متولی یا مہتمم بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر وہ وقف کی آمدنی میں خیانت نہ کرے، اور کوئی خیانت اس کی مال وقف میں ثابت نہ ہو تو وہ شخص متولی اور مہتمم مسجد ومدرسہ وغیرہ کا ہوسکتا ہے، اور رہ سکتا ہے؛ کیونکہ خائن کی تولیت کو فقہاء نے منع فرمایا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھی متولی نہ بنایا جائے جو کہ سود خوار ہو یا رشوت لیتا ہو، کسی صالح شخص کے سپرد یہ کار خیر کیا جائے۔

سٹے باز اور جواری کو اوقاف کا متولی، ناظم یا معتمد بنانا

سوال: (۱۷۰) ایک شخص باوجود مسلمان ہونے کے دعویٰ کرتا ہے کہ میں سٹے کا کام؛ جو اکثر چاول کی تجارت کے متعلق خرید وفروخت میں بطور ہار جیت کے ہوتا ہے کرتا ہوں، اور قمار بازی میرا کام ہے؛ ایسے شخص کو کسی مذہبی معاملہ میں مختار کرنا اور اوقاف کا متولی یا ناظم ومعتمد بنانا شرعاً کیسا ہے؟ (۱۱۶۳/۱۳۴۳ھ)

(۱) ردالمحتار ۶/۵۲۱ کتاب الوقف ـ مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ.

الجواب: درمختار میں ہے: وینزع وجوبا (بزازیة) لو الواقف (درر) فغیره بالأولی غیر مأمون أو عاجزا أو ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه فتح أو کان یصرف ماله فی الکیمیاء الخ وإن شرط عدم نزعه الخ (۱) اورعلامہ شامی نے اسعاف سے نقل کیا ہے: قال فی الإسعاف: ولایولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن، لأنه یخل بالمقصود، وکذا تولیة العاجز لأن المقصود لایحصل به، إلی أن قال وقالوا: من طلب التولیة علی الوقف لایعطی له، وهو کمن طلب القضاء لایقلد اهـ والظاهر أنها شرائط الأولویة لاشرائط الصحة الخ وأن الناظر إذا فسق استحق العزل ولاینعزل کالقاضی إذا فسق (۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ اوقاف کی تولیت کے لیے ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو صالح وامانت دار ہو، اور تولیت کے کام کو اچھی طرح سے کرسکتا ہو، اور اسعاف کی عبارت سے صراحۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل تولیت کے باب میں متولی کا امانت دار ہونا اور تولیت کے کام پر قادر ہونا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ شرائط اولویت کے ہیں اگر کوئی متولی فاسق ہوگیا تو وہ مستحق عزل ہے، لیکن وہ معزول نہیں ہوا، اسی طرح اگر طالب تولیت کو متولی بنادیا گیا تو وہ متولی ہوجائے گا، اور یہ جو کچھ مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ ابتداءً کسی کو متولی بنایا جائے تو اس میں ان شرائط کا ہونا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی شخص پہلے سے متولی ہے تو تاوقتیکہ اس سے خیانت مال وقف میں ظاہر نہ ہو، اور بدانتظامی مصارف اوقاف میں ثابت نہ ہو، اس وقت تک اس کو معزول نہ کیا جائے گا جیسا کہ درمختار میں ہے: فلو مأمونا لم تصح تولیة غیره الخ (۳) اور شامی میں ہے: لایجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة، ولو عزله لایصیر الثانی متولیا الخ وذکر المرحوم الشیخ شاهین عن الفصل الأخیر من جامع الفصولین: إذا کان للوقف متولٍ من جهة الواقف أو من جهة غیره من القضاة، لایملك القاضی نصب متولٍ آخر بلا سبب موجب لذلك وهو ظهور خیانة الأول أو شیئ آخر اهـ قال: وهذا مقدم علی ما فی القینة الخ وکذا الشیخ خیر الدین أطلق فی عدم صحة عزله بلا خیانة الخ (۳) (شامی ۳/۳۸۶)

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۶/۴۵۲-۴۵۴ کتاب الوقف ــ مطلب: یأثم بتولیة الخائن.

(۲) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف ــ مطلبٌ فی شروط المتولی.

(۳) الدرمع الرد ۶/۴۵۴ کتاب الوقف ــ مطلب فی عزل الناظر.

الحاصل ان عبارات سے واضح ہے کہ کوئی متولی بدون خیانت کے معزول نہ کیا جائے گا، اور اصل تولیت میں یہی ہے کہ امانت دار ہو، اور مال وقف کو ضائع نہ کرتا ہو، اور فسق کو جو موجب عزل کہا ہے وہ بھی اسی وجہ سے ہے کہ مال وقف کے ضائع ہونے کا خوف ہو؛ جیسا کہ عبارت درمختار: أو یصرف ماله فی الكیمیاء وغیرہ سے ظاہر ہے۔ فقط

الجواب صواب: فی الواقع تولیت مساجد واوقاف کے لیے متدین اور امین لازم ہے، لیکن رکن ولایت کا یہی ہے کہ مفوضہ امور میں خیانت نہ کرتا ہو: جیسے باب شہادت اور عدالت میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مروت والے کی شہادت قبول کی جائے؛ یعنی جو اپنی حیثیت کی وجہ سے جھوٹ نہ بولتا ہو، بقیہ شرائط سے اغماض کیا جائے، علی ہذا اگر کوئی متولی خائن نہیں تو اسے معزول نہیں کر سکتے، عدالت کے باب میں ان ہی جیسے امور پر تعامل اور عمل جاری ہے۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: خاکسار سراج احمد رشیدی **الجواب صحیح**: بندہ محمد مرتضیٰ حسن
الجواب صواب: محمد اعزاز علی **الجواب صحیح**: محمد رسول خان
الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع **الجواب صواب**: میرک شاہ

شرابی اور زانی کو متولی اور پیشوا بنانا

سوال: (۱۷۱) کوئی شخص مشہور شراب خوار ہے، اور زنا کار ہے، اور اپنے فرزند کو کسبی خانہ میں پرورش کراتا ہے؛ تو اس کو متولی مسجد رکھنا، اور مجلس پنچایت میں صاحب الرائے بنانا جائز ہے یا نہ؟
(۴۴/۴۵۳-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کسی کو متولی بنانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ خائن نہ ہو، اور تولیت کے کام کو خود یا بہ ذریعہ اپنے نائب کے انجام دے سکے، پس اگر کسی شخص میں یہ امر موجود ہے تو وہ متولی مسجد وغیرہ کا ہو سکتا ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ فاسق شراب خوار و زانی کو متولی مسجد وغیرہ نہ بنایا جاوے، اور کسی مجلس کا رئیس اور صاحب الرائے اور مقتدا اس کو نہ بنایا جاوے؛ کیوں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے، اور فاسق واجب الاہانت ہے، اور تعظیم اس کی حرام ہے۔ کما حققه الشامی فی علة کراهة إمامة الفاسق (۱)

(۱) وأما الفاسق: فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعًا (ردالمحتار ۲/۲۵۵ كتاب الصلاة – قبيل مطلب: البدعة خمسة أقسام)

غاصب وشرابی اور خائن کو مسجد کا منتظم بنانا

سوال: (۱۷۲) زید نہ متشرع ہے نہ محتاط؛ بلکہ مساکین کا مال غصب کر لیتا ہے شراب خور ہے، مساجد اور رفاہ عام کے کاموں کے لیے چندہ کرتا ہے، اور بیشتر حصہ کھا جاتا ہے، اور اس کی خیانت کے ثبوت بہ قاعدہ شرعیہ موجود ہیں، باوجود اس کے یہ شخص ایک مسجد کا منتظم بننا چاہتا ہے، لوگ اپنی آبرو کے خیال سے خائف رہتے ہیں؛ ایسی صورت میں اس کو منتظم مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ مسجد کے متعلق ایک قطعہ اراضی جو تخمیناً مالیتی پندرہ سولہ ہزار روپے کا ہے، اس کو بھی خورد و برد کرنے کی نیت ہے؟ (۱۳۳۷/۱۷۶۷ھ)

الجواب: شامی میں اسعاف سے منقول ہے: ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن، لأنه یخل بالمقصود الخ (۱)(۳۸۵/۳) یعنی حاصل یہ ہے کہ نہ متولی و مہتمم بنایا جائے، مگر شخص امانت دار جو خود یا بذریعہ اپنے نائب کے امانت داری کے ساتھ کاروبار وانتظام تولیت کر سکتا ہو، اس لیے کہ متولی بنانا، اور انتظام اوقاف کسی کے سپرد کرنا، مقید ہے؛ اس شرط کے ساتھ کہ وقف کا نفع ہو اور آمدنی مصارف وقف میں باحتیاط وامانت داری صرف ہو، اور وقف کی رعایت ونگہداشت اس میں نہیں ہے کہ خائن کو متولی بنا دیا جائے؛ کیوں کہ یہ امر مقصود میں مخل ہے۔

خائن شخص کو وقف کا متولی بنانا درست نہیں

سوال: (۱۷۳) خائن شخص کو متولی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے متولی بنانے میں سعی کریں ان کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۶۱ھ)

الجواب: فاسق اور خائن کو متولی بنانا جائز نہیں ہے، بلکہ اگر خائن شخص پہلے سے متولی ہو تو اس کو معزول کیا جاوے، پس جو لوگ خائن کے متولی بنانے میں سعی کریں وہ بھی عند اللہ خائن اور عاصی ہیں، اور معاونت معصیت میں معصیت ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآية (۲)

---

(۱) ردالمحتار ۴۵۳/۶ کتاب الوقف – مطلب فی شروط المتولی . (۲) سورۂ مائدہ: آیت: ۲۔

سوال: (۱۷۴) زید نے ایک عالیشان عمارت تعمیر کر کے بنام مدرسہ نامزد کر کے ایک مدرسہ مستقل جاری کیا، بعدہ منجملہ اپنی زمین داری کے دو موضع مصارف مدرسہ مذکورہ کے واسطے وقف کر کے وقف نامہ باضابطہ مرتب کر کے رجسٹری سے مکمل کرادیا، اہتمام وانتظام مدرسہ کے لیے چند ممبران کو نامزد کر کے تولیت مدرسہ کے متعلق یہ فقرہ تحریر کیا، ''متولی جائداد موقوفہ کا تاحیات میں خود رہوں گا، اور بعد میرے اگر جانشین کو منتظمین ومہتممین لائق سمجھیں تو اس کو متولی مقرر کریں، اتفاق یا کثرت رائے پر کام چلتا رہے'' بعد تحریر وقف نامہ زید بانی مدرسہ فوت ہوا، مسمی عمر پسر زید نے جانشین ومنجانب ممبران مدرسہ متولی مقرر ہوکر مثل اپنے پدر کے انتظام مدرسہ جاری رکھا، اور مسمی صالح اپنے ہم جدی کو ناظم مدرسہ مقرر کر کے انتظام مدرسہ کا اس کے سپرد کیا، صرف خاص اختیارات اپنے متعلق رکھے، مسمی صالح نہایت متدین اور ہر کام میں قابل اور بہت ہی نیک سمجھ بوجھ کا ذی استعداد شخص ہے، اب مسمی عمر فوت ہوا، بکر نامی ایک پسر جوان ہے، مگر بکر کی یہ کیفیت ہے کہ وفورِ طمع میں اتنا بھی صبر نہ کرسکا کہ اپنے معاملات میں نشیب وفراز پر کچھ نظر غور کرتا، فاتحہ سیوم کے بعد ہی ہمراہ دیگر زمین داران کے مواضع موقوفہ کو ترکہ عمر قرار دے کر وراثةً درخواست داخل خارج دے کر عدالت میں بیان کیا کہ ''چند اشخاص خود غرض نے میرے دادا زید کو اغواء کر کے وقف نامہ تحریر کرادیا تھا، مگر عمل درآمد مطابق وقف نامہ کے نہیں ہوا الخ''

اس صورت میں بکر کو متولی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور صالح جو متولی سابق مذکور ہے اس کا متولی بنانا کیسا ہے؟ (۱۳۳۲-۳۲/۱۹۸۸ھ)

الجواب: اس صورت میں بکر کو متولی بنانا درست نہیں ہے، اور صالح کو متولی بنانا جائز بلکہ ضروری ہے قال في الدر المختار: وينزع وجوبا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولى غير مأمون الخ (۱) (درمختار) قال في الإسعاف: ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود الخ (۲) (شامی) اور بکر کی نیت کا فساد اور اس کا خائن ہونا اس کے دعویٰ ملکیت سے ظاہر ہو چکا، اس کے بعد اس کا متولی بنانا کسی طرح درست نہ ہوگا قال في الشامي: وأن امتناعه من التعمير ديانة؛ وكذا لو باع الوقف

(۱) الدر مع الرد ۲/۴۵۲-۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب فيما يُعزَلُ به النّاظرُ.

(۲) ردالمحتار ۲/۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب في شروط المتولي.

أو بعضه أو تصرف تصرفا غیر جائز عالمًا به الخ (۱)

تنبیه: إذا کان ناظرا علی أوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها أفتی المفتی أبو السعود: بأنه یعزل من الکل،قلت: ویشهد له قولهم فی الشهادة، أن الفسق لایتجزی، وفی الجواهر: القیم إذا لم یراع الوقف یعزله القاضی، وفی خزانة المفتین:إذا زرع القیم لنفسه یخرجه القاضی من یده، قال البیری: یؤخذ من الأول: أن الناظر إذا امتنع من إعارة الکتب الموقوفة کان للقاضی عزله، ومن الثانی:لو سکن الناظر دار الوقف ولو بأجر المثل له عزله،لأنه نص فی خزانة الأکمل:أنه لا یجوز له السکنی ولو بأجر المثل الخ(۲)(شامی)

الحاصل ان عبارت اوران کی امثال سے بکر کا لائق تولیت نہ ہونا ظاہر ہے اور صالح کی تولیت صحیح ہے۔

واقف اور متولی کو یہ حق نہیں کہ خائن کو متولی بنائیں

سوال:(۱۷۵) زید متولی ایک وقف کا ہے، اور عمر نائب متولی تھا، اس نے خیانت کی جس سے سزا پائی، زید نے عمر کو اپنے بعد متولی مقرر کرنے کی تجویز کی۔ سوال یہ ہے:

(الف) آیا عمر اس صورت میں متولی ہوسکتا ہے؟

(ب) آیا زید اس تولیت کی تجویز میں گنہ گار ہوا؟

(ج) کیا حکام کو زید کی تجویز رد کرنی چاہیے؟

(د) اگر زید کی تجویز کے موافق عمر متولی ہوگیا ہے تو اس کا معزول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۰۹۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب:قال فی الدر المختار:وینزع وجوبًا (بزازیة)لو الواقف(درر)فغیره بالأولی غیر مأمون أو عاجزًا أوظهر به فسق کشرب خمرونحوه الخ وإن شرط عدم نزعه (۳) شامی میں ہے: قال فی الإسعاف: ولایولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن (۴)(۳۸۵/۳)

(۱) الشامی ۴۵۲/۶ کتاب الوقف – مطلب : یأثم بتولیة الخائن.

(۲) ردالمحتار ۴۵۲/۶ کتاب الوقف – مطلب فیما یُعزَل به النَّاظِرُ.

(۳) الدر مع الرد ۴۵۲/۶–۴۵۳ کتاب الوقف – مطلب : یأثم بتولیة الخائن.

(۴) ردالمحتار ۴۵۳/۶ کتاب الوقف – مطلب في شروط المتولی

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں جب کہ عمر کی خیانت معلوم ہوئی اس کو متولی بنانا ناجائز ہے، اور زید کو حق اس کے متولی بنانے کا نہیں ہے کہ خود واقف کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ خائن کو متولی بنائے، حکام کو زید کی تجویز باطل کردینی چاہیے، اور بالفرض اگر عمر متولی بنادیا جائے، اور خیانت اس کی محقق ہو تو اس کو معزول کرنا لازم ہے۔ فقط

خائن متولی کو علیحدہ کرنے میں فتنہ وفساد ہو تو سکوت بہتر ہے

سوال: (۱۷۶) زید کے مورث اعلی نے ایک مسجد بنوائی، اور اس کے متعلق کچھ زمین بھی وقف کردی، عرصے سے اس مسجد میں امام مقرر تھے، بعدہ زید نے اپنی رائے سے امام کو علیحدہ کردیا، امام کے موافق جو لوگ کثیر التعداد تھے انہوں نے برائے رفع فساد دوسری مسجد بنائی، اس کے بعد اب تک کوئی امام مسجد مذکور میں مقرر نہیں ہوا، پھر زید نے اپنی رائے سے ایسے شخص کو امام مقرر کیا جو ہرگز اس قابل نہیں تھا، ہم لوگوں کو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص مسائل سے زیادہ واقف ہو، اس کی نماز امام مذکور کے پیچھے ادا ہوگی یا نہیں؟ زید مسائل حاضرہ کا مخالف ہے، اور مسجد کی آمدنی اپنے تصرف میں لاتا ہے وہ لائق متولی رہنے کے ہیں یا نہیں؟ (۹۶۷/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: نماز اس مسجد میں اس امام کے پیچھے جس کو زید نے مقرر کیا ہے ہو جاتی ہے، اور جو شخص مسائل سے زیادہ واقف ہے اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے، نا اتفاقی بری چیز ہے، اور فتنہ وفساد سے بچنا ضروری ہے، زید اگرچہ فاسق ہے اور لائق متولی رہنے کے نہیں ہے، لیکن اگر اس کو علیحدہ کرنے میں فتنہ وفساد ہے تو سکوت بہتر ہے، اور اگر بہ سہولت بدون فساد کے کسی دین دار شخص کے سپرد انتظام مسجد ہو سکے تو بہت اچھا ہے ورنہ سکوت کرنا چاہیے، جہاں تک ہو سکے بہ نرمی و بہ تلطف و اتفاق باہمی کام کرنا چاہیے کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ الآیة(۱) فقط

سرکاری آدمیوں کو وقف کا متولی بنانا

سوال: (۱۷۷) زید چاہتا ہے کہ ایک وقف پچاس ساٹھ لاکھ کا کردوں؛ جو ایک یتیم خانہ ہو، جس میں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دی جائے، ان کی جملہ ضروریات کا انتظام پندرہ سولہ سال تک کیا جائے؛

(۱) سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵۔

اس کے لیے ایک بہت بڑے مکان اور زمین کی ضرورت ہے، وہ سرکار سے بہ طریق امداد لی جاوے، اور اس پر واقف اپنی طرف سے عمارت تیار کرادے، اسی طرح پچاس ہزار روپے بطریق امداد لینا چاہتا ہے، اور دو آدمی سرکاری بھی متولیوں میں شامل کرنا چاہتا ہے؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۰۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: نیک کاموں کے لیے وقف کرنا کارِ ثواب ہے، لیکن سرکار سے زمین و امداد مذکور لینا، اور سرکاری ممبر و متولی بنانا، اور ان کو دخیل کرنا درست نہیں ہے؛ اگر ثواب کے لیے یہ کام کرنا ہے تو خالص اللہ کے واسطے کرنا چاہیے، اور کافروں سے کسی قسم کی امداد اور ان کی شرکت نہ کرنی چاہیے۔

فاسق کی تولیت درست نہیں

سوال: (۱۷۸) زید نشہ بازی کرتا ہے، تارک صلوۃ ہے، اور متقی حضرات پر لغو ناشائستہ بہتان بہ لحاظ بغض و عداوت کرتا ہے، اور رافضن سے نکاح کیا ہے؛ حالاں کہ وہ عورت اپنے مذہب کی پابند ہے؛ تو ایسا شخص کسی بزرگ کی درگاہ کا سجادہ یا متولی شرعاً ہوسکتا ہے یا نہ؟ اور ایسے شخص کو کیا سزا ہونی چاہیے؟
(۲۸۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسا شخص اگر تائب نہ ہو تو وہ مستحق تعزیر ہے، اور سجادہ و متولی بننے کے قابل نہیں ہے۔
في الدر المختار: و ينزع وجوبًا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولی غير مامون أو عاجزًا أو ظهر به فسق كشرب خمر الخ (۱)

دروغ گو اور غاصب کو متولی اور مہتمم بنانا

سوال: (۱۷۹) جو شخص منہیات شرعیہ کا مرتکب ہو: مثلاً لین دین سود، دروغ گوئی اور حقوق مسلمین کا غاصب ہے، ایسا شخص تولیت مسجد و اہتمام امور مذہبی کا استحقاق رکھتا ہے یا نہیں؟ عامۃ المسلمین کو شرعاً ایسے شخص سے کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہیے؟ (۱۷۳۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسا شخص متولی و مہتمم مسجد اور اوقاف مسجد ہونے کے لائق نہیں ہے، متولی دیانت دار متبع شریعت ہونا چاہیے، ایسے شخص کو جس کا ذکر سوال میں ہے، تولیت و اہتمام مسجد اور اوقاف مسجد سے

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۵۲-۴۵۳ کتاب الوقف — مطلب: يأثم بتولية الخائن.

علیحدہ کر دیا جائے، اور جب تک وہ ان افعال شنیعہ سے توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق کر دینا چاہیے۔ فقط

متولی کے چند تصرفات کا حکم

سوال: (۱۸۰)...... (الف) متولی وقف کو مال وقف سے ملازمان وقف کو تنخواہ پیشگی شش ماہ کا دینا؟

(ب) مال وقف اور قرض اپنے صرف میں لا کر پھر ادا کر دینا؟

(ج) مال وقف سے کسی برادر مسلمان کو قرض دینا؟

(د) کتب وقف ایک مدرسہ خاص کی دوسری جگہ دینا؟

(ھ) متولی دو وقف کو ایک وقف کا مال دوسرے میں خرچ کرنا؟

(و) تعمیر مکان وقف کے واسطے بہ مشورہ مسلمین قرض لینا مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۴/۳۲-۴ھ)

الجواب: (الف) متولی اگر مصلحت سمجھے تو پیشگی تنخواہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(ب) اپنے صرف میں بطور قرض مال وقف کو لانا جائز نہیں ہے؛ اگر ایسا کیا تو ادا کرنا اس کا ضروری ہے۔

(ج) مال وقف سے کسی برادر مسلمان کو قرض دینا جائز نہیں ہے۔

(د) کتب وقف جو کسی خاص مدرسہ کے لیے وقف ہیں، بلا اجازت واقف دوسرے مدرسہ میں مستعار دینا درست نہیں ہے۔

(ھ) دو وقف کے متولی کو ایک وقف کا مال دوسرے وقف میں صرف کرنا بہ صورت اختلاف واقف، و اختلاف جہت، درست نہیں ہے؛ جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(و) تعمیر کی اگر ضرورت ہے تو بہ مشورۂ مسلمین اس کے لیے قرض لینا درست ہے **وقیل: تجوز مطلقًا للعمارۃ**(۱) چوں کہ وجود قاضی اس زمانہ میں نہیں ہے لہٰذا اس روایت پر عمل کرنا درست ہے۔

---

(۱) الشامی ۶/۵۱۴ کتاب الوقف – مطلب فی الاستدانۃ علی الوقف.

فاقہ کشی کے وقت متولی، وقف کی آمدنی اپنی ذات پر خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۱) ...... (میں ایک وقف کا متولی ہوں) خدانخواستہ اگر کسی وقت میں نوبت فاقہ کشی پہنچے تو آمدنی موقوفہ بہ ذات خاص صرف کرسکتا ہوں یا نہیں؟ (۲۳۱۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بہ طریق قرض لینا حسب ضرورت درست ہے۔ فقط

وقف کا متولی وقف کی آمدنی سے حق محنت لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۲) متولی اپنا حق المحنت وقف کی آمدنی سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر واقف نے کچھ حق المحنت متولی کا مقرر کیا ہے، لینا درست ہے، ورنہ اگر ضرورت ہے تو عام مسلمانوں کی رائے اور اطلاع سے حسب گنجائش حق المحنت متولی کو دیا جاسکتا ہے۔

کام کیے بغیر متولی کو اجرت لینا درست نہیں

سوال: (۱۸۳) ...... (الف) ایک متولی وقف، اجر مثل مقررہ واقف تہائی کھاتا ہے اور کوئی کام وقف کا نہیں کرتا؛ یہ لینا کیسا ہے؟

(ب) متولی یہ بھی چاہتا ہے کہ چھ ماہ زیادہ کی اجرت مثل مقررہ پیشگی لے لے، یہ کیسا ہے؟

(۲۱۴۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) واقف نے اگر یہ شرط کی تھی کہ متولی کو اجر مثل دیا جائے تو جس قدر وہ کام کرے اس کا اجر مثل اس کو ملنا چاہیے، بدون کام کیے اس کو کچھ لینا درست نہیں ہے، الغرض شرط واقف کی رعایت ضروری ہے۔

(ب) جب وہ کام ہی نہیں کرتا تو اس کو نہ پیشگی لینا درست ہے، نہ بعد میں لینا درست ہے۔

متولی؛ وقف کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۴) متولی مال وقف میں سے اپنی ضروریات میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۵۳۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: متولی کو بلا شرط واقف اپنے لیے مال وقف سے لینا اور صرف کرنا درست نہیں ہے۔

متولی کا مسجد کی آمدنی کو اپنی ذاتی ضرورت میں صرف کرنا

سوال: (۱۸۵) ایک شہر میں ایک مسجد کے نیچے دکانیں ہیں، ان کی آمدنی جو مسجد کے اخراجات سے زائد بچتی ہے، اس کو متولی اپنے ذاتی تصرف میں اٹھاتا ہے، اور خرچ کرتا ہے، ایسا کرنا صحیح ہے اور جائز ہے؟ کیا حکم ہے؟ (۵۹۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: متولی مذکور کو یہ چاہیے تھا کہ تمام آمدنی مسجد کی دکانات وغیرہ کی، اس مسجد کی ضروریات میں صرف کرے، اور جو باقی رہے اس کو مسجد کے لیے باقی رکھے، اور اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ ایسا کرے تو یہ خیانت ہے، اس متولی کو معزول کرنا چاہیے، اور مسلمانان اہل شہر اور اہل محلہ اس وجہ سے اس کو معزول کر سکتے ہیں، اور دوسرے شخص کو متولی بنا سکتے ہیں، چاہے وہ بانی کی طرف سے متولی بنایا گیا ہو یا بعد میں متولی ہوا ہو، ہر دو صورت میں اس کو علیحدہ کر سکتے ہیں، اور حساب و کتاب سمجھ سکتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی حالت میں اس میں مداخلت کرنا، اور حساب سمجھنا، اور درصورت ثبوت خیانت اس کو معزول کرنا ضروری اور لازم ہے؛ درمختار میں ہے کہ اگر خود بانی بھی ایسی خیانت کرے تو اس کو معزول کرنا چاہیے۔ متولی مذکور تو بالاولی مستحق عزل ہے، اور اہل محلہ کو مسجد کہنہ یا تنگ کا دوبارہ پختہ اور وسیع بنانا، اور پہلی مسجد کو بوجہ ضرورت مذکورہ منہدم کرنا بھی جائز ہے۔ فقط

متولی نے وقف کی اصلاح کے لیے جو رقم خرچ کی ہے اس کو وقف کی آمدنی میں سے لے سکتا ہے

سوال: (۱۸۶) اگر متولی اصلاح وقف کے لیے اور وقف کو غاصبین سے بچانے کی غرض سے اپنے مال میں سے صرف کرے تو آمدنی وقف سے اس صرف کو لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو کچھ صرف ہوا ہے اس کو آمدنی وقف سے لینا جائز ہے۔ فقط

متولی کا وقف کے مال سے ملازمین کو پنشن دینا

سوال: (۱۸۷) وقف سے متولی؛ ملازمین کو پنشن دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بلا شرط واقف درست نہیں ہے۔ لأن شرط الواقف کنص الشارع (۱) (درمختار)

متولی اور مہتمم کا وقف یا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا

سوال: (۱۸۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ متولی مال مدرسہ یا وقف، مدرس یا غیر مدرس کو قرض ادا کرنے کے واسطے قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟ مدلل بیان فرمایا جاوے اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (۱۳۳۵/۲۹۸ھ)

الجواب: تصریحات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں دے سکتا ہے ردالمحتار کتاب القضاء میں ہے: لكنه أفتى في وصايا الخيرية: بأن للوصي إقراض مال اليتيم بأمر القاضي أخذًا مما في وقف البحر عن القنية، من أن للمتولي إقراض مال المسجد بأمر القاضي قال: والوصي مثل القيم لقولهم: الوصية والوقف أخوان الخ (۲) وفي الدرالمختار: لايقرض الأب ولو قاضيًا لأنه لا يقضي لولده ولا الوصي ولا الملتقط؛ فإن أقرضوا ضمنوا الخ اور شامی میں ہے: قوله ولاالوصي فلو فعل لايعد خيانةً فلا يعزل به (۲)

ان عبارات سے واضح ہے کہ متولی ومہتمم مساجد ومدارس کو بلا اذن قاضی قرض دینا مال وقف سے درست نہیں، اور اگر دیں گے تو بصورت عدم وصول، وہ ضامن اس رقم کے ہوں گے، اور شامی کے اس قول فلو فعل لايعد خيانة سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متولی وغیرہ کو یہ قرض نہ دینے کا اختیار بلا اذن قاضی بدیں معنی ہے کہ بصورت عدم وصول ان سے ضمان ساقط نہ ہوگا جیسا کہ قاضی وغیرہ سے ضمان ساقط ہے؛ نہ یہ کہ ایسا کرنے سے وہ خائن شمار ہوں گے۔

وقف کی آمدنی سے افطاری اور ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: (۱۸۹) ایک مسجد کا مال موقوفہ یعنی دکانیں جن کی آمدنی مسجد کے اخراجات کو پورے طور پر کافی نہیں ہوسکتی تھی، لہٰذا اخراجات کو پورا کرنے کے واسطے مسلمانان شہر سے چندہ وصول کرکے ایک شخص کی زیر نگرانی عمارت جدید بناء سابقہ پر تیار ہوئی، بفضلہ تعالیٰ اس کی آمدنی اخراجات مسجد کو کافی

(۱) الدر مع الرد ۶/۵۰۸ کتاب الوقف – مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع.
(۲) الدرمع الرد ۸/۱۰۰–۱۰۱ کتاب القضاء – مطلب للقاضي إقراضُ مالِ اليتيمِ ونحوِه.

ہوتے ہوئے قدرے پس انداز ہوتا رہا، بایں سبب بعض جاہل اور ناخواندہ مہتمموں نے رمضان المبارک میں ختم قرآن شریف کی شیرینی اور افطاری کا سامان اسی میں سے کیا، اب اس مسجد کی تولیت اور اہتمام کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا جوان سے ذی علم ہیں، چنانچہ ختم کی شیرینی اور افطاری کا سامان اپنے پاس سے کرتے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو جو پس انداز ہوتی ہے، زمین افتادہ موقوفہ زیر مسجد میں ایک مدرسہ قائم وتعمیر کرایا جائے، اور اس آمدنی کو اس میں صرف کیا جائے، چنانچہ آج کل میں تعمیر شروع ہونے والی ہے۔

امسال بوجہ اغوائے شیطانی وہ شخص جس کی زیرنگرانی کچھ عرصہ تک یہ مسجد رہ چکی ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ میری نگرانی کے زمانے میں آمدنی کی توسیع ہوئی ہے، لہٰذا مجھے حق حاصل ہے کہ ختم قرآن شریف کی شیرینی اور افطاری اسی سے کروں، یہاں کی افطاری کی یہ صورت ہے کہ مختلف قسم کی مٹھائی اور مختلف قسم کی اشیاء نمکین (ہوتی ہیں) اس میں شرکت کرنے والے نصف روزہ دار، اور نصف بے روزہ دار (ہوتے ہیں) روزہ داروں میں سے پچھتر فیصدی مرفہ الحال، تو پچیس غریب؛ اس صورت میں ختم کی شرینی اور افطار کا سامان مال موقوفہ سے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولیان ومہتمان سابق بعد علیحدہ ہوجانے کے تولیت سے مال موقوفہ میں (تصرف کرنے کے) مجاز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۸۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں ختم قرآن شریف کی شیرینی اور سامان افطاری آمدنی وقف سے کرنا درست نہیں ہے۔ اور متولیان ومہتمان سابق بعد عزل کے مختار ومجاز مال موقوفہ کے صرف کرنے کے نہیں ہیں۔ فقط

واقف کی شرط کے مطابق متولی کا تصرف کرنا

سوال: (۱۹۰)...... (الف) زید کی زوجہ نے مرضِ موت سے چھ سال قبل اپنے زوج زید سے کہا کہ ''کسی جگہ ایک نل لگوادو'' زوجہ نے اپنی جائداد کچھ وقف کی، کچھ ورثہ کو دی، زوج کو بھی دی، تین سال بعد زوجہ کا انتقال ہوگیا، بعد انتقال کے زید نے عمر کے مکان میں اپنے روپے سے نل لگوادیا اہل محلہ کے واسطے، اور یہ کہہ دیا کہ ہر وقت تو کھلا نہ رہے؛ چونکہ وقف ہے، لہٰذا وقت معین پر کھلے، دیگر اوقات میں مقفل رہے؛ اب حسب اجازت زید عمر کو تصرف جائز ہے یا نہ؟

(ب) نل میں جو چیڑا صرف ہوتا ہے وہ عمر کرتا ہے تو عمر اس شرکت کی وجہ سے اپنی حسب رائے تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: (الف) حسب اجازت زید عمر کو تصرف جائز ہے اور جس امر سے وقف کی حفاظت ہو اور اس کو نفع ہو اس کے جواز پر فتوی ہے۔

(ب) عمر اس شرکت کی وجہ سے بے شک حسب رائے خود تصرف کرسکتا ہے۔ فقط

متولی کو شرائط واقف کے مطابق تغییر وتبدیل کا اختیار ہے

سوال: (۱۹۱) مسماۃ ''سیدۃ النساء'' زوجہ احمد اللہ نے ایک وقف نامہ تحریر کیا، جس میں اپنی کل جائداد مقبوضہ کو وقف کردیا، اور اپنے بعد اپنے شوہر احمد اللہ کو اس جائداد موقوفہ کا متولی بنا دیا؛ اب مسماۃ مذکورہ نے رحلت کی، اور اس کا شوہر جائداد موقوفہ کا متولی ہے، اس وقف نامہ میں پندرہویں شرط یہ ہے کہ خود واقفہ کو اپنی زندگی میں، اور بعد اس کے اس کے شوہر احمد اللہ متولی جائداد موقوفہ کو اختیار ہے کہ جو امور وشرائط مناسب معلوم ہوں، ان میں کمی بیشی، ترمیم واضافہ کردیں —— متولی جائداد؛ یعنی احمد اللہ زوج مسماۃ واقفہ چاہتے ہیں کہ اولاد ذکور احمد حسین واکبر حسین کو اس جائداد کی آمدنی سے کچھ نہ دیں؛ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو بہ موجب شرط پندرہویں کے اختیار ہے کہ جس شرط کو چاہیں رکھیں، جس کو چاہیں نکال ڈالیں؛ حالاں کہ آٹھویں شرط میں صراحت ہے کہ بعد ادائے خرچ متذکرہ ذیل، وصرفہ مکانات وغیرہ کے، بقیہ رقم اولاد ذکور احمد حسین کو، اور نصف اولاد اکبر حسین کے واسطے ان کے مصارف خورد ونوش و وظیفہ کے دے دی جاوے، واقفہ تا حیات خود اولاد مذکورین کو دیتی رہی، اور بعد واقفہ کے اس کا شوہر متولی بھی اولاد مذکورین کو دیتا رہا؛ لیکن چند روز سے بوجہ رنجش باہمی کے چاہتا ہے کہ اولاد اکبر حسین کو کچھ نہ دے۔

اب سوال یہ ہے کہ حسب شرط پندرہویں شیخ احمد اللہ کو اختیار جائز ہے کہ اولاد اکبر حسین واحمد حسین کو بقیہ آمدنی جائداد موقوفہ سے کچھ نہ دے، یا ایک کو کچھ نہ دے اور ایک کو دے، اور بہ زعم خود اس آٹھویں شرط کو بدل دے، یا اس شرط کے علاوہ دوسری شرائط میں تبدل وتغیر وترمیم واضافہ کا متولی کو اختیار حاصل ہے؟ کیونکہ آٹھویں شرط اگر چہ عنوانِ شرط سے بیان کی گئی ہے؛ لیکن درحقیقت وہ شرط نہیں

بلکہ اس میں مصارف کا ذکر ہے، جس سے بہ ظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس آٹھویں شرط کے دوسری شرطیں بدل دینے کا اختیار متولی کو ہے۔ (۳۳۵/۳۳۵-۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في رد المحتار: وفي الإسعاف ولايجوز له أن يفعل إلاما شرط وقت العقد وفيه لو شرط في وقفه أن يزيد في وظيفة من يرى زيادته أو ينقص من وظيفة من يرى نقصانه أو يدخل معهم من يرى إدخاله أو يخرج من يرى إخراجه جاز ثم إذا فعل ذلك ليس له أن يغيره لأن شرطه وقع على فعل يراه فإذا رآه وأمضاه فقد انتهى ما رآه الخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب واقف نے اصل شرائط وقف میں تغییر وتبدیل کا اختیار رکھا ہے تو تغییر وتبدیل درست ہے، جس کے وظیفہ کو وہ چاہے موقوف کر کے دوسرے کو اس کی جگہ قائم کر سکتا ہے، اور جب کہ متولی کو بھی اس نے اختیار اس کا دیا ہے تو اس کو بھی اختیار تغییر وتبدیل کا ہے۔ فقط

متولی کا چندے کی رقم خرچ کر کے وقت ضرورت ادا کرنا

سوال: (۱۹۲) متولی چندہ دکان دار تاجر ہے، رقم چندہ جدا نہیں رکھتا، بلکہ مال میں داخل کر کے اپنے خرچ میں خرچ کر لیتا ہے، اور وقت ضرورت ادا کر دیتا ہے؛ آیا اس کو یہ اجازت ہے؟ آیا رقم چندہ کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے؟ (۹۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: روایات فقہیہ سے ایسی اجازت ثابت نہیں ہوتی، البتہ خرچ کر لینے کے بعد فقہاء اس پر ضمان واجب کرتے ہیں؛ یعنی اگر متولی نے اس کو صرف کر لیا ہے تو اس پر ضمان اس کا واجب ہے، اور وہ رقم ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے، بعد ادائے ضمان امید ہے کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہو جائے۔ فقط

واقف تاحیات متولی رہ سکتا ہے

سوال: (۱۹۳)...... (الف) زید نے مسجد کے احاطے میں ایک مسافر خانہ بنایا ہے جو کہ دو منزلہ ہے، اوپر میں مسافر رہتے ہیں، اور نیچے پختہ فرش ہے، عمر نے اس کے آس پاس ٹین لگا کر بطور دکانوں کے بنا دیا، اور کہا کہ اس کا کرایہ مسجد کے اخراجات میں صرف ہوگا، مگر بعد تیاری کہتا ہے کہ ہم اپنی خوشی کے موافق خرچ کریں گے، اور جماعت وزید کہتے ہیں کہ یہ کرایہ جماعت و ہر سہ متولیان مسجد کے حوالہ کرو جو

(۱) الشامي ۶/۵۳۷ كتاب الوقف ـ مطلبٌ: لايجوز الرجوع عن الشروط.

ضرورت ہوگی اس میں خرچ کریں گے، آیا عمر کو اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) عمر اس مسجد کا ایک متولی منجملہ چار متولیوں کے ہے، اس مسافر خانے کے علاوہ چار دکانیں اور بھی تیار کی ہیں، وہ بھی جماعت و متولیان اپنی تحویل میں لینا چاہتے ہیں، عمر کہتا ہے: میں اپنی مرضی کے موافق خرچ کروں گا؛ کیا وہ لوگ عمر کو اس پر مجبور کر سکتے ہیں؟ (۱۱۹۹/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف و ب) دونوں صورتوں میں عمر خود کرایہ وصول کر کے خرچ کر سکتا ہے، جماعت و زید اس کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ عمر کرایہ سائبان و دکانات کو ان کے حوالے کرے، البتہ اپنی خوشی سے اگر وہ زید وغیرہ متولیان کے حوالے کرے تو یہ بھی جائز ہے؛ لیکن اس کو مجبور نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ جن دکانوں کا اور سائبان ٹین کا عمر بانی ہے اس کی تولیت شرعاً عمر کو ہے جیسا کہ شامی میں بحر سے منقول ہے: قال في البحر: قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وإن لم يشترطها الخ (۱)

بیع نامے میں جس کا نام تحریر ہے وہ مسجد کی تولیت کا دعویٰ کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۴) بوجہ دقت نماز عام مسلمانوں کی یہ خواہش تھی کہ کوئی زمین حاصل کر کے، چندہ سے ایک مسجد تعمیر کی جائے، ایک شخص اس کام کے لیے آمادہ ہوا، اوران کی کوشش بلیغ سے دو عورتوں نے اپنی زمین کا ایک قطعہ علیحدہ کر کے مسجد بنانے کے واسطے دیا، اور ایک فرضی بیع نامہ بغرض تبدیل قبضہ ایک شخص کے نام ـــــ جو ایک انجمن اسلامیہ کا ممبر ہے ـــــ بنا بر تعمیر مسجد کر دیا، بیع نامہ میں لفظ متولی و منتظم مسجد تحریر ہے، اس بنیاد پر وہ شخص مدعی تولیت ہے، واقفہ مسماتان کا بیان ہے کہ انہوں نے متولی مسجد نہیں کیا، اور نہ مقرر کرنا مقصود تھا، محض تعمیر مسجد کے لیے یہ لکھا تھا تو یہ تولیت سمجھی جائے گی یا نہیں؟

وہ شخص کچھ دنوں کے بعد صرف بنیاد بھروا کر یہ کہہ کر علیحدہ ہوگیا کہ میں جتنا اپنے پاس سے خرچ کر سکتا تھا اور جو چندہ جمع کر سکتا تھا وہ لگا دیا، اس کام کو جاری رکھنا میرے قابو سے باہر ہے، اس پر واقفہ نے اس کو معزول کر کے دوسرے شخص کے سپرد کام کر دیا، تو واقفہ کے معزول کرنے سے وہ معزول ہوگیا یا نہیں؟ اور اب اس کا دعویٰ تولیت مسجد کے متعلق صحیح ہوگا یا نہیں؟ (۱۰۸۹/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

(۱) ردالمحتار ۶/ ۴۹۶ کتاب الوقف – مطلبٌ: ولاية نصب القيم إلى الواقف ......

الجواب: خلاصہ جواب اس صورت میں یہ ہے کہ اگر مان لیا جاوے کہ شخص مذکور متولی؛ واقفہ کی طرف سے ہوگیا تھا تو وہ اپنے عاجز ہونے کے اظہار سے، اور واقفہ کے معزول کرنے سے معزول ہوگیا، اب وہ دعویٰ تولیت مسجد کا نہیں کرسکتا، جیسا کہ شامی میں ہے: قوله ولاية نصب القيم إلى الواقف قال في البحر: قدمنا أن الولاية للواقف ثابتة مدة حياته، وإن لم يشترطها، وأن له عزل المتولي، وأن من ولّاه لايكون له النظر بعد موته الخ (۱) (شامی ج:۳) وفيه أيضًا ويدل عليه قوله في البحر إن التولية خارجة عن حكم سائر الشروط، لأن له فيها التغيير والتبديل كلمابداله إلخ (۲) فقد ثبت أن الرجوع عن الشروط لايصح إلا التولية الخ (۳)

متولیوں کا تجویز کردہ قانون واقف کے قانون کے مانند قابل نفاذ نہیں

سوال: (۱۹۵) ممبران کمیٹی جو دراصل متولی ہیں، حکماً واقف قرار دیے جاویں گے؟ اور ان کا تجویز کردہ قانون بہ منزلہ اصل واقف کے قانون کے قرار دیا جائے گا؟ (۵۷۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: متولیان مذکورین واقف نہیں قرار دیے جاسکتے، اور ان کا تجویز کردہ قانون اصل واقف کے قانون کے مثل قابل نفاذ نہ ہوگا۔

فوت شدہ متولیہ نے جو تنخواہ وصول نہیں کی اس کا حکم

سوال: (۱۹۶) متولیہ نے ایک جائداد مدرسہ عربیہ کے نام وقف کی، اور آٹھ روپے ماہوار اپنی تنخواہ مقرر کی، اور وصول ہونے سے پہلے متولیہ کا انتقال ہوگیا، تو اب تنخواہ مقررہ اس کے ورثہ کو تقسیم ہوسکتی ہے یا نہ؟ (۱۳۸۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: آمدنی وقف میں سے مدت حیات کی تنخواہ لے کر متولیہ واقفہ کے ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے: قال في الشامي: وعن هذا مشى الطرسوسي في أنفع الوسائل على أن المدرس ونحوه من أصحاب الوظائف إذا مات في أثناء السنة يعطى بقدر ماباشر، ويسقط

(۱) ردالمحتار ۴۹۶/۶ كتاب الوقف – مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ.
(۲) ردالمحتار ۴۹۷/۶ كتاب الواقف – مطلب: نصب متوليا ثم آخر اشتركا.
(۳) ردالمحتار ۵۳۷/۶ كتاب الوقف – مطلب: لايجوز الرجوع عن الشروط.

الباقی، وقال بخلاف الوقف علی الأولاد والذّرّیّة فإنه یعتبر فیهم وقت ظهور الغلة فمن مات بعد ظهورها ولم یبد صلاحها صار مایستحقه لورثته وإلاسقط(۱)

حق تولیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال:(۱۹۷) زید ایک مسجد کا متولی تھا، وہ فوت ہو گیا، اوراس کی وفات کے بعد حق تولیت ساقط ہو گیا یا اس کی اولاد پر وراثۃً منتقل ہوگا؟ (۱۷۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر واقف نے زید متولی کی نسل میں حق تولیت ثابت نہیں کیا؛ مثلاً یہ نہیں کہا کہ زید اور اس کے بعد اس کی نسل میں سے متولی ہوں گے؛ تو زید متولی کی اولاد کو کچھ حق تولیت میں نہیں ہے، وراثت اس میں جاری نہیں ہے۔

واقف یا متولی کا وقف نامے کی پابندی نہ کرنا

سوال:(۱۹۸) اگر کوئی شخص جائداد وقف کرکے وقف نامہ باضابطہ تحریر کرکے رجسٹری کرادیوے، اور واسطے انتظام واہتمام وقف کے بہ تفصیل اسماء ایک جماعت مسلمین کو نامزد کرکے کمیٹی قائم کرکے کثرت رائے پر کارروائی جاری رکھے، اور تاحیات تولیت کو اپنے لیے مشروط کرے، اور پھر خود ہی شرائط وقف نامہ کی پابندی نہ کرے، کچھ آمدنی مقاصد خود میں حسب مرضی خود صرف کرے، اور کچھ آمدنی غبن کرے، اور کمیٹی کو حساب نہ سمجھاوے مگر مقصد اعظم، یعنی درس وتدریس کا انتظام بقدر ضرورت قائم رکھے الخ۔

ایسی صورت میں خیانت مذکورہ کا کچھ اثر ذات وقف پر واقع ہوگا یا نہیں؟ اور جو شخص خائن ہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۹۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وقف کے تام ہو جانے کے بعد اگر خود واقف، یا متولی کوئی امر خلاف وقف کرے، یا کوئی خیانت کرے؛ تو وقف پر اس وجہ سے کچھ اثر نقصان کا عائد نہ ہوگا، وقف کامل ومکمل رہے گا، خائن کا معزول کرنا لازم ہوگا کَمَا مَرَّ فإذا تم ولزم لاَ یُمْلَکُ وَلاَ یُمَلَّکُ وَلا یُعَارُ وَلاَ یُرْهَنُ الخ (درمختار) قوله فإذا تم ولزم لزومه علی قول الإمام بأحد الأمور الأربعة المارة، وعندهما بمجرد

(۱) ردالمحتار ۶/۴۹۱ کتاب الوقف - مطلب إذا مات المدرس ونحوه یعطی بقدر ما باشر.

القول ولکنه عند محمد لا یتم إلا بالقبض والإفراز والتأبید لفظا، وعند أبی یوسف بالتأبید فقط، ولو معنی کما علم ممامر (۱) وفی الشامی عن الفتح: أن قول أبی یوسف أوجه عند المحققین (۱) وفی الدر المختار: و به یفتی (۲)

متولی کا ایسے کام کرنا جو واقف کی شرائط کے خلاف ہوں

سوال: (۱۹۹) ایک شخص متولی مدرسہ نے مدرسہ کی جائداد موقوفہ کا ٹھیکہ اپنے خاص آدمی کو بہت تھوڑی رقم پر دے دیا، حالاں کہ اور آدمی اس کا ٹھیکہ زیادہ روپے پر لینے کو آمادہ تھے مگر متولی نے نہیں دیا، اس میں وقف کا نقصان ہے، اور نیز ایک باغ واقف نے مدرسہ کے طلباء کے پھل کھانے کے لیے وقف کیا تھا، اس کے پھل کو فروخت کر دیا، صرف مدرسہ کے لڑکوں کی شکایت رفع کرنے کی غرض سے اس کی قیمت کے عشر عشیر کا پھل مول لے کر کھلا دیا جاتا ہے؛ ایسی صورت میں وقف کی جائداد کا ٹھیکہ دینا، اور واقف کی منشاء کے خلاف باغ کا پھل فروخت کرنا متولی کو جائز ہے یا نہیں؟ ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب: متولی وقف کو ایسے امور کرنا جو شرائط واقف کے خلاف ہوں، یا اس میں وقف کا نقصان ہو جائز نہیں ہے، پس جائداد موقوفہ کا ٹھیکہ کمی کے ساتھ دینا، اور پھل کو فروخت کر دینا جائز نہیں ہے؛ اور ایسا شخص جو خائن ہو متولی نہیں رہ سکتا، شامی میں ہے: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع (۳) شرط الواقف کنص الشارع الخ (۴) اور درمختار میں ہے: وینزع وجوبًا (بزازیة) لو الواقف (درر) فغیره بالأولی غیر مأمون الخ شامی میں ہے: قوله: غیر مأمون الخ قال فی الإسعاف: ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه الخ (۵)

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف – مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله الخ.
(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۴۲۰ کتاب الوقف – مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ.
(۳) رد المحتار ۶/۴۱۲ کتاب الوقف – مطلب: شرائط الواقف معتبرة الخ.
(۴) الدر مع الرد ۶/۵۰۸ کتاب الوقف – مطلب فی قولهم: شرط الواقف کنص الشارع.
(۵) الشامی ۶/۴۵۳ کتاب الوقف – مطلب فی شروط المتولی.

متولی کا واقف کی شرائط کے مطابق عمل نہ کرنا

سوال: (۲۰۰) قاضی کہ مدعی قضاۃ باشد، عمل بہ موجب شرائط ندارد، وجاگیر وحقوق کہ بر آنہا تا ہنوز تصرف مالکانہ می دارد؛ حالاں کہ آں جاگیر برائے پرورش اطفال صغیر السن، واخراجات مساجد، بہ او سپردہ اند؛ یک شبرے دریں امور مذکورہ صرف نمی کند پس حکم دراں جاگیر چہ خواہد شد؟ (۳۴/۲۳۴-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عمل نہ کردن بہ موجب شرائط، وصرف نہ کردن آمدنی جائداد موقوفہ رادرامور مذکورہ کہ برائے آنہا وقف کردہ شدہ است حرام وناجائز است۔

ترجمہ: سوال: (۲۰۰) جو قاضی اپنی قضاء کا دعوے دار ہو، شرائط (واقف) کے مطابق عمل نہ کرتا ہو، بلکہ جائداد اور املاک پر بھی مالکانہ طور سے قابض ہو ـــــــ حالاں کہ وہ اراضی کم عمر بچوں کی پرورش اور مسجد کے اخراجات کے لیے اس کے حوالے کی گئی تھی ـــــــ ایک بالشت زمین بھی ان مصارف میں صرف نہیں کرتا؛ پس (ایسے شخص اور) ان اراضی کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: شرائط کے مطابق عمل نہ کرنا، اور موقوفہ جائداد کی آمدنی کو ان امور مذکورہ میں صرف نہ کرنا جن کے لیے جائداد وقف کی گئی تھی، ناجائز اور حرام ہے۔

ایک متولی کا دوسرے متولیوں سے مشورہ کیے بغیر استاذ مقرر کرنا

سوال: (۲۰۱) مسلمانوں نے مل کر مسجد اور مدرسہ کے لیے زمین خرید کر وقف کی، اور پانچ متولی مقرر کیے۔ سوال حسب ذیل ہیں:

(الف) مدرسے کے خزانچی متولی صاحب کا بلا مرضی وبلا اطلاع دوسرے متولیان کے، اور بلا اطلاع حساب کے، چند لوگوں کے قول سے، اور اپنی مرضی کے موافق استاذ مقرر کرنا، اور اس زمین کی آمدنی سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) استاذ کو یہ تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اگر جائز نہ ہو تو استاذ کو تنخواہ واپس کرنا واجب ہے یا نہیں؟

(د) ایسے تنخواہ دار استاذ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(ھ) ایسے متولی کو نکال کر دوسرے متولی کو مقرر کرنا اہل اسلام اور دیگر متولیان پر واجب ہوگا یا نہیں؟ (۱۸۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (از الف تا ھ) کسی متولی کو بدون مشورہ دوسرے متولیان کے جن کو واقف وبانی نے مقرر کیا؛ یہ جائز نہیں ہے کہ صرف اپنی رائے سے کسی استاذ کو مقرر کرے؛ کیوں کہ شرائط واقف سب واجب العمل ہوتی ہیں، لیکن جس استاذ کو اس نے مقرر کردیا اس کو تنخواہ لینا اپنے زمانہ کارکردگی کی درست ہے، اور جو تنخواہ اس نے لی اس کی واپسی اس کے ذمے لازم نہیں ہے، اور جو متولی خلاف شرائط واقف عمل درآمد کرے، اور اس پر اصرار کرے، اس کو معزول کردینا لازم ہے۔ فقط

جو امر خلاف شرع ہے اس میں کثرت رائے معتبر نہیں

سوال: (۲۰۲) زید منجملہ پانچ رکنوں کے ایک رکن (ممبر) کمیٹی منتظم اوقاف کا ہے، جس کے زیر اہتمام بہ شمول مسجد جامع، دیگر مساجد اور درگاہیں اور مدرسہ عربیہ ومکتب متعلق ہیں، کمیٹی کا انتظام اور اس کے احکام کا عمل درآمد بہ صورت اختلاف کثرت رائے ممبران پر ہوتا ہے، اب اس کمیٹی کے انتظامات میں بہت سی بے عنوانیاں اور خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، اسی وجہ سے زید کی رائے دیگر ممبران کے خلاف ہے، اور سب سے علیحدہ ہے، اس صورت میں کثرت رائے معتبر شرعاً ہوگی یا نہیں؟ اور زید تنہا ممبر جس کی رائے بہ مقابلہ کثرت رائے مغلوب ہے، آیا باوجود متواتر غلطیاں اور لغزشیں وارتکاب نقصانات اوقاف دیکھنے کے ممبران متذکرہ بالا کے ساتھ مع الاختلاف اتحاد عمل جاری رکھے یا علیحدہ ہوجائے؛ حالانکہ بہ ظن غالب اس کی علیحدگی سے حالت بد سے بدتر ہوجاوے گی؟ بینوا توجروا (۲۶۰۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو امر خلاف شرع ہے اس میں کثرت رائے معتبر نہیں ہے، بلکہ موافق قواعد شرعیہ عمل درآمد ہونا چاہیے، اور زید کو بہ حالت موجودہ جب کہ اس کی علیحدگی سے حالت بد سے بدتر ہوجائے گی علیحدہ نہ ہونا چاہیے، شاید کبھی اصلاح ہوجائے؛ البتہ زید کو ہمیشہ تنبیہ کرتے رہنا چاہیے۔ فقط

متولی کے تقرر میں اختلاف ہو تو اکثریت کا اعتبار ہوگا

سوال: (۲۰۳) اگر کچھ مسلمان ایک متولی مقرر کریں اور کچھ دوسرے کو؛ تو ایسی صورت میں

کیا کرنا ہوگا؟ (۳۶۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اختلاف کی صورت میں اکثر کا اعتبار ہوگا۔ فقط

مسجد کی تولیت وانتظام میں دوسرے محلے والوں کا دست اندازی کرنا

سوال: (۲۰۴) جامع مسجد دروازہ سیف آبادی ریاست پٹیالہ جو حنفیہ کے اہتمام میں تھی، جس کی آمدنی اور دیگر مصارف وغیرہ ڈاکٹر کریم اللہ صاحب حنفی کے سپردگی میں تھے، اب چند عرصے سے وہ بہ قضائے الٰہی رحلت فرما گئے ہیں، بعد ان کے انتقال کے اشخاص حنفی نے مسجد کے انتظام کے لیے چند آدمی منتخب کیے تھے، اس پر دیگر لوگوں نے جو حنفی نہیں ہیں، اور غیر عقائد کے لوگ ہیں؛ مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے ہیں، کیا ایسے لوگ مزاحم شرعاً ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸۵۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ انتظام جو اہل محلّہ اور اہل مسجد نے کیا شرعاً صحیح ہے، اور جن لوگوں کو متولی بنایا گیا وہ متولی اور منتظم ہوگئے، ان سے اگر کوئی خیانت وغیرہ نہ ہو تو وہی منتظم رہیں گے، دوسرے محلّہ والوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس میں دست اندازی کریں، اور جھگڑا کریں۔ شامی میں ہے: **ثم ذكر عن التتار خانية ماحاصله: أن أهل المسجد لو اتفقوا على نصب رجل متوليًا لمصالح المسجد، فعند المتقدمين يصح، ولكن الأفضل كونه بإذن القاضي، ثم اتفق المتأخرون: أن الأفضل أن لايعلموا القاضي في زماننا الخ (۱)**

مزار کی نگہداشت وانتظام میں متولی کے چچا وغیرہ کی مداخلت

سوال: (۲۰۵) زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، اور اس کے تین لڑکے ہوئے، بڑے لڑکے کا نام بکر تھا، ہندہ کے خاندان میں سلسلہ سجادہ نشینی — ایک ایسے ولی اللہ کا جس کا دور دور شہرہ ہے — صدیوں سے چلا آتا تھا، ہندہ کا کوئی بھائی نہیں تھا، چنانچہ ہندہ کے والد نے اپنے بڑے نواسے بکر؛ یعنی ہندہ کے بڑے لڑکے کو اپنی حیات میں سجادہ نشین درگاہ موصوف کا کیا، اور بعد انتقال ہندہ کے والد کے اسی اراضی کا جس میں مزار شریف ان ولی اللہ کا ہے داخل خارج؛ یعنی اندراج نام کاغذات گورنمنٹ میں ہندہ

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار ۶/۴۹۲ کتاب الوقف — مطلب: الأفضل في زماننا نصب المتولي الخ.

کے والدہ کا ہوا، ونیز بعد انتقال والدہ ہندہ کے ہندہ نے اپنا نام داخل خارج سرکاری کاغذات میں وراثۃً نہیں کرایا، بلکہ بکر سجادہ نشین ونیز بقیہ اپنے دونوں لڑکوں کے نام کرایا، بکر نے اپنے انتقال سے کچھ عرصے پہلے اپنے بڑے لڑکے عمر کو سجادہ نشین مزار شریف موصوف کا کیا، اور سند خلافت وسجادہ نشینی کی مجمع عام میں عطاء کی، بعد انتقال بکر، عمر موجودہ سجادہ نشین درگاہ نے اپنے پاس سے کچھ صرف کیا، اور کچھ آمدنی چڑھاوا سے باقاعدہ انتظام چراغ بتی کرنا چاہا؛ جو عمر کے چچا وچچیرے بھائیوں کو بہ طمع نفسانی خلاف ہوا، قبر کو ملکیت قرار دے کر وہاں کے انتظام وانصرام میں دخل دیا، اور چڑھاوے کو خورد برد کرنا شروع کردیا، جس وجہ سے درگاہ شریف کا انتظام درہم برہم ہوگیا، پس ایسی صورت میں مزار شریف کی نگہداشت وانتظام میں موجودہ سجادہ نشین کے مقابلے میں کیا اس کے چچا وبھائی وغیرہ کچھ ذمہ داری یا حق رکھتے ہیں اور کوئی کام کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۳۱۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: عمر جو کہ متولی سجادہ نشین ہے اس کے مقابلے میں اس کے چچا اور چچیرے بھائیوں کو مداخلت کا اختیار حاصل نہیں ہے، البتہ اگر عمر کی خیانت امور متعلقہ تولیت میں ثابت ہوجائے تو پھر عام اہل اسلام بھی مداخلت کرسکتے ہیں۔ فقط

اوقاف کے متولیوں سے، والیٔ ریاست حساب طلب کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۶) ایک ریاست کے رئیس مسلمان بااختیار نے حالات زمانہ محسوس کرکے کہ اکثر متولیان اوقاف جائداد موقوفہ کی آمدنی واخراجات میں پابندی شرائط واقف واتباع احکام شرع شریف پوری طرح نہیں کرتے، حتی کہ بعض بعض اوقاف میں تملیک ہوگئی، اور بعض بعض میں توریث وانتقالات واقع ہوگئے، اس کا یہ انتظام کیا کہ ایک محکمہ موسوم بہ ''محکمہ اوقاف'' قائم کردیا، اور اس میں عملہ وغیرہ مقرر فرماکر ایک شخص کو انتخاب کرکے اس کا افسر منتظم اوقاف مقرر فرمادیا، اس محکمہ کے عمل درآمد کے واسطے ایک قانون تجویز ہونا قرار پایا ہے۔

تجویز قانون کے وقت اول اس امر پر بحث ہوئی کہ والی ریاست بااختیار کو اوقاف کی نگرانی کس حد تک شرعاً روا ہے، ایک ممبر صاحب نے فرمایا کہ اس جائداد موقوفہ جس کا منجانب واقف کوئی شخص متولی موجود ہو، والیٔ ریاست کو شرعاً نگرانی کا حق نہیں ہے، مگر اس حالت میں جب کہ متولی کا کوئی شخص شاکی

ہو، یا خود رئیس کو خیانت و کج روی متولی کی محسوس ہو، بجز اس کے شرعاً نگرانی و سالانہ حساب طلب کرنا متولی سے رئیس کو شرعاً روا نہیں ہے۔ کیوں کہ مذہبی امور میں رئیس کو دخل دینا نا روا ہے۔

ایک دوسرے ممبر نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ بہ لحاظ حالات زمانہ جب کہ متولیوں کی ایسی حالت ہے جس کا سابقًا مجملاً تذکرہ ہوا، اور یہی حالات باعث، قائمی محکمہ اوقاف ہوئے ہیں، تو اگر کوئی شخص متولی کا شاکی بھی نہ ہوا ہو تب بھی رئیس کو شرعاً روا ہے کہ کم سے کم اتنی نگرانی ضرور کرے کہ متولی سے سالانہ حساب آمد وخرچ طلب کرلیا کرے، اور بلا کسی کی شکایت کرنے یا سالانہ حساب فہمی کرنے کے کیوں کر متولی کی خیانت و کج روی محسوس ہوسکتی ہے۔

اوّل ممبر صاحب کو اصرار ہے کہ بدون شکایت متولی یا ظہور خیانت بدرجہ احساس رئیس کو کسی متولی سے حساب سالانہ بھی طلب کرنا شرعاً جائز نہیں، دوسرے ممبر صاحب فرماتے ہیں کہ ہر حال رئیس کو متولی سے بہ لحاظ حالات زمانہ حساب سالانہ طلب کرنا شرعاً جائز ہے، اور اس میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے، ورنہ اگر اتنا بھی رئیس کو شرعاً حق نہ ہوگا تو کیوں کر وہ انتظام اوقاف کرسکتا ہے، ان دونوں رایوں میں سے کون سی رائے درست ہے؟ (۱۶۸۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ان ہر دو رائے میں سے دوسری رائے بہ لحاظ زمانہ صواب و درست ہے جیسا کہ عبارات ذیل سے مستفاد ہوتا ہے: ورأی الحاکم ضمّ مشارف جاز (درمختار) وفی ردالمحتار: إذا نص الواقف علی أن أحدًا لایشارك الناظر فی الکلام علی هذا الوقف، ورأی القاضی أن یضمّ إلیه مشارفًا یجوز له ذلك الخ (۱) (۳/ ۳۸۹) وفی الدر المختار: لاتلزم المحاسبة فی کلّ عام ویکتفی القاضی منه بالإجمال لو معروفًا بالأمانة، ولو متهما یجبره علی التعیین شیئًا الخ قوله: ولو اتهمه یحلفه أی وإن کان أمینًا الخ وسیأتی قُبیل کتاب الإقرار أنه لاتحلیف علی حق مجهول إلا فی ست إذا اتهم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف الخ (۲) (شامی: ۳/ ۴۲۵) فقط

(۱) الدر المختار مع الرد ۶/ ۴۶۰ کتاب الوقف ـ مطلب: یجوز مُخالفة شرط الواقف فی مسائل.

(۲) الدر مع الرد ۶/ ۵۲۴ کتاب الوقف ـ مطلب فی مُحاسَبة المتولی وتحلیفه.

امانت دار متولی سے حساب و کتاب کا مطالبہ کرنا

سوال: (۲۰۷) عمر نے ایک بوسیدہ مسجد کی مرمت کرائی، اور مختلف طریقوں سے چندہ جمع کر کے تعمیر مسجد میں صرف کیا، تعمیر مسجد کا سلسلہ ختم ہوگیا؛ مگر استر کاری باقی رہ گئی تھی، استر کاری کے واسطے مسجد کے نمازیوں میں زید نے تخمیناً آٹھ سال سے بہ تدریج مختلف ذرائع سے اس امید پر روپیہ جمع کرنا شروع کیا کہ سو دو سو روپے جمع ہونے کے بعد استر کاری کا کام شروع کیا جائے گا، اس میں شک نہیں کہ زید نے چندہ سے نیز اور طریقوں سے روپیہ جمع کیا؛ اس میں بعض رقوم ایسی بھی ہیں جن کے دینے والوں نے اظہار سے منع کیا ہے، اور زید ایک ایسا معتبر اور متدین شخص ہے جس کی دین داری اور دیانت پر سیکڑوں مسلمانوں کو اعتماد کلی ہے؛ حالاں کہ عمر مذکور نے اس میں ایک پیسہ بھی نہیں دیا، نہ اس کے کہنے سے زید نے جمع کیا؛ مگر چوں کہ زید نوشت خواند کا ایسا عادی نہیں کہ چندہ کا حساب سمجھتا اور تمام رقوم کو اسم وار مندرج حساب کرتا، اس لیے اس نے ان رقوم کا کوئی حساب نہیں لکھا، اور ان رقوم کو علیحدہ یک جا جمع کرتا رہا، اس کے قبل بھی زید نے ایسی رقوم جمع کیں جس کو ایک زمانۂ دراز گذرا، لیکن عمر نے کبھی حساب فہمی کا مطالبہ نہیں کیا تھا؛ اب چوں کہ عمر کو زید سے ایک گونہ مخالفت ہے، اس لیے وہ حساب فہمی کا طالب ہے؛ ایسی صورت میں زید پر حساب سمجھانا واجب ہے یا نہیں؟ اور عمر کو یہ حق حاصل ہے کہ بغیر حساب فہمی کے ان رقوم کو ان کے مصرف میں صرف نہ کرنے دے؟ (۲۷۰۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار کے کتاب الوقف میں ہے: **ویکتفی القاضی منه بالإجمال لو معروفًا بالأمانة الخ** (۱) یعنی اگر متولی کسی وقف کا امانت داری میں معروف ہو تو قاضی وحاکم شرعی اس سے بالاجمال حساب آمد وخرچ سمجھ لیویں، تفصیلی حساب لینے کی ضرورت نہیں ہے، **فإذا کان هذا فی القاضی فکیف بغیره؟** اور شامی میں ہے کہ امین کا قول در بارے آمد وصرف معتبر ہے؛ پس بناءً علیہ صورت مذکورہ میں عمر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ امین مذکور سے حساب فہمی کرے، اور بدون حساب فہمی کے رقوم چندہ کو خرچ نہ کرنے دیوے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۶/ ۵۲۴ کتاب الوقف – مطلبٌ في محاسبة المتولي وتحليفه.

کون سافسق موجبِ عزل ہے؟

سوال: (۲۰۸) شہر رنگون کے اہل اسلام میں سے مثلاً زید ایک معزز شخص شمار کیا جاتا ہے، اگرچہ پہلے وہ نماز وغیرہ کا پورا پابند نہ تھا، لیکن دنیوی حیثیت سے ایک بہت بڑا رئیس، اور چاول کا بہت بڑا تاجر شمار کیا جاتا ہے، مع ہذا زید مذکور امانت داری میں بھی مشہور ہے، اور مسجد و مدرسہ وعیدگاہ وغیرہ کا متولی ہے، اور زید مذکور دوسری تجارتوں کے ساتھ چاول کی تجارت بطور سٹہ بھی کرتا تھا، علاوہ ازیں مسجد کے متصل زمین — جس کی مسجد کو سخت ضرورت تھی — زید نے اپنی جیب سے چالیس ہزار روپے میں خرید کر، مسجد کے لیے وقف کردی؛ اور ایک زمین مبلغ پینتالیس ہزار میں خرید کر قبرستان کے لیے وقف کردی؛ اب تقریباً ایک سال سے — جب کہ زید مذکور اس سٹہ کی تجارت کو چھوڑ بھی چکا، اور نماز وغیرہ احکام اسلام کے ادا کرنے میں اس کی حالت بہتر سے بہتر ہوگئی — بعض ممبران اور اس کے شرکاء کار کی یہ حالت ہے کہ محض ایک سابقہ تجارت سٹہ کا الزام لگا کر — زید موصوف کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں — یہ محض نفسانیت کی وجہ سے ہے، ورنہ ان کے دل پورا یقین رکھتے ہیں کہ زید درحقیقت اوقاف مسجد کے معاملہ میں پورا متدین ہے، اور بھروسہ والا آدمی ہے، اور جن کو وہ اب متولی بنانا چاہتے ہیں؛ وہ زید کے مثل امانت داری وغیرہ امور میں نہیں ہیں؛ بلکہ وہ لوگ خود سٹہ جیسے صدہا کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں، ان تینوں میں سے بعض تو نماز ہی کے پابند نہیں، بعض بائسکوب دیکھتے ہیں، کچھ زکوٰۃ نہیں دیتے، خیانت کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ؟ (۱۶۹۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: از مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

هو الموفق: جب کہ زید نے امور غیر مشروعہ کے ارتکاب سے توبہ کرلی، اور ان کو ترک کردیا، تو اب اس کی گذشتہ معصیت بالفعل عزل کی وجہ نہیں ہوسکتی، زمانہ موجودہ میں امانت دار اور خیرخواہ اوقاف متولی کا وجود مشکل سے ہوتا ہے، اور یہ صفت دوسری صفات سے تولیت اوقاف میں زیادہ مہتم بالشان اور اس زمانہ میں بالخصوص واجب الرعایت ہے؛ سٹہ کا معاملہ بیع فاسد یا قمار کی شکل ہے، اور دونوں ناجائز ہیں، لیکن توبہ کرنے کے بعد اس کی وجہ سے تولیت سے معزول کرنے کے کوئی معنی نہیں، اور پھر جب کہ دوسری طرف وہ لوگ جن کو تولیت کے لیے پیش کیا جاتا ہے، بالفعل معاصی وآثام کے ارتکاب سے خالی نہیں،

تو کسی طرح بھی زید کے مخالفین کی نیت بہ خیر، اور وقف کی خیر خواہی ثابت نہیں ہوتی، اور ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ زید سے مفضول لوگوں کے لیے زید کی تولیت کے خلاف کوئی کارروائی کریں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب: از مولوی ضیاء احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

زید اگرچہ اس سے قبل ایک فعل ناجائز کا مرتکب تھا لیکن چونکہ اس نے اپنے فعل مذکور سے توبہ کرلی ہے، اس لیے — ایک ایسے فعل کی وجہ سے جس کا وہ نہ اب مباشر ہے، نہ متسبب — اس کو تولیت سے معزول کرنا جائز نہیں، اور جیسا کہ محدود فی قذف کی تولیت اس کے توبہ کرلینے کے بعد صحیح اور درست ہے، ایسا ہی اس وقت زید کی تولیت میں بھی کوئی خرابی نہیں۔ قال في الشامي: ويستوي فيه الذكر والأنثى، وكذا الأعمى والبصير، وكذا المحدود في قذف إذا تاب لأنه أمين انتهى (۱)

اور خاص کر اس وقت جب کہ وہ لوگ جو زید کی جگہ متولی بنائے جاتے ہیں، مرتکبین بدعات و معاصی، اور تارکین فرائض و واجبات ہوں؛ زید کو معزول کرکے ان کو متولی بنانا، کسی صورت سے بھی جائز نہیں ہوگا، اور جو لوگ اس میں سعی و کوشش کریں گے وہ عنداللہ گنہ گار ہوں گے — اور نہ دوسرے لوگ بہ صورت موجودہ لوگوں کے متولی بنانے سے متولی شرعاً قرار دیے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم

رقمہ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: خلیل احمد ناظم مظاہر علوم (سہارن پور)

التائب من الذنب كمن لا ذنب له: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: منظور احمد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تولیت کے لیے جن امور کی شرعاً ضرورت ہے وہ امور زید مذکور میں علی وجہ الکمال موجود ہیں؛ لہٰذا شرعاً اس کا عزل جائز نہیں۔

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سب جوابات صحیح ہیں۔ اشرف علی عفی عنہ

الجواب: زید متولی اوقاف — جس کا حال سوال میں مذکور ہے — کسی طرح لائق معزول

(۱) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف - مطلب في شروط المتولي.

کرنے کے نہیں ہے؛ کیوں کہ تولیت کے لیے جن امور کی ضرورت ہے وہ امور زید میں باحسن وجوہ محقق ہیں، متولی کے لیے ضروری ہے کہ وہ امانت دار ہو اور تولیت کے کاموں کو بہ حسن اسلوب انجام دیتا ہو، اور تولیت کے کام سے عاجز نہ ہو۔ جیسا کہ ردالمحتار میں اسعاف سے منقول ہے: ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه ، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر . وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز لأن المقصود لا يحصل به الخ (۱) وفي الدر المختار: فلو مأمونًا لم تصح تولية غيره (۲)

پس جب کہ زید تولیت کے معاملے میں بالکل امانت داری سے کام کرنے والا، اور مامون ہے، اور اس سے اوقاف کو منافع کثیرہ حاصل ہوئے، اور آئندہ حاصل ہونے کی توقع ہے؛ تو اس کو کسی طرح معزول کرنا اور تولیت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور کارنامے زید کے جو در بارۂ نفع اوقاف سوال میں مذکور ہیں وہ شاہد ہیں کہ زید کا وجود مغتنمات میں سے ہے، اور اس کی طرف خیانت وغیرہ امور مخلہ بالاوقاف کا وہم بھی نہیں ہوسکتا؛ پس ایسی حالت میں زید کو معزول کرنا تولیت سے کسی طرح جائز نہیں ہے۔

باقی معاملہ سٹہ کا جس کی حقیقت سوال میں بیان کی گئی ہے وہ بیوع فاسدہ میں سے ہے، مگر اس کے ارتکاب کی وجہ سے زید مستحق عزل نہ تھا؛ کیوں کہ تولیت میں جن امور کی ضرورت ہے؛ یعنی امانت داری، اور قدرت انجام دہی امور تولیت، وہ زید میں بوجہ اتم موجود ہیں، اور ارتکاب کسی معاملہ فاسدہ کا اگر چہ شرعًا ناجائز ہے، مگر تولیت میں اس سے کچھ مضرت اور خلل نہیں ہے، اور جس فسق کو فقہاء نے موجب عزل قرار دیا ہے وہ فسق ہے جس سے اضاعت مال وقف کا مظنہ ہو، اور خوف ہو، جیسا کہ عبارت ذیل درمختار سے ظاہر ہے: وينزع وجوبًا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولى، غير مأمون أو عاجزًا أو ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه أو كان يصرف ماله في الكيمياء (۳) قال الشامي: قوله أو كان يصرف ماله الخ لأنه استقرئ من أحوال متعاطيها أنها تستجره إلى أن يخرج من جميع ما في يده، وقد ترتب عليه ديون بهذا السبب، فلا يبعد أن يجره

(۱) حوالۂ سابقہ۔ (۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۵۴ كتاب الوقف - مطلب في عزل الناظر.
(۳) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۵۲-۴۵۴ كتاب الوقف - مطلب يأثم بتولية الخائن .

الحال إلى إضاعة مال الوقف (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بوجہ خوف اضاعت مال وقف اس کو معزول کیا جاتا ہے؛ پس صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ یہ خوف زید کی طرف پہلے بھی بہ حالت مباشرت بعض عقود فاسدہ کے نہ تھا، اور اب جب کہ زید نے اس فعل کو ترک کر دیا ہے، اور پابندی صوم وصلاۃ، وتوفیق اعمال صالحہ اس کی ظاہر ہے تو کسی طرح زید مستحق عزل نہیں ہے، اور معزول کرنا اس کو جائز نہیں ہے، اور توہین اور تذلیل ایسے شخص کی حرام اور معصیت ہے؛ اور دوسرے ایسے لوگ جو زید کے مثل نہیں ہیں، اور محرمات کے مرتکب ہیں، وہ مستحق تولیت بمقابلہ زید کے نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند — الجواب صواب: محمد انور عفا اللہ عنہ
الجواب صواب: خاکسار سراج احمد رشیدی — الجواب صحیح: محمد رسول خان عفی عنہ
الجواب صحیح: عبدالسمیع عفی عنہ — اصاب المجیب: سید محمد ادریس غفرلہ
الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ — الجواب صواب بلا ریب: نبیہ حسن عفا اللہ عنہ
الجواب صواب: میرک شاہ عفا اللہ عنہ مددگار مفتی دارالعلوم دیوبند

مال وقف کو ناجائز مصارف میں صرف کرنے والے متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۰۹) زید متولی وقف ہے، لیکن نہ نماز پڑھتا ہے، اور مال وقف کو اپنے ذاتی اور ناجائز مصارف میں صرف کرتا ہے، اس صورت میں زید قابل تولیت کے ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۵۴ھ)

الجواب: ایسی حالت میں زید قابل اور لائق تولیت کے نہیں ہے، معزول کرنا اس کا لازم ہے، اور مسلمانوں کو وقف کی حفاظت ضروری ہے بہ شرط قدرت اس میں سکوت درست نہیں، اور سعی کرنا حفاظت وقف میں جس طرح ہو سکے ضروری ہے۔ فقط

سوال: (۲۱۰) جو متولی سود کھاوے، اور روپے وقف کے فضول اخراجات میں صرف کرے؛ وہ قابل معزولی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۷۸ھ)

الجواب: ایسے متولی کو معزول کرنا لازم ہے، آمدنی وقف میں ایسے تصرفات جائز نہیں ہیں۔ فقط

(۱) ردالمحتار ۶/۴۵۴ کتاب الوقف — مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الأوقاف للصغیر.

سوال: (۲۱۱) جو شخص سود لیتا ہو، اور کسی کو حساب وغیرہ نہ دیتا ہو، اور خرچ ضروری بھی نہ کرتا ہو، وہ متولی جائداد موقوفہ مسجد کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۵۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ایسا شخص مسجد کا متولی بنائے جانے کا اہل نہیں ہے، اس کو معزول کر کے، دوسرے صالح امانت دار شخص کو متولی بنایا جائے درمختار میں ہے: وینزع وجوبًا (بزازیة) لوالواقف (درر) فغیره بالأولی غیر مأمون أوعاجزًا أوظهر به فسق الخ (۱) وفي الشامي عن الإسعاف: ولایولی إلاّ أمین قادر بنفسه أوبنائبه لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن، لأنه یخل بالمقصود الخ (۲) (۳/۳۸۵)

فتنہ انگیز متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۱۲) زید نے برائے مسجد اپنی زمین وقف کردی، اور عمر نے اپنے روپے سے مسجد بنوائی، اوراخراجات مسجد عمر اپنے پاس سے کرتا چلا آتا ہے، عمر نے زید کو متولی بنادیا، لیکن عمر زید کے حالات سے واقف نہیں تھا؛ کیوں کہ زید بڑا فتنہ انگیز اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا اور شریر ہے، اہل محلہ زید کا متولی ہونا پسند نہیں کرتے تو زید کو ایسی حالت میں معزول کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۳۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب کہ عمر نے زید کو متولی بنادیا، زید متولی ہوگیا، اور اگر عمر اور اہل محلہ زید کو لائق متولی ہونے کے نہ سمجھیں، اور خائن وشریر جانیں تو اس کو معزول کرسکتے ہیں۔

بدکار متولی اور مہتمم کو معزول کرنا

سوال: (۲۱۳) جو شخص مسلمان باوجود تولیت مسجد واہتمام مدرسہ اسلامیہ ودیگر اوقاف اسلامی صریحًا زنا کرتا ہو؛ اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ اور سود کھاتا ہو، اور جشن صلح میں کشادہ دلی سے حصہ لیا ہو، اور روشنی زور وشور سے کی ہو، جس کے صلے میں حکام نے سرٹی فیکٹ وتمغہ وغیرہ دیے ہوں، اس کی تولیت اور اہتمام امور اسلامیہ میں کہاں تک درست ہیں؟ (۱۲۸۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسا شخص تولیت کے لائق نہیں ہے، اس کو معزول کرنا لازم ہے۔

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۵۲-۴۵۳ کتاب الوقف — مطلب یأثم بتولیة الخائن.

(۲) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف — مطلب في شروط المتولي.

بدخواہ متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۱۴) سیٹھ لوگ مسجد کی آمدنی کے لیے مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں، اور متولی مسجد منع کرتا ہے کہ مکان مت بناؤ، میں فائدہ مسجد کا نہیں چاہتا، اور اکثر متولی مسجدوں پر اپنی حکومت جتاتے ہیں؛ جس سے خرابیاں مسجد کے کاروبار میں پیدا ہوتی ہیں؛ ایسے متولی کو رکھنا چاہیے یا معزول کرنا جائز ہے؟

(۱۷۴۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسا متولی لائق معزول کرنے کے ہے، جماعت مسلمین اس کو معزول کردیں، اور مکان مسجد کے نفع کے لیے تیار کرادیں۔

خائن متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۱۵) ...... (الف) جو متولی خائن ہو اور جائداد موقوفہ مصارف وقف میں صرف نہ کرتا ہو اور اپنے ذاتی صرف میں لاوے، لہٰذا وہ متولی مسجد واوقاف رہ سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) متولی مسجد واوقاف میں کیا اوصاف ہونے چاہیے؟ (۲۱۸۳/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف، ب) جو متولی خائن ہو اس کو معزول کرنا چاہیے، اور کسی امانت دار کو جو وقف کا انتظام پورے طور سے کرسکے اس کو متولی مقرر کرنا چاہیے، اور مسلمانان کو یہ حق ہے کہ وہ متولی سے حساب فہمی کریں، اگر خیانت ثابت ہو تو متولی کو معزول کریں، اور دوسرے شخص کو جو امانت دار منتظم ہو متولی بناویں، اگر واقف خود متولی ہو اور اس کی تولیت میں کسی قسم کی خیانت ثابت ہو تو مسلمان اس کو بھی معزول کرسکتے ہیں، بلکہ اس کو معزول کرنا واجب ہے، اور جو شخص محض متولی ہو واقف نہ ہو اور خائن ہو تو اس کو بدرجہ اولی مسلمان معزول کرسکتے ہیں درمختار میں ہے: وینزع وجوبًا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولى غير مأمون الخ(۱) (درمختار) قال في الإسعاف: ولايولى إلاّ أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود الخ (۲) (شامي)

(۱) الدر مع الرد ۲/۴۵۲ – ۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب فيما يُعزَل به النَّاظرُ.

(۲) الشامي ۲/۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب في شروط المتولي.

سوال: (۲۱۶)...... (الف) جوشخص متولی مسجد ہو اور مسجد کی مرمت وصفائی کا خیال نہ رکھتا ہو، اور ملازمین کو تنخواہ وقت پر نہیں ادا کرتا جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے؛ حالاں کہ روپیہ اس مدکا موجود رہتا ہے؟

(ب) مسجد کی دکانیں اپنے ذاتی نفع کے لیے قلیل کرائے پر دے رکھی ہیں؛ باوجودیکہ ان دکانوں کو دوسرا مسلمان زیادہ کرائے پر لینا چاہتے ہیں، نیز بعض دکانیں ایسے غیر مسلموں کو دیدی ہیں جو اس میں شراب خواری وزناکاری کرتے ہیں؛ حالاں کہ مسلمان ان دکانوں کے خواست گار ہیں۔

(ج) مسجد کا روپیہ محلّہ والوں کے منع کرنے پر بھی بلاضرورت صرف کردیتا ہے۔

(د) مسجد کی آمد صرف کا حساب باوجود تقاضہ سخت کرنے کے بھی پیش نہیں کرتا۔

(ھ) مسجد کے حجرہ کو اپنے ذاتی کام میں لاتا ہے؛ ایسے شخص کی تولیت جائز ہے یا نہ؟ اور اگر اہل محلّہ اس کے علیحدہ کرنے میں تساہل کریں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۵۵/۱۳۴۴ھ)

الجواب: ایسے شخص کو متولی رکھنا درست نہیں ہے، اور معزول کرنا اس کا واجب ہے؛ جیسا کہ درمختار میں ہے: **وينزع وجوبًا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولى غير مأمون الخ وفي ردالمحتار للشامي: قال في الإسعاف: ولايولى إلا أمين قادربنفسه أوبنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود، وكذا تولية العاجز لأن المقصود لايحصل به الخ** (۱) اور تساہل کرنا اہل محلّہ کا باوجود قدرت کے ناجائز ہے، البتہ اگر ان کو قدرت نہ ہو یا اس میں فتنہ ہو تو مجبوری ہے۔ فقط

سوال: (۲۱۷) اگر زید بدنیتی سے مال وقف کو اپنی ملک بنانا چاہے اور امانت میں خیانت کرے تو کیا حکم ہے؟ (۱۹۵۲/۱۳۴۴ھ)

الجواب: زید اس صورت میں فاسق وعاصی ہوگا اور اگر وہ متولی وقف ہے تو لائق معزول کرنے کے ہے۔ فقط

---

(۱) الدر والرد للشامي ۶/۴۵۲-۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب: يأثم بتولية الخائن.

جو خود بہ خود متولی بن گیا ہو اس کو علیحدہ کرنا

سوال: (۲۱۸) ایک شخص نے اپنی ملکیت کی آمدنی میں سے آٹھواں حصہ آمدنی کا وقف کیا، اور ایک وصیت نامہ لکھا جس میں واقف نے اس کے خرچ کرنے کی تفصیل بھی بتلائی، اور اس کے دو متولی بھی مقرر کیے، خرچ کی تفصیل یہ ہے: پچیس روپے سالانہ مکہ معظمہ اور پچیس روپے سالانہ مدینہ منورہ بھیجے جائیں، اس کے بعد جو کچھ بچے اس کو کار خیر، طلبہ اور کنویں وغیرہ میں خرچ کرنے کا اختیار متولیوں کو دیتا ہوں، اور یہ اپنی حیات میں متولی مقرر کردیں، چنانچہ متولیوں نے حسب وصیت نامہ آمدنی کو خرچ کیا، متولیان میں ایک واقف کا لڑکا اور دوسرا بھتیجا ہوتا تھا، دونوں متولی یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے، اور اپنی حیات میں کوئی متولی مقرر نہیں کیا، بلکہ موقوفہ آمدنی بعد انتقال متولی ثانی کے جو واقف کا بھتیجا تھا، اس کی اولاد نے موقوفہ آمدنی کو اپنے اختیار سے خلاف وصیت نامہ کے خرچ کیا؛ آیا یہ متولی قابل تسلیم ہیں یا نہیں؟ اور ان کا خرچ کرنا خلاف وقف نامہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ آمدنی ان سے وصول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور واقف کی جو اولاد موجود ہے وہ موجود متولی کو جو از خود متولی بن گئے، علیحدہ کر کے دوسرے کو متولی بنائیں یا خود بنیں؟ (۳۵۴/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار و شامی میں ہے: مراعاة غرض الواقفین واجبة (۱) شرط الواقف کنص الشارع (۲) پس موافق ان روایات کے، خلاف شرط واقف آمدنی وقف مذکور کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر واقف نے کار خیر میں خرچ کرنے کو لکھا تھا تو متولیان نے اگر کسی مصرف خیر میں صرف کیا، جس کو وہ مصرف خیر سمجھتے تھے تو ان پر ضمان نہیں ہے، واقف کی اولاد میں سے جو اہل ہو وہ زیادہ مستحق ہے متولی ہونے کے وما دام أحد یصلح للتولیة من أقارب الواقف لا یجعل المتولی من الأجانب الخ (۳) (درمختار) ولایة نصب القیم إلی الواقف ثم لوصیه الخ (۴) (درمختار) پس موافق اس قاعدے کے واقف کی اولاد میں جو اہل ہو اس کو متولی بنایا جائے، اور متولی حال جو کہ خود متولی بن

(۱) الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف – مطلب : مراعاة غرض الواقفین واجبة الخ .
(۲) الدر مع الرد ۶/۵۰۸ کتاب الوقف – مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع
(۳) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ کتاب الوقف – مطلب : لا یجعل الناظر من غیر أهل الوقف .
(۴) الدر مع الرد ۶/۴۹۶ کتاب الوقف – مطلب : ولایة نصب القیم إلی الواقف الخ .

گیا ہے، اس کو علیحدہ کر دیا جائے، اگر وہ شرط واقف کے خلاف متولی بن گیا ہو؛ لیکن جب کہ واقف نے متولیوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے دوسرے کو بھی متولی بنا سکتے ہیں تو اگر متولی ثانی نے جو کہ بھتیجا واقف کا تھا اپنی اولاد میں سے کسی کو متولی بنا دیا تو وہ متولی ہو گیا؛ لیکن اگر وہ خائن ہو تو معزول کیا جا سکتا ہے۔ فقط

چندہ دینے والے؛ متولی اور مہتمم کو برخواست نہیں کر سکتے

سوال: (۲۱۹)...... (الف) کیا کوئی شخص محض تحریک چندہ سے یا چندہ میں ایک دو روپے دینے سے کسی بانی مسجد یا متولی کو علیحدہ کر سکتا ہے؟

(ب) جس شخص نے کبھی مسجد میں کسی قسم کی امداد نہیں کی محض اس وجہ سے کہ اکثر مرد ماں نے مالک زمین و بانی مسجد کو تعمیر مسجد کے لیے کچھ چندہ دیا ہے، برخاستگی مہتمم و بانی مسجد کا اس کو اختیار ہے؟ اور کیا وہ اپنی منشا کے مطابق کوئی متولی مقرر کر سکتا ہے؟ (۱۱۲۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) علیحدہ نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے: فلو مأمونًا لم تصح تولية غيره الخ (۱) اور شامی میں ہے: قال في شرح الملتقى معزيًا إلى الأشباه لايجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة الخ (۱) (شامی ج:۳)

(ب) اوپر کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ کسی کو بہ حالت موجودہ بانی و مہتمم مسجد کو علیحدہ کرنے کا اور معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو بدون کسی خیانت کے علیحدہ کر کے دوسرا متولی مقرر کرے جیسا کہ عبارت مذکورہ فلو مأمونًا لم تصح تولية غيره سے ظاہر ہے۔

موقوفہ جائداد کو نجی اغراض میں استعمال کرنے والے متولیوں کو علیحدہ کرنا

سوال: (۲۲۰) سرائے انارکلی لاہور و دیگر اضلاع کے متولیان، جائداد وقف کی آمدنی اپنی نجی اغراض میں صرف کر رہے ہیں؛ ایسے متولیوں کو علیحدہ کرنا لازم ہے یا کیا؟ اور ان کے بعد متولی ہونے کا حق زیادہ تر کس کو ہے؟ عام مسلمانوں کو، یا واقف کے ورثاء کو؟ اور اس میں امداد عامۂ مسلمین کو دینی لازم ہے یا صرف ورثاء واقف کو؟ (۱۷۸۲/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) الدر مع الرد ۲/۴۵۴ کتاب الوقف – مطلب في عزل الناظر.

الجواب: ایسے خائن متولیوں کا علیحدہ کرنا واجب ہے۔ وینزع وجوبًا (بزازیة) لو الواقف درر فغیرہ بالأولی غیر مأمون أو عاجزًا الخ (درمختار) وفی ردالمحتار المعروف بالشامی: قال فی الإسعاف: ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، و لیس من النظر تولیة الخائن، لأنه یخل بالمقصود الخ (۱)

اور جب تک اقارب واقف میں سے کوئی شخص تولیت کی صلاحیت رکھتا ہو، اور متولی ہونے کے لائق ہو، غیر کو متولی نہ بنایا جاوے، اقارب میں سے ہی کسی کو متولی بنایا جاوے۔ درمختار میں ہے: وما دام أحد یصلح للتولیة من أقارب الواقف لایجعل المتولی من الأجانب الخ (۲) اور متولی خائن سے وقف کو نکالنے اور صالح کو متولی بنانے میں عامۂ مسلمین کو اعانت کرنا لازم ہے۔ فقط

افیون استعمال کرنے والے کو معزول کرنا

سوال: (۲۲۱) اگر کوئی منتظم بوجہ بیماری کے افیون کا استعمال کرتا ہو، تو اس کو معزول کر کے دوسرا متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۳۶۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: افیون کھانے والا اور اس کی عادت رکھنے والا شخص اہل متولی ہونے کا نہیں ہے، کسی دوسرے شخص صالح و متقی و متدین کو متولی بنانا چاہیے۔

جس متولی سے لوگ خوش نہیں اس کو علیحدہ ہو جانا چاہیے

سوال: (۲۲۲) جامع مسجد اور مدرسہ حفظ القرآن کے جو متولی ہیں، ان سے بوجہ انتظام نہ کرنے کے اکثر لوگ ناراض ہیں، اور ان کو معزول کرنا چاہتے ہیں، سات آٹھ آدمی یہ چاہتے ہیں کہ متولی صاحب بدستور رہیں گے، اگر متولی صاحب خوشی سے علیحدہ نہ ہوئے تو مقدمہ بازی ہوگی، اور متولی صاحب کہتے ہیں کہ اگر چھوڑنے میں میرے ذمے گناہ نہ ہو تو چھوڑ سکتا ہوں؛ اس صورت میں متولی کو علیحدہ ہو جانا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۹۹/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) الدرالمختار والشامی ۲/۴۵۲-۴۵۳ کتاب الوقف – مطلبٌ فی شروط المتولی۔

(۲) الدرالمختار مع الشامی ۲/۴۹۹ کتاب الوقف– مطلبٌ لا یجعل الناظر من غیر أهل الوقف

الجواب: جب کہ متولی مذکور سے اکثر لوگ بوجہ اس کے انتظام مدرسہ نہ کرنے کے ناراض ہیں، اور ان کے رہنے سے خوف مضرت و وقوع نزاع و مقدمہ بازی وغیرہ ہے؛ تو ایسے متولی کو علیحدہ ہو جانا چاہیے، اور اس کے علیحدہ ہونے میں اس کو کچھ گناہ نہیں ہے، بلکہ ثواب ہے کہ مسلمانوں کو منازعت اور مقدمہ بازی سے بچانا اس صورت میں حاصل ہے، اور نا اتفاقی اور باہم منازعت و مخالفت بہت قبیح ہے، لہٰذا جو کچھ رائے اکثر لوگوں کی ہے، اور متولی مذکور کے رہنے کو وہ پسند نہیں کرتے؛ پس اس متولی کو علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ فقط

سوال: (۲۲۳) ایک متولی مسجد کو بعض لوگ علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، اور بعض نہیں تو شرعاً کیا ہونا چاہیے؟ (۱۴۵۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر اس متولی میں کوئی شرعی عیب ہے؛ یعنی وہ خائن ہے، اور انتظام مسجد کا اس سے نہیں ہو سکتا تو اس کو معزول کر دینا چاہیے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو معزول کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

ایک متولی کا دوسرے متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۲۴) زید نے ایک ویران وغیر آباد مسجد کو آباد کیا، اور اپنے جیب خاص سے اس کی مرمت و توسیع وغیرہ کرائی، اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے عمر نے بھی حسب وصیت اپنے والد مرحوم کے اس مسجد کی خدمت اپنے ذمے لی، اور اسی سرگرمی کے ساتھ تیس برس تک اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا رہا، عمر کے زمانہ انتظام میں ایک مسلمان نے ایک مکان واسطے مصارف مسجد کے وقف کیا، اور عمر مذکور و بکر کو متولی بنایا، لیکن جائداد موقوفہ کا انتظام بھی برابر عمر ہی کے ہاتھ میں رہا، اور عمر نے اپنے حسن انتظام سے جائداد موقوفہ کی آمدنی بڑھائی، مسجد کو وسیع کیا، نئی چھت و منار بنوایا، صحن بڑھایا، مصارف مسجد کے لیے کٹرا (بازار) بنوایا، جائداد موقوفہ کی آمدنی تین روپے ماہوار تھی، اب پچیس روپے ماہوار ہے، آمدنی کی ترقی دیکھ کر بکر کے دل میں طمع آئی، اس نے چند شخصوں کو اپنی سازش میں لا کر عمر منتظم و خادم قدیم مسجد کو انتظام مسجد و جائداد سے محروم و معزول کر کے خود قابض و دخیل ہو گیا، اس صورت میں عمر کو بکر پر ترجیح ہے یا نہیں؟ اور بلا ثبوت خیانت وغیرہ —— جو منافی اہلیت ہے —— عمر کو معزول کرنا، اور بکر کو اس کی جگہ قائم کرنا شرعاً عمر کی حق تلفی ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولا يولى إلا أمين الخ** (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ متولی وہ شخص بنایا جائے جو امانت دار ہو، اور قدرت انتظام رکھتا ہو، اور یہ بھی کتب فقہ میں مسطور ہے کہ بدون خیانت کے متولی کو معزول کرنا درست نہیں ہے، اور واقف مکان نے جب کہ عمرو بکر دونوں کو متولی کیا ہے تو دونوں کی رائے سے کارتولیت انجام پانا چاہیے؛ کسی ایک کو بدون خیانت کے معزول کرنا صحیح نہیں ہے۔

واقف متولی کو بلا وجہ بھی معزول کرسکتا ہے

سوال: (۲۲۵) رحم علی نے چھ بیگہ خام اراضی بنام خدا عزوجل وقف کی، اور حق تولیت نسلاً بعد نسل ذاکر علی کو بذریعہ وقف نامہ سپرد کیا، قبضہ دے دیا گیا، بلا ثبوت تغلب (خیانت) بر بناء رنجش جدید؛ رحم علی واقف چاہتا ہے کہ ذاکر علی متولی نہ رہے، لیکن دوسرے اشخاص دیہہ ذاکر علی کے متولی رہنے سے خوش ہیں: صورت مسئولہ میں رحم علی کو کوئی حق اراضی وقف کی تولیت سے ذاکر علی متولی کو علیحدہ کرنے کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ (۲۶۱۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولاية نصب القيم إلى الواقف قال في الشامي: قوله: ولاية نصب القيم الخ قال في البحر: قدمنا أن الولاية ثابتة للواقف مدة حياته وإن لم يشترطها، وأن له عزل المتولي الخ** (۲) (شامی ۳/ ۴۰۹) **وفيه: قبله وأما الواقف فله عزل الناظر مطلقاً، به يفتى الخ** (۳) (ص: ۳۸۶) پس معلوم ہوا کہ رحم علی واقف متولی مذکور کو بلا وجہ بھی معزول کرسکتا ہے۔

واقف کی وفات کے بعد اس کے مقرر کیے ہوئے متولی کی علیحدگی

سوال: (۲۲۶)...... (الف) من جملہ چند متولیان کے واقف نے زید کو متولی شریک اپنا مقرر کیا، اور سو روپے تنخواہ مقرر کی؛ تو بعد وفات واقف زید اس تولیت سے علیحدہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) جو اختیارات واقف نے زید کو دیے ہیں، وہ بعد وفات واقف مسترد ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

(ج) بعد وفات واقف جائداد موقوفہ پر مقدمہ ہوا، اور زید کوشش کرتا رہا مگر عرصے تک قبضہ نہ

---

(۱) الشامي ۶/ ۴۵۳ كتاب الوقف – مطلب في شروط المتولي.

(۲) الدر مع الرد ۶/ ۴۹۶ كتاب الوقف – مطلب: ولاية نصب القيم إلى الواقف الخ.

(۳) ردالمحتار ۶/ ۴۵۴ كتاب الوقف – مطلب في عزل الناظر.

ہوا، بعد عرصے کے جائداد موقوفہ پر معہ واصلات قبضہ ہوا، جس قدر عرصے میں قبضہ نہیں ہوا اس عرصے کی بھی تنخواہ زید پا سکتا ہے؟ جب کہ دیگر حصہ داران حسب منشا واقف حصہ پائیں گے؟ (۱۳۳۹/۶۷۱ھ)

الجواب: (الف) یہ امر مسلم ہے اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ شرائط واقف ـــــ جو کہ خلاف شریعت نہ ہوں ـــــ معتبر ہوتی ہیں، اور ان شرائط کے موافق عمل درآمد لازم ہے، پس زید جس کو واقف نے متولی شریک قرار دیا ہے حیات واقف میں، اور بعد حیات واقف کے ان اسباب کی وجہ سے تولیت سے علیحدہ ہو سکتا ہے جن کی خود واقف نے تصریح کی، اور اگر واقف ان اسباب کی تصریح بھی نہ کرتا تو جو وجوہ متولی کو معزول کرنے کی شرعاً قرار دی گئی ہیں، ان وجوہ سے متولی معزول کیا جا سکتا ہے؛ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر خود واقف بھی ـــــ جو کہ متولی بھی ہے ـــــ غیر موتمن ہو، اور کار تولیت خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے انجام نہ دے سکے، یا مال وقف کو ضائع کرتا ہو؛ تو اس کو تولیت سے علیحدہ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے: **وينزع وجوبًا (بزازية) لو الواقف (درر) فغيره بالأولى غير مأمون أو عاجزًا أوظهر به فسق كشرب خمرونحوه، أو كان يصرف ماله في الكيمياء نهر بحثا، وإن شرط عدم نزعه، أوأن لاينزعه قاض ولاسلطان لمخالفته لحكم الشرع الخ، وفي ردالمحتار: قوله غيرمأمون قال في الإسعاف: ولايولّى إلا أمين قادر بنفسه أوبنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لايحصل به الخ** (۱)

(ب) جب تک زید متولی رہے گا، اور کوئی امر موجب عزل اس میں ظاہر نہ ہوگا؛ وہ اختیارات اس کو حاصل رہیں گے بہ شرطیکہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، اور وقف کو کچھ نقصان نہ پہنچے کیوں کہ منافع وقف کا لحاظ مقدم ہے۔ **قال في الدر المختار: وكذا يفتى بكل ماهو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه الخ** (۲) **وفيه أيضًا: لما تقرر أن الشرائطَ المخالفة للشرع جميعها لغو وباطل الخ** (۳) (شامی ۳/۳۹۰)

---

(۱) الدر والرد ۶/۴۵۲-۴۵۴ كتاب الوقف – مطلب يأثم بتولية الخائن.

(۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۸۲ كتاب الوقف – مطلب سكنَ المشترِي دارَ الوقف.

(۳) الدر مع الرد ۶/۴۶۱ كتاب الوقف – مطلب لا يُستَبدَلُ العَامرُ إلا في أربعٍ.

(ج) زید متولی کے لیے جو کچھ حق الخدمت واقف نے معین کیا ہے؛ وہ معاوضہ اس کی خدمت اور سعی اور کارکردگی کا ہے، پس چوں کہ زید متولی مقدمہ وقف میں کوشش کرتا رہا، اور بالآخر اس مقدمہ میں کامیابی ہوئی، اور وقف ثابت ہوگیا تو زید اس زمانے کی تنخواہ کا مستحق حسب شرط واقف ہوگا کیوں کہ حفاظت جائداد موقوفہ بھی اس کے کاموں میں تھی۔ درمختار میں ہے: وفي الأشباه الجامكية في الأوقاف: لها شبه الأجرة أي في زمن المباشرة الخ وفي ردالمحتار: قوله: أي في زمن المباشرة الخ يعني أن اعتبار شبهها بالأجرة من حيث حل تناولها للأغنياء، إذ لو كانت صدقةً محضةً لم تحل لمن كان غنيًا، ومن حيث إن المدرس لومات، أوعزل في أثناء السنة، قبل مجئ الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ماباشر الخ (۱) (ص/۴۱۷) وأيضًا (ص:۴۱۶ من الشامي): فعلى هذا إذا ترك صاحب الوظيفة مباشرتها في بعض الأوقات المشروط عليه فيها العمل لايأثم عندالله تعالى، غايته أنه لايستحق المعلوم الخ (۲)

مدرسہ کے بانی اور مہتمم کو معزول کرنا

سوال: (۲۲۷) بکر نے ایک مدرسہ مذہبی تعلیم کے لئے قائم کیا، اور اس کی تعمیر میں اپنا ذاتی روپیہ لگایا، اور سفر کر کے مانگ کے کار تعمیر و تعلیم چلایا، گویا باقاعدہ مدرسہ اسلامیہ ہوگیا، بکر بانی مدرسہ ہے، اور واقف اور متولی اس وجہ سے ہے کہ اس کا چندہ شہر والوں سے زائد، اور جو کچھ مدرسہ میں ہوا، اسی کی کوشش کا نتیجہ ہے، ایسی حالت میں عام لوگ جبراً اس کو مدرسہ سے بے دخل اور علیحدہ کر کے قبضہ کر سکتے ہیں یا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۵۷ھ)

الجواب: جب کہ بکر بانی و متولی مدرسہ کا ہے تو بدون کسی خیانت کے معزول کرنا اس کا، اور بے دخل کرنا درست نہیں ہے، اور معزول کرنا متولی خائن کا لازم ہے كما في الدرالمختار: وينزع وجوبًا "بزازية" لو الواقف "درر" فغيره بالأولى غيرمأمون أو عاجزًا أو ظهر به فسق كشرب خمر الخ وإن شرط...... عدم نزعه الخ فلو مأمونًا لم تصح تولية غيره أشباه (۳)

(۱) الدرالمختار وردالمحتار ۶/۵۰۹-۵۱۰ كتاب الوقف مطلب: الجامكية في الأوقاف.
(۲) الشامي ۶/۵۰۹ كتاب الوقف – مطلب: المفهومُ مُعتبر: في عرف الناس والمعاملات والعقليات
(۳) الدرالمختار مع الشامي ۶/۴۵۲-۴۵۴ كتاب الوقف – مطلب يأثم بتولية الخائن.

واقف کے مقرر کیے ہوئے امام ومتولی کو مسجد کا بانی معزول نہیں کرسکتا

سوال: (۲۲۸) ایک شخص نے اپنی زمین کو خالصۃً للہ مسجد کے واسطے بغیر کسی شرط کے وقف کرکے، ایک عالم متقی کو امام ومتولی اس زمین موقوفہ کا مقرر کردیا، متولی نے اس زمین موقوفہ میں اذان واقامت کے ساتھ نماز باجماعت پڑھائی اور چاہ کھود کر بنیادِ مسجد رکھ دیا، ایک دوسرے شخص نے متولی کی اجازت سے مسجد کی دیواریں اور چھت تیار کرادیے، اب یہ بانی متولی کو امامت وتولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے معزول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ أولی بالإمامة وبنصب الإمام والمؤذن واقف ہے یا متولی یا بانی؟ بانی کا اطلاق حقیقۃً بنیاد رکھنے والے پر ہوتا ہے یا دیواریں وچھت بنانے والے پر؟ (۳۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار: إلا إذا عین القوم أصلح ممن عینه البانی الخ (۱) دوسری جگہ ہے: ولایة نصب القیم إلی الواقف الخ (۲) نیز درمختار میں ہے: ومادام أحد یصلح للتولیة من أقارب الواقف لایجعل المتولی من الأجانب الخ (۳) نیز درمختار: بنی علی أرض ثم وقف البناء قصدًا بدونها إن الأرض مملوکةً لایصح ...... وإن موقوفةً علی ماعین البناء له جاز تبعًا إجماعًا (۴) اس اخیر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واقف کوئی دوسرا ہو، اور بانی دوسرا ہو یہ بھی صحیح ہے، اور بانی وہ ہے جو تعمیر کرنے والا اور مسجد بنانے والا ہو، لیکن واقف نے جس کو متولی قرار دیا ہے اس کو یہ دوسرا بانی موقوف نہیں کرسکتا، البتہ اگر وہ امام لائق امامت کے نہ ہو، اور اہل محلہ ونمازی مسجد کسی لائق بالامامہ کو امام مقرر کریں، تو وہ کرسکتے ہیں۔ فقط

واقف کی اولاد کا امام ومؤذن کو معزول کرنا

سوال: (۲۲۹) ایک شخص نے کسی قدر زمین مسجد کے لیے وقف کرکے قبضہ میں دے دی، بعد

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار ۶/۵۰۵ کتاب الوقف – مطلب فی الوقفِ المنقطعِ الأوّلِ والمنقطعِ الوَسَطِ (۲) الدرالمختار مع الرد ۶/۴۹۶ کتاب الوقف – مطلب ولایة نصب القیم إلی الواقف الخ.

(۳) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ کتاب الوقف – مطلب لاَ یُجْعَلُ الناظرُ من غیرِ أهلِ الوقف.

(۴) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۶۲-۴۶۳ کتاب الوقف – مطلب فی وقف البناء بدون أرض.

مرور چند سال واقف کا انتقال ہوا، اب اولاد واقف چاہتی ہے کہ زمین موقوفہ مقبوضہ امام ومؤذن؛ اپنی ملک وتصرف میں لاکر، امام ومؤذن کو بلاقصور شرعی معزول کریں، اور دوسرے امام ومؤذن مقرر کریں، اور زمین موقوفہ کے محصولات سے ان کی تنخواہ مقرر کرکے ادا کریں، اور تولیت کے بارے میں واقف نے کچھ تحریر نہیں کیا اور نہ کسی کو زبانی متولی کیا ہے، پس اس صورت میں اولاد واقف زمین موقوفہ کو اپنے دخل وتصرف میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور امام مؤذن کو بلاقصور معزول کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور بلا اذن امام سابق دوسرے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: البانی للمسجد أولیٰ من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار (۱) شامی میں ہے: قوله: البانی أولیٰ وکذا ولده وعشیرته أولیٰ من غیرهم أشباه (۱) وفي الدر المختار أیضا: وما دام أحد یصلح للتولیة من أقارب الواقف لایجعل المتولي من الأجانب الخ (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اولاد واقف کو اختیار ہے کہ امام ومؤذن سابق کو معزول کرکے دوسرا امام ومؤذن مقرر کریں، اور متولی اولاد واقف سے ہی مقرر رہنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام ومؤذن کو مقرر اور معزول کرنے کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۲۳۰) ایک مسجد مدت کی بنی ہوئی ہے، اس زمانے سے اس کا یہ طریقہ چلا آیا ہے کہ امام ومؤذن وغیرہ سب مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر ومعزول ہوتے تھے، تھوڑے عرصے سے بانی مسجد کے ورثہ مسجد میں اپنا اپنا حصہ ثابت کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے: میرا نصف ہے، کوئی کہتا ہے: میرا تہائی ہے، علی ہذا القیاس؛ اور باقی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے بڑوں کی بنائی ہوئی ہے، ہم جس کو چاہیں مقرر کریں اور جس کو چاہیں معزول کریں، اگرچہ تمام مسلمان اس کے مخالف ہوں مگر بعض افراد، ایک مسجد حکم میں مسجد شرعی کے ہے یا نہیں؟ نماز اس مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ ورثاء کے قول مذکور سے ملکیت ثابت ہوگی یا نہیں؟ (۱۵۳۶/ ۱۳۳۷ھ)

(۱) الدر مع الرد ۶/ ۵۰۵ کتاب الوقف – قبیل مطلب في الوقف المنقطع الأوّل والمنقطع الوسط.
(۲) شرح تنویر الأبصار مع الرد ۶/ ۴۹۹ کتاب الوقف – مطلب لا یُجعل الناظرُ من غیر أهل الوقف.

الجواب: بانی مسجد کے ورثہ کو بے شک حق عزل ونصب امام ومؤذن کا ہے، البتہ اگر قوم اصلح کو مقرر کریں تو وہ مقدم ہے، درمختار اور شامی میں ہے: البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القومُ أصلحَ ممن عینه البانی الخ (درمختار) قوله البانی أولی وكذا ولده وعشيرته أولی من غيرهم أشباه (۱) (شامی) فقط

شرائط واقف کی خلاف ورزی کرنے والے متولی کو معزول کرنا

سوال: (۲۳۱) ایک شخص نے ایک جائداد موافق قاعدۂ شرعیہ کے وقف کی، اور چند شرائط وقف نامہ میں لکھی ہیں، بعض متولی ان شرائط کے خلاف عمل کرتے ہیں، جس میں خیانت کا اندیشہ ہے؛ شرع کا کیا حکم ہے؟ (۴۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائداد مذکورہ وقف ہوگئی ہے، واقف نے جو شرائط تجویز قطعی کی ہیں ان پر عمل درآمد ہونا ضروری ہے، اور متولیوں میں سے جو کوئی ان شرائط پر عمل نہ کرے اس کو علیحدہ کردیا جاوے اور أمین قادر علی التصرف کو متولی کیا جاوے، جو موافق شرائط واقف عمل کرے۔ درمختار میں ہے: وينزع وجوبا بزازية. لو الواقف درر فغيره بالأولی غير مأمون أو عاجزا...... وإن شرط عدم نزعه وفي الشامي: قال فی الإسعاف: ولا يولی إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لايحصل به الخ (۲)

مسجد کے متولی پر بدگمانی کرنا

سوال: (۲۳۲) ایک شخص مسجد کا متولی ہے، اور مسجد میں خرچ بھی کرتا ہے، اس وجہ سے کہ مجھ کو مسجد کا متولی بنایا جائے؛ ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ تولیت سے معزول اور علیحدہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۳۵/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) الدر المختار والشامی ۶/۵۰۵ کتاب الوقف. قبیل مطلبٌ فی الوقف المنقطع الأول والمنقطع الوسط.
(۲) الدر المختار و ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف – مطلبٌ في شروط المتولي.

الجواب: کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے اور گناہ ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ، إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (۱) پس ایسا گمان کرنا نہ چاہیے کہ جو شخص مسجد میں کچھ خرچ کرتا ہے وہ ریاءً وسمعۃً کرتا ہے یا متولی ہونے کی نیت سے کرتا ہے، اور جب کہ وہ پہلے سے متولی ہے تو یہ طمع اس کی طرف کیسے منسوب کی جاتی ہے، بہرحال بدظنی کرنے والے عاصی وآثم ہیں اور جو متولی مسجد کا ہے وہ بلا کسی خیانت کے تولیت سے معزول نہیں ہوسکتا۔

(۱) سورۂ حجرات آیت: ۱۲۔

وقف علی الأولاد کے احکام

اولاد پر وقف کرنا شرعاً درست ہے

سوال: (۲۳۳) اولاد پر وقف کرنا جائز وصحیح ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد شرعاً درست ہے، بشرطیکہ آخر میں یہ تصریح ہو کہ اگر اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو فقراء اور مساکین پر صرف ہو۔

سوال: (۲۳۴) علاوہ مساجد و دیگر کار خیر کے اپنی اولاد کے لیے جائداد وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زید نے اپنی کل جائداد اس طرح وقف کردی ہو کہ کل جائداد موقوفہ کا متولی اس کا بڑا بیٹا ہوگا، اور بعد مرنے بڑے بیٹے کے بڑے بیٹے کا بیٹا متولی ہوگا، اور جب تک بڑے بیٹے کی اولاد موجود ہوگی دیگر بیٹوں کو جائداد سے کسی طرح کا سروکار نہیں ہوگا؟ (۶۲۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد شریعت میں جائز ہے، شرائط واقف سب معتبر اور قابل عمل ہیں، پس ہر سہ شرائط کے موافق عمل درآمد ہونا ضروری ہے کمافی کتب الفقه: شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف)

سوال: (۲۳۵) زید اپنی پیدا کردہ جائداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے تاکہ جائداد قائم رہے، متولی اس کا اولاد ذکور میں سے رہے، اور آمدنی کے حصہ جات ہر ایک کو تقسیم ہوتے رہیں، جائداد تقسیم نہ ہو جائداد مشترکہ یک جا زیر اہتمام متولی محفوظ رہے، زید چاہتا ہے کہ مکانات سکنی وسامان خانہ کو فرزندان کی ملک کردیوے، کیوں کہ دختران کو جہیز دیا جاوے گا، اور ان کے خاوندوں کے مکان ان کو ملیں گے، جائداد زرعی سے کچھ حصہ علیحدہ کرکے اس آمدنی کو محفوظ رکھا جاوے کہ اس سے اور جائداد خرید کر جائداد

موقوفہ کے ساتھ شامل کی جاوے، اور ترقی جائداد کی ہوتی رہے مفصل جواب مرحمت ہو؟ (۸۴۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد شریعت میں جائز ہے، جس قدر جائداد کو مالک وقف کرے گا، وہ سب وقف ہو جاوے گی، اور اس کی اصل قائم رہے گی، اس کو کوئی وارث تقسیم نہ کر سکے گا، اور بیع و رہن وغیرہ نہ کر سکے گا، اور اس جائداد موقوفہ کی آمدنی کو جس طرح واقف چاہے تقسیم کرنا مشروط کر سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے؛ کیوں کہ شرائط واقف شرعاً معتبر ہوتی ہیں، بلکہ درمختار وغیرہ میں لکھا ہے: شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/ ۵۰۸ کتاب الوقف) یعنی واقف جو شرائط متعلق تقسیم آمدنی وغیرہ لکھ دے گا ان پر عمل کرنا لازم ہے، پس یہ شرط بھی جائز ہے کہ آمدنی وقف میں اس قدر آمدنی محفوظ رکھی جاوے کہ اس سے دوسری جائداد خرید کر شامل وقف کی جاوے، اور اس قدر آمدنی فلاں مدرسہ میں دی جاوے، اور باقی آمدنی میں سے فلاں فلاں اشخاص کو اس قدر دیا جاوے یہ سب صحیح ہے، اور اگر جائداد سکنائی اور اثاث البیت کو وقف سے علیحدہ رکھے، اور وقف نہ کرے، بلکہ ورثہ کو تملیکاً تقسیم کرے تو اس میں یہ ضروری ہے کہ لڑکیوں کو بھی حصہ دے، کیوں کہ تملیک اور ہبہ میں یہ جائز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو نہ دے، اس وجہ سے کہ ان کو سامان جہیز دیا گیا ہے، اور وہ اپنے ازواج سے مکان وغیرہ پائیں گی؛ یہ وجہ ان کے حق کے سقوط کی شرعاً نہیں ہے، اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ بعض اولاد کو دے اور بعض کو نہ دے۔ حدیث شریف میں اس پر وعید آئی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جور اور ظلم فرمایا ہے، البتہ اگر مکان وغیرہ کو بھی وقف کر دے، اور پسری اولاد کو سکونت کا حق لکھ دے تو ایسا ہو سکتا ہے، اور واضح ہو کہ جب تمام جائداد سکنائی و زرعی کا وقف نامے میں اندراج کرانا اور رجسٹری کرانا ہوگا تو پھر وہ سکنائی جائداد بھی وقف ہو جاوے گی، اور کسی کی ملک اس میں نہ رہے گی؛ البتہ حق سکونت واقف جس طرح چاہے لکھ سکتا ہے کہ فلاں شخص فلاں مکان میں رہے، اور فلاں شخص فلاں مکان میں، مگر بعد اندراج وقف نامہ وہ مکان وقف سے علیحدہ نہ ہوگا، اور اسباب منقولہ کے وقف میں اختلاف ہے، اس سامان کو وقف میں داخل نہ کرے، اس کو بلا وقف ہی جملہ اولاد پسری و دختری کو ہبہ کر دے، اور تقسیم کر دے، اور ہبہ بعد تقسیم کے کرے کہ یہ چیز فلاں کو دی گئی، اور یہ چیز فلاں کو دی گئی، اس میں اولاد دختری کو شامل کرے۔ اور آمدنی وقف سے جو حصہ اور مقدار رقم لڑکیوں کے لیے چاہے مقرر کر دے کہ تا حیات ان کو آمدنی وقف سے اس قدر دیا جاوے، یہ شرط بھی صحیح ہوگی؛ اور اس کی آمد کے حصص معین

کرسکتا ہے، اور جس کو چاہے نسلاً بعد نسل لکھ دے، اور جس کے لیے چاہے حین حیات لکھے؛ یہ سب جائز ہے اس میں بہ شرط نیک نیتی کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا۔ فقط

سوال: (۲۳۶) ایک شخص نے وقف علی الاولاد اس طرح پر کیا کہ میں اپنی کل جائداد ہر قسم کی وقف علی الاولاد کرکے؛ اقرار کرتا ہوں کہ بعد میرے میری جائداد کی آمدنی میری اولاد اور بیویاں حسب حصص شرعی تقسیم کرلیا کریں گے، مگر ان کو جائداد تقسیم کرانے یا انتقال کرانے کا حق نہ ہوگا، جب تک میری اولاد میں کوئی باقی رہے گا اس وقت تک آمدنی جائداد اس پر خرچ ہوگی، جب سلسلہ نسل واقف کا منقطع ہوجائے اور کوئی باقی نہ رہے تو آمدنی جائداد دینی یتیم خانہ وغرباء وطلباء پر خرچ ہو؛ یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۰/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس وقف کو باطل کہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ وقف منجز ہے وقف معلق نہیں ہے؛ اس لیے کہ سوال میں یہ عبارت ہے کہ میں اپنی کل جائداد ہر قسم کی وقف علی الاولاد کرکے اقرار کرتا ہوں الخ۔ لفظ ''وقف کرکے'' سے ظاہر ہے کہ اس نے وقف کردیا، وقف کرکے پھر یہ اقرار ہے جو آگے لکھا ہے، لہٰذا وقف کی صحت میں کچھ شبہ نہ رہا، مصارف کی تشریح بعد میں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ وقف معلق نہیں ہے وقف فوراً ہوگیا ہے، پس ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ واقف نے اپنی جائداد کو وقف اس وقت کردیا ہے، اور بعد وفات اپنی کے یہ لکھا ہے کہ میری اولاد اور بیویاں حسب حصص شرعیہ تقسیم کرلیا کریں، اور چونکہ یہ وقف صحت میں ہوا ہے تو وقف کل کا صحیح ہے اپنی زندگی میں واقف جس طرح چاہے آمدنی کو خرچ کرے، اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد وزوجہ حسب حصص شرعیہ لیں گی درمختار میں ہے: وأن یکون قربةً فی ذاته معلومًا منجزًا (۱) واکتفٰی أبو یوسف بلفظ موقوفة (۲) اور یہ تصریح ہے کہ وقف میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے فصل فیما یتعلق بوقف الأولاد جعل ریعه لنفسه أیام حیاته ثم وثم جاز عند الثانی وبه یفتی درر قوله ثم وثم حکایة لما یذکره الواقف من العطف بثم فی وقفه کقوله ثم من بعدی علی أولادی ثم علی أولادهم الخ (۳) (شامی) فقط

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۶/۴۱۰ کتاب الوقف - شرائط الوقف۔

(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۴۰۹ کتاب الوقف - قبل شرائط الوقف۔

(۳) الدر المختار والشامی ۶/۵۴۲ کتاب الوقف - فصلٌ فیما یتعلق بوقف الأولاد۔

اولاد پر وقف کرنے کا شرعی طریقہ

سوال: (۲۳۷) میں اپنی جائداد اراضی وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہوں، بعد ممات اس پر عمل در آمد ہووے، آمدنی جائداد کا مہتمم اپنے اکلوتے بیٹے ''غلام نبی'' کو قرار دیتا ہوں؛ اس میں کیا کیا شرائط درج ہونی چاہئیں؟ (۴۵۱/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد صحیح ہے، پس اگر وقف علی الاولاد منظور ہے، اور اپنی حیات میں خود نفع اٹھانا منظور ہے تو اس طرح وقف کیا جائے کہ میں نے فلاں جائداد؛ یعنی مکان و زمین وغیرہ کو لوجہ اللہ وقف کیا، اس طرح کہ اپنی حیات میں خود متولی جائداد مذکور کا رہوں گا، اور نفع اس کا خود اپنے صرف میں لاؤں گا یا اپنی رائے سے خرچ کروں گا، اور میرے بعد میری اولاد فلاں فلاں یا اولاد کی اولاد یا دیگر اقرباء کو اس طرح تقسیم کیا جائے، اور میرے بعد متولی و منتظم میرا فلاں بیٹا ہوگا، اور وہ اس طرح عمل در آمد کرتا رہے گا، مثلاً اس قدر خود رکھے اور اس اس قدر فلاں فلاں اولاد و قرابت داروں کو تقسیم کیا کرے؛ الغرض جو شرائط منظور ہوں ان کی تصریح کردی جائے کیوں کہ شرائط واقف واجب العمل ہوتی ہیں، اور جملہ شرائط وغیرہ لکھ کر آخر میں یہ لکھ دیا جائے کہ اگر خدانا خواستہ میری اولاد و اقرباء میں سے کوئی باقی نہ رہے تو منافعہ جائداد موقوفہ کا فقراء پر تقسیم کیا جائے؛ یہ شرط صحت وقف کے لیے ضروری ہے کہ آخر میں فقراء کا ذکر کیا جائے، اور اگر اپنی حیات میں ہی اپنے بیٹے کو متولی بنانا منظور ہے تو ایسا ہی لکھ دیا جائے، یہ بھی صحیح ہے۔ قال في الدر المختار: فصل فيما يتعلق بوقف الأولاد من الدرر وغيرها وعبارة المواهب في الوقف على نفسه وولده ونسله وعقبه جعل ريعه لنفسه أيام حياته ثم وثم جاز عند الثاني وبه يفتى كجعله لولده الخ (۱) فقط

اولاد پر وقف کرنے میں قاعدۂ شرعیہ: للذكر مثل حظ الأنثيين کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

سوال: (۲۳۸)...... (الف) زید کے خالد و بکر دو لڑکے، اور عابدہ و زاہدہ دو لڑکیاں ہیں، زید

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۵۴۶،۵۴۵ کتاب الوقف – فصل فیما يتعلق بوقف الأولاد.

اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کر کے ہر ایک حصہ دار کو بہ قدر حصہ شرعی؛ یعنی چھ سہام میں سے چار لڑکوں اور دو لڑکیوں کے بہ نام نہاد (نام زد کر کے) متولی بنانا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

(ب) زید کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ زید اگر اپنی حیات میں تقسیم جائداد ـــــ خواہ وہ بہ صورت تولیت کے یا ملکیت کے ہو ـــــ اولاد کو چاہتا ہے؛ تو اس صورت میں لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ برابر ہوگا یا لڑکوں کو لڑکیوں سے فوقیت ہوگی؟ اس کی صحت فرمادی جاوے (۱۳۴۰/۱۷۰۵ھ)

الجواب: (الف، ب) وقف علی الاولاد صحیح ہے، اور اس میں جس طرح واقف نے اولاد کے حصص مقرر کر دیے، اسی طرح ہر ایک کو آمدنی جائداد موقوفہ میں سے حصص دیے جاویں گے، اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اولاد کو مال ہبہ کرنا چاہے تو آیا ذکور واناث میں برابری کرے یا مذکر کو دو حصے اور انثی کو ایک حصہ دے بقاعدہ: **لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**؛ سو امام ابو یوسفؒ کا قول اول یہ ہے کہ مساوات کرے، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ **لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ** تقسیم کرے، درمختار میں امام ابو یوسفؒ کے قول کو لیا ہے، اور مساوات کو مفتی بہا قرار دیا ہے، اور درمختار میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی وارث کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ حسب حاجت کمی وبیشی کر دے تو یہ بھی درست ہے **وفي الخانية: لابأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة، لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده يسوى بينهم: يعطي البنت كالإبن عندالثاني وعليه الفتوى الخ أي على قول أبي يوسف من أن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث الذي هو قول محمدؒ** (۱) (شامی) عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ اس میں صرف افضل وغیر افضل کا خلاف ہے، جائز دونوں امر ہیں۔ فقط

وقف علی الاولاد کے صحیح ہونے کی اہم شرط

سوال: (۲۳۹) ایک شخص نے جائداد وقف علی الاولاد کی، لیکن تحریر میں یہ نہیں لکھا کہ جس وقت اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو اس کی آمدنی فقراء کو تقسیم کی جائے؛ پس اس صورت میں وقف علی الاولاد صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۵۶۶ھ)

(۱) الدر المختار والشامی ۴۴۴/۸ کتاب الهبة . قبل باب الرجوع في الهبة .

الجواب: وقف کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ آخر میں فقراء کے لیے صدقہ ہونے کو ذکر کرے خواہ تحریراً یا تقریراً؛ پس اس صورت میں اگر واقف نے یہ نہیں کہا کہ جس وقت سلسلہ اولاد کا باقی نہ رہے تو فقراء کو اس کی آمدنی دی جائے تو یہ وقف علی الاولاد صحیح نہیں ہوا، بعد مرنے واقف کے اس کے ورثاء پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور زوجہ کا دین مہر ترکہ سے اول ادا کیا جائے گا، اور اگر آخر میں فقراء پر صدقہ ہونے کا ذکر زبانی کر دیا ہے، اگرچہ تحریر میں نہ لایا ہو تو وقف علی الاولاد صحیح ہوگیا، اور موافق شرط واقف کے عمل درآمد کیا جائے گا، اور دین مہر من جملہ دیگر دیون کے آمدنی وقف میں سے ادا کیا جائے گا، اور بعد صحت وقف کے اگر زید کے بھائی خلاف شرط واقف کے گذارہ زوجہ کا بند کریں گے تو عاصی وظالم ہوں گے۔ كما في الشامي وقال في الإسعاف: لو قال وقفت أرضي هذه على ولد زيد وذكر جماعة بأعيانهم لم يصح عند أبي يوسفؒ أيضًا الخ (۱) وفيه أيضًا: وإذا أفرد موقوفة وعين لايجوز بلاخلاف الخ (۲) (شامی)

وقف کی آمدنی کو شرعی حصص کے موافق اولاد پر تقسیم کرنے کی شرط لگانا

سوال: (۲۴۰) ...... (الف) حکیم وزیر علی نے دیہہ زمین داری خود واقع ضلع ''مرزاپور'' کو بنام علی حامد، ومسماتان سعیدہ ورشیدہ اولاد زوجہ اولی، ومسماۃ طیبہ دختر زوجہ ثانیہ، وقف علی الاولاد کر کے متولی کو ہدایت کی کہ بعد ادائے مال گذاری، وابواب سرکاری وخرچ معینہ مسجد کے؛ بقیہ آمدنی جائداد موقوفہ حسب حصص شرعیہ درمیان اولاد مذکور نسلاً بعد نسلٍ تقسیم ہو؛ آیا بقیہ آمدنی جائداد موقوفہ بہ لحاظ زوجیت تقسیم ہوگی یا کس طرح؟

(ب) جائداد واقع ضلع ''بارہ بنکی'' میں دختران حصہ پانے کی حق دار ہیں تو کس قدر؟ (۱۳۳۹/۳۰۵ھ)

الجواب: (الف) حسب حصص شرعیہ تقسیم کرنے کی واقف کی طرف سے شرط ہے؛ پس اسی طرح بقیہ آمدنی جائداد موقوفہ تقسیم ہوگی؛ یعنی من جملہ پانچ سہام کے دو سہام علی حامد کو، اور ایک ایک حصہ سعیدہ ورشیدہ وطیبہ کو ملے گا۔

---

(۱) الشامي ۶/۴۱۹ كتاب الوقف – مطلبٌ في الكلام على اشتراط التأبيد.

(۲) الشامي ۶/۴۱۹ كتاب الوقف – مطلبٌ مهم: فرق أبويوسف بين قوله موقوفة إلخ.

(ب) اس میں بھی من جملہ پانچ سہام کے دو سہام علی حامد کو اور ایک ایک حصہ ہر سہ دختران کو ملے گا۔

اپنی جائداد اولاد پر وقف کرنا —— اور ایک تہائی آمدنی کارِ خیر میں خرچ کرنے کی شرط لگانا

سوال: (۲۴۱) زید اپنی جائداد وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے، اور ایک ثلث آمدنی مصرف خیر میں لگانا چاہتا ہے، تو بعد منہائے اخراجات وصرف مرمت وضروری اخراجات کے، بقیہ رقم کا ایک ثلث کارخیر میں صرف کرے یا کل آمدنی کا ایک ثلث؟ (۱۳۳۹/۸۱ھ)

الجواب: اس میں جو کچھ واقف شرط لکھ دے گا کہ اس طرح کیا جائے، اسی طرح کیا جائے گا، اور وہ جائز ہوگا؛ مثلاً اگر یہ شرط لکھے کہ بعد منہائے اخراجات کے جو آمدنی باقی رہے، اس کا ایک ثلث کارخیر میں صرف ہو تو اسی طرح کیا جائے گا، اور اگر کل آمدنی کا ایک ثلث مصرف خیر کے لیے لکھے گا تو ایسا ہی کیا جائے گا۔

جو جائداد اولاد پر وقف کی گئی ہے اس کی آمدنی صرف صلبی اولاد پر تقسیم کی جائے گی

سوال: (۲۴۲) مساۃ سکینہ بیگم نے اپنی جائداد وقف علی الاولاد کردی، لڑکا کوئی نہیں۔ دختران، شوہر، چچا زاد بھائی۔ (اس کے رشتہ داروں میں زندہ ہیں) چچا زاد بھائیوں کو محروم کردیا ہے؛ یہ وقف جائز ہے یا نہ؟ اور ان میں کل حصہ داران کا کتنا کتنا حصہ ہے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۷۵ھ)

الجواب: اس طرح وقف کرنا جائز ہے، اور چوں کہ صورت مسئولہ میں کوئی اس کے لڑکا نہیں ہے، اس لیے جائداد کی تمام آمدنی اس کی لڑکیوں کے لیے ہے، ان کے بعد کسی کو اس میں سے کچھ لینے کا حق نہیں رجل قال: أرضی ھذہ صدقة موقوفة علی ولدی، کانت الغلة لولد یستوی فیه الذکر والأنثی الخ وإن لم یبق واحد من البطن الأول تصرف الغلة إلی الفقراء الخ(۱) (خانیة ج:۳) فقط

---

(۱) الفتاوی الخانیة مع الھندیة ۳/۳۱۹ کتاب الوقف – فصل فی الوقف علی الأولاد والأقرباء والجیران

وقف علی الاولاد کی آمدنی کے مصارف

سوال: (۲۴۳)......(الف) وقف علی الاولاد کی صورت میں اگر کوئی شخص بیٹے اور بیٹی کا حصہ برابر رکھے یا مثلاً تین چار بھائی بھتیجوں وغیرہ میں سے بعض کو مالدار ہونے کی وجہ سے محروم رکھے تو واقف گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

(ب) بیٹوں کی موجودگی میں نواسہ یا نواسی کو آمدنی جائداد موقوفہ میں سے حصہ مقرر کرنا ایک بیٹی کے برابر؟

(ج) بیٹی کے ساتھ اخیافی بھائی کے لیے آمدنی وقف سے حصہ مقرر کرنا، اور بھتیجا یا چچا زاد بھائی کے لیے جو کہ عصبہ ہے وقف کی آمدنی سے حصہ مقرر نہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۷۸ھ)

الجواب: (الف) یہ صحیح ہے اور واقف کو اس وجہ سے گنہ گار نہ کہا جائے گا۔(۱)

(ب) یہ بھی صحیح اور درست ہے۔

(ج) یہ سب درست ہے شرائط واقف سب معتبر اور صحیح ہوتی ہیں، لہٰذا جس طرح واقف حصص مقرر کردے گا اسی طرح سب اقارب کو حصص دیے جائیں گے، اور اس میں میراث کا لحاظ نہیں ہے، بلکہ شرط واقف کا اعتبار ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع (۲)

جس جائداد کی آمدنی کا کسی کے لیے وعدہ کیا ہو اس کو وقف کرنا

سوال: (۲۴۴) ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نکاح اس شرط پر کیا کہ زوجہ جب رخصت ہوگی، دس روپے ماہوار میری جائداد سے پاتی رہے گی، اور مجھے اپنی جائداد میں سے اس قدر جائداد فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا؛ جس کی آمدنی دس روپے ماہوار ہو، بعد مدت کے اس جائداد کو اپنے دوسرے بیٹے کے نام وقف علی الاولاد کردی؛ تو یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟ میں نے یہ جواب دیا کہ کل جائداد کا وقف صحیح ہے۔ (۱۳۴۵/۶۵ھ)

(۱) شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ردالمحتار ۴۱۲/۶ کتاب الوقف.

(۲) ردالمحتار ۵۰۸/۶ مطلب: شرط الواقف کنص الشارع.

الجواب: آپ نے جو جواب اس سوال کا دیا ہے صحیح ہے، وقف کل کا صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ ارادہ اور وعدۂ مذکورہ سے جائداد مذکور اس کی ملک سے نہ نکلی تھی، اور صحت وقف کے لیے اسی قدر شرط ہے کہ وہ جائداد بوقت وقف ملک واقف ہو کما في الشامي: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسد الخ (۱)

اولاد پر وقف کرنے میں کسی کی حق تلفی ہو تو واقف گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۲۴۵) والد صاحب رجسٹری کرانے کے بعد، جائداد کو وقف علی الاولاد کرنا چاہتے ہیں؛ تاکہ میری حق تلفی ہو؛ تو وہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۲۱۶ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد حسب شرائط واقف صحیح ہے، اس میں کسی کی حق تلفی نہیں سمجھی جاتی ہے، باقی یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ کما ورد في الحديث: إنما الأعمال بالنيات (۲) جیسی جس کی نیت ہوگی بدلا پاوے گا، اگر نیت کسی وارث کو محروم کرنے کی ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ و گنہگار ہوگا حدیث شریف میں ہے: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة (۳) یعنی جو شخص کسی وارث کی میراث قطع کرے گا، اس کو جنت کی میراث قیامت کے دن نہ ملے گی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

وقف علی الاولاد میں ایک بیٹے کے لیے تمام آمدنی مقرر کرنا

سوال: (۲۴۶) زید نے اپنی سب جائداد اپنے چھوٹے بیٹے کے نام وقف کردی، اور اپنے بڑے لڑکے کو محروم کردیا؛ بلکہ بڑے لڑکے کی والدہ، یعنی اپنی دوسری بیوی کے روپے سے (جو جائداد)

---

(۱) الشامي ۶/۴۱۰ كتاب الوقف . شرائط الوقف .

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى؛ فمن كانت هجرته الى دنيا يُصِيبُهَا أو إلى امرءة ينكحها؛ فهجرته إلى ماهاجر اليه (صحيح البخاري ۱/۲ باب كيف كان بدء الوحي)

(۳) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة رواه ابن ماجة ورواه البيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة (مشكاة المصابيح ص: ۲۶۶ باب الوصايا)

بطور امانت خرید کی تھی، جو زید کی بیوی کی ملکیت تھی، اپنے قبضۂ متصرفی وغلبۂ اثر سے اپنے ورثہ کی جائداد میں ملا کر وقف کردی؛ کیا یہ وقف جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد میں ایک بیٹے کے لیے تمام آمدنی مقرر کرنا، اور دوسرے بیٹے کے لیے کچھ نہ کرنا، صحیح و نافذ ہے؛ یعنی وقف صحیح ہوگا، اور جس بیٹے کے لیے آمدنی مقرر کی ہے اسی کو ملے گی، اور جس کے لیے کچھ نہیں کیا، اس کو کچھ نہ ملے گا، اور دوسرے کی زمین کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے؛ پس جو زمین اپنی زوجہ کے روپے سے اس کے لیے خریدی وہ اس کی مالک ہے، اس کو بلا اس کی اجازت کے وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔ کما فی ردالمحتار: **قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ** (۱) **وفی العالمغيرية فی شرائط الوقف: منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب أرضًا فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن إليه أو صالح على مال دفعه إليه لا تكون وقفًا كذا فی البحر الرائق رجل وقف أرضًا لرجل آخر فی بر سماه ثم ملك الأرض لم يجز وإن أجاز المالك جاز عندنا كذا فی فتاوی قاضيخان** (۲) (۱۹۹/۳) فقط

ایک بیٹے کے نام وقف کرنا، دوسرے کو محروم رکھنا

سوال: (۲۴۷) ایک شخص کے دو بیبیوں سے دو لڑکے ہیں: بڑا لڑکا تقریباً انتیس سال کا ہے، اور چھوٹا لڑکا نو سال کا ہے؛ باپ نے ناراض ہوکر غصے کی حالت میں لوگوں کے بہکانے پر ۱۳۳۳ھ میں جائداد صرف چھوٹے بیٹے کے نام بہ حالت صحت وقف کردی، اور بڑے لڑکے کے لیے وقف کی دستاویز میں لکھا کہ اس کی اور اس کی والدہ کی ٹرسٹیوں کو خبر ہے، اس کی والدہ کو سات روپے ماہوار تا زیست دیے جائیں؛ باقی وقف کی ملکیت میں ان کا کچھ واسطہ نہیں؛ تین مسلمان، دو ہندو، ٹرسٹی مقرر کیے ہیں؛ تین ٹرسٹی ضد اور اپنی بات قائم کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ خبر نہیں، وقف کی دستاویز میں بیٹے ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ نہیں مگر ۳۳ھ میں اسکول میں داخل ہونے سے ملازمت تک بڑے لڑکے کا

(۱) الشامی ۴۱۰/۶ کتاب الوقف – شرائط الوقف.
(۲) الفتاوی الهندية ۳۵۳/۲ کتاب الوقف – شرائط الوقف.

بیٹا ہونا اور ساتھ رہنا باپ کی تحریرات اور سرکاری کاغذات سے ثابت ہے، ٹرسٹی بڑے لڑکے کو تنخواہ دیتے ہیں، مگر جائداد میں حصہ دینا نہیں چاہتے؛ اب سوال صرف یہ ہے کہ وقف علی الاولاد میں دو لڑکوں میں سے صرف چھوٹے لڑکے کے نام وقف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ناراضی کا وقف صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۴۸۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار وغیرہ میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف) اور یہ بھی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے: مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف) پس اگر واقف نے اپنی مملوکہ جائداد وقف کر کے آمدنی اس کی خاص اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے خاص کی تو وہ آمدنی اسی کو ملے گی، بڑے بیٹے کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا، اور کسی بیٹے سے ناراض ہو کر وقف کرنا شرعاً صحیح و نافذ ہے؛ یعنی جس وقت واقف نے الفاظ وقف زبان سے کہے یا تحریر کیے، وقف صحیح ہو جاوے گا؛ باعث اس کا خواہ کسی سے ناراضی ہو یا اور کوئی وجہ ہو۔ فقط

وقف علی الاولاد میں بعض ورثاء کو محروم رکھنا

سوال: (۲۴۸) بکر نے اپنی جائداد کو اس طرح سے وقف علی الاولاد کیا؛ جس سے بعض ورثہ اپنے شرعی حق سے محروم ہو گئے؛ تو کیا اس طور سے وقف علی الاولاد کہ جس سے بعض ورثہ کا حق شرعی تلف ہوتا ہو، جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو کیا ایسے شخص کے لیے کوئی وعید شرعی ہے؟ اور ان بعض ورثہ کو جن کا حق تلف کیا گیا ہے، اپنا حق لینے کا اختیار ہے یا نہیں؟ (۵۸۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد صحیح ہے اور جس شرط سے وقف علی الاولاد کیا گیا وہ صحیح ہے، جن ورثہ کا حق واقف نے جس قدر مقرر کیا، اس کو اسی قدر ملے گا، اور واقف کی نیت اگر حق تلفی کی ہے تو اس کی باز پُرس اسی سے ہوگی، مگر وقف ان ہی شرائط کے ساتھ نافذ ہوگا جو شرطیں واقف نے لکھیں۔ فقط واللہ اعلم

وقف علی الاولاد میں کسی کا حصہ کم اور کسی کا حصہ زیادہ مقرر کرنا

سوال: (۲۴۹)...... (الف) بعض لوگ وقف علی الاولاد کرتے ہیں مگر کسی کو کم حصہ دیتے ہیں کسی کو زیادہ؟

(ب) وقف علی الاولاد میں جب کوئی نہیں رہتا جن کے نام وقف کیا ہے تو صاحب جج کو اختیار دیتے ہیں کہ اس کو نیک کام میں صرف کریں؟

(ج) ایسی جائداد کا متولی ہونا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ واقف نے لکھ دیا ہے کہ بیٹے کے ذکور خاندان میں متولی ہوں، اور اس کی بیٹی ہو تو اس کو متولی ہونا چاہیے؟

(د) ایسا وقف علی الاولاد جب ناجائز ہو تو ٹوٹ سکتا ہے یا نہیں؟ (۶۰۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف تا د) ان سب نمبر ہائے سوالات کا جواب بالا جمال یہ ہے کہ وقف علی الاولاد شرعاً صحیح ہے، اور جو کچھ تفصیل مصارف اور حصص کی واقف معین کردے گا وہ معتبر ہے، اگرچہ کسی کو زیادہ کسی کو کم لکھے، اور جب کہ واقف نے یہ شرط بھی لکھ دی کہ جب کوئی نہ رہے تو وہ آمدنی فقراء و مساکین و مصارف خیر میں صرف ہو تو وہ وقف صحیح ہو جاتا ہے، خواہ یہ کام صاحب جج کے سپرد کرے یا متولی کے، اور متولی ہونا ایسی جائداد موقوفہ کا جائز اور صحیح ہے، اور جو شرائط اور تفصیل تولیت کے متعلق واقف نے لکھی وہ معتبر ہیں، اسی طرح سلسلہ تولیت کا جاری رہے گا جیسا کہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے: **شرط الواقف کنص الشارع** (الشامی ۶/ ۵۰۸ کتاب الوقف) اور چوں کہ ایسا وقف صحیح ہے لہٰذا وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ فقط

بیوی کو محروم کرنے کی غرض سے مرض موت میں اپنی کل جائداد اولاد پر وقف کرنا

سوال: (۲۵۰) محمد صدیق مختار ساکن موضع املیا نے اپنی کل جائداد صحرائی وسکنائی کی نسبت بہ حالت مرض الموت ایک وقف نامہ اپنی اولاد کے حق میں، بہ موجب قانون وقف علی الاولاد اپنی زوجہ اولیٰ کو دین مہر و حق شرعیہ سے محروم کرنے کی غرض سے، رجسٹری کرا کر مرگئے؛ معروضہ ذیل کا جواب تحریر فرمایا جائے۔

(الف) اوّل یہ کہ وقف مذکور جو بہ نیت مار لینے دین مہر و حق شرعیہ کے کیا گیا، جائز ہے یا نہیں؟

(ب) دوم یہ کہ وقف نامہ مذکور چوں کہ بہ حالت مرض کیا گیا، اس صورت میں بہ موجب شرع شریف یہ وقف نامہ متصور ہوگا یا وصیت نامہ؟ اور درصورت وصیت نامہ متصور ہونے کے اس کا نفاذ کل جائداد وغیرہ متروکہ متوفی پر ہوگا یا ایک ثلث پر؟ (۱۶۵۹/ ۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) وقف صحیح ہو جاتا ہے جبکہ شرائط وقف موجود ہوں، باقی اگر نیت اس وقف سے بری ہے تو مؤاخذۂ اخروی ہوگا لیکن وقف صحیح و نافذ ہو جائے گا(۱)

(ب) مرض الموت میں وقف کرنا بہ حکم وصیت ہے؛ اس لیے ایک ثلث میں جاری ہوگا درمختار میں ہے: **إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث الخ** (۲) البتہ اگر ورثہ کل کے وقف کو تسلیم کرلیں تو کل جائداد وقف ہو جائے گی **كما هو حكم الوصية بالكل كذا في الدر المختار.** فقط

اولاد پر وقف کی ہوئی جائداد بیوی کے دین مہر میں نیلام ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۱) زید نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کردیا، اب زید کی زوجہ نے دین مہر کی نالش کی، جو کہ متولی نابالغ کے مقابلے میں ڈگری یک طرفہ ہوگئی؛ خلاصہ سوال یہ ہے کہ جائداد وقف علی الاولاد زوجہ کے دین مہر میں نیلام ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۳/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وقف علی الاولاد شرعاً صحیح ہے، اور اس میں موافق شرط واقف کے عمل درآمد ہوگا، اور موافق تفصیل مذکور کے آمدنی وقف مذکور کی اس کے وارثوں پر تقسیم ہوگی **كما في الشامي وغيره: شرط الواقف كنص الشارع** (۳) اور زوجہ کے دین مہر میں وہ جائداد موقوفہ فروخت نہیں ہوسکتی جیسا کہ درمختار میں ہے: **فإذا تم ولزم لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ الخ قوله لايملك أي لايكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه** (۴) (شامی) فقط

---

(۱) لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا (ردالمحتار ۶/۴۱۰ كتاب الوقف – شرائط الوقف) عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فرض من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة (ابن ماجه ص: ۱۹۴ أبواب الوصايا – باب الحيف في الوصية)

(۲) الدر المختار مع الرد ۱۰/۳۱۴ كتاب الوصايا – باب العتق في المرض.

(۳) الدر مع الرد ۶/۵۰۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

(۴) الدرمع الرد ۶/۴۲۱ كتاب الوقف – قبل مطلبٌ في شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهن.

واقف کی بیوی اپنا مہر موقوفہ جائداد سے وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۲) زید نے اپنی جائداد وقف علی الاولاد کی اور مر گیا، اور اس پر اپنی زوجہ کا دین مہر واجب الاداء ہے؛ وہ اس جائداد سے اپنا مہر لے سکتی ہے یا نہیں؟ (۶۵/۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ایسی صورت میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر بہ حالت مرض الموت وقف کرے، اور دین محیط ہے تو وقف باطل ہے، اور اگر حالت صحت میں وقف کرے تو وقف صحیح ہے۔ (پس مذکورہ وقف حالت صحت میں واقع ہوا ہو تو زوجہ اپنا دین مہر موقوفہ جائداد سے نہیں لے سکتی، اور اگر وقف مرض موت میں واقع ہوا ہو تو زوجہ اپنا دین مہر جائداد سے وصول کرسکتی ہے)

وبطل وقف راهن معسر ومريض مديون بمحيط بخلاف صحيح الخ. قوله: بخلاف صحيح أي وقف مديون صحيح فإنه يصح ولو قصد به المماطلة، لأنه صادف ملكه كما في أنفع الوسائل عن الذخيرة قال في الفتح: وهو لازم لا ينقضه أرباب الديون الخ (۱) (شامی) وفي الدر المختار: أيضًا فإن شرط وفاء دينه من غلته صح، وإن لم يشترط يوفى من الفاضل عن كفاية بلاسرف ولو وقفه على غيره فغلته لمن جعله له خاصةً، وفي الشامي: قوله فإن شرط وفاء دينه أي وقفه على نفسه (۲)

واقف کے لڑکے کی بیوی اپنا مہر موقوفہ جائداد کی آمدنی سے وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۳) زید نے اپنی جائداد وقف علی الاولاد کردی، اس کے لڑکے کی بیوی کا مہر معجّل ہے؛ وہ آمدنی جائداد موقوفہ علی الاولاد سے وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۶۵/۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ لڑکے کی زوجہ اس جائداد موقوفہ سے اپنا مہر نہیں لے سکتی، البتہ چونکہ وہ جائداد اسی لڑکے پر وقف ہے تو اس کی آمدنی کا وہ مالک ہے، پس جس وقت آمدنی جائداد مذکور کی لڑکے

(۱) الدر والرد ۶/۴۷۰ کتاب الوقف – مطلبٌ: الوقف في مرض الموت.
(۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۷۱ کتاب الوقف – قبل مطلبٌ في وقف الراهن والمريض المديون.

کے قبضہ میں آوے، اس وقت وہ عورت اس سے مطالبہ اپنے مہر کا کر سکتی ہے، اور اس آمدنی کو اس سے اپنے مہر میں لے سکتی ہے، جیسا کہ ہر ایک دائن ومدیون میں یہ حکم ہے کہ جس وقت مدیون کے پاس کچھ روپیہ وغیرہ ہو دائن اس سے مطالبہ کر سکتا ہے، اور جس طریق سے ہو سکے اپنا حق اس سے وصول کر سکتی ہے، کیوں کہ ہر ایک صاحب حق کو اپنا حق اعیان مملوکہ مدیون سے وصول کرنے کا حق حاصل ہے؛ غرض یہ کہ جو آمدنی جائداد موقوفہ کی ہوگی اول وہ موقوف علیہ یعنی پسر کو ملے گی؛ پھر اس سے اس کی زوجہ اپنے دین مہر میں لے سکتی ہے، درمختار میں ہے: **والقاضي يحبس الحر المديون ليبيع ماله لدينه وقضى دراهم دينه من دراهمه يعني بلا أمره وكذا لو كان دنانير الخ لايبيع القاضي عرضه ولا عقاره للدين خلافًا لهما، وبه أي بقولهماالخ يفتى الخ ويبيع كل مالا يحتاجه في الحال (۱) وفي الشامي: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق. والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان الخ (۱)(۵/۹۵ كتاب الحجر)** الغرض جو چیز ملک شوہر میں ہو مثلاً غلہ یا نقد آمدنی، جائداد موقوفہ (سے جو) اس کو وصول ہو، اس سے دین مہر معجل لیا جا سکتا ہے۔

مرض موت میں اولاد پر کتابیں وقف کرنا

سوال: (۲۵۴) زید نے مرض موت میں کتابیں وقف علی الاولاد کیں؛ جائز ہے یا ناجائز؛ اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۹۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث الخ** (۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ مرض موت کا وقف بہ حکم وصیت ہے، اور وارثوں کے لیے وصیت صحیح نہیں ہوتی، اور صورت مسئولہ میں زید نے جو کتابیں اپنے بیٹوں کے لیے وقف علی الاولاد کی ہیں، چوں کہ یہ وقف مرض موت میں کیا ہے؛ اس لیے اس کا حکم وصیت جیسا ہے، اور بیٹے چوں کہ وارث شرعی ہیں، لہٰذا ان کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہوئی، اور ان کو وقف علی الاولاد کی مد میں

---

(۱) الدر المختار والشامی ۹/۱۸۱،۱۸۲ كتاب الحجر – قبل مطلبٌ: تصرفات المحجور بالدين كالمريض

(۲) الدر المختار مع الشامی ۱۰/۳۱۴ كتاب الوصايا. باب العتق في المرض.

کچھ نہیں ملے گا؛ بلکہ جملہ ترکہ زید متوفی کا زید کی ملک ہے، بعد وفات زید کے تمام ورثاء شرعیہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے، بعد تقسیم کے ہر ایک وارث اپنے حصے کی کتابیں جہاں چاہے رکھ سکتا ہے۔ فقط

اولاد پر وقف کی ہوئی جائداد میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: (۲۵۵) فضل حسین خان نے اپنی جائداد اپنی پوتی کے نام وقف علی الاولاد کر دی تھی، اور اپنے بھتیجے فیاض علی خان کو متولی کر دیا ہے؛ اب فضل حسین خان نے اپنی وفات پر چند وارث چھوڑے ہیں، ان کو ترکہ تقسیم ہوگا یا نہیں؟ (۸۸۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: فضل حسین خان نے اگر اپنی جائداد کو وقف علی الاولاد کر دیا ہے تو وہ وقف صحیح ہو گیا، جس قدر حصہ جس کا اس نے وقف نامے میں لکھ دیا ہے اس کے موافق نفع تقسیم ہوتا رہے گا، اب اس جائداد موقوفہ میں میراث جاری نہ ہوگی؛ پس شرائط وقف نامے کے موافق عمل درآمد کیا جاوے (درمختار وغیرہ)

رشتے دار یا وارث کو متولی بنانا ضروری نہیں

سوال: (۲۵۶) ایک لاولد بیوہ عورت حنفی المذہب اہل سنت والجماعت کو، کچھ حقیت صحرائی وسکنائی بالعوض دین مہر وحق زوجیت پہنچی، اس نے اس حقیت کو حسب قانون رائج الوقت وقف علی الاولاد کر کے، ایک ایسے شخص کو جو اس کا وارث نہ تھا متولی مابعد مقرر کیا، کیا ایسا وقف جس میں حقوق وارثان کا کچھ لحاظ نہیں رکھا گیا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی تولیت جو رشتہ دار تو ہے مگر وارث نہیں ہے؛ جائز ہے یا نہیں؟ اس وقف نامے میں مسماۃ نے اپنے برادر زادے کو جو بوجہ فوت ہو جانے اپنے باپ کے بہ زمانہ زندگی مسماۃ مذکورہ محروم الارث ہو چکا تھا متولی قرار دیا ہے، اور اس وقت بعد وفات مسماۃ مذکورہ اس کا ایک بھائی اور دو ہمشیرہ حقیقی موجود ہیں۔ (۲۱۱۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مالک کو اپنی مملوکہ اشیاء جائداد وغیرہ کا کلی اختیار ہوتا ہے، اور ہر قسم کا تصرف اس میں کر سکتا ہے، لیکن کسی وارث کے محروم کرنے کی غرض سے کوئی تصرف کرنا گناہ ہے اور ممنوع ہے، بہر حال مسماۃ مذکورہ کا وقف علی الاولاد جائز ہے، اور جس کو اس نے متولی بنایا وہ متولی ہو گیا، اور جو کچھ شرائط

موافق شریعت کے اس نے متعلق وقف کے لکھی ہیں وہ سب واجب العمل ہیں، اور متولی ہر ایک شخص دیانت دار صالح کو بنانا جائز ہے، رشتہ دار یا وارث کو متولی بنانا ضروری نہیں ہے، لہٰذا تولیت مسماۃ کے برادرزادے کی صحیح ہے ردالمحتار میں ہے: شرائط الواقف معتبرة إذالم تخالف الشرع (۱) شرط الواقف كنص الشارع (۲)

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۲ کتاب الوقف – مطلبٌ شرائط الواقف معتبرة الخ .

(۲) الدرالمختار مع الشامی ۶/۵۰۸ کتاب الوقف–مطلبٌ فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

وقف کے متفرق مسائل

موقوفہ جائداد کو دست برد سے بچانا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے

سوال: (۲۵۷)...... (الف) موضع گوپامئو ضلع ہردوئی میں ایک مسجد ہے، اور اس کے متعلق چند دکانیں و جائداد وغیرہ ہیں، جس کا محصول مسجد میں صرف ہوتا ہے، اور دکانوں کا کرایہ وغیرہ مدرسہ عربیہ کے مدرس بطور تولیت وصول کرتے ہیں؛ اب سنا گیا ہے کہ بعض شریر الطبع لوگوں نے اس موضع کے ایک ہندو مہاجن کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ دکانوں وغیرہ کا کرایہ وہ وصول کرے، اور جائداد پر قبضہ کرے؛ اگر مہاجن مذکورہ اس بات پر آمادہ ہوگیا تو ایسی صورت میں آیا ہم مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اس جائداد موقوفہ کو ان کی دست برد سے بچائیں یا کیا کریں؟

(ب) اگر چند مسلمان بطور فیصلہ باہمی کے اس موقوفہ جائداد کے جزو یا کل کو دینا منظور کرلیں تو یہ حق بہ جانب ہے یا نہیں؟

(ج) جو مسلمان تمام مسلمانوں کے خلاف ذاتی مخالفت کی وجہ سے مہاجن کو اس طرف آمادہ کریں، اور وقف کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے؛ ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(د) جو شخص وقف کی حفاظت میں بقدر امکان حصہ نہ لے، اور مہاجن کی مروت میں آکر تساہل و اغماض اختیار کرے؛ وہ کس شمار میں ہے؟ (۲۳۴۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) مسلمانوں کو ضروری ہے کہ ایسی حالت میں وقف کی امداد و اعانت ہر قسم کی کریں، اور دست برد سے بچائیں۔

(ب) یہ جائز نہیں ہے؛ وقف میں ایسا تصرف کسی کو درست نہیں، اور وقف کسی طرح کسی کی

ملک میں داخل نہیں ہوسکتا: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ مسئلہ مسلمہ ہے۔

(ج) وہ لوگ شرعاً گنہ گار اور فاسق ہیں؛ اگر وہ باز نہ آویں تو مسلمانان ان سے متارکت کردیں، اوران سے علیحدہ ہوجاویں۔

(د) وہ گنہ گار اور فاسق ہیں۔ فقط

قرآن مجید اور کتابیں وقف کرنے کا ثواب

سوال: (۲۵۸) مدرسے میں کتابیں اور قرآن مجید وقف کرنے میں کیا ثواب ہے؟ (۲۶۰۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وقف کرنا صدقات جاریہ سے ہے، اس کی فضیلت میں احادیث وقرآن مملو ہیں:

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلّا من ثلثة إلّا من صدقة جارية الحديث (۱) رواه الجماعة إلّا البخاری. وعن عثمان رضی الله عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قدم المدينة وليس بها ماء يستعذب غير بئر رومة فقال: من يشتری بئر رومة؟ فيجعل فيها دلوه مع دلاء المسلمين بخير له منها فی الجنة رواه النسائی والترمذی (۲) اوربعض الفاظ میں ہے من حفر بئر رومة دخل الجنة الحاصل بئر رومہ کے خریدنے، اور پھر اس کو وقف کردینے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دخول جنت کی بشارت ہے، اور حدیث سابق میں تصریح ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے لیے کوئی چیز کارآمد نہیں، مگر صرف تین چیزیں: جن میں سے ایک ''صدقہ جاریہ'' ہے، ظاہر ہے کہ صدقہ جاریہ سے مراد یہی ''وقف'' ہے اس لیے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں وقف فی سبیل اللہ کردینے کی بڑی فضیلت ہے غرضیکہ وقف تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے۔

---

(۱) مشكوة شريف، ص:۳۲ كتاب العلم .

(۲) عن ثمامة بن حزن القُشيری قال: شهدت الدار حين أشرف عليهم عثمان فقال: أنشدكم بالله وبالإسلام هل تعلمون أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قدم المدينة وليس بها ماءٌ يستعذب غير بئر رومة، فقال: من يشتری بئر رومة؟ فيجعل فيها دلوه مع دلاء المسلمين بخير له منها فی الجنة فاشتريتها من صلب مالی فجعلت دلوی مع دلاء المسلمين (الحديث) (النسائی ۲/۱۰۹ كتاب الإحباس — باب وقف المسجد) وروی الترمذی مثله بتغيير يسير فی ۲/۲۱۱ فی مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه .

وقف کا ثواب واقف ہی کو پہنچتا ہے

سوال: (۲۵۹) ایک شخص نے کچھ جائداد فی سبیل اللہ وقف کی، جس کا منشا بہ ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اس کا ثواب واقف کو بذاتہ پہنچتا رہے، اور اپنے بعد اپنے بیٹے کو متولی قرار دیا ہے؛ کیا اس بیٹے کو یہ اختیار ہے کہ وقف کا ثواب بجائے والد کے بڑے پیر صاحب یا دیگر بزرگان دین اور اپنے اعزہ کو پہنچائے؟ (۱۳۳۷/۲۴۴۵ھ)

الجواب: فی سبیل اللہ وقف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آمدنی امور خیر میں صرف کی جاوے۔(۱) اور ثواب اس کا واقف کو ہی پہنچتا رہے گا، متولی کی نیت کا اس میں اعتبار نہ ہوگا۔

باپ کی وفات کے بعد باپ کی خرید کردہ کتابیں بیٹے نے وقف کیں تو ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: (۲۶۰) باپ نے لڑکے کے واسطے کتب دینیہ بہ غرض تعلیم خریدیں، مگر اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور کتب رکھی رہیں، بعد وفات باپ کے؛ لڑکا مدرسہ اسلامیہ میں کتابیں وقف کردیوے تو ثواب کا مستحق کون ہوگا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۹۵۰ھ)

الجواب: باپ کے مرنے کے بعد لڑکا جو وارث ہے وہ مالک ہوگیا، وقف کرنے کا ثواب اسی کو ہوگا، اور باپ کو اس کی نیت خیر کا ثواب ہوگا، جس لیے اس نے خریدیں (۲)

---

(۱) حتی أن من وقف داره أو أرضه یلزمه التصدق بغلة الدار والأرض (بدائع ۳۶۶/۵ کتاب الوقف والصدقة)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: إنما الأعمال بالنیات، وإنما لإمرئ ما نوی؛ فمن كانت هجرته إلی دنیا یصیبها أو إلی امرءة ینكحها؛ فهجرته إلی ما هاجر إلیه (صحیح البخاری ۲/۱ باب كیف كان بدء الوحی)

دَین مہر کے عوض شوہر کی جائداد پر قبضہ کر کے اسے وقف کرنا

سوال: (۲۶۱) جو عورت بعد مرنے اپنے شوہر کے جائداد شوہری پر بعوض مہر قابض ہو جائے وہ اس کو وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۲۲۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: کوئی بھی شخص اسی جائداد کو وقف کر سکتا ہے جس کا وہ قطعی طور سے مالک ہے، دین مہر کے عوض جائداد پر قبضہ کرنے سے عورت ابھی مالک اس جائداد کی نہ ہوئی، باقی ورثہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ مہر وہ ادا کر دیویں اور جائداد خود رکھیں زوجہ صرف حصۂ شرعی کے بقدر وارث ہوگی۔

وقف کے نگراں کا وقف کی جگہ سے دینی تعلیم دینے والے کو بے دخل کرنا

سوال: (۲۶۲) زید نگراں کسی خانقاہ وقف کا خالد کو (جو اس خانقاہ کے کسی حصے میں بچوں کو قرآن شریف و دیگر امور خیر کی تعلیم بلا اجرت دیتا ہے) بے دخل کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ کیا وہ شرعاً اس درگاہ کا مالک جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۰۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اوقاف میں اس قسم کے امور متولی کی اجازت سے ہونے چاہئیں، اور واقف کی شرائط کے موافق عمل درآمد ہونا چاہیے؛ صورت مسئولہ میں یہ معلوم نہیں ہے کہ واقف کی شرائط کیا ہیں، وہ وقف کس کام کے لیے ہوا ہے، اور متولی کس بناء پر خالد کو روکتا ہے، مفصل کیفیت وقف کی اور شرائط واقف معلوم ہونے پر، اور متولی کے بیان کے ظاہر ہونے کے بعد کچھ حکم کیا جا سکتا ہے، مثلاً اگر واقف نے تعلیم کے لیے اس کو وقف نہیں کیا، دوسرے کاموں کے لیے وقف کیا ہے تو کسی کو اس میں مزاحمت کا اختیار نہیں ہے؛ البتہ شرائط واقف جو خلاف شریعت ہوں ان پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ فقط

ملازمین اوقاف کو تعطیلات کی تنخواہ دینا، اور وظیفہ مقرر کرنا

سوال: (۲۶۳) اوقاف سلاطین کی آمدنی سے جو محاسب اور محافظ وغیرہ برسوں سے ملازم ہیں؛ اسی طرح جامع مسجد اکبر آباد کے وقف کی آمدنی سے چند محاسب اور محافظ و سررشتہ دار (منشی) وغیرہ جو انتظام مسجد و آمدنی مسجد و ملازمین مسجد کے واسطے مقرر ہیں، اور اب بہت عمر رسیدہ ہو گئے ہیں، ان لوگوں

کو آمدنی وقف مذکور سے پنشن دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بوجہ ضرورت بیماری، یا اور کسی ضرورت سے، وہ رخصت زائد علاوہ تعطیل ماہ رمضان یا جمعہ کے، لینا چاہیں تو ان کو رخصت بلا وضع تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر فرمایا جاوے کہ اگر ان اوقاف کے مصارف مصارف بیت المال ہی ہیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور اگر فی الواقع یہ اوقاف صحیحہ ہی ہیں؛ مگر نیت واقف کا بہ نسبت اوقاف مذکورہ کسی طرح پتہ نہیں چل سکتا؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور ان لوگوں کا حکم اور امام ومؤذن کا حکم ایک ہے یا کچھ فرق ہے؟ (۶۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ امراء ووزراء وسلاطین کی جاگیریں مملوکہ بھی ہوتی ہیں، پس ان کو وقف کرنا وقف حقیقی اور وقف صحیح ہے، اور اوقاف کے ملازمین کو بدون کارکردگی کچھ اجرت اور وظیفہ نہیں مل سکتا، لہٰذا پنشن دینا ان کو درست نہیں ہے، البتہ معمول وعرف کے موافق ایام تعطیل ورخصت کی تنخواہ ان کو دینا درست ہے، اور اس بارے میں امام ومؤذن ودیگر ملازمین وقف مساوی ہیں۔ وهذا كله في كتب الفقه . فقط

وقف کی آمدنی سے متولی کو تنخواہ دینا

سوال: (۲۶۴) جائداد موقوفہ کا اگر کوئی شخص واسطے انتظام مسجد وموقوفہ جائداد متولی مقرر کیا جائے تو کیا شرعاً اس متولی کو اس جائداد میں سے سالانہ یا ماہانہ کچھ اپنے اخراجات کے واسطے لینا جائز ہے؟ (۳۳۰/۱۳۳۰ھ)

الجواب: متولی موصوف کو اس جائداد کی آمدنی میں سے بقدر اس کے اخراجات کے، اور بقدر اس کے کام کے، موافق گنجائش کے تنخواہ دینا جائز ہے اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر سرکار موقوفہ زمین کو جبراً لے کر اس کی قیمت دے تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۲۶۵) ایک قطعہ زمین وقف مسلمانان ''الموڑہ'' کی سرکار نے اپنے کام میں لانے کی ضرورت سے اپنا ایکٹ (قانون) لگا کر لے لیا ہے، اور اس کی قیمت سرکار دیتی ہے؛ یہ روپیہ لینا جائز

ہے یا نہیں؟ اور لے کر کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۰/۱۹۱۰ھ)

الجواب: اگر بہ مجبوری یہ صورت ہوئی ہے کہ جبراً سرکار نے اس زمین کو لے کر، اس میں تصرف کرلیا ہے تو اس کی قیمت لے کر، اس قیمت سے دوسری زمین خرید کر، وقف کردینا چاہیے، اور اس قیمت کو اپنے کام میں صرف نہ کرنا چاہیے۔ فقط

مسافر خانے کے لیے وقف کی ہوئی جگہ میں یتیم خانہ تعمیر کرنا

سوال: (۲۶۶) جو زمین جامع مسجد سے ملحق ہو، اور جس کے متولی نے اسے مسافر خانے کے واسطے وقف کررکھا ہو، اور اصل متولی کی وفات کے بعد اس کی اولاد بھی اسی وصیت کے مطابق اس زمین پر مسافر خانہ ہی بنوانا چاہتی ہو، اور مقامی ضرورت ہے کہ اس جگہ پر یتیم خانہ بنایا جائے؛ آیا ایسی زمین کو جو مسافر خانے کے واسطے مخصوص کی گئی ہو یتیم خانہ کی صورت میں لانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۲/۲۰۸۸ھ)

الجواب: زمین موقوفہ مذکورہ میں یتیم خانہ تعمیر کرانا درست ہے، مسافروں کو بھی اس میں اجازت ٹھہرنے کی رہے گی، جو کہ مطابق غرض واقف ہے، پس جو مکان تعمیر کرایا جائے اس میں دونوں غرض حاصل ہوں گی، یتامی اور مسافرین دونوں کے لیے آسائش کی جگہ ہوگی۔ فقط

مریض کا آمدنیٔ وقف سے خرچ لینا

سوال: (۲۶۷) زید نے مصارف مریضوں کے لیے ایک جائداد وقف کی ہے، اور عمر اس کا متولی ہے: بکر مریض ہوا، اور طبیب جراح کا علاج بکر کا ہو رہا ہے، بکر نے عمر سے کہا کہ جراح کو تیسرے چوتھے روز روپیہ دینا پڑتا ہے، اور میری حیثیت برداشت کی نہیں ہے لہٰذا جو روپیہ آپ کا میرے پاس جمع ہے اس میں سے بہ نیت صرفۂ وقف جراح کو دیا کروں گا؛ عمر نے اجازت دے دی؛ تو جس قدر روپیہ جراح کو دیا گیا وہ روپیہ وقف سے بکر کو عمر سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ روپیہ بکر کو عمر سے آمدنی وقف سے لینا درست ہے؛ کیوں کہ یہ غرض واقف کے موافق ہے۔ فقط

موقوفہ اشیاء کوخریدنے والا جو چاہے تصرف کرسکتا ہے

سوال: (۲۶۸) مال موقوفہ کوخرید کر پاخانہ میں لگانا اور لکڑی کو جلانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۵۴۷ھ)

الجواب: خریدنے والے کو یہ سب کام درست ہیں، وہ اشیاء بعد خریدنے کے خریدنے والے کی ملک ہوگئیں؛ وہ جو تصرف چاہے کرے۔

متبرک مقامات وقف ہیں یا مملوک؟

سوال: (۲۶۹) مقامات متبرکہ مثل مزارات بزرگان و خانقاہ درویشان از مملوکات است یا اوقاف؟ (۱۳۴۱/۱۲۱۸ھ)

الجواب: اگر شہرت سے مقامات کا وقف ہونا ثابت ہوجاوے تو اوقاف میں داخل ہیں۔ کما فی الدر المختار: و تقبل فيه الشهادة على الشهادة و شهادة النساء مع الرجال و الشهادة بالشهرة الخ (۱)

موقوفہ جائداد پر ناجائز قبضہ ختم کرانے کے لیے عدالت سے رجوع کرنا

سوال: (۲۷۰) اگر کوئی شخص اپنی جائداد بہ نام خدا تعالیٰ وقف کردے، اور پھر دوسرے آدمی جو اس کے شکمی وارث نہیں، واقف پر جبر کر کے اپنے یا اور کسی کے نام جائداد موقوفہ کا ہبہ نامہ یا بیع نامہ کرالیں، اور مال وقف پر خود جابرانہ قبضہ کرلیں، تو ایسی صورت میں اہل اسلام پر موجودہ عدالت سے چارہ جوئی کر کے، خدا کی چیز کو کسی شخص کے تحت و تصرف سے نکلوانا لازم ہے یا نہیں؟ اور جو تارکین موالات ہیں وہ بھی چارہ جوئی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۷۵۳ھ)

الجواب: بیع اور ہبہ وغیرہ تصرفات جائداد موقوفہ میں صحیح نہیں ہیں، پس اگر کسی شخص نے جبراً

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۸۴ کتاب الوقف. مطلب: المواضع التی تقبل فیها الشهادة حِسْبَةً بلا دعویٰ.

واقف سے جائداد موقوفہ کا بیع نامہ یا ہبہ نامہ کرالیا تو شرعاً وہ باطل ہے؛ اہل اسلام کو چارہ جوئی کرنا اس سے وقف کے چھڑانے میں ضروری ہے، اور جب کہ کوئی اور صورت فیصلہ کی نہ ہو تو عدالت موجودہ سے چارہ جوئی کر کے اس وقف کو جاری کرانا، اور ہبہ کو باطل کرانا ضروری ہے، اور ترک موالات مانع اس چارہ جوئی اور حق کی تائید کرنے کو نہیں ہے۔ فقط

احکام مسجد

مسجد اور اس کی زمین سے متعلق مسائل

اپنے شہر کی مسجد کے لیے وقف کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے

سوال: (۲۷۱) ہمارے موضع ''جالور'' میں ایک جامع مسجد ہے، مگر اس کے اخراجات ضروریہ کا کچھ انتظام نہیں ہے، اور موضع ''جالور'' کا رہنے والا ایک شخص خوش حال آسودہ مسمی نبی بخش ہے، اس نے اس مسجد میں ایک دکان نامزد کرنے کا وعدہ کیا تھا، دوسرے قصبہ کے لوگوں نے ـــــ جو ہمارے قصبے سے ساٹھ میل کے فاصلے پر ہیں ـــــ کوشش کر کے اس شخص نبی بخش سے وعدہ کرالیا کہ دکان مذکور کو ان کی مسجد میں دے دیں؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۶۰۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دور کے قصبہ اور شہر کی نسبت اپنے شہر کی مسجد کا زیادہ حق ہے، اور جب کہ ضرورت اپنے شہر کی مسجد میں زیادہ ہے تو اس کو مقدم کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے؛ لہٰذا نبی بخش کو مناسب ہے کہ اپنے شہر کی جامع مسجد کے اخراجات کے لیے انتظام کرے کہ یہ اس پر حق ہے، اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے، چاہیے کہ پہلے وعدے کو پورا کرے، اور دوسرے وعدے کی وجہ سے پہلے وعدے کو نہ چھوڑے۔

مسجد شرعی کے لیے زمین کا وقف ہونا ضروری ہے

سوال: (۲۷۲) جس زمین میں مسجد ہو اس زمین کا وقف ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۸۱۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد ہونے کے لیے زمین کا وقف ہونا ضروری ہے، اگر زمین وقف نہ ہو مسجد شرعی نہیں ہوتی۔ فقط

مسجد ہونے کے لیے مکان کا وقف ہونا ضروری ہے

سوال: (۲۷۳) یہاں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے ایک مسلمان نے اپنا مکان نماز پڑھنے کے لیے مسلمانوں کو دے رکھا ہے، اوپر کے حصے میں اذان و نماز ہوتی ہے، اور نیچے کا حصہ مدرسے کے لیے کرائے پر دے رکھا ہے، اور کاغذات سرکاری میں یہ مکان ملک حصہ داران درج ہے، اور اس مکان کی شکل بھی مسجد جیسی نہیں ہے تو مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر اس رئیس نے اس مکان کو وقف نہیں کیا، اور اپنی ملک سے خارج نہیں کیا، اور نیچے کا حصہ اس کا کرائے پر دیا گیا ہے تو وہ مسجد نہیں ہے، مسجد ہونے کے لیے وقف ہونا اس مکان کا ضروری ہے، اور مسجد کے نیچے کے حصے کو کرائے پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے ارادے سے خریدی ہوئی زمین مسجد بنانے یا وقف کرنے سے پہلے مسجد نہیں ہوتی

سوال: (۲۷۴) ایک شخص اراضی بناء بر تعمیر مسجد خریدتا ہے، اور اس وقت کسی نے چندہ نہیں دیا، بعد ازاں اس جگہ میں کسی مجبوری کی وجہ سے مسجد تعمیر نہیں ہوئی وہ جگہ بے کار پڑی رہتی ہے، اور وہی شخص اور اراضی اپنے روپے سے بر بناء تعمیر مسجد خریدتا ہے، اس میں کوئی رقم چندہ شامل نہیں ہوتی، اراضی ثانی میں مسجد تعمیر ہو جاتی ہے، من جملہ اس اراضی کے قدرے اراضی جو زائد اور ناکارہ رہ جاتی ہے، اس کو وہی مشتری اپنے مکان میں شامل کر لیتا ہے؛ آیا اراضی اول کس کی ملک رہی، اور اراضی ثانی میں سے جو قدرے اراضی شامل مکان کی گئی؛ اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۹۸۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اراضی اول جو بغرض تعمیر مسجد خریدی تھی اور اس پر مسجد تعمیر نہیں ہوئی، اور اس کو مشتری نے بعد خریدنے کے وقف نہیں کیا تھا تو وہ اراضی مشتری ہی کی ملک ہے، مشتری مالکانہ تصرف اس میں کر سکتا ہے، اور اراضی ثانی میں سے جو قدرے اراضی زائد اور ناکارہ باقی بچ گئی ہے اور مشتری مالک نے اس اراضی زائد کو وقف علی المسجد نہیں کیا تو اس کا مکان میں شامل کر لینا جائز ہوا۔

کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر دے مگر مسجد کا ارادہ نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷۵) زید نے بلحاظ ضرورت ایک مقام محفوظ کو نماز و دیگر عبادات کے لیے خاص کرلیا تھا، اس لیے لوگ اس مقام کو مسجد کے نام سے پکارتے تھے، حالاں کہ زید نے اس کو خود مسجد کے نام سے کبھی نامزد نہیں کیا، اور نہ اس مقام کو حسب شرع شریف موقوفہ قرار دے کر اپنی ملک اور قبضہ سے خارج کیا؛ چنانچہ جب ۱۵/شوال ۱۲۹۶ھ میں زید کا انتقال ہوا تو اس کی اولاد اس مقام کو مکان مسکونہ کی طرح استعمال کرنے لگی، پھر باہم ترکہ تقسیم ہوا، اور مقام مذکور مسجد قرار نہیں دیا گیا؛ بلکہ شئ متروکہ سمجھی گئی، اس وقت سے تا ایں دم تقریباً پچاس سال سے وہ مقام بطور ملکیت قبضہ وتصرف میں ہے؛ تو ایسی صورت میں مقام مذکور الصدر شرعاً موقوفہ قرار دیا جاسکتا ہے اور کیا احکام مسجد اس پر صادق آسکتے ہیں؟
(۱۵۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ویزول ملکه عن المسجد والمصلّٰی بالفعل وبقوله جعلتُه مسجدًا عند الثانی الخ قوله بالفعل أی بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقی أنه یصیر مسجدًا بلاخلاف الخ (۱) (شامی)

ترجمہ: ''اور زائل ہوجاتی ہے ملک اس کی مسجد ومصلی سے اس میں نماز پڑھنے سے اور اس کے کہنے سے کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا نزدیک امام ابو یوسفؒ کے''، یعنی ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات سے وہ مسجد ہوجاتی ہے خواہ زبان سے کہہ دے یا زبان سے نہ کہے مگر اس میں نماز پڑھے، اور نماز کے لیے اس کو خاص کرے، چنانچہ شامی کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ پس جب کہ زید نے اس جگہ کو نماز کے لیے خاص کرلیا تھا، اور اس میں نماز پڑھتا تھا، اور دوسرے لوگ اس کو مسجد کہتے تھے، اور مسجد سمجھتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے، اور زید نے کسی کو منع نہیں کیا، اور مسجد کہنے سے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ وہ مسجد ہوگئی، اس کے بعد اس کے وارثوں کا اس مکان کو مملوکہ سمجھنا، اور اس میں تصرف مالکانہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

(۱) الدر والشامی ۶/۴۲۶ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

کسی زمین پر مسجد بنانے کے بعد اس کو وقف کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ خود بخود وقف ہو جاتی ہے

سوال: (۲۷۶) اگر کوئی شخص مسجد بنادے، اور زمین مسجد وقف نہ کرے تو وہ مسجد ہوگی یا نہیں؟

(۵۱/۴۶-۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسجد بنا کر جب کسی شخص نے باضابطہ اس میں نماز و جماعت کی اجازت دے دی، اور اذان و جماعت وہاں ہونے لگی تو وہ وقف ہو جاتی ہے، اور مسجد ہو جاتی ہے، بلکہ صحیح مذہب کے موافق مجرد مسجد کردینے سے اور یہ کہہ دینے سے جعلته مسجدًا یعنی میں نے اس کو مسجد بنادیا وقف ہو جاتی ہے لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) پس بعد بنا دینے مسجد کے اس کو وقف کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خود بخود وقف ہو جاتی ہے، پھر رجوع کرنا اس سے اور باطل کرنا اس کی مسجدیت کو درست نہیں ہے۔ فقط

کسی زمین میں مسجد بنا کر نماز پڑھ لینے سے وہ زمین مسجد ہو جاتی ہے

سوال: (۲۷۷) ریاست کوچ بہار ملک بنگال میں ایک مسجد نئی مسلمان بورڈنگ میں خاص لڑکوں کے لیے تیار ہو چکی ہے؛ لیکن متولی مسجد نے اب تک وقف نہیں کیا، مگر دوران تیاری میں ایک شخص نے بغیر اذان کے دو تین روز مغرب کی نماز پڑھی ہے؛ چوں کہ دیوان صاحب کا منشا ہے کہ مسجد مذکورہ دوسری جگہ تیار کرادی جائے تو مسجد مذکورہ مسجد ہونے سے نکل سکتی ہے یا نہ؟ (۱۲۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ مسجد تیار ہوگئی، اور بعض لوگوں نے اس میں نماز بھی پڑھ لی، تو وہ مسجد ہوگئی؛ اب اس کو مسجد ہونے سے نہیں نکال سکتے۔ قال فی الدرالمختار: ویزول ملكه عن المسجد والمصلّٰى بالفعل وبقوله جعلتُه مسجدًا عند الثانی، وشرط محمدٌ والإمامُ الصلوةَ فيه بجماعة وقيل يَكفی واحدٌ وجعله فی الخانية ظاهر الرواية (۲) فقط

---

(۱) سورۂ جن آیت: ۱۸۔

(۲) الدرالمختار مع الشامی ۶/۴۲۶، ۴۲۷ كتاب الوقف، مطلبٌ فی أحكام المسجد۔

سوال: (۲۷۸) غلام نبی قصاب نے اب سے تین پشت پہلے ایک مسجد بنوائی تھی؛ لیکن بانی اور اس کے وارثوں نے وقف نامہ باضابطہ نہیں لکھا، اور ہم لوگ اسی مسجد میں برابر جمعہ و جماعت کرتے تھے، بانی کے لڑکے نے بندوبست میں بجائے مسجد کے پکا گھر اپنے نام پر لکھا دیا، اور بانی کے پوتے ضمیر الدین نے مسجد کے تذکرے کے وقت ہم لوگوں کو گالی دے کر یہ کہا کہ ''میرا ناریل کھانے کے لیے اس قدر زور کرتے ہیں'' اسی دن سے ہم لوگ علیحدہ ایک جھونپڑا بنا کر نماز پڑھ رہے ہیں، جس کو عرصہ سات برس کا ہو گیا ہے؛ آیا وہ مسجد شرعی طور پر مسجد ہے یا نہیں؟ ہم لوگ دوسری مسجد جہاں جھونپڑا ہے بنانا چاہتے ہیں؛ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۶۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسجد بنا دینا اور اس میں باقاعدہ جماعت واذان ہونا یہ دلیل کافی اس کے وقف ہونے اور مسجد ہونے کی ہے؛ پس وہ مسجد شرعی مسجد ہوگئی اور ہمیشہ کو مسجد رہے گی، وقف نامہ باضابطہ لکھا جائے یا نہ لکھا جائے، اس کی ضرورت نہیں ہے، پس مسلمانانِ اہل محلّہ کو لازم ہے کہ اس مسجد کی مرمت اور آبادی میں کوشش کریں، اور ضمیر الدین کے اس کہنے سے جو اس نے کہا وہ مسجد اس کی ملک نہ ہوگی، اور مسجد ہی رہے گی۔ لأن الفتوى على تأبيد المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) پس حتی الوسع اس مسجد سابق کی درستی وآبادی میں کوشش کی جائے، اور اگر وہاں جانے اور نماز پڑھنے میں فتنہ ہے تو دوسری جگہ جہاں جھونپڑا ہے وہاں بھی مسجد تیار کرنا جائز ہے، اور وہ مسجد ہو جائے گی۔ فقط

سوال: (۲۷۹) کیا کسی شخص کی اراضی میں محض نماز باجماعت ادا کرنے سے وہ زمین وقف ہو جاتی ہے؟ (۱۱۲۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد بنا کر جماعت کے ساتھ نماز ہونے سے بلکہ محض اس کہہ دینے سے کہ ''میں نے اس کو مسجد کیا'' مسجد ہو جاتی ہے، اور وقف ہو جاتی ہے؛ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے: وبقوله جعلته مسجدًا عند الثاني (۱) اس سے معلوم ہوا کہ مسجد ہونے کے لیے وقف نامہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ مالک زمین کے مسجد بنا دینے سے اور اس کہنے سے کہ ''میں نے اس کو مسجد کیا'' وہ مسجد ہو جاتی ہے، اور وقف ہو جاتی ہے؛ لیکن متولی اور مہتمم اس کا وہی شخص ہوگا جس نے مسجد بنائی۔ الباني للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار الخ قوله بنصب الإمام والمؤذن أما في العمارة فنقل في أنفع الوسائل أن الباني أولى أي بلا تفصيل الخ (۲) (شامی ج/۳)

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدر والشامی ۶/۵۰۵ کتاب الوقف – قبل مطلبٌ في الوقف المنقطع الأول والمنقطع الوسط.

کسی جگہ تعمیر مسجد کے لیے بنیاد کھدوا کر اس کو بھروانا مسجد ہونے کے لیے کافی ہے

سوال: (۲۸۰) سید فضل رب صاحب ایک اراضی کے مالک ہیں چند صاحبوں نے ان سے درخواست کر کے کچھ اراضی برائے تعمیر مسجد لے لی، اور اس کے لیے پتھر وغیرہ بھی منگا لیا، اس کے بعد اس امر میں اختلاف ہوا کہ چوں کہ اطراف وجوانب میں چار مساجد موجود ہیں اس لیے تعمیر مسجد کی ضرورت نہیں، بلکہ ایک مکان اس اراضی میں تعمیر کر کے دیگر مساجد پر وقف کر دیا جائے۔ سید فضل رب صاحب سے عرض کیا، انہوں نے جواب دیا کہ خواہ آپ لوگ مسجد تعمیر کر لیں یا مکان تعمیر کر لیں میں خدا تعالیٰ کے نام پر دے چکا ہوں جن لوگوں کو منشی صاحب موصوف نے اختیار دیا تھا وہ پانچ اشخاص تھے ان میں اکثر نے تعمیر مسجد کرانا پسند کر کے بنیاد مسجد کی کھدوادی اور اس کو بھروا بھی دیا گیا۔

اس صورت میں اگر تعمیر مسجد اس موقع پر غیر مناسب ہے تو بجائے تعمیر مسجد کے مکان برائے اخراجات مساجد تعمیر کرا دیا جائے، اور وہ مکان موقوفہ رہے یا مسجد کی بنیاد جو بھروادی ہے مسجد ہی بنائی جائے؟ شرعاً جو حکم ہو بحوالہ تحریر فرمائیں؟ (۱۳۴۲/۱۱۸۳ھ)

الجواب: جب کہ اکثر صاحبوں نے تعمیر مسجد کرنا پسند کر کے بنیاد مسجد کھدوادی، اور اس کو بھر دیا تو وہ مسجد ہوگئی، گویا ان لوگوں نے واقف کی طرف سے نائب ہو کر حسب تخییر واقف اس زمین کے مسجد ہونے کو متعین کر دیا تو گویا واقف نے ہی یہ تعیین کر دی، اور بہ حکم آیۃ کریمہ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) جب کہ وہ زمین مسجد ہوگئی تو پھر نکالنا اس کو حکم مسجد سے صحیح نہ ہوگا شامی میں ہے: وبه علم أن الفتویٰ علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسف فی تأبید المسجد الخ (۲) (۳/۳۷۱) قال فی البحر: وحاصله أن شرط کونه مسجدًا أن یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبدعنه لقوله تعالی: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۳) (ص ۳۷۰ وفيه أيضًا ای الشامی) قال فی النهر:

---

(۱) سورۂ جن، آیت: ۱۸۔

(۲) الشامی ۴۲۹/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره .

(۳) الشامی ۴۲۸/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد .

و إذ قد عرفت أن الصلاة فيه أقيمت مقام التسليم علمت أنه بالتسليم إلى المتولي يكون مسجدًا دونها: أي دون الصلاة، وهذا هو الأصح (۱)(۳/۳۷۰)فقط

مسجد اللہ کی ملک ہوتی ہے بانی کی نہیں

سوال: (۲۸۱) ایک شخص اپنی لاگت سے مسجد بناتا ہے، شرعاً وہ مسجد اس کی ملک ہوگی یا وقف تصور ہوگی؟ اور اس پر تمام مسلمین کا حق یکساں ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۲۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب اس نے اللہ کے نام پر اس کو وقف کر دیا اور شرعی طور پر مسجد بنادی تو اب وہ اس کی ملکیت سے نکل کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگئی "اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ" (۲) اور اب وہ اور دوسرے مسلمان اس حقیت میں سب برابر ہیں؛ لیکن تولیت اور انتظام وغیرہ کا تعلق براہ راست اسی سے ہے، اس میں سب برابر نہیں ہیں؛ بانی مسجد ان حقوق کے لحاظ سے اولیٰ ہے۔

مسجد کبیر کی تعریف

سوال: (۲۸۲) بڑی مسجد کس طول وعرض کی ہونی چاہیے؟ چالیس گز جو کتابوں میں لکھا ہے؛ تو چالیس گز مربع ہو یا کیا؟ (۹۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بڑی مسجد میں دو قول ہیں کہ ساٹھ گز کی ہو یا چالیس گز کی، اور مراد بہر حال یہی ہے کہ ساٹھ گز یا چالیس گز مربع ہو۔ فقط

سوال: (۲۸۳) شامی وغیرہ میں جو مسجد کبیر کی تعریف اربعین یا خمسین یا ستین ذراع لکھتے ہیں؛ اس سے کس طرف کی پیمائش مراد ہے طول یا عرض یا مجموعہ پیمائش اطراف چہارگانہ؟ (۱۲۰۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: إن قاضي خان سئل عن ذلك فقال: اختلفوا فيه فقدره بعضهم بستين ذراعًا، وبعضهم قال: إن كانت أربعين ذراعًا فهي كبيرة وإلا فصغيرة هذا هو المختار (۳)

(۱) ردالمحتار ۶/۴۲۷ كتاب الوقف - مطلبٌ في أحكام المسجد .

(۲) سورۂ جن آیت: ۱۸ ۔

(۳) الشامي ۲/۲۸۶ كتاب الصلوة باب الإمامة .مطلبٌ :الكافي للحاكم جَمَعَ كلامَ محمّد في كتبه التي هي ظاهر الرواية .

بظاہر مراد طول مسجد ہے یا طول اور عرض دونوں اس قدر رہوں۔

مسجد پر مسجد کے احکام کب لاگو ہوتے ہیں

سوال: (۲۸۴) راقم کے شہر میں ایک مسجد قدیم الایام سے درمیان شہر کے واقع ہے، اور مسجد کے جنوب میں ایک شخص کا مکان واقع ہے، اس نے مسجد جدید کے ارادے سے ایک حویلی اور چار دیواری مسجد کی غیر مکمل تیار کی ہے، اور بہ موجب غیر مکمل غیر مسقف ہونے بناء مسجد کے، احاطہ مذکور میں نجاست وغیرہ سے اجتناب نہیں کیا جاتا ہے، اور دونوں مسجدوں کے درمیان اس شخص کا گھر واقع ہے، اور یہ امر محقق ہے کہ اگر مسجد جدید جنوبی مکمل کی جائے تو جماعت مسجد قدیم میں تفریق بین واقع ہوگی، بلکہ اس کی ضروریات اور اخراجات میں نقصان واقع ہوگا، آیا یہ مجرد اساس نہادن مسجد مسجدیت کا حکم دیا جاتا ہے، یا بعد تکمیل و ادائے صلوۃ حکم مسجد متصور ہوتا ہے؟ اور باوجود نقصانات مذکورہ کے مسجد جدید کو حکم مسجد ضرار کا دیا جاوے گا یا نہیں؟ (۲۳۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس وقت بانی مسجد اس کو وقف کر دے گا، اور مسجد کا حکم دے دے گا احکام مسجد اس کے لیے ثابت ہو جائیں گے، اور مسجد جدید کو مسجد ضرار تو نہیں کہہ سکتے، لیکن اگر فی الواقع مسجد قدیم کی غیر آبادی اس سے متصور ہو، اور مسجد جدید کی حاجت نہ ہو تو پھر جدید مسجد قریب میں بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

مسجد تعمیر ہونے کے باوجود ''مسجد شرعی'' نہ ہونے کی ایک صورت

سوال: (۲۸۵) کسی شخص نے ایک ہندو زمین دار سے ایک نئی مسجد اس شرط پر بنوائی کہ اگر مسجد کے سامنے سے ہندوؤں کے تیوہار کے وقت باجا بجاتے ہوئے جاویں تو اس کو روک نہیں سکتے، اور اگر کسی وجہ سے اس کا خراج بند ہو جائے تو یہ مسجد مالک زمین یعنی ہندو زمین دار کے ملک میں چلی جائے گی؛ اس مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ (۲۷۰۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ مسجد شرعی نہیں ہوئی، لیکن نماز اس میں صحیح ہے، جب تک اس ہندو کی اجازت سے نمازیں اس میں پڑھی جاویں، نماز صحیح ہو جاوے گی، اور وہ مسجد نہیں ہوئی، اور وقف نہیں

ہوئی۔ کما فی الشامی: قولہ وشرطہ شرط سائر التبرعات الخ أفاد أن الواقف لابد أن یکون مالکًا لہ وقت الوقف ملکًا باتًا الخ(۱) اور کافر کا وقف صحیح نہیں ہے۔

مسجد کے احاطے میں بنا ہوا مسافر خانہ بھی وقف ہوتا ہے

سوال: (۲۸۶)...... (الف) مسجد کے احاطے میں اور مسجد کے متعلق جو مسافر خانہ ہے وہ بھی وقف ہے یا نہیں؟

(ب) موجودہ مسجد کی اشیاء جو مسجد جدید کی ضرورت سے زائد ہوں ان کو مسافر خانہ جدید یا دوسرے مکانات موقوفہ علی المسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) مسافر خانہ مذکورہ اور اس کا سامان بھی وقف ہے۔ فقط

(ب) فقہاء نے یہ لکھا ہے مسجد کی اشیاء بہ صورت عدم ضرورت اس کی ہم جنس یعنی دوسری مسجد میں ہی لگا سکتے ہیں دوسرے اوقاف میں نہیں لگا سکتے، لہٰذا اس صورت میں ایسا کیا جائے کہ مسجد کی اشیاء فاضلہ کو فروخت کر کے وہ قیمت اسی مسجد میں صرف کی جاوے، پھر اس سامان کو خرید کر خواہ خریدنے والا اپنے مکان وغیرہ میں لگاوے یا مسافر خانہ اور مکانات موقوفہ کے لیے خرید کر اس میں لگا دیا جاوے۔

زمین کرائے پر لے کر اٹھارہ بیس سال کے لیے مسجد بنانا

سوال: (۲۸۷) ایک شخص؛ کافر سے زمین کرائے پر لے کر مسجد بناتا ہے، اور وہ کافر کہتا ہے کہ اٹھارہ، بیس سال تک مسجد قائم رکھوں گا، اس کے بعد مجھ کو اختیار ہوگا جو چاہوں سو کروں؛ اس زمین میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ مسجد نہ ہوگی کیونکہ مسجد ہونے کے لیے ہمیشہ کو زمین مسجد کا وقف للہ ہونا شرط ہے، اور جو جگہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے۔

مسجد کی تعمیر کچھ باقی رہ جائے تو وہ وقف ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۸) ایک شخص نے مسجد تعمیر کی، ابھی کچھ کام باقی ہے تو اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف شرائط الوقف.

بنانے والا کہتا ہے کہ جب تیار ہو جاوے گی اس وقت وقف کروں گا اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۰۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: نماز اس میں جائز اور صحیح ہے، اور جب مسجد بنا دی تو وہ وقف ہوگئی، اور بنانے والے کا قبضہ مالکانہ اس سے اٹھ گیا، اب اس کا کچھ حق ملکیت اور تصرف کا اس میں باقی نہیں رہا۔ فقط

سرکار سے قیمۃً یا عاریۃً لی ہوئی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

سوال: (۲۸۹)...... (الف) ایک مخصوص جگہ بندرگاہ کی وجہ سے سرکاری ملکیت ہے، اور بہ سبب کسی خاص وجہ کے کسی شخص کو بھی جائدادی حیثیت سے وہاں جگہ نہیں مل سکتی، جس پر وہ اپنے رہنے کے گھر وغیرہ بنا سکتے ہوں، بلکہ جگہ اس شرط پر دی جاتی ہے کہ جب سرکار کو ضرورت ہوگی تو تین ماہ کے نوٹس ملنے پر جگہ خالی کرنی ہوگی، وہ جگہ بستے بستے اب اچھا قصبہ ہوگئی ہے، جس کی آبادی پندرہ ہزار سے زیادہ ہے، لوگوں کو چوں کہ اطمینان ہوگیا ہے کہ وہ جگہ اب آباد اور شہر کی طرح ہوگئی اس لیے اٹھانے کا اندیشہ جاتا رہا ہے، اس لیے انہوں نے وہاں عالی شان عمارتیں لاکھوں روپے سے بنالی ہیں، یہاں پر جگہ اور زمین وقف طور پر نہیں مل سکتی، لیکن ان عمارات کے ملحق مسلمانوں کو ایک زمین کا ٹکڑا اسی شرط پر دیا گیا ہے جس پر انہوں نے قریباً بیس سال ہوئے ایک عمارت بنائی ہے، اور اس میں نماز پنج گانہ وغیرہ ادا کرتے ہیں، اس عمارت کے اٹھانے کا احتمال اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ شہر کی تمام عالی شان عمارتیں بالکل اٹھا دی جاویں، اس صورت میں وہ عمارت جس میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں شرعی اصطلاح میں مسجد کہلائے گی یا نہیں؟

(ب) کراچی کی میونسپل کی ساری حدود میں زمین کے ٹکڑے لوگوں کو عمارتیں وغیرہ بنانے کے لیے سندوں پر دیے گئے ہیں، کسی سند کی میعاد بیس سال، کسی کی تیس سال، کسی کی پچاس سال، کسی کی ننانوے برس کی ہے، میعاد کے ختم ہونے پر میونسپل کو اختیار ہے کہ وہ اس سند کی تجدید کردے یا زمین مالک سے خالی کرالے، اس شرط پر شہر کی تمام زمین کے ٹکڑے جس پر مساجد قائم کی گئی ہیں مسلمانوں کو پٹوں پر یا سندوں پر دیے گئے ہیں؛ مہربانی فرما کر بتایا جاوے کہ سوال نمبر (الف) کے ماتحت جو زمین مسجد کے لیے دی گئی ہے اس میں اور اس زمین میں کیا فرق ہے؟ (۴۶۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف، ب) کتب فقہ شامی وغیرہ میں یہ تصریح ہے کہ وقف ہونے کے لیے واقف کا مالک بہ ملک تام ہونا ضروری ہے، پس مسجد حقیقی اور مسجد شرعی اور اصطلاحی وہی زمین ہوسکتی ہے جس کو مالک زمین مسجد کے لیے وقف کرے، اور مالک اور واقف کا مسلمان ہونا بھی اس صورت میں شرط ہے؛ یعنی مسجد کے لیے کوئی زمین مسلمان ہی وقف کرسکتا ہے۔ درمختار کتاب الوقف میں ہے: **وشرطه شرط سائر التبرعات الخ** (شامی) میں اس قول کی شرح میں ہے: **أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكا له وقت الوقف ملكا باتا ولو بسبب فاسد الخ** (۱) اس عبارت سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ واقف کا مالک قطعی ہونا بہ وقت وقف ضروری ہے، پس غیر مالک کا وقف کرنا صحیح نہ ہوگا، دوم یہ کہ اگر شراء فاسد سے کوئی شخص مالک کسی زمین کا ہوا، اور اس نے قبضے کے بعد اس کو وقف کردیا تو وقف صحیح ہو جاوے گا، پس جن اراضی کو مسلمانوں نے سرکار سے خریدا، اگرچہ سرکار نے اس میں کسی مدت معینہ پر بہ اجرائے نوٹس سہ ماہ واپس کرنے اور خالی کرنے کی شرط لگائی ہو کیوں کہ یہ شرط اگرچہ مفسد عقد ہے، لیکن وقف ہونے میں حارج اور مانع نہیں ہے، تو ایسی زمین پر جو مسجد بنائی جاوے گی اور اس کو وقف کیا جاوے گا وہ وقف صحیح ہوگا اور مسجد حقیقی ہو جاوے گی۔

اور وہ اراضی جن میں معاملہ خرید وفروخت کا نہیں ہوا، اور وہ محض عاریۃً مسلمانوں کو بہ غرض تعمیر مکانات وغیرہ دی گئی ان کو وقف کرنا صحیح نہ ہوگا، اور اگر ایسی اراضی میں مسجد بنائی جاوے گی تو گو اس میں نماز صحیح ہے، مگر وہ مسجد شرعی نہ ہوگی، اور احکام اور آداب مسجد اس سے متعلق نہ ہوں گے جیسا کہ کوئی شخص اپنے گھر کے اندر کوئی چبوترا بالغرض ادائے نماز بنالیوے جیسا کہ احادیث میں اس کا امر ہے تو نماز اس میں صحیح ہوگی، مگر وہ مسجد شرعی نہ ہوگی، اور جو اراضی سرکار نے مسلمانوں کو ہبہ کردی اور بلا اخذ قیمت بطریق ہبہ دیدی، اگرچہ شرط واپسی اس میں بھی حسب قاعدہ لگائی تو اس زمین کو یا اس کے کسی حصے کو بھی مسلمانان وقف کرسکتے ہیں، اور اس میں مسجد بنا سکتے ہیں، اور وہ مسجد شرعی حقیقی اور موقوفہ ہو جاوے گی، کیوں کہ ہبہ شرط فاسد کے لگانے سے فاسد نہیں ہوتا، اور ملک موہوب لہ میں حارج نہیں ہوتا، اور جب کہ موہوب لہ مالک شئ موہوب کا ہوگیا تو وقف کرنا اس کا بھی صحیح ہوگا، اور وہ مسجد شرعی ہو جاوے گی جیسا کہ درمختار میں ہے: **والهبة لا تبطل بالشروط الخ** (۲) پس خلاصہ اور حاصل جواب یہ ہے کہ جو

(۱) **الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف شرائط الوقف**.

(۲) **وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة (الدر مع الشامی ۸/۴۲۵ فی بداية كتاب الهبة)**

اراضی سرکار سے قیمتاً لی گئی یا سرکار نے بطریق ہبہ دیدی، اگر چہ اس میں شرط واپسی کی بہ قیود محررہ لگائی تو ایسی اراضی کو خریدار اور موہوب لہ وقف کرسکتا ہے، اور اگر اس میں مسجد بناوے تو وہ مسجد شرعی حقیقی ہوجاوے گی، اور جو اراضی محض عاریۃً سرکار سے ملی ہیں ان کو عاریت لینے والا وقف نہیں کرسکتا، پس اس قاعدۂ کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ اپنے سوالات کا جواب سمجھ لیں اور جس قسم میں وہ اراضی داخل ہوں اسی کے موافق اس میں حکم جاری کردیا جاوے۔ فقط

کوئی مکان مسجد کے واسطے اس شرط پر وقف کرنا کہ ''فلاں شخص اپنے روپے سے مسجد تعمیر کرادے''

سوال: (۲۹۰) زید نے اپنا مکان بغرض تعمیر مسجد اس شرط پر وقف کیا کہ اس مکان پر خالد اپنے روپے سے مسجد تعمیر کردے، اور اس کے دو مختلف حصوں پر دکانیں تعمیر کرے، جس میں سے ایک دکان کرائے پر دی جائے، اور اس کا کرایہ مسجد میں صرف ہو، اور دوسری دکان میں زید خود بلا کرایہ اپنی زندگی تک آباد رہے، اور اس کے بعد اس کے دو لڑکوں کرم الٰہی اور احسان الٰہی کو چار روپے ماہوار پر دی جائے، ور کرایہ مسجد میں خرچ ہو، لیکن ان کو دکان سے علیحدہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا، اور اگر خالد اس مکان پر پنے خرچ سے مسجد تعمیر نہ کرے تو وقف نامہ کالعدم ہوگا، اور میں خود اپنے مکان کا مالک رہوں گا، نیز یہ نف نامہ سخت مریض ہونے کی حالت میں لکھا گیا ہے، اور اس مکان کے سوا اور کوئی مال بھی نہیں ہے۔ نوا توجروا۔ (۱۳۴۱/۴۷۳ھ)

الجواب: وقف اگر کسی نامناسب شرط پر معلق کیا جائے تو وقف صحیح نہیں ہوتا: وأن یکون منجزًا یر معلق (۱) (عالمغیری) پس صورت مسئولہ میں اگر زید نے مکان اس شرط پر مسجد کے لیے وقف کیا ہے کہ خالد اپنے روپے سے مسجد تعمیر کرائے، ورنہ زید اپنا مکان واپس لے گا، اور وقف نامہ کالعدم ہوگا تو وقف صحیح نہیں ہوا، اسی طرح اس مکان کا ایک حصہ؛ یعنی جس پر دکان تعمیر کی جائے اپنے رہنے کے یے بلا کرایہ مخصوص کرنا وقف مسجد کے منافی ہے، اور چوں کہ وہ حصہ مشاع ہے اس لیے تمام مکان کا نف مسجد کے لیے صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ وقف مسجد کے لیے شیوع منافی ہے: واتفقا علی عدم جعل

---

(۱) الفتاوی العالمغیریة ۲/ ۳۵۵ کتاب الوقف ۔ شرائط الوقف ۔

المشاع مسجدًا أو مقبرةً مطلقًا سواء كان مما لا يحتمل القسمة أو يحتملها هكذا في فتح القدير (۱)(عالمغیری) اور یہ کہ مریض کے تصرفات تبرع ثلث میں جاری ہوتے ہیں، پس جب کہ زید مریض تھا تو وقف علی المسجد ثلث میں جاری ہوتا، اور ثلث میں جاری ہونے کے بعد وقف مشاع ہونا لازم آتا ہے، پس تمام کا وقف باطل ہوگیا: مريض جعل داره مسجدًا ومات ولم يخرج من الثلث ولم تجز الورثة صار كله ميراثًا وبطل جعله مسجدًا لأن للورثة فيه حقًا فلم يكن مفرزًا عن حقوق العباد فقد جعل المسجد جزءًا شائعًا فيبطل الخ (۲)(عالمغیری) بہرحال صورتِ مسئولہ میں وقف صحیح نہیں ہوا، اور مکان زید کی ملک میں باقی ہے۔ فقط

کمپنی کے ساتھ شرطیہ معاہدہ پر مسجد بنانا

سوال: (۲۹۱) صورت ذیل میں بناء مسجد کا شرعًا کیا حکم ہے؟

شرائطِ زمین جو تعمیر مسجد کے لیے دی جاتی ہے (حسب ذیل ہیں)

(الف) یکم اپریل کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ ادا کرنا

(ب) اس زمین پر مسجد و دیگر مکانات ضروریات مسجد بنائے جائیں نہ دوسرے

(ج) بغیر نقشہ منظوری کمپنی تعمیر شروع نہ کی جائے

(د) مسجد و دیگر عمارتوں کی نگرانی کرنی ہوگی

(ھ) بغیر اجازت کمپنی حصہ زمین یا عمارت کسی کو نہیں دے سکتے

(و) نقشہ کے علاوہ کوئی دوسری جدید عمارت کمپنی کی اجازت کے بغیر نہیں بنا سکتے

(ز) جب کمپنی کو شدید ضرورت ہوگی تو محض مسجد کے علاوہ دوسری زمین یا عمارت پر نوٹس کے چھ ماہ بعد قبضہ کر لے گی، نہ کہ مسجد پر؛ اور جس دیگر عمارت پر قبضہ کرے گی اس کی قیمت اس وقت کے نرخ بازار سے دے گی۔

(ح) اگر کسی وقت کمپنی کو یہ معلوم ہوگا کہ مسجد و دیگر عمارتوں کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے، اس وقت بغیر معاوضہ تعمیر کل عمارتوں و نیز مسجد پر کمپنی قبضہ کر لے گی (۲۱۳۶/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) الفتاوى العالمغيرية ۲/۳۶۵ كتاب الوقف . فصل في وقف المشاع .

(۲) الفتاوى العالمغيرية ۲/۴۵۶ كتاب الوقف الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به .

الجواب: کمپنیوں میں اکثر ان ہی شرائط یا ان کے قریب قریب دیگر شرائط کے ساتھ مسجدیں بنتی ہیں، لہٰذا جب کہ مسلمانوں کو ضرورت مسجد کی ہے، اور بدون ان شرائط کے اجازت تعمیر مساجد نہیں ہوتی تو مسجد بنائی جائے، اور مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی صورت نہ ہونے دیں کہ مسجد کی ضرورت نہ رہے، جس سے سرکار یا کمپنی اس پر قابض ہو سکے؛ بلکہ اس مسجد کو ہمیشہ آباد رکھنا چاہیے تاکہ شرط نمبر (ح) کی نوبت ہی نہ آئے۔ فقط

جس زمین میں کاشت کار کا حق ہے مالک اس کو مسجد کے لیے وقف کر سکتا ہے

سوال: (۲۹۲) صوبہ بنگال میں زمین کی ملکیت یکے بعد دیگرے تین قسموں پر منقسم ہے: اول شاہی ملکیت؛ جو گورنمنٹ انگلشیہ کو حاصل ہے —— دوم زمین داری؛ جو شاہی ملکیت کے ماتحتی میں قائم ہے یہ لوگ سالانہ ایک مقدار معین خزانہ گورنمنٹی سرکار میں ادا کرتے ہیں؛ اس صورت میں زمین داران کا پورا تصرف مثلاً خرید وفروخت ہبہ وغیرہ جاری ہے —— سوم زراعتی یا رعیتی ملکیت؛ اور یہ زمین داری ملکیت کی ماتحتی میں قائم ہے، ان کو ''رعایا'' کہتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ رعیتی ملکیت والے اگر اپنی زمین میں مسجد بناویں پھر وقف بھی کر دیں تو یہ مسجد مسجد شرعی کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟ (۱۵۰۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کسی زمین کے وقف کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ مالک زمین اس کو وقف کرے؛ جیسا کہ ردالمحتار جلد ثالث کتاب الوقف میں ہے: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا (۱) پس صورت مذکورہ میں مالک زمین کا زمین دار ہے، کاشت کار یا رعایا نہیں ہے، اگرچہ قانون گورنمنٹ کی وجہ سے وہ موروثی ہو گیا ہو کہ زمین دار سے اپنی زمین کو نہیں چھڑا سکتا، مگر اختیار بیع وجمیع تصرفات از قسم ہبہ وغیرہ کا اس کو حاصل ہے۔ پس اگر مالک اصلی یعنی زمین دار کسی زمین کو مسجد کے لیے وقف کرے اور مسجد بناوے تو صحیح ہے، اور وہ مسجد ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر رعایا باجازت مالک وقف کرے اور مسجد بناوے تو یہ بھی صحیح ہے، لیکن بلا اذن مالک رعایا کو اختیار وقف کرنے کا اور مسجد بنانے کا نہیں ہے۔

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف . شرائط الوقف .

عاریت کی زمین میں بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۲۹۳) ایک ہندو زمین دار نے مسلمان رعایا کو ایک قطعہ زمین مفت دیا تھا، مسلمانوں نے اس جگہ میں **مسجد** و عید گاہ بنالی؛ تخمیناً بیس برس تک نماز پڑھی، دریں اثنا ایک **مسلمان** نے زمین دار سے وہ جگہ خرید لی، اور مکان بنانا چاہتا ہے، اور مسجد کو توڑنا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ "

(۳۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر اس ہندو زمین دار نے وہ قطعہ زمین رعایا مسلمانوں کو عاریۃً محض سکونت کے لیے دیا تھا، اور رعایا نے بعض جگہ میں نماز کے لیے مسجد و عید گاہ قائم کی، تو اس صورت میں وہ قطعہ زمین ملک زمین دار ہے، مسجد شرعی نہیں ہوئی؛ دوسرے مسلمان کو خریدنا اس زمین کا زمین دار سے، اور مکان بنانا اس میں درست ہے، اور اگر اس زمین دار نے مسلمانوں کو مالک اس قطعہ اراضی کا بنادیا تھا تو وہ مسجد اور عید گاہ ہوگئی، دوسرے مسلمان کو اس کا خریدنا، اور اس میں مکان بنوانا درست نہیں ہے۔ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الآیہ (۱)

پس صورت ثانیہ میں توڑنے والا مسجد کا اور مکان بنانے والا عاصی ہے، اور جب تک وہ توبہ نہ کرے، اس سے اختلاط ناجائز ہے۔ فقط

طویل مدت کے لیے کرایے پر لی ہوئی زمین میں مسجد بنانے کا حکم

سوال: (۲۹۴) ایک نو آباد مقام ہے، مسلمان بکثرت ہیں جو کچھ آبادی ہے صرف ایک کارخانے کی وجہ سے ہے، یہ بہت بڑا کارخانہ ہے، کام کرنے والے چالیس ہزار ہیں، کمپنی نے زمین دار سے ایک معین میعاد کے لیے زمین لی ہے، مسلمان مسجد کے لیے زمین مانگتے ہیں تو آزاد و لاخراج زمین نہیں ملتی، کل خراج ایک دفعہ لے کر لاخراج کردی جاتی ہے بلکہ وہ میعاد معین کے لیے زمین دیتی ہے، اور خراج سال بہ سال مانگتی ہے، اور جب کبھی کمپنی کو ضرورت اس زمین کی ہو تعمیر کا روپیہ دے کر مسلمانوں کو وہاں سے علیحدہ اور بے دخل کردے، اور مسجد کی زمین کو جس مصرف میں چاہے لائے، ایسی زمین

(۱) سورۂ جن، آیت ۱۸۔

پر مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۵/۱۳۴۴ھ)

الجواب: مسجد تعمیر کر لینی چاہیے، وہ مسجد ہو جائے گی؛ فقہاء نے ایسی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی ہے، اور چوں کہ مجمع کثیر ہے، اور مسجد کی ضرورت ہے، لہٰذا بلا تامل وہاں مسجد تعمیر کر لینی چاہیے۔(۱)

سوال: (۲۹۵) ..... (الف) زید اور بکر ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں مسجد کے لیے وقف زمین ملنا محال ہے، اس لیے سرکار سے ننانوے سال کے لیے زمین پانچ روپے سالانہ ٹیکس پر لے کر مسجد تیار کر لی ہے، ایسی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اس مسجد میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد کا حاصل ہوگا یا نہیں؟ (۱۴۲۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) مسجد بنانا اس زمین پر صحیح ہے۔

(ب) وہ مسجد، مسجد ہوگئی اس میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد کا حاصل ہوگا۔

دُکان کے اوپر مسجد تعمیر کرا کے وقف کردے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۶) زید نے ایک بڑی دکان عالی شان کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرا کر وقف کر دی، یہ وقفیہ بلڈنگ وقف خاص میں شامل ہے یا عام اوقاف سے ہے؟ (۳۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ دکان اسی مسجد کے اوقاف میں سے ہوگی بلکہ وہ مسجد ہی ہے کیوں کہ مسجد ثریٰ سے عرش تک مسجد ہی ہوتی ہے (۲) (درمختار و شامی) فقط

---

(۱) وفي الهداية : وعن أبي يوسف أنه جوّز في الوجهين (فيما تحته سرداب أو فوقه بيت) حين قدم بغداد ورای ضيق المنازل فكأنه اعتبر الضرورة. وعن محمد (رحمه الله) أنه حين دخل الرّيّ أجاز ذلك كله لما قلنا (هداية ۱/۶۴۴-۶۴۵ كتاب الوقف)

(۲) قال في الدر المختار : لأنه مسجد إلى عنان السماء . وفي الشامي ؛ و كذا إلى تحت الثرى (الدر مع الرد ۲/۳۷۰ كتاب الصلاة ، مطلب في أحكام المسجد)

غصب کردہ زمین کو وقف کرنا اور مسجد بنانا

سوال: (۲۹۷) ایک شخص نے کسی غیر کی زمین پر کئی سال سے قبضہ کر رکھا ہے، اور اس میں کنویں اور مکان بنا رکھے ہیں، اور قبضہ اس کا از روئے قانون ٹوٹ نہیں سکتا؛ کیا اس زمین کو قابض مذکور وقف کر کے مسجد بنا سکتا ہے یا نہیں؟ (۶۰۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس زمین کو قابض مذکور وقف نہیں کر سکتا، اور وقف کرنا اور مسجد بنانا اس کا صحیح نہیں ہے کما قال في الدر المختار و ردالمحتار: وشرطه شرط سائر التبرعات الخ قوله: وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ (شامی) وفيه أيضًا: حتى لو وقف الغاصب المغصوب لم يصح وإن ملكه بعد بشراء أو صلح الخ(۱) (شامی)

مسجد کی زمین غصب کرنا

سوال: (۲۹۸) نواب ابراہیم خان صاحب والی ریاست جزیرہ نے اپنی ریاست سے ۱۱ ربیع الآخر ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۴۸ء نمبر: ۹۶ کی سند سے چند قطعات زمین بنام بانگ پاٹیان بطور سند ناطق ''مسجد نگیری'' تعلقہ سرودھن کے لیے وقف کی؛ تاکہ اس کی آمدنی سے مسجد کی جاروب کشی، چراغ بتی اور بانگ صلوٰۃ وغیرہ کا انتظام ہو سکے؛ چنانچہ زمین مذکور مسجد کے ملاؤں کی نگرانی میں رہتی رہی، اور اس کی آمدنی مسجد کے خدمت گذار ملاؤں کو ملتی رہی، یعنی مُصدَّرہ (مذکورہ بالا) زمین اول ملا محمد جعفر مقدم، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ملا بہاؤالدین مقدم، اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ملا محمد جعفر مقدم کی نگرانی میں رہی، یہ تینوں یکے بعد دیگرے اپنی ملازمت ملا گیری کے معاوضہ میں مصدرہ کھیت کی آمدنی بھات وغیرہ خود استعمال کرتے تھے، اور پولے مسجد کے کام میں لاتے تھے۔ جب ملا محمد جعفر مسجد کی ملا گیری سے مستعفی ہوا تو جماعت مسلمین نے شیخ سلیمان کو ممبئی سے بلا کر نواب ابراہیم خان صاحب

(۱) الشامي ۶/ ۴۱۰ شرائط الوقف ــ ومن شرائطه الملك وقت الوقف، حتى لو غصب أرضًا ثم وقفها ثم ملكها لا يكون وقفًا (مجمع الأنهر ۲/ ۵۶۷ في بداية كتاب الوقف. دارالكتب العلمية بيروت)

کی منظوری سے مسجد کی خدمت گذاری کا کام اس کے سپرد کردیا، خلاصہ سوال یہ ہے کہ شیخ سلیمان نے حکام کے سامنے خلاف واقع حالات پیش کرکے اور ناجائز کوشش کرکے مصدرہ وقف زمین بلا قیمت اپنے بیٹے شیخ محمود کے نام ملک قرار دلادی؛ اب سوال یہ ہے کہ:

(الف) شیخ محمود مذکور کا مصدرہ وقف زمین کے متعلق اپنے مطلب کے مطابق خلاف واقع گذارش کرکے وقف زمین اپنے نام کرالینا اور ناجائز طور پر مسجد کی زمین غصب کرکے مسجد کو نقصان پہنچانا شرعاً جائز اور ایسے فعل شنیع کے مرتکب پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) جماعتِ مسلمین نیگری ایسے غاصب کو مغصوبہ وقف زمین مسجد کے نام پر داخل کرنے تک جماعت سے خارج رکھنے میں حق بجانب ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(ج) کیا واقف یا کوئی دوسرا شخص وقف کردہ جائداد کسی دوسرے کے نام پر منتقل کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو جس کے نام پر مصدرہ وقف زمین ناجائز طور پر منتقل ہوئی ہے اور وہ اس زمین کی آمدنی اپنے صرف میں لاتا ہے وہ کل آمدنی مسجد کو واپس مل سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۱۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: فإذا تم لزم لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ ولايعار ولايرهن (درمختار) قوله لايملك أى لايكون مملوكًا لصاحبه ولا يملّكُ أى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه الخ ولا يعار ولايرهن لاقتضائهما الملك الخ(۱) (شامی)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف شئے کسی کی ملک نہیں رہتی ہے نہ واقف کی نہ غیر واقف کی؛ اور خود واقف بھی اس کا مالک نہیں رہا اور نہ وہ کسی دوسرے کی ملک کرسکتا ہے، اور تمام تصرفات مالکانہ اس میں باطل ہیں۔ پس نمبر ہائے سوال کا جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) شیخ محمود کا زمین موقوفہ مذکورہ کو جو کہ ایک مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہے اپنے نام کرالینا، اور اس پر قبضہ کرنا ناجائز اور حرام اور قبضہ غاصبانہ ہے، اور خیانت صریح ہے، اور جب کہ وہ خدمت مسجد مذکور نہیں کرتا تو اس کو آمدنی زمین موقوفہ مذکورہ کا لینا اور اپنے صرف میں لانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اور واپس کرنا اس کا لازم ہے، اور شیخ محمود مذکور بحالت مذکورہ غاصب وظالم ہے، اور اس کا قبضہ اٹھانا زمین موقوفہ مذکورہ سے ضروری اور لازمی ہے۔

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۶/۴۲۱،۴۲۲ کتاب الوقف. بعد مطلبٌ فرق أبویوسفؒ بین قوله موقوفة.

(ب) جماعت مسلمین ایسے غاصب کو جب تک کہ وہ اپنا قبضہ مالکانہ زمین مذکور سے نہ اٹھادے اور اپنا نام اس ملکیت سے علیحدہ نہ کرادے، جماعت سے علیحدہ کرنے اور برادری سے خارج رکھنے میں حق بہ جانب ہے۔

(ج) واقف یا کوئی دوسرا شخص نہ خود مالک جائداد وقف کردہ کا ہے، اور نہ کسی کے نام منتقل کرسکتا ہے اور جو شخص زمین مذکورہ کی آمدنی اپنے صرف میں لاتا ہے وہ کل آمدنی اس سے واپس لے کر مسجد کو دی جاوے گی۔ کمامر اوّلاً. فقط

مغصوبہ زمین اور قبرستان میں تعمیر مسجد اور نماز کا حکم

سوال: (۲۹۹) ایک مسجد کی تیاری چندے سے دو آدمی ایسی جگہ میں کر رہے ہیں کہ وہ ان کی ملکیت نہیں ہے، محض قبضہ غاصبانہ ہے چند شخصوں کا، ان میں سے بھی بعض کی اجازت نہیں ہے، اور اس کی بنیاد میں سے سر اور ہڈیاں نکل رہی ہیں، اور بہت بڑی عمر والے بھی کہتے ہیں کہ یہاں بہت پہلے سے قبرستان ہے، اور جن کا قبضہ غاصبانہ ہے ان میں سے اکثر کی اجازتِ مسجد نہیں ہے؛ تو اگر وہ لوگ بھی اجازت دے دیں تو بوجہ غصب یا بوجہ قبرستان اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو بوجہ غصب ناجائز ہے یا بوجہ قبرستان؟ (۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار و شامی میں ہے کہ پرانے قبرستان میں مکان و مسجد بنانا درست ہے، اور زراعت وغیرہ بھی بہ شرطیکہ وہ زمین وقف نہ ہو، اور کسی دوسرے کی ملک نہ ہو، اور زمین مغصوبہ میں نماز مکروہ ہے، اور وہ مسجد نہیں ہوتی، پس اگر سب مالکین و حصہ دار اجازت دے دیں تو وہ مسجد ہو جاوے گی اور علت کراہت مرتفع ہو جاوے گی۔ فقط

اجارہ پر لی ہوئی زمین میں مسجد بنانے کا حکم

سوال: (۳۰۰) بغیر اجازت مالک کے اجارہ والی زمین میں مسجد تعمیر کرائی، اور اس میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: وہ زمین جو اجارے پر لے رکھی ہے، اور مملوکہ غیر ہے، اس کو وقف کرنا صحیح نہیں ہے،

اور نماز صحیح ہے، مگر وہ مسجد نہیں ہے۔ فقط

جو زمین دائمی پٹے پر لے رکھی ہے اس کو وقف کرنا اور مسجد بنانا

سوال: (۳۰۱) زید نے مال گذاری (لگان) سالانہ پر ایک کافر زمین دار سے ایک زمین لی ہے، اور پٹہ استمراری (۱) لکھوالیا ہے کہ اس زمین میں مسجد، کنواں، مکان بنوا سکتا ہے، اور جس قسم کا تصرف چاہے بلا عذر کر سکتا ہے؟ زمین دار کو محض مال گذاری سے واسطہ رہے گا؛ اب زید کا ارادہ ہے کہ اس زمین میں ایک مسجد بنوا کر وقف کر دوں، اور زمین دار کو مال گذاری ادا کرتا رہوں گا؛ آیا ایسی زمین میں زید مسجد بنوا سکتا ہے؟ (۱۱۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسی زمین وقف نہیں ہو سکتی، اور مسجد نہیں ہو سکتی۔ (۲)

ایک مکان کے متعلق دو وقف نامے لکھے تو دوسرا وقف نامہ معتبر نہیں ہوگا

سوال: (۳۰۲) زید نے وقت مرنے کے، بہ موجب ایک وقف نامے کے، اپنے مکان کے خس پوش واثاثہ خانہ داری کو بحق مسجد ومتولی مسجد وقف کیا، اور بہ موجب ایک دوسرے وقف نامے کے، جائداد بہ حق بکر وقف کی، اس کے انتقال کے بعد دونوں وصیت نامے پیش کر کے اور تا تصفیہ اثاثہ خانہ داری نیلام کر کے روپیہ امانت دار کے سپرد کر دیا گیا؛ لیکن بکر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ متولی کی کل جائداد کا روپیہ مسجد میں ہی صرف کیا جائے؛ خواہ کسی مسجد میں ہو، مکان خام تھا جو اب گر گیا ہے، اگر مکان موجود ہوتا تو اس کی مرمت وغیرہ کا خرچ آمدنی سے بہت زیادہ ہوتا، اور مسجد کو تعمیر کی غرض سے روپے کی ضرورت ہے اور اس زمین کی معقول قیمت وصول ہو سکتی ہے؛ آیا اس زمین کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۰۸۳/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) کسی آپسی معاملے کی وہ تحریر جو لامحدود زمانے کے لیے دی جائے۔

(۲) اس لیے کہ وقف کے لیے ملکیت کا تام ہونا ضروری ہے شامی میں ہے: لابد أن یکون مالکًا له وقت الوقف ملکًا باتًا إلخ (۶/۴۱۰ شرائط الوقف)

الجواب: واقف نے جب کہ پہلے اس مکان کو ایک مسجد پر وقف کر دیا ہے، اور متولی مسجد کی تولیت میں اس کو لکھ دیا تو مکان معہ سامان کے مسجد مذکور پر وقف ہو گیا، اور اس کے وقف ہو جانے کے بعد دوسرا وقف نامہ جو اسی مکان کے متعلق بکر کے نام لکھا، وہ صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ اول وقف کر دینے کے بعد واقف کو بھی اس میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار نہیں رہا، بہ حکم اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (۱) کے، اور فروخت کرنا اس مکان موقوفہ علی المسجد کا بہ غرض مذکور جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ اگر مکان موقوفہ کی آمدنی کم ہے تو دوسرا مکان زیادہ آمدنی کا اس سے بدلا جائے چہ جائیکہ اس مکان موقوفہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو تعمیر دکان و مکان متعلقہ مسجد میں صرف کیا جائے، یہ کسی طرح جائز نہیں ہے۔ کما في الشامي: وفي فتح القدير والحاصل أن الاستبدال إما عن شرط الاستبدال أولا عن شرطه، فإن كان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم فينبغي أن لا يختلف فيه، وإن كان لا لذلك بل اتفق أنه أمكن أن يؤخذ بثمنه ماهو خير منه مع كونه منتفعًا به فينبغي أن لا يجوز الخ (۲) البتہ چوں کہ وہ مکان گر گیا، اس لیے اس کے بننے کی کوئی صورت نہ ہو سکے تو اس کو فروخت کر کے اس کی جگہ دوسری زمین یا مکان لے کر مسجد مذکور پر وقف کر دیا جائے، اس قیمت کو تعمیر مذکور میں صرف نہ کیا جائے۔ فقط

غلطی سے سرکاری نالی کی جگہ مسجد کے صحن میں آجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰۳)...... (الف) صحن مسجد میں کچھ جگہ سرکاری نالی پاٹ کر شامل کر کے توسیع کی گئی، جس کا لگان سالانہ سرکار کو دینا پڑتا ہے؛ یہ جگہ شرعی مسجد ہے یا نہیں؟

(ب) مسجد کی کوئی چیز خانگی کام میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) اس کا حکم بھی مسجد کا ہو گیا، اور وہ جگہ شرعاً مسجد میں داخل ہو گئی، اس پر سب احکام مسجد ہی کی جاری ہوں گے۔

(ب) یہ جائز نہیں۔ فقط

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ كتاب الوقف.

(۲) الشامي ۶/۴۶۱ كتاب الوقف – مطلبٌ لا يستبدل العامر إلا في أربع.

سرکاری سڑک کو مسجد میں شامل کرلی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰۴) سڑک سرکاری میں سے کچھ زمین مسجد میں شامل کرلی ہے یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۲۷ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر مسجد میں ضرورت ہو تو راستے میں سے کچھ زمین مسجد میں داخل کرنا جائز ہے جب کہ راستہ تنگ نہ ہوتا ہو؛ پس اس بناء پر صورت جواز کی بہ ضرورت ہوسکتی ہے، پس جو زمین داخل مسجد ہوگئی اس کو شامل رکھا جاوے۔ فقط

مسجد پر انگریز حکومت قبضہ کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰۵) ایک مسجد کو سرکار انگریزی نے اپنے قبضہ میں لاکر مکان محفوظ بنالیا ہے؛ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۷۶۴ھ)

الجواب: جو ایک دفعہ مسجد ہوگئی وہ ہمیشہ مسجد ہی کے حکم میں رہتی ہے، کسی کا قبضہ یا غلبہ وغیرہ اس کی مسجدیت کو باطل نہیں کرسکتا؛ پس صورت مسئولہ میں مسجد پر انگریزوں کی ملکیت ثابت نہیں ہوسکتی، وہ بہ دستور مسجد ہے اس پر تمام وہی احکام جاری ہوں گے جو مسجد پر ہوتے ہیں۔

مسجد کے نام خرید کردہ زمین کے درمیان گلی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰۶)...... (الف) مسجد کے لیے جو زمین خریدی جاوے گی، اس کے درمیان ایک گلیارہ ہے، اس کو مسجد کے اندر داخل کرلیا جاوے یا نہیں؟

(ب) اگر اس کے داخل کرنے کی اجازت لی جائے تو کس سے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۹۶۲ھ)

الجواب: (الف، ب) اگر وہ گلیارہ اس مسجد اور اس مکان والے کا ہے کہ جس مکان کو مسجد کے لیے خریدا جاتا ہے؛ تو اس کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے، لیکن بہ خوف اس کے کہ میونسپلٹی کی طرف سے کوئی دعوی نہ ہو میونسپلٹی سے اجازت حاصل کرلینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھر کے صحن میں جو چبوترا نماز کے لیے خاص کر دیا گیا ہے اس کا حکم

سوال: (۳۰۷) ایک چبوترا صحن مکان میں نماز کے واسطے مخصوص کر دیا تھا، جس میں مدتوں نماز با جماعت ہوتی رہی، اور لفظ مسجد کا اطلاق بھی اس پر ہوتا رہا، اب اس کی نگرانی اور خبر گیری نہیں ہوتی، نہ کوئی اس میں نماز پڑھتا ہے؛ کیا اس کو مسمار کر کے داخل مکان کر لینا جائز ہے؟ (۱۳۴۱/۱۱۴ھ)

الجواب: جب کہ اس پر اطلاق لفظ مسجد کا بانی اور مالک مکان نے کیا، اور نماز باجماعت اور بلا جماعت اس میں ہوتی رہی؛ تو وہ قول مفتی بہ کے موافق مسجد ہوگئی، اب اس کو داخل مکان کرنا اور حکم مسجد اس سے علیحدہ کرنا درست نہیں ہے۔

گھر کے کونے میں بنائی گئی مسجد کا شرعی حکم

سوال: (۳۰۸) جو مسجد کہ کسی شخص نے اپنے گوشۂ مکان میں بنوائی ہے، اور گو شارع عام پر اس مسجد کا کوئی خاص دروازہ نہیں ہے، تاہم صدر دروازہ مکان کا اوقات نماز میں کھول دیا جاتا ہے؛ تو کیا یہ مسجد شرعاً مسجد کا حکم رکھتی ہے یا مصلّٰی کا؟ (۱۳۳۷/۲۰۹۰ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: ففي النهر عن القنية جعل وسط داره مسجدًا وأذن للناس بالدخول والصلوة فيه إن شرط معه الطريق صار مسجدًا في قولهم جميعًا وإلا فلا عند أبي حنيفةؒ، وقالا: يصير مسجدًا ويصير الطريق من حقه من غير شرط الخ وفيه أيضًا وعلمت ارجحيته أي قول أبي يوسفؒ في الوقف والقضاء (۱) پس معلوم ہوا کہ مسجد مذکور بقول مفتی بہ مسجد شرعی ہے۔ فقط

گھر کے جس چبوترے پر گھر کے لوگ نماز پڑھتے تھے وہ شرعی مسجد نہیں

سوال: (۳۰۹) ایک شخص کا یہ بیان ہے کہ اس نے اندر مکان مسکونہ ایک چبوترا خام بنالیا تھا،

---

(۱) الشامي ۶/۴۲۶، ۴۲۷ کتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

اور اس پر اس گھر کے لوگ نماز پڑھا کرتے تھے آیا وہ چبوترا مسجد مانا جائے گا یا نہیں؟ (۱۰۰۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر اس کو وقف نہیں کیا اور باقاعدہ مسجد نہیں بنایا تو وہ مسجد نہیں ہوئی۔

بالائی منزل کو مسجد بنانے سے نیچے والی منزل بھی مسجد ہو جاتی ہے

سوال: (۳۱۰) زید نے ٹین کا دو منزلہ مکان بنا کر، اوپر کی منزل میں مسجد کے احکام جاری کر کے، باذن عام نماز پڑھنے لگا، اور منزل اسفل میں دنیا کے کاروبار کرتا ہے۔ یہ مسجد، شرعی مسجد ہے یا نہ؟ (۲۹۴۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو مسجد ہو جاتی ہے وہ اوپر سے نیچے تک مسجد ہو جاتی ہے، درمختار میں ہے: **و کرہ تحریمًا الوطئ فوقه الخ لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ و كذا إلى تحت الثرى ...... بقي لو جعل الواقف تحته بيتًا للخلاء هل يجوز كما في مسجد محلة الشحم في دمشق؟ لم أره صريحًا؛ نعم. سيأتي متنًا في كتاب الوقف أنه لو جعل تحته سردابًا لمصالحه جاز تأمل**(۱) (شامی ج:۱) فقط

گھیر میں مسجد بنائی مگر اس کا راستہ الگ نہیں کیا

سوال: (۳۱۱)...... (الف) بناء مسجد بغیر افراز طریق میں جو امام صاحب و صاحبینؒ کا اختلاف ہے اس میں اگر چہ بہ قول صاحب درمختار فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر بوجہ خاص ضرورت کسی وقت امام صاحب کے قول پر عمل کر لیا جاوے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

(ب) **جعل وسط داره مسجدًا** سے کیا مراد ہے؟ (۱۷۴۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں مفتی بہ واصح قول واوجہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے، لہٰذا مفتی کو اس سے عدول درست نہیں ہے **كما في الشامي: لكن في الفتح أن قول أبي يوسف أوجه عند المحققين الخ**(۲) اسی طرح متعدد جگہ اس کی تصریح ہے، پس اس کے خلاف پر فتویٰ نہ دینا چاہیے۔

---

(۱) الدر والشامی ۳۷۰/۲ کتاب الصلوۃ – مطلبٌ فی أحكام المسجد.

(۲) الشامی ۴۲۱/۲ کتاب الوقف. مطلبٌ فرق أبویوسف بین قوله موقوفة.

(ب) اور وسط دار سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنے گھر کے اندر مسجد بنائی یا کسی حصۂ دار کو مسجد بنادیا اور وقف کردیا تو وہ مسجد ہوجاتی ہے، اور راستہ اس کا خود بخود لازم ہوجاوے گا۔ فقط

باہمی رضامندی سے مشترکہ زمین کو مسجد بنانے کے بعد اس سے رجوع کرنا اور ملکیت کا دعوی کرنا صحیح نہیں

سوال: (۳۱۲) ایک جگہ مشترکہ دو بھائیوں کی ہے، ایک بھائی نے اپنے روپے سے اپنے بھائی کی اجازت سے مسجد بنائی، بعد تیار ہونے مسجد کے جب لوگ کچھ مدت نماز پڑھتے رہے تو دونوں بھائیوں میں کسی دوسرے معاملے میں لڑائی ہوئی، اب ایک بھائی بوجہ عداوت مسجد کو شہید کرنا چاہتا ہے، اس شخص کی ملکیت باقی ہے یا نہیں، اور اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ یہ شخص ملکیت کا دعوی کرتا ہے۔ (۲۳۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ مسجد؛ شرعی مسجد ہوگئی، دوسرے بھائی کی ملکیت سے بھی خارج ہوگئی؛ شہید کرنا اس مسجد کا یا دعوئ ملکیت کرنا اس مسجد میں اس بھائی کا باطل اور غیر مسموع ہے، اور بالفرض اگر وہ اس کو منہدم کردے تب بھی وہ مسجد مسجد ہونے سے نہ نکلے گی، وہ جگہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہوگئی، منہدم کرنے والا شخص فاسق اور عاصی ہوگا۔ فقط

مشترک زمین کو مسجد بنانے کے بعد کوئی شریک بیچ نہیں سکتا

سوال: (۳۱۳) دو آدمیوں نے مشترک زمین میں مسجد بنائی، بعد چندروز کے ایک شریک نے اپنے مکان کا حصہ مع اس حصۂ مسجد کے فروخت کردیا، اور زمین مسجد کا حصہ ہندو کے پاس چلا گیا؛ مسجد کی زمین کو بیچنا درست ہے یا نہیں؟ (۶۹۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد کی زمین فروخت نہیں ہوسکتی، اور ہندو کی ملک میں نہ آئے گی، نماز اس میں پڑھنا چاہیے وہ مسجد ہمیشہ مسجد رہے گی۔

بعض شرکاء نے مشترکہ زمین مسجد یا مدرسے کے لیے وقف کردی، یہ وقف جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۴) ایک قطعۂ اراضی بطور شاملات دیہہ ایک گاؤں کا مشترکہ ملکیت ہے جس میں سیکڑوں مالک وحصہ دار ہیں، بہت نابالغ، یتامی، بیوگان بھی اس میں شامل ہیں، چھ سات آدمیوں نے من جملہ مالکان کے اس مشترکہ اراضی کو ایک مسجد اور مدرسے کے لیے وقف کردیا ہے، اس کے ایک حصے میں مدرسے کے مصارف کے لیے دکانیں تیار کی ہیں؛ آیا یہ وقف جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۷۷۴ھ)

الجواب: ایسا وقف جائز نہیں ہوتا، اور وہ مسجد مسجد شرعی نہ ہوگی، اور وہ دکانیں بھی وقف نہ ہوں گی۔ فقط

بعض حصہ داروں کی اجازت کے بغیر مشترکہ زمین میں مسجد بنانا

سوال: (۳۱۵) ایک نشست گاہ مشترکہ بہت حصہ دار قلیل وکثیر کی ہے، بعض بعض شخصوں نے دستخط خوشی سے کردیے اور اجازت مسجد بننے کی دی، اور دو ایک آدمی راضی نہیں ہیں، اور نابالغ بھی ہیں، ان کے ولی اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص حصہ دار قلیل حصہ کا راضی نہ ہو مسجد بنانا اس میں درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۲۰ھ)

الجواب: اگر کوئی حصہ دار اجازت نہ دے، اور راضی نہ ہو یا بعض حصہ دار نابالغ ہیں تو مسجد بنانا اس مشترکہ زمین میں درست نہیں ہے، اور وہ مسجد نہ ہوگی کذا فی الشامی کتاب الوقف (۱)

مالک زمین کی اجازت کے بغیر بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۳۱۶) زید ایک مکان اور اراضی کا مالک ہے، اور زید نے اس مکان میں اپنے نوکروں

---

(۱) والخلاف فيما يقبل القسمة، أما ما لا يقبلها ...... فيجوز إتفاقًا إلا في المسجد و المقبرة لأن بقاء الشركة يمنع الخلوص لله تعالى (الشامي ۶/۴۱۸ مطلبٌ: شروط الوقف على قولهما) وإليه أشار بقوله " كما قدمناه من أن المسجد لو كان مشاعًا لا يصح إجماعًا (الشامي ۶/۴۲۶ كتاب الوقف. مطلبٌ في أحكام المسجد)

کو واسطے حفاظت کے، اور انتظام کے رکھ دیا تھا، ان نوکروں میں سے چار پانچ نوکروں نے بلا اجازت زید کے ایک چبوترا خام نماز کے لیے بنالیا، اس دوران میں زید نے نوکروں کی تبدیلیاں بھی کیں؛ آخر میں جونوکر آئے ان میں سے بعض نے اس کو پختہ کرلیا، اب زید اس کو توڑنا چاہتا ہے؛ کیا مسلمان منع کر سکتے ہیں؟ (۱۸۵۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کسی کی ملک کو کوئی دوسرا بلاامر مالک کے وقف نہیں کرسکتا، اور مسجد نہیں بنا سکتا؛ پس اگر درحقیقت مالک نے اس جگہ کو معبد نہ بنایا تھا تو وہ اس کو توڑ سکتا ہے، اور دیگر مسلمانوں کو کچھ حق اس کے روکنے کا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۱۷) ایک شخص نے دوسرے شخص کی زمین میں مسجد بنوادی، اس میں نماز بھی ہوتی ہے اب اس مسجد کو مالک زمین اکھڑوانا چاہتا ہے اس کو یہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دوسرے شخص کی زمین میں اس کی بلا اجازت مسجد بنوانا درست نہیں ہے، اور وہ مسجد نہیں ہوتی، مالک اگر اپنی زمین کو خالی کرائے، اور تعمیر کو منہدم کرائے تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۵۱۸) پندرہ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ زید نے عمر کو بہ ظاہر مالک و قابض دیکھ کر عمر کے مختار عام سے ایک قطعہ اراضی مکانات تعمیر کرنے کی نیت سے کرایہ سالانہ پر بہ تحریر دستاویز لے لیا، چنانچہ ایک جزو قطعہ اراضی میں چند مکانات تعمیر کرائے، اور ایک جزو اراضی میں مسجد تعمیر کرائی، مالک اراضی یا مختار عام سے کوئی اجازت صریح تعمیر مسجد کی نہیں لی گئی تھی، لیکن مسجد ان کے علم میں تعمیر ہوئی، اور تعمیر مسجد سے رضامندی ظاہر کی؛ ایسی مسجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے؟ (۸۸۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: کوئی جگہ مسجد اسی وقت ہوسکتی ہے کہ جب مالک زمین اس کو مسجد کے لیے وقف کرے، شامی میں ہے: أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا الخ (۱) پس اگر مالک زمین نے اس مسجد کی اراضی کو وقف کردیا ہے، یا اب کردے، یا یہ کہہ دے کہ "میں نے اس کو مسجد بنادیا، یا اس کو جائز رکھا" تو وہ مسجد ہوجاوے گی اور ثواب مسجد کا اس میں حاصل ہوگا، ویسے نماز تو ہر جگہ ہوجاتی ہے وہاں بھی نماز صحیح ہے لیکن مسجد ہونے کے لیے امور بالا میں سے کوئی امر ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الشامی ۴۱۰/۶ كتاب الوقف . شرائط الوقف .

ایک شریک نے مشترک زمین میں مسجد بنالی بعد میں دیگر شرکاء نے اجازت دے دی؛ تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۱۹)......(الف) ایک زمین جس کے مالک کئی شخص بالشراکتہ ہیں، ان میں سے ایک شریک نے بلا اذن شرکائے دیگر مسجد بنالی، اور قبل بن جانے کے کسی سے اجازت نہ لی، اور بعد تیار ہونے مسجد کے، سب شرکاء نے اذن دیا، اور بہ خوشی تمام شرکاء معہ اہل محلّہ کے نماز باجماعت ادا کرتے رہے تو یہ مسجد شرعاً مسجد ہوگئی یا نہیں؟

(ب) قال محمدؒ: إذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر ... يعود إلى ملك الواقف الخ (۱) اس روایت کے موافق اگر باہم قوم میں مخالفت ونزاع ہوجائے، اور مسجد مذکور کو اپنے تصرف میں لینا چاہیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۹۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) قوله: بإفراز مسجد، عبر بالإفراز لأنه لو كان مشاعًا لايصح إجماعًا الخ (۲) (شامی) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مشترک زمین میں مسجد نہیں ہوسکتی؛ لیکن دوسری روایت شامی کی "ولو أجاز المالك وقف فضولي جاز" (۳) صورت مسئولہ کے جواز پر دال ہے، لہٰذا مسجد مذکور بعد اجازت شرکاء مسجد شرعی ہوگئی۔

(ب) اس مسجد کو بہ صورت مذکورہ منتقل کرنا، اور اس مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا درست نہیں ہے لأن الفتوىٰ على تأبيد المسجد (شامی ۴۲۹/۶، کتاب الوقف) فقط

بلا اجازت کسی کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۳۲۰) زید کے مکان کے صحن میں اہل محلّہ نے زید کی غیبوبت میں بلا اجازت مسجد کی محراب بنائی ہے، اس طرح کہ امام مسجد کا سجدہ اس محراب مغصوبہ میں ہوتا ہے؛ اس سے نماز مکروہ ہوتی

(۱) البحر الرائق ۴۲۱/۵ كتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المساجد.
(۲) الشامي ۴۱۲/۶ كتاب الوقف – مطلبٌ: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع.
(۳) الشامي ۴۱۰/۶ كتاب الوقف – شرائط الوقف.

ہے یا نہیں؟ جب کہ زید سخت ناراض ہے۔ اور زید کے مکان کی طرف مسجد کے روشن دان کھول لیے ہیں: اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۴۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اصل حکم شرعی یہ ہے کہ بدون اجازت مالک کے کوئی زمین یا حصہ زمین کا اگر چہ قدر قلیل ہو بلا ضرورت شدیدہ داخل مسجد نہ کیا جاوے، جیسا کہ عبارت شامی سے واضح ہے **قوله**: وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف الخ (۱) اسی طرح کسی کے مکان کی طرف روشن دان مسجد کے بلا ضرورت نہ کھولے جاویں، جس سے اس کو تکلیف ہو کما ورد: لاضرر ولاضرار (۲) لیکن زید کو چاہیے کہ اب جب کہ اس کی قدر قلیل زمین داخل محراب مسجد کر لی گئی ہے تو وہ اس کی اجازت دیدے، ورنہ بہ صورت عدم اجازت اس کا تعنت اور سرکشی ظاہر ہوگی؛ کیوں کہ وہ زمین مسجد کی محراب کو توڑ کر خارج نہیں کی جا سکتی کہ اس میں مسجد کا بڑا نقصان ہے، اور ایسی صورت میں بعض روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسجد کو ضرورت ہو، اور تنگی ہو تو مسجد کے قریب کی زمین جبراً مسجد میں داخل کر لی جاوے، اور زبردستی مالک کو قیمت اس زمین کی دیدی جاوے۔ کما فی الدر المختار: تؤخذ أرض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرهًا درر وعمادية الخ (۳) پس زید کو چاہیے کہ قیمت لے کر یا بلا قیمت لینے کے اجازت اس کی دیدے، ورنہ بہ صورت جبراً بھی بہ قدر ضرورت زمین پڑوسی کی لے کر بہ قیمت مسجد میں داخل کی جا سکتی ہے؛ لہٰذا زید کو اس میں مخالفت نہ کرنی چاہیے اور بہ خوشی اجازت دے دینی چاہیے، اور بہ موجب اس روایت کے اس مسجد میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔ فقط

شرکاء کی اجازت کے بغیر مشترک درخت فروخت کر کے ان کی قیمت سے مسجد بنانا

سوال: (۳۲۱) شیعوں نے اپنے موضع میں شرکت کے درخت فروخت کر کے، ان کی قیمت

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف، شرائط الوقف.

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار (ابن ماجه ۲/۱۶۹ أبواب الأحكام. باب من بنى في حقه ما يضر جاره)

(۳) الدر مع الشامی ۶/۴۵۱ کتاب الوقف – قبل مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه.

سے مسجد بنائی، درختوں کے شریک شیعہ وسنی اور ہنود ونابالغ تھے، ان تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر فروخت کر کے (ان کی) قیمت سے مسجد بنائی، اس موضع میں، میں بھی شریک ہوں، مہینے دو مہینے میں؛ میں بھی لگان وصول کرنے جاتا ہوں تو اس مسجد میں میری اور سنیوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ یا دوسرے موضع میں نماز کو جانا چاہیے، اور رات کو شیعہ کی بستی میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۰۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہ مسجد مسجد شرعی نہیں ہے، اس میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد کا نہیں ملے گا، اور نماز ادا ہو جائے گی، اور دوسرے موضع میں نماز کے لیے جانا ضروری نہیں ہے، اور جس موضع میں شیعہ رہتے ہیں وہاں رات کو رہنا جائز ہے۔

مشترکہ زمین میں شرکاء کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا

سوال: (۳۲۲) مختصر مشترکہ زمین میں بلا اجازت شرکاء مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۷۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: خلاصہ جواب یہ ہے کہ مشترکہ زمین میں بلا اجازت سب شرکاء کے مسجد بنانا جائز نہیں ہے، اگر بنائی جائے گی تو وہ شرعی مسجد نہ ہوگی، اور ثواب مسجد کا اس میں نہ ملے گا، اگر چہ نماز ہو جائے گی۔

اکثر شرکاء کی اجازت سے مشترک زمین میں تعمیر شدہ مسجد کا حکم

سوال: (۳۲۳) زید نے زمین مشترکہ میں بعد حصول رضا مندی شرکاء مسجد تعمیر کرائی، خالد اور بکر نے رنجش باہمی سے بعد دے دینے رضا مندی کے برہم ہو کر، دو تین نابالغوں کی جانب سے عذر کیا ہے، مگر نہ تو نابالغ کچھ عذر کرتے ہیں، نہ ان کے ولی نے اس وقت تک کسی جلسے میں استدعاء اس امر کی نسبت کی ہے؛ لیکن جن لوگوں نے جمیع اہل اسلام کی موجودگی میں رضا مندی دی ہے، انھوں نے بہ وجہ عناد باہمی کے یہ کارروائی کرائی ہے، حالاں کہ زید نے زمین مشترک کے تخمیناً نصف حصے میں مسجد تعمیر کرائی ہے، باقی زمین افتادہ حق نابالغان کا خیال کر کے چھوڑ دی ہے، جس سے نماز میں اور تعمیر مسجد میں خلل نہ ہو، اور حق نابالغان کا زائد سے زائد ایک روپیہ میں ایک آنہ ہوگا، لیکن بہ وجہ نفسانیت کے یہ جھگڑا کرتے ہیں، ایسی حالت میں مسجد حکم مسجد رکھتی ہے یا نہیں؟ نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ مشترک زمین میں جس میں جملہ شرکاء اجازت نہ دیں،

یا بعض نابالغ ہوں جن کی اجازت شرعاً معتبر نہیں ہے، جب تک اس زمین کو تقسیم کر کے، اجازت دینے والوں کا حصہ علیحدہ نہ کیا جاوے، اس وقت تک مسجد بنانا اس میں صحیح نہیں ہے، اور اب جب کہ مسجد اکثر شرکاء کی اجازت سے تعمیر ہو چکی ہے تو اس کے جواز کی یہ صورت ہے کہ جو شرکاء راضی نہیں ہیں، یا جو نابالغ ہیں ان کا حصہ اس زمین باقی ماندہ میں بہ رضائے شرکاء و اولیاء صغار علیحدہ کر دیا جاوے، بعد تقسیم کے جن شرکاء کا حصہ مسجد میں آیا ہے، وہ اس کو وقف کر دیں، اور مسجد کے نام سے موسوم کر دیں۔ فقط

مسجد سے متصل مکان کو جبراً مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۳۲۴) ایک مسجد میں جگہ بہت کم ہے، ایک مکان اس مسجد سے ملا ہوا ہے؛ اس کو مسجد میں جبراً شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۷/۹۴ھ)

الجواب: دوسرے شخص کا مکان بدون اس کی اجازت کے مسجد میں داخل کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس شخص مالک مکان کو مناسب ہے کہ اگر مسجد میں تنگی ہے، اور اس شخص کے پاس زمین اس کی حاجت سے زیادہ ہے تو وہ مفت یا بہ قیمت زمین بہ قدر ضرورت مسجد میں دے دے۔ فقط

خاص راستے کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۳۲۵) ایک جگہ جامع مسجد و مکان امام مسجد و مکان برادر و ہمشیرہ زادہ امام واقع ہے، اور ایک قبرستان بھی قدیم سے مورثان امام کا اسی جگہ میں واقع ہے، اور راستہ ہر سہ مکانات و قبرستان و نمازیان مسجد کا سامنے دروازہ شمالی حویلی امام کے مابین حد قبرستان و فصیل مسجد کے جانب شمال کو واقع ہے، اس شان سے کہ چاہ مسجد تک صرف مکانات مذکورہ کا راستہ ہے، اور چاہ کے بعد قبرستان و مکانات امام وغیرہ و مسجد کا راستہ اسی جانب شمالی کو واقع ہے، اور مکانات مذکورہ کی آمد و شد بہلی (بیل) گاڑی کا بھی اب یہی راستہ ہے؛ الغرض ایک راستہ سب کا ہے؛ اب زمین داران شہر نے اس راستۂ مذکورہ سے بہ غرض داخل کرنے مسجد کے ایک حد ایسی قائم کی ہے کہ راستہ گاڑی بہلی مکانات مذکورہ کا محاذی پکا خانہ خس و پوس مقبوضہ امام و مورثان امام بالکل نہیں رہا، اور یہ حد زمین داران نے بلا اجازت مالکان مکانات مذکورہ کے خود قائم کی ہے، اور یہ چاہتے ہیں کہ پکا مکان مذکورہ کو توڑ کر راستہ گاڑی بہلی مکانات مذکورہ کا

کردیں، اور مالکان مکان اس راستے کی کسی چیز کو بھی مسجد میں داخل کرنا نہیں چاہتے، اور پکا مکان مقبوضہ کو توڑ کر راستہ گاڑی بہلی کا کرنا نہیں چاہتے؛ اس صورت میں بلا اجازت اس راستے میں سے مسجد میں داخل کرنا اور مکان مقبوضہ امام کو توڑ کر راستہ آمد وشد گاڑی کردینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور واضح رہے کہ مسجد میں کچھ تنگی اور ضرورت توسیع کی نہیں ہے، دو درجے اس کے مسقف ہیں، اور فرش میں آٹھ صف کے بہ قدر وسعت ہے جو جمعہ کو بھی پورا نہیں بھرتا۔ فقط (۱۳۳۵/۳۱ھ)

الجواب: اس صورت میں یہ جائز نہیں ہے کہ امام وغیرہ اہل مکانات کے راستے میں سے کچھ حصہ بھی بدون اہل مکانات کی اجازت کے مسجد میں داخل کیا جائے، راستے میں سے مسجد میں داخل کرنے کو جو فقہاء نے جائز لکھا ہے، اولاً وہ عام راستے کا حکم ہے نہ خاص راستے کا، ثانیاً اس کے مسجد میں داخل کرنے کے جواز کی دو شرط فقہاء نے لکھی ہیں ایک یہ ہے کہ مسجد میں تنگی ہو، دوسری یہ ہے کہ گذرنے والوں کا نقصان نہ ہو، اور صورت مسئولہ میں مسجد میں تنگی نہیں ہے اور راستہ والوں کا نقصان ہے، لہٰذا یہ تصرف زمین داران کا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **جعل شيء من الطريق مسجدًا لضيقه ولم يضر بالمارّين جاز لأنهما للمسلمين** (۱) ترجمہ: راستے میں سے کچھ مسجد میں لیا جائے مسجد کی تنگی کی وجہ سے اور راستے والوں کا کچھ ضرر نہ ہو، تو یہ جائز ہے، کیوں کہ راستہ اور مسجد دونوں مسلمانوں کے ہیں۔

اس پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: **قوله: لضيقه ولم يضر بالمارين أفاد أن الجواز مقيد بهذين الشرطين الخ** (۱) ترجمہ: راستے میں سے مسجد میں داخل کرنا ان دو شرطوں کے ساتھ مقید ہے، یعنی جو کہ اوپر مذکور ہوئیں ضیق مسجد اور عدم ضرر مارین۔

درمختار کی اس تعلیل سے **لأنهما للمسلمين** یہ بھی واضح ہوا کہ یہ عام راستے کا حکم ہے، اور خاص راستے میں تو ایسا تصرف بلا اجازت اہل طریق کسی حال میں درست ہی نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں دوسرے موقع پر فرمایا ہے: **لايجوز أن يتصرف بإحداث مطلقًا أضرّبهم أو لا إلا بإذنهم** (۲)

---

(۱) الدر والشامی ۶/۴۴۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فی جعل شيءٍ من المسجد طريقًا.

(۲) الدرمع الشامی ۱۰/۲۰۷–۲۰۸ کتاب الديات – باب مايحدثه الرجل في الطريق وغيره.

''نہیں جائز ہے راستہ خاص میں کوئی تصرف مطلقاً، مگر اہل طریق کی اجازت سے کل کو مضر ہو یا نہ ہو'' اور جب کہ معلوم ہوا کہ راستہ مذکور کا مسجد میں داخل کرنا درست نہیں ہے تو یہ غصب ہوگا، اور مسجد میں اگر زمین مغصوبہ داخل کی جائے تو اس جگہ مغصوبہ میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اور تصرف کرنے والے عاصی و آثم ہوں گے۔ فقط

کمپنی کے منیجر کی اجازت سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۳۲۶) ایک گاؤں کی مالک غیر مسلم کمپنی ہے، مالکوں کی جانب سے ایک منیجر صاحب مثل مالکوں کے کاروبار کرتے ہیں، چنانچہ عرصہ چالیس سال کا ہوا کہ وہاں کے مسلمانوں نے بغیر ادائیگی قیمت زمین، منیجر صاحب کی اجازت سے ایک پختہ چبوترا بغرض ادائیگی نماز بنایا تھا، کچھ عرصہ ہوا کہ مسلمانوں نے اس پختہ چبوترا اقدیم پر خام دیواریں بنا کر چھپر وغیرہ سے سایہ کرلیا ہے، اس کے بعد وہاں کے مسلمانوں پر فوجداری میں دعویٰ کیا گیا تھا جو خارج ہوگیا؛ اس چبوترے پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۱۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ منیجر صاحب کی اجازت سے وہ مسجد بنائی گئی، اور چالیس سال سے اس مسجد میں نماز پڑھی جارہی ہے تو وہ مسجد ہوگئی؛ کیونکہ جب منیجر صاحب کو مالکانہ اختیار دیے گئے ہیں تو جس طرح اصل مالک کی اجازت سے مسجد ہو جاتی ہے اسی طرح منیجر صاحب کی اجازت سے بھی مسجد ہوگئی۔ فقط

مقبوضہ زمین میں مسجد بنانا

سوال: (۳۲۷) موضع ''کھوجیرا'' میں قصاب، جلاہا، جھوجہ وغیرہ غریب اقوام اہل سنت والجماعت آباد ہیں، زمین داری اہل تشیع کی ہے، اور جملہ مساجد اہل تشیع کی ہیں؛ ایام قدیم سے اہل سنت بھی ان ہی مساجد میں نماز ادا کرتے تھے؛ اب کچھ عرصے سے مساوات کا برتاؤ اخلاق اسلامی سے گر چکا ہے، اور نوجوان سیدان کو بہ نظر تمسخر دیکھتے ہیں، اور اہل تشیع بہ حیثیت زمین داری نہ علیحدہ قیمتاً جگہ دینے پر رضامند ہیں اور نہ موجودہ مکانات رہائش میں سے کسی ایک مکان کو مسجد بنا لینے کی اجازت دیتے ہیں — مکانات

مسکونہ اہل سنت کی یہ حالت ہے کہ بعض مکانات کے لیے ان کے آباء واجداد نے معاوضہ ادا کرکے زمین حاصل کی تھی، بعض نے بطور رعایا سکونت پذیر ہونا قبول کرکے زمین حاصل کی، اور مکان تیار کرلیا؛ بعض حضرات نے کچھ اراضی قیمۃً حاصل کی اور کچھ پر بہ حیثیت حصہ دار قابض ہوگئے؛ تو اس قسم کی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۱/۲۷۹۱-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں اہل سنت والجماعت اپنی اراضی مسکونہ ومقبوضہ میں سے کسی حصے کو مسجد کرسکتے ہیں، اوراس میں مسجد بنا سکتے ہیں۔ كما في الشامي: **ذكر في البحر: أن مفاد كلام الحاوي اشتراط كون أرض المسجد ملكًا للباني اهـ لكن ذكر الطرسوسيّ جوازه على الأرض المستاجرة أخذًا من جواز وقف البناء الخ** (۱) پس اس روایت ثانیہ سے —— جس کو علامہ طرسوسی نے ذکر کیا ہے —— اراضی مذکورہ میں مسجد بنانے کا جواز ثابت ہے، اور بہ ضرورت مذکورہ اس پر عمل کرنا درست ہے؛ بلکہ ضروری ہے۔

کسی کی زمین میں زبردستی مسجد بنانا

سوال: (۳۲۸) اہل محلہ نے جبرا بغیر قیمت زید کی زمین میں مسجد بنالی، حالانکہ زید نے ہر چند منع کیا؛ ایسی زمین ومسجد کا شرعا کیا حکم ہے؟ (۶۱۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: شرعًا وہ زمین وقف نہیں ہوئی ہے، اور مسجد نہیں ہوئی، اورنماز پڑھنا اس میں مکروہ ہے كما في أرض الغصب. فقط

مالکوں کی رضامندی کے بغیر ان کے کنویں کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۳۲۹) محلہ شاہ بہلول سہارنپور میں ایک مسجد معماران وصابون گران واقع ہے، اس کو وسیع کرنے کی غرض سے بلا رضا واجازت مالکان کے ان کا کنواں جو علاوہ کنویں مسجد کے اور بیرون مسجد، اور صابون گران کا مقبوضہ مملوکہ ہے، جبرًا مسجد میں شامل کرلیا ہے؛ یہ فعل ان کا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائے مغصوبہ پر نماز بلا کراہت جائز ہوگی یا نہیں؟ اور صابون گران نے بہ وجہ رفع فساد دوسری مسجد بنانے کے لیے جگہ تجویز کرلی ہے یہ کیسا ہے؟ (۱۳۶۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) الشامي ۶/۴۲۶ كتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

الجواب: بدون رضامندی واجازت مالکان چاہ کے، اس چاہ کو مسجد میں شامل کرنا اور داخل کرنا جائز نہیں ہے، اور اس جگہ پر نماز مکروہ ہوگی درمختار میں ہے: وکذا تکرہ فی أماکن کفوق کعبة ...... و أرض مغصوبة الخ (۱) اور جب تک مالکان چاہ اجازت نہ دیں گے اس وقت تک وہ جگہ داخل مسجد نہ ہوگی، اور رفع فساد وفتنہ کی وجہ سے صابون گروں کو دوسری مسجد بنانا، اور پہلی مسجد میں نماز چھوڑنا، اور دوسری مسجد جدید میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ جب دوسری مسجد بہ غرض رفع فساد اور نیک نیتی کے ساتھ بنانا جائز ہے اور بہ سبب ارشاد: من بنی للّٰه مسجدًا بنی اللّٰه له بیتًا فی الجنة (الحدیث) (۲) أو کما قال صلی اللّٰه علیه وسلم موجب اجر وثواب ہے؛ تو آباد رکھنا اس کا اور نماز پڑھنا اس میں بھی ضروری ہے قال علیه الصلاة والسلام إنما الأعمال بالنیات وإنما لامرئ ما نوی الحدیث۔ (۳) فقط

دوسری مسجد بنانا کب درست ہے؟

سوال: (۳۳۰) ایک گاؤں کی آبادی قدیم سے متفرق ہے، اور اس میں ایک ہی مسجد ہے، اگر اس مسجد سے چند آدمی گاؤں کے علیحدہ ہوتے ہیں تو وہ مسجد غیر آباد رہتی ہے، کیوں کہ گاؤں کی آبادی قلیل ہے، اب چند آدمی گاؤں مذکور کے باقی اہل دیہہ اور امام مسجد سے خلاف ہوکر دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں، ان کو منع کیا جائے یا نہیں؟ اگر نہ منع کیا جائے تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کا جس میں یہ آیا ہے کہ بعد فتوحات کے آپ نے ہر شہر میں مسجد بنانے کا حکم فرمایا، اور منع فرمایا بناء کرنے مسجد ثانی سے جو مضر ہو مسجد اول کو کیا جواب ہوگا؟ (۲۹۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بوجہ متفرق ہونے آبادی کے اور دوری کے اس مسجد میں آنے میں دقت ہو تو بنائے

(۱) الدر مع الشامی ۴۱/۲ کتاب الصلوة – مطلبٌ فی الصلوة فی الأرض المغصوبة.

(۲) عن عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من بنی للّٰه مسجدًا بنی اللّٰه له بیتًا فی الجنة (مشکاة المصابیح ص:۶۸ باب المساجد ومواضع الصلوة)

(۳) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقول: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: إنما الأعمال بالنیات، وإنما لامرئ ما نوی ؛ فمن کانت هجرته إلی دنیا یُصیبُهَا أو إلی امرءة ینکحها؛ فهجرته إلی ما هاجر إلیه (صحیح البخاری ۲/۱ باب کیف کان بدء الوحی)

مسجد ثانی بلاشبہ درست ہے، اور اثر حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت صرف بہ غرض اضرار مسجد اول مسجد ثانی نہ بنائی جائے، اور جب کہ کوئی ضرورت ہو اور غرض بانیین کی اور نیت ان کی اضرار مسجد اول کی نہ ہو تو پھر جواز، بلکہ ثواب کے حاصل ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے بقوله تعالیٰ: إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الاية (١) وإنَّمَا الأعمال بالنيات وإنما لامرئ مانوى (٢) فقط

مسجد منہدم ہوجائے تو دوسری جگہ نئی مسجد بنانا کیسا ہے؟

سوال: (۳۳۱)......(الف) زمین وقف[illegible] مسجد ہے جو آبادی سے فاصلے پر واقع ہے، برسات میں منہدم ہوگئی، اب زمین موقوفہ کے دوسرے قطعے پر جہاں آبادی ہے تعمیر مسجد کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اور منہدمہ مسجد کی اینٹ وغیرہ اس میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) منہدمہ مسجد کے قطعے پر وقف کی آمدنی کے خیال سے باغ کاشت بندوبست کرنا چاہیے یا ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیے؟ (۱۵۴۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں دوسری مسجد کا بنانا جائز ہے، اور پہلی مسجد کا سامان بھی اس میں لگایا جاسکتا ہے۔ کذا حققه العلامة الشامي وبسط فيه: فقد ذكر في التتار خانية وغيرها جواز نقلها الخ والذي ينبغي متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض كما افتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني وكفى بهما قدوةً ولا سيما في زماننا الخ (٣) اور البحر الرائق میں ہے: وهكذا نقل عن الشيخ الإمام الحلواني في المسجد والحوض إذا خرب ولايحتاج إليه لتفرق الناس عنه أنه تصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر (۴)

---

(۱) سورۂ توبہ، آیت: ۱۸۔

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى؛ فمن كانت هجرته إلى دنيا يُصِيبُهَا أو إلى امرءة ينكحها؛ فهجرته إلى ماهاجر إليه (صحيح البخاري ۲/۱ باب كيف كان بدء الوحي)

(۳) الشامي ۶/۴۳۰ كتاب الوقف – مطلبٌ في نقل أنقاض المسجد ونحوه.

(۴) البحر الرائق ۵/۶۲۲ كتاب الوقف – فصل في أحكام المساجد.

(ب) لہٰذا مسجد قدیم کی بھی حفاظت ضروری ہے، اوراس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، اس کا منہدم کرنا جائز نہیں کیونکہ ایک مرتبہ جو مسجد ہو چکی ہے قیام قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ کما في البحر: (۱) فعلی قول أبي يوسف هو مسجد أبدًا إلى قيام الساعة، وفي المجتبى: وأكثر المشايخ على قول أبي يوسف ورجح في فتح القدير قول أبي يوسف الخ اورشامی میں ہے إن الفتوى على قول أبي يوسف في تأبيد المسجد انتهى ملخصًا (۲) فقط

غیر آباد علاقے کی مسجد کو محفوظ کر کے نئی مسجد بنانا

سوال: (۳۳۲) ایک موضع میں ایک مسجد خام آبادی میں واقع تھی، اب اس مسجد کے گردونواح سے مسلمان منتقل ہو کے، آبادی ہٹ گئی ہے، اور عرصہ سے مسجد ویران ہے، اور آبادی کی امید آئندہ کو بھی نہیں ہے، اب ـــ بفضلہ تعالیٰ ـــ اہل اسلام میں سے ایک صاحب مسجد پختہ جدید بنانا چاہتے ہیں تو اب اس مسجد کو پختہ کیا جائے یا اس کو کسی طرح سے محفوظ کر کے آبادی کے اندر دوسری مسجد پختہ بنائی جاوے، جس سے مسلمانوں کو وہاں پہنچنے میں سہولت ہو؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۹۲ھ)

الجواب: یہی مناسب ہے کہ اس مسجد غیر آباد کو محفوظ کر دیا جائے، اور دوسری جدید مسجد مسلمانوں کی آبادی میں تعمیر کی جائے، جس سے مسلمانوں کو نماز پڑھنے و جماعت کرنے میں سہولت ہو۔

بہ ضرورت دوسری مسجد بنا کر پہلی مسجد کو عیدگاہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۳) ایک مسجد لب تالاب واقع ہے، بارش میں اس میں پانی بھر جاتا ہے، وہاں نماز کوئی آدمی نہیں پڑھ سکتا؛ ایسی حالت میں دوسری جگہ مسجد قائم کرنا، اور مسجد مذکورہ کو عیدگاہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۹۸ھ)

الجواب: اس ضرورت کی وجہ سے دوسری جگہ مسجد قائم کرنا درست ہے، مگر وہ پہلی مسجد بھی مسجد رہے گی، اس کی حفاظت ضروری ہے، اور اگر دوسری نمازیں اس میں نہ ہوسکیں تو عیدین کی ہی نماز اس میں پڑھا کریں، بہر حال وہ مسجد رہے گی، اور مسجد ہونا نماز عیدین کے لیے مانع نہیں ہے۔

---

(۱) البحر الرائق ۴۲۱/۵ كتاب الوقف – فصل في أحكام المساجد.

(۲) الشامي ۴۲۹/۶ كتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

نئی تعمیر کے وقت پرانی مسجد کی جگہ قصداً چھوڑ دینا

سوال: (۳۳۴)...... (الف) مسجد کو شہید کر کے از سرِ نو بنوانا ہے مسجد جدید کو اگر کسی جانب بنا کر اگر بنوایا جائے تو مسجد قدیم کو فوراً شہید کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، اور تا تیاری مسجد جدید مصلیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی؛ ایسی صورت میں مسجد قدیم کا کچھ حصہ چھوڑ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ حصہ مسجد کا حکم رکھے گا یا نہیں؟ یعنی جنبی وغیرہ کا جانا اس میں درست ہوگا یا نہیں؟

(ب) اگر اس حصہ میں امام و مؤذن کے لیے حجرہ بنا دیا جائے یا مسافر خانہ تو درست ہے یا نہیں؟

(۵۴۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف، ب) مسئلہ یہ ہے کہ جو زمین ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد رہتی ہے **کما فی الشامی: لأن الفتویٰ علی تأبید المسجد** (۴۲۹/۶ کتاب الوقف) پس مسجد کا کوئی حصہ مسجد سے جدا نہیں ہو سکتا یعنی حکم اس کا مسجد کا ہی رہے گا، جنبی و حائضہ وغیرہ کو داخل ہونا اس میں درست نہیں ہے، اور حجرہ یا مسافر خانہ بنانا اس کا درست نہیں ہے۔

محلے والے پرانی مسجد توڑ کر نئی مسجد بنا سکتے ہیں

سوال: (۳۳۵) زید نے مسجد بنوا کر وقف کر دی، اب وہ مسجد شکستہ ہو گئی ہے، بکر اس کو از سرِ نو تعمیر کرانا چاہتا ہے، زید کے ورثاء مانع ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۵۲۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **وأما أهلها فلهم أن يهدموه و يجددوا بناء ه الخ** (۱) یعنی اہل مسجد و اہل محلّہ مسجد کہنہ کو منہدم کر کے از سرِ نو تعمیر کر سکتے ہیں، پس اگر بکر اہل محلّہ میں سے ہے تو زید کے ورثہ اس کو تعمیر مسجد سے نہیں روک سکتے۔ فقط

اجنبی شخص بہ غرض توسیع، مسجد کو گرا کر از سرِ نو تعمیر کرا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۶) ایک شخص نے باذن مالک زمین مسجد تعمیر کرائی تھی، بانی مسجد فوت ہو گیا، اس

(۱) الشامی ۴۲۷/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحكام المسجد.

وقت ایک اجنبی شخص ـــــ جو نہ بانی کے رشتے داروں میں سے ہے نہ مالک زمین ہے نہ اہل محلّہ سے ہے ـــــ چاہتا ہے کہ مسجد کو گرا کر بہ غرض توسیع، از سرِ نو تعمیر کرے؛ کیا مالک کے اذن سے مسجد کو جو ابھی تک بالکل نئی ہے بہ غرض توسیع از سرِ نو تعمیر کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۹۸/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ وہ شخص نہ بانی مسجد ہے اور نہ اس کے رشتے داروں میں سے اور نہ اہل محلّہ میں سے ہے تو اس کو یہ جائز نہیں ہے کہ بلا اذن بانی مسجد یا اہل محلّہ از سرِ نو تعمیر کرے، شامی میں ہے: وفي الطحطاوي عن الهندية: مسجد مبنی أراد رجل أن ینقضه و یبنیه أحکم لیس له ذلك لأنه لا ولایة له "مضمرات"، إلا أن یخاف أن ینهدم إن لم یهدم تتارخانیة وتأویله إن لم یکن البانی من أهل تلك المحلة وأما أهلها فلهم أن یهدموه و یجددوا بنائه الخ (۱) اور ظاہر اس عبارت کا یہ ہے کہ واقف زمین جو کہ بانی مسجد نہیں ہے اس کے اذن سے بھی ہدم مسجد و تجدید بناء درست نہیں ہے؛ کیوں کہ سوال سے معلوم ہوا کہ وہ تعمیر جدید ہے اس کے منہدم ہونے کا خوف نہیں ہے۔

مسجد کی توسیع کے درمیان کسی بزرگ کا مزار نکل آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۳۳۷) ایک مسجد کا چبوترا اس وقت کچھ تھوڑا معلوم ہوا، جس پر وہاں کے باشندگان کا ارادہ ہے کہ اس کو بڑھائیں۔ جگہ کافی ہے، مگر درمیان میں ایک بزرگ صاحب کا مزار ہے، اس کو کیا کرنا چاہیے، فرش کے ہموار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۰۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: پرانی قبر پر بناء وغیرہ اور اس کو برابر کر دینا درست ہے، پس اگر اس مسجد کو بڑھانا ہے تو اس قبر کو برابر فرش کے کر دیا جائے، اور کچھ نشان قبر کا نہ چھوڑا جائے؛ کیوں کہ قبر کے سامنے ہونے سے نماز مکروہ ہوگی۔

جو زمین مسجد میں داخل ہو چکی ہے اس کو مسجد سے خارج نہیں کر سکتے

سوال: (۳۳۸) اگر غلطی سے کوئی مسجد طویل بن جائے جو اہل محلّہ کی ضرورت سے بہت زائد ہو، علاوہ ازیں وہ چہار دیواری یا پنج دری ہو، اور اس کی تعمیر بھی بہت ناقص اور کمزور ہو، اور سمت بھی پورے

(۱) الشامی ۶/ ۴۲۷ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

طور پر قبلہ جانب نہ ہو؛ تو اس کے متولی بانی کو اس احاطے سے کم کر کے تین درکی مسجد بنانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور اس کو شہید کر کے از سرنو بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ جو حصہ موسوم بہ اندرون مسجد ہو گیا ہو اس میں ضرورت کے لحاظ سے تصرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ ضرورت مسجد کی تعمیر دوبارہ تو ہو سکتی ہے؛ مثلاً اگر پہلی تعمیر مستحکم نہ ہو تو اس کو منہدم کر کے اہل محلہ از سرِنو تعمیر مسجد بہ ہیئت مناسب کر سکتے ہیں، لیکن جو زمین داخل مسجد ہو چکی ہے اس کو مسجد سے خارج نہیں کر سکتے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مسقف حصے کو کچھ کم کر دیا جاوے، اور زائد کو غیر مسقف رکھ کر فرش مسجد میں داخل کیا جاوے؛ کیوں کہ مسجد کے ہر دو حصے مسقف و غیر مسقف مسجد ہونے میں برابر ہیں۔

ویران مسجد کی حفاظت کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے

سوال: (۳۳۹) ایک مسجد عرصہ قدیم سے وسط شہر میں قائم ہے، اور اس محلّہ میں جہاں یہ مسجد واقع ہے پہلے مسلمانوں کے مکانات تھے، مسلمان لوگ بوجہ غربت ان مکانوں کے فروخت کرنے پر مجبور ہوئے، بالآخر وہ سب مکانات ہندوؤں نے خرید لیے، اور مسجد ویران ہوگئی، اب سے پہلے عموماً لوگ باجماعت اس میں نماز ادا کرتے تھے، رفتہ رفتہ مسجد کی عمارت گرتی گئی، صرف تھل (اونچی زمین) کی صورت باقی رہ گئی، رہگذر کے لوگ تھل (اونچی زمین) پر نماز پڑھتے تھے، مگر اب ہندوؤں نے مزاحمت شروع کر دی ہے، اور اس میں خس وخاشاک بھی ڈالنے لگے، اور مسجد کے قریب ہی مندر بنالیا، مسلمانوں نے حکام سے درخواست کی، اس پر حکام نے مسجد کا احاطہ بند کرا دیا، ہندوؤں نے نجاسات سے اور اچھی طرح مسجد کو بھر دیا، الغرض مسجد کو قفل لگا دینے کا حکم حکام نے دیدیا اور قفل پڑ گیا، کیا حکمرانوں کو یہ حق ہے کہ ہندوؤں کی وجہ سے مسجد میں قفل پڑوا دیں، اگر مسلمان مسجد کو نہ بنائیں تو وہ گنہ گار ہوں گے یا نہ، اور مؤاخذہ ان کے ذمے ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۴۷-۴۴ھ)

الجواب: جب کہ اس مسجد کا قدیم سے مسجد ہونا محقق و مسلم ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حکام اس کے بنانے میں مانع ہوں؛ یہ امر شرعاً جائز نہیں ہے، اور مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ اس مسجد کی واگذاشت کے لیے حکام کی طرف رجوع کریں، اور عدالت سے چارہ جوئی کریں، اور باوجود استطاعت کے مسلمانوں کو اس میں کوتاہی کرنا ناجائز ہے، اور اس میں مؤاخذہ اخروی کا خوف ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ

للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا (۱) وفی کتب الفقہ إن الفتوی علی تأبید المسجد (۲) (شامی) یعنی جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوگئی وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے، ابقاء اس کا ضروری ہے، اور آباد رکھنا اس کا لازم ہے، اور علامت ایمان کی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ الآیۃ (۳) فقط

مسجد کی قدیم بناء میں تبدیلی کرنا

سوال: (۳۴۰) احمد پور شرقیہ میں ایک مسجد وسط بازار میں واقع ہے، حکام وقت نے مسجد کی قدیم بناء کو اس طرح بدلا ہے کہ مسجد کو نیچے سے خالی کر کے تین دکان بنائی ہیں، مسجد کی تین فٹ چوڑی اور دس فٹ لمبی زمین پاپوش اتارنے کے لیے چھوڑ دی گئی ہے؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اس مسجد میں نماز صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان مکانوں میں کرایہ دار بٹھانا کیسا ہے؟ (۱۵۰۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس قسم کے تصرفات کو بعد اتمام مسجد فقہاء نے ناجائز لکھا ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے کہ أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع..... فإذا كان هذا فی الواقف فكيف بغيره! (۴) (درمختار) اور نماز اس میں صحیح ہے، اور ان دکانوں میں کرایہ دار بٹھانا درست نہیں ہے۔ فقط

بغیر ثبوت کے مسجد کی زمین پر ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۴۱) ایک شخص نے دوسرے شخص سے اس کی مقبوضہ زمین خرید کر مسجد تعمیر کر کے وقف کی ہے، ایک دوسرا شخص دعوی کرتا ہے ''یہ زمین میری ہے'' مگر اس کے پاس کچھ ثبوت نہیں ہے، اور وہ مسجد کے انہدام کا دعویٰ کرتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۸۸۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ مدعی کے پاس کوئی ثبوت باقاعدہ ملکیت کا نہیں ہے، اور بانی مسجد نے اس زمین کو قابض سے خرید کر وقف کی ہے، اور مسجد تعمیر کی ہے تو وہ مسجد ہوگئی انہدام اس کا درست نہیں ہے

(۱) سورۂ جن، آیت: ۱۸۔

(۲) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

(۳) سورۂ توبہ، آیت: ۱۸۔

(۴) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۸ کتاب الوقف. مطلبٌ فی أحكام المسجد.

اور نماز اس میں صحیح ہے۔ فقط

مسجد کے بارے میں تکیہ داروں کا دعوئے ملکیت باطل ہے

سوال: (۳۴۲) ہمارے قصبہ میں ایک مسجد بہت پرانی ہے، اور وقف ہے، اور یہ جگہ موسوم بہ تکیہ ہے، اور جو لوگ فقیر تکیہ دار ہیں وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے، تکیہ داروں کے اس کہنے سے لوگوں نے اس مسجد میں اذان کہنا اور نماز پڑھنا بند کر دیا ہے، اور حقیقت میں وہ ملک تکیہ داروں کی نہیں ہے؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۷۳۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد اور مسجد کے متعلق جو زمین وقف ہے اس میں کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی، دعوئے ملکیت کرنا ان تکیہ داروں کا غلط اور باطل ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مسجد میں اذان کہنے اور نماز پڑھنے کا اہتمام رکھیں، تکیہ داروں کے اس کہہ دینے سے کہ یہ ہماری ملکیت ہے؟ اذان اور نماز اس میں ترک نہ کریں۔ فقط

بانی کی اولاد کا مسجد میں ملکیت کا دعویٰ کرنا باطل ہے

سوال: (۳۴۳) ایک شخص نے مسجد تعمیر کرائی تھی، بانی مسجد کا انتقال ہو گیا، ان کے پسر مسجد مذکور کے متعلق دعوئے ملکیت کرتے ہیں، حجرہ مسجد کو اپنے مکان میں شامل کرنا چاہتا ہے مسجد کی چہار دیواری ناتمام ہے، جس سے مسجد میں کتے وغیرہ آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد، مسجد ہی ہے ان کے دعوئے ملکیت کرنے سے وہ مسجد، مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوتی، دعوئے ملکیت اور تصرف اس کا باطل اور ناجائز ہے، مسلمان اہل محلہ چارہ جوئی کر کے اس شخص کو اس کے تصرفات ناجائزہ سے روکیں، اور مسجد کی چہار دیواری وغیرہ بنا دیں، اور حجرہ مسجد میں اس کا تصرف نہ ہونے دیں۔

مساجد اور مدارس موقوفہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں

سوال: (۳۴۴) مساجد و مدارس موقوفہ میں تملیک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی کوئی اس کا مالک بن سکتا ہے یا نہ؟ اگر کوئی جبراً تملیک کا دعوی کرے تو کیا حکم ہے؟ (۱۹۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب:قال في الدر المختار :وجعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني وهو ظاهر المذهب نهر الخ (۱) وفيه أيضًا: وما دام أحد يصلح للتولية من أقارب الواقف لايجعل المتولي من الأجانب الخ(۲) وفيه:الباني للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن في المختار إلاّ إذا عين القوم أصلح ممن عينه الباني الخ قوله: الباني أولى وكذا أولاده وعشيرته أولى من غيرهم (۳)(شامی۳/۴۱۴) وفي الدر المختار: وإذا تم ولزم لايُملَكُ وَلايُمَلَّك (۶/۴۲۱ کتاب الوقف)ان عبارات سے چند امور واضح ہوئے،ایک یہ کہ وقف کسی کی ملک نہیں رہتا؛ پس مساجد اور مدارس موقوفہ کسی کی ملک نہیں ہیں۔

عورت نے اپنا مکان مسجد کے نام وقف کر دیا تو اس میں اس کی اولاد کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

سوال:(۳۴۵) ایک مسماۃ بیوہ نے اپنا مکان مسجد کے نام وقف کر دیا،اس کی دو لڑکیاں ہیں، ان کا حصہ کس قدر ہوگا؟ مسجد مذکور میں آج کل تعمیر و مرمت ہو رہی ہے،روپے کی ضرورت ہے،متولی مکان موقوفہ مذکورہ کو فروخت کر کے اس میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟(۷۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب:اگر اس بیوہ نے مکان مذکور اپنی صحت میں وقف کیا ہے تو وہ کل مکان مسجد پر وقف ہو گیا، اس میں لڑکیوں کا حصہ کچھ نہیں رہا،اور اگر بہ حالت مرض الموت وقف کیا ہے تو ایک تہائی وقف ہوا، اور دو تہائی اس کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیوں کو بہ حصہ مساوی ملے گا،بہ شرطیکہ اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو، اور اگر واقفہ نے بوقت وقف اس مکان موقوفہ کی بیع کی اور مسجد میں اس کی قیمت کے صرف کرنے کی اجازت نہیں دی تھی،تو اس کا فروخت کرنا،اور اس کی قیمت کا مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔

مسجد کی زمین کو دوبارہ ملک میں لانے کی کوئی صورت نہیں

سوال:(۳۴۶)زمین مسجد کو دوبارہ ملک میں لانے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟(۳۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) الدر المختار ۶/۴۵۱، ۴۵۲ كتاب الوقف – مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه .
(۲) الدر مع الرد ۶/۴۹۹ كتاب الوقف – مطلبٌ لا يجعل الناظر من غير أهل الوقف .
(۳) الدر والشامي ۶/۵۰۵ كتاب الوقف – قبل مطلبٌ في الوقف المنقطع الأول .

الجواب: جوجگہ حسب قاعدہ مسجد شرعی ہوگئی، یعنی زمین موقوفہ میں مسجد تعمیر ہوگئی، وہ ابدالآباد کے لیے مسجد ہوگئی، اس کے ملک میں آنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ قال فی الدر المختار: فإذا تم ولزم لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ (۱) وفيه أيضًا: ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلى قيام الساعة الخ (۲) فقط

نئی مسجد بنا کر پرانی مسجد کو مدرسہ بنانا

سوال: (۳۴۷) ایک موضع کے اندر ایک مسجد ہے، اور اطراف میں اس کے مکانات ہنود کے ہیں، لہٰذا بہ اتفاق مسلمانانِ موضع یہ رائے ٹھہری ہے کہ دوسری مسجد کنارہ بستی کے بنائی جاوے، اور مسجد سابق میں مدرسہ بنایا جاوے، مسجد سابق میں مدرسہ بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۰۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پہلی مسجد کو بھی مسجد رکھنا ضروری ہے، جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے، ابطال مسجدیت اس سے جائز نہیں ہے، پس اگر ضرورت کی وجہ سے دوسری مسجد بنائی جاوے تو یہ درست ہے؛ لیکن پہلی مسجد بھی مسجد رہے گی، آداب مسجد اس میں ہمیشہ کو قائم رہیں گے۔

مسجد کی زائد پڑی ہوئی زمین میں مدرسہ بنانا

سوال: (۳۴۸) ایک مسجد ہے، اس کے قریب ایک زمین مسجد کی زائد پڑی ہوئی ہے؛ اب اس بستی کے لوگ ایک مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، اور سب اقرار کرتے ہیں کہ فی الحال ایک مدرسہ اس زمین زائد میں بنالیا جائے، جس وقت مسجد کو ضرورت زمین ہوگی فوراً چھوڑ دیا جائے گا؛ اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ اس زمین میں مدرسہ بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ (۲۱۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو زمین مسجد کی ہے اس میں مدرسہ وغیرہ بنانا درست نہیں ہے۔ کما صرح الفقهاء: ن مراعاة غرض الواقفين واجبة (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۴۹) مسجد کے متصل بہ جانب قطب، مسجد کی زمین؛ یعنی ملک مسجد واقع ہے، اگر اس زمین

(۱) تنوير الأبصار مع الشامي ۶/۴۲۱ كتاب الوقف - مطلبٌ مهم: فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ
(۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۲۹ كتاب الوقف - مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.
(۳) الشامي ۶/۵۲۱ كتاب الوقف - مطلبٌ مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ.

میں ایسا مدرسہ تعمیر کیا جاوے جس میں علاوہ دینیات کے انگریزی وغیرہ بھی پڑھائی جاوے گی، مسجد میں نہایت شوروغل رہے گا یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مسجد کی مملوکہ وموقوفہ زمین میں بلا شرط واقف ایسا مدرسہ تعمیر کرنا درست نہیں ہے كما هو مذكور في عامة كتب الفقه: شرط الواقف كنص الشارع، مراعاة غرض الواقفين واجبة (درمختار وغیرہ) فقط

سوال: (۳۵۰) اگر کسی اراضی کو مسجد کے لیے وقف کیا ہو تو پھر واقف یا غیر واقف اس جگہ میں مدرسہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نہیں بنا سکتا۔ قال في الشامي: وفي الإسعاف: ولايجوز له أن يفعل إلّا ما شرط وقت العقد (۱) وفيه: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ (۲) وفي الدرالمختار شرط الواقف كنص الشارع الخ (۳)

مسجد کی حدود میں واقع مدرسے کا حکم

سوال: (۳۵۱) وہ مدرسہ یا مکان جو حدود مسجد میں ہو، وہ مسجد کے حکم میں ہے یا خارج ہے، اور اس کی مرمت آمدنی مسجد سے ہو سکتی ہے؟ (۱۴۸۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ وغیرہ حکم مسجد میں نہیں ہے، اور آداب مسجد اس کے لیے ثابت نہیں ہیں، اور مسجد کی آمدنی اس میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔

مسجد کو ویران کر کے قبرستان بنانا جائز نہیں

سوال: (۳۵۲) اگر کوئی قوم اپنی مسجد کو ویران کر کے، اس کو قبرستان بنادے، اور دوسری مسجد بناء کرے؛ کیا ان کے ویران کرنے سے مسجد قدیم کی حرمت باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اور دفن اموات اس جگہ جائز ہے یا نہیں؟ اور جو معتقدین رفع حرمت مسجد قدیم اور جواز دفن اموات ہیں، وہ شرعاً فاسق ہیں

(۱) الشامي ۶/۵۳۷ كتاب الوقف – مطلبٌ: لا يجوز الرجوع عن الشروط.
(۲) الشامي ۶/۵۲۱ كتاب الوقف.
(۳) الشامي ۶/۵۰۸ كتاب الوقف.

یا نہیں؟ (۲۱۶۲/۳۲-۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو جگہ ایک دفعہ حسب قاعدہ مسجد ہوگئی وہ ابد الآباد کے لیے مسجد ہوگئی، اس کی مسجدیت کا ابطال نہیں ہوسکتا، اور مسجد قدیم کی حرمت میں اس تبدیلی سے کوئی فرق نہیں آتا، مسجدیت اس کی بہ حال ہے، اور ان کے ویران کرنے سے اس میں دفن اموات جائز نہیں ہے، اور جو لوگ باوجود علم کے ایسا کریں وہ فاسق ہیں۔ قال فی الدر المختار: ولو خرب ماحوله و استغنی عنه یبقی مسجدًا عند الإمام و الثانی أبدًا إلی قیام الساعة وبه یفتی الخ أی ولو مع بقائه عامرا و کذا لو خرب ولیس له ما یعمر به و قد استغنی الناس عنه لبناء مسجد آخر (۱) (شامی) وبه علم أن الفتوی علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسف فی تأبید المسجد و المراد بآلات المسجد نحو القندیل والحصیر بخلاف انقاضه لما قدمنا عنه قریبا من أن الفتوی علی أن المسجد لا یعود میراثًا الخ (۱)

مسجد کی جگہ مسافر خانہ اور مسافر خانے کی جگہ مسجد بنانا

سوال: (۳۵۳) ایک زمین موقوفہ میں ایک مسجد، اور مسافر خانہ، دس بارہ گز کے فاصلے سے بنے ہوئے ہیں، دونوں جگہ زمین نمناک ہے، بارش کے موسم میں گندہ پانی آکر مسجد کے نیچے ٹھہرتا ہے، اس باعث سے ایک عورت اس مسجد کو پختہ بنانے کی وصیت کر کے انتقال کر گئی، ایک شخص اس کی طرف سے تعمیر مسجد پر تیار ہے، محلّہ والے کہتے ہیں کہ مسجد کی جگہ مسافر خانہ اور مسافر خانے کی جگہ مسجد بنائی جاوے، یہ تبدیلی جائز ہے یا نہیں؟ اگر محلے والے یہاں مسجد نہ بنانے دیں تو اس روپے کو دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵۲۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ تبدیلی شرعًا جائز نہیں ہے؛ جیسا کہ کتب فقہ، شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ مسجد کی تابید پر فتویٰ ہے؛ یعنی جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، ابطال اس کی مسجدیت کا کسی وقت اور کسی حال درست نہیں ہے، اور اگر محلے والے اس مسجد کو تعمیر نہ کرنے دیں تو اس روپے کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ فقط

(۱) الدر والرد ۶/ ۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره

احاطۂ مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں مسجد کو منتقل کرنا

سوال: (۳۵۴) شہر کے کنارے ایک مسجد خام ہے، اس کی عمارت کہنہ اور خراب ہوگئی ہے، لہٰذا از سر نو جدید عمارت کی ضرورت درپیش ہوئی، مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسجد کے احاطے ہی کے اندر شمالی جانب مسجد نقل کردی جائے، اور مسجد قدیم کی جگہ میں مسافر خانہ یا مصالح مسجد کے لیے مکانات بنانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: صحیح اور مفتی بہ یہ ہے کہ جو جگہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہے گی، انتقال اس کی مسجدیت کا صحیح نہیں ہے؛ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ جو پہلے مسجد تھی وہ مسجد نہ رہے، اور اس میں کوئی دوسرا مکان مصالح مسجد کے لیے یا مسافر خانہ یا دکانیں بنادیا جائے ایسا کرنا درست نہیں ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس مسجد کو بڑھادیا جائے؛ یعنی وہ بھی مسجد رہے جو پہلے سے ہے، اور اس میں کچھ اور زمین شامل کردی جائے، شامی میں ہے: وبه علم أن الفتویٰ علی قول محمد في آلات المسجد وعلی قول أبي یوسف في تأبید المسجد الخ(۱) وفي الدر المختار: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدًا عند الإمام والثاني أبدًا إلی قیام الساعة وبه یفتی وفي الشامي: وھو الفتویٰ حاوي القدسي وأکثر المشایخ علیه – مجتبیٰ وھو الأوجه – فتح. وفیه أیضًا: لکن علمت أن المفتیٰ به قول أبي یوسف (۱) فقط

مسجد یا کسی وقف کو بیچنا جائز نہیں

سوال: (۳۵۵) ایک مسجد اہل ہنود کے مکانوں کے بالکل متصل ہے، اور وہ لوگ گانا بجانا اکثر اوقات کرتے رہتے ہیں جس سے نماز میں بہت دقت ہوتی ہے، اور منع کرنے سے اندیشہ فساد کا رہتا ہے، مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مسجد مذکور کی تمام زمین اہل ہنود کو دے دیں، اور ان سے معاوضہ لے لیں، اور مسجد اپنے محلّہ کے درمیان میں بنالیں یہ امر شرعًا جائز ہے یا نہ؟ (۴۸۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد یا کسی وقف کی بیع کرنا شرعًا جائز نہیں، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جب وقف تام

---

(۱) الدر والرد ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیرہ.

ولازم ہوجاتا ہے تو پھر نہ اس پر کسی کی ملکیت رہتی ہے، نہ تملیک ہوسکتی ہے کما فی الدر المختار: فإذا تم ولزم لایملك الخ وفی الشامی: أی لایکون مملوکًا لصاحبه ولا یملك أی لایقبل التملیك لغیره بالبیع ونحوه الخ (۱) علی الخصوص مسجد کا معاملہ کہ اس کے متعلق صاف وصریح یہ حکم ہے کہ جو ایک مرتبہ مسجد ہوگئی دائما مسجد ہی رہتی ہے، کوئی بڑے سے بڑا عذر بھی اس معاملے میں مسموع نہیں ہوسکتا ولو خرب ماحوله ...... یبقی مسجدًا عند الإمام والثانی أبدًا إلی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی (۲) (درمختار) پس صورت مسئولہ میں مسجد وغیرہ کا بیع کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا درست نہیں

سوال: (۳۵۶) زید نے اپنی زرخرید زمین میں ایک لکڑی چیرنے کا کارخانہ قائم کیا، اور اس کارخانے میں تقریبا بیس گز کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی لکڑی کی — اپنے اور اپنے ملازموں کے نماز پڑھنے کے لیے محض اپنے ذاتی صرفہ سے — مسجد تعمیر کی۔ مسجد تعمیر کرتے وقت زید کی یہ نیت تھی کہ اگر ضرورت واقع ہوئی تو اس مسجد کو اسی کارخانے کے کسی موزوں گوشے میں منتقل کردوں گا۔ مسجد کو تعمیر ہوئے تقریبًا بیس سال ہوچکے ہیں، زید کی زندگی میں مسجد مذکور میں پنج وقتہ اذان اور نماز برابر ہوتی تھی، نماز جمعہ بھی ہمیشہ ہوا کرتی تھی، اور گاہ بہ گاہ عیدین کی نماز بھی ہوتی تھی، چند سال بعد زید نے ایک دوسرا کارخانہ وہاں سے چاول نکالنے کا قائم کیا، اب مسجد اور وہاں کے کارخانے میں صرف آٹھ فٹ کا فاصلہ باقی رہ گیا ہے تین سال ہوئے کہ زید کا انتقال ہوگیا، زید کی اولاد نے اپنی کل جائداد بکر کے ہاتھ فروخت کردی، جس میں مسجد مذکور بھی شامل ہے؛ اس کارخانے سے جو گردوغبار اڑتا ہے وہ تمام مسجد کے فرش وغیرہ پر جمع ہوکر مسجد کی صفائی میں خلل ڈالتا ہے، اور نمازی اس گردوغبار کے ہمیشہ شاکی رہتے ہیں، اور پنج وقتہ نمازوں میں بغیر جھاڑو دیے نماز نہیں پڑھ سکتے؛ اب بکر چاہتا ہے کہ بانی مسجد کی نیت کے موافق مسجد مذکور کو اٹھا کر کارخانے کے کسی دوسرے موزوں مقام پر منتقل کردیا جائے، جس جگہ منتقل کرنے کا ارادہ ہے وہ جگہ بستی کے قریب ہے اس لیے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا إلی غیر ذلك اس صورت میں مسجد کو اٹھا کر خالی شدہ زمین کو اپنی حسب خواہش استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴-۳۲/۲۱۰۷ھ)

(۱) الدر والشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف — مطلبٌ فرق أبو یوسف بین قوله موقوفة إلخ.
(۲) الدر مع الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف — مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره.

الجواب: أقول وبا للّٰہ التوفیق: جب کہ وہ جگہ زید نے مسجد کے لیے خاص کردی، اور اس میں مسجد تعمیر کردی، اور نماز باجماعت واذان اس میں ہونے لگی تو اب ابطال اس مسجد کا اور استبدال اس کا درست نہیں ہے، دوسری مسجد حسب ضرورت موقع مناسب پر بنانے کا اختیار ہے، اور جائز ہے، لیکن مسجد اول جو مسجد ہوچکی، اس کو بھی محفوظ رکھنا، اور مسجد سمجھنا ضروری ہے، اور وہ بیع میں داخل نہیں ہوئی، شامی میں اس موقع میں جہاں درمختار کا یہ قول مذکور ہے۔ ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فإن ذکرہ بطل وقفہ الخ (۱) تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں یہ قاعدہ جاری نہیں ہے۔ حیث قال: قولہ ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ الخ فی الخصاف لو قال علی أن لی إخراجہا من الوقف الی غیرہ أو علی أن أھبہا وأتصدق بثمنہا أو علی أن أھبہا لمن شئت أو علی أن أرھنہا متی بدا لی وأخرجہا عن الوقف بطل الوقف ثم ذکر أن ھذا فی غیر المسجد، أما المسجد لو اشترط إبطالہ أو بیعہ صح وبطل الشرط (۱) وفیہ أیضا: قال فی البحر وبہ علم أن الفتوی علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسف فی تأبید المسجد الخ (۲)

سوال: (۳۵۷) ایک موضع میں ایک مسجد کا چبوترا معہ دیوار غربی قد آدم جس میں محراب مسجد مذکور زمانہ قدیم سے موجود ہے، اور جس میں اذان ونماز پانچوں وقت ہمیشہ سے ہوتی چلی آرہی ہے، اب عرصہ ایک سال کا ہوا کہ مسجد مذکور کے تین طرف دیوار ہائے پختہ نوتعمیر، اور دیوار غربی مذکور کی مرمت مسلمانان دیہہ مذکور نے برضامندی اور اجازت ہندو زمین دار کے موضع مذکور میں بنالی، اور چبوترۂ مسجد پر چھپر ڈال لیا تھا، اب زمین دار مذکور ہندو صاحبان کی ترغیب وبہکانے میں آکر دیوار ہائے مسجد وچھپر کو منہدم کرانا چاہتا ہے؛ پس ایسی صورت میں مسلمانوں کا مسجد مذکور اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ تعمیر کرنا یا کل یا جزو مسجد ہذا کا منہدم کرنے پر راضی ہونا بموجب احکام شریعت محمدیہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حکم شرعی یہ ہے کہ جو مسجد ایک دفعہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے، اور وقف ہوجاتی ہے، منتقل کرنا اس کا اس طرح کہ مسجد قدیم کو بالکل منہدم کردیا جاوے، اور مٹادیا جاوے، اور

---

(۱) الدر المختار والرد ۶/۵۱۱ کتاب الوقف. قبل مطلبٌ فی وقف المرتد والکافر.

(۲) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف. مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیرہ.

تصرف مالکانہ اس میں کیا جاوے، اور اس کے عوض دوسری مسجد بنائی جاوے، درست نہیں ہے: البتہ واقف کا مالک ہونا بوقت وقف شرط ہے، اور یہ بھی ہے کہ واقف مسلمان ہونا چاہیے: پس جب کہ زمین دار ہندو نے وہ زمین مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو دے دی، اور مسلمانوں نے اس میں مسجد تعمیر کر لی، اور چبوترا ونشان مسجد قائم کر دیا، اور اذان اور نماز اس میں ہونے لگی، تو وہ مسجد ہوگئی، اب اس کو بدلنا اور اس کے مسجد ہونے کو باطل کر دینا اور مٹا دینا، کسی کو جائز نہیں ہے۔ لأن الفتوىٰ على تأبيد المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) فقط

سوال: (۳۵۸) ایک مسجد میں نماز جمعہ ہوتی تھی، اب چند ماہ سے اس مسجد میں نماز پڑھنی اس وجہ سے چھوڑ دی کہ اس کے چاروں طرف گوبر اور بدبو رہتی ہے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اور مسجد کے متصل گھر میں دھان کوٹتے ہیں نماز کے وقت جس سے نماز میں خلل پڑتا ہے: لہٰذا اس مسجد کو منتقل کر کے دوسری جگہ لے جانا، اور اس کا سامان تھونی (لکڑی کا ستون) و چھپر کو وہاں سے دوسری جگہ لے جانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شامی میں مذکور ہے: إن الفتوىٰ على تأبيد المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) یعنی فتویٰ اس پر ہے کہ مسجد ہمیشہ مسجد رہتی ہے، لہٰذا انتقال اس کا اور اس کے سامان تھونی و چھپر کا درست نہیں ہے، اور نماز اس میں ہوجاتی ہے، لیکن اولیٰ وافضل یہ ہے کہ مسجد کے قریب گوبر وغیرہ نہ ہو جس سے مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو بدبو کی تکلیف ہو، اور مسجد کے قریب ایسا فعل نہ کیا جاوے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، لیکن افعال مذکورہ کی وجہ سے گنہگار وہ لوگ ہیں جو ایسے افعال کرتے ہیں جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، نمازیوں پر اس صورت میں کچھ گناہ نہیں ہے اور نماز ادا ہوجاتی ہے: البتہ ان قریب رہنے والوں کو ہدایت کی جاوے کہ افعال مذکورہ نہ کریں۔ فقط

معاوضہ لے کر مسجد کی زمین میونسپلٹی کو دینا

سوال: (۳۵۹) محلے کے چند مسلمانوں نے چندہ سے ایک چھوٹا سا مکان واسطے بنانے مسجد کے، ایک ہندو عورت سے خرید کیا، اور مکان کو گرا کر زمین ہموار کی، اور اس پر ایک چھپر عارضی طور پر ڈال لیا، نماز پنج وقتہ اس پر ادا نہیں کی گئی، صرف ایام بارش اور سرما میں چند لوگوں نے دو سال وہاں نماز

تراویح ادا کی، سال گذشتہ میں میونسپل سے واسطے بنانے مسجد کے اجازت طلب کی، مگر اجازت نہیں ملی، زمین پر جو چھپر تھا امسال بارش میں گر گیا ہے، اب میونسپل اس زمین کو معاوضہ دے کر لینا چاہتی ہے، اور اس کا ارادہ یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ کسی حالت میں اجازت بنانے مسجد کی نہ دی جائے، ایسی حالت میں جب کہ مسجد بنانے کی غرض بھی پوری نہ ہو تو کیا ہم لوگ اس زمین کا معاوضہ لے کر، اس معاوضے سے دوسری جگہ مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۴۵۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دی گئی تھی، تو وہ مسجد ہو گئی تعمیر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، پس اس کا معاوضہ لینا اور بدلنا درست نہیں ہے، بلا تعمیر ہی چھپر ڈال کر نماز ادا کی جائے، جس وقت اجازت تعمیر کی ہو جائے گی اس وقت تعمیر کر لی جائے، اور اگر تعمیر نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، مسجد ہر حال میں رہے گی۔ فقط

جن مساجد کا حال معلوم نہیں ان کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں

سوال: (۳۶۰) ایک قریہ عظیم میں تین مسجد ہیں، اور ان مساجد کی زمین سرکار کی طرف سے وقف نہیں ہے، سنا جاتا ہے کہ فی الحال زمین دار کی طرف سے وقف زبانی ہے، اور اس کی بھی کوئی پختہ سند نہیں ہے نہ تحریری وقف نامہ ہے، کیا یہ خالصاً للہ وقف ہے اور مسجد ہے یا نہیں؟ ایسی مساجد کا انتقال درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے سامان کو دوسری مساجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۹۴۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جن مساجد کا حال معلوم نہیں ہے، اور فی الحال ان میں اذان و نماز ہوتی ہے تو وہ مساجد شرعی مساجد ہیں، ان کی تبدیلی اور انتقال جائز نہیں ہے، **لأن الفتویٰ علی تابید المسجد ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر (الشامی ۴۲۹/۶ کتاب الوقف)** پس مساجد مذکورہ کا ابطال مسجدیت سے اور انتقال درست نہیں ہے۔

بدبو کی وجہ سے مسجد کا تبادلہ کرنا

سوال: (۳۶۱) لاہور بازار انارکلی میں ایک مسجد واقع ہے، وہ زیر آمد شفاخانہ ہو گئی ہے، وہاں شفاخانہ وغیرہ بنایا جاوے گا، اور مردوں کی غلیظ چیزیں جلائی جاویں گی، جس کی وجہ سے مسجد میں بہت

بد بو رہے گی، ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس مسجد کا تبادلہ کرلو اس سے اچھی مسجد دوسری جگہ تیار کرا دیں گے۔

(۱۷۰۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسئلہ شرعی تو یہ ہے کہ مسجد ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، کبھی اس کی مسجدیت باطل نہیں ہوسکتی، اگر دوسری مسجد بھی بنائی جاوے گی تب بھی یہ جگہ جو مسجد ہو چکی ہے مسجد ہی رہے گی، اور حرمت مسجد باقی رہے گی۔

تمام نمازیوں کے اتفاق سے مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: (۳۶۲) کسی حرج کی وجہ سے باتفاق مصلیان تبدیل مسجد کیسا ہے؟ اور مکان اول میں تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ ''تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک مسجد ہوتی ہے'' یہ قول کیسا ہے؟ اور بعض کہتے ہیں کہ ''مکان اول سے مٹی کھود کر منتقل کرنا جائز ہے'' کون سا قول صحیح ہے؟

(۱۹۰۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: دوسری مسجد بنانا جائز ہے، تبدیل مسجد جائز نہیں ہے؛ پس پہلی جگہ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، اور قول اول صحیح ہے۔

مسجد کے بدلے میں دوسری زمین لینا درست نہیں

سوال: (۳۶۳) چند مسلمانوں نے مل کر ایک قطعہ اراضی؛ بہ غرض تعمیر مسجد و مدرسہ خرید کر بیع نامہ رجسٹری کرالیا، بعدۂ اس قطعہ اراضی کو ۱۸ امئی ۱۹۲۶ء کو مدرسہ و مسجد کے لیے وقف کر کے رجسٹری کرادی اور ۱۹۲۶ء سے اب تک یا تو مسلمانوں میں اتنی استطاعت نہ ہوئی کہ تعمیر کرتے، یا درخواست دے کر حکم تعمیر میونسپلٹی سے حاصل کرتے، لیکن اس وقت سے لے کر اس وقت تک وہاں برابر نماز پنج وقتہ بہ اذان و جماعت و نماز جمعہ و عیدین ہوتی رہی اور ہو رہی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں کسی کے کہنے سے ہم کو شرعاً اس امر کی اجازت ہے کہ قطعہ اراضی مذکور کو چھوڑ دیں، اور اس کے بدلے میں دوسری زمین لے لیں، اور اس میں نماز نہ پڑھیں، اور زمین مذکورہ وقف سے علیحدہ ہو جائے؟ (۳۵۸۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ جگہ جس کو مسجد کے لیے وقف کر دیا، اور نماز باجماعت ۱۹۲۶ء

سے اس وقت تک پڑھی جارہی ہے مسجد شرعی ہوگئی، اور جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے، ابطال اس کی مسجدیت کا کسی طرح نہیں ہوسکتا، پس استبدال اس کا جائز نہیں ہے، اور زمین کو وقف کرنا اور اس میں مسجد بنانا اختیاری امر ہے، اور بعد وقف کرنے اور بعد مسجد بنانے کے، وقف کو باطل کرنا، اور مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا، اور زمین موقوفہ اور مسجد کو وقف سے علیحدہ کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، یہاں تک خود واقف کو بھی یہ اختیار نہیں رہتا؛ درمختار میں ہے: ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدًا عندالإمام والثانى أبدًا إلى قيام الساعة وبه يفتى حاوى القدسى اور شامی میں ہے: قوله عندالإمام والثانى فلايعود ميراثًا ولايجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوى حاوى القدسى وأكثر المشايخ عليه مجتبى وهو الأوجه فتح اهـ بحر الخ(۱) قال في البحر: وبه علم أن الفتوى على قول محمد في آلات المسجد وعلى قول أبي يوسف في تأبيد المسجد اهـ(۱) فقط

جس جگہ کو وقف کر کے مسجد بنادیا وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہوگئی

سوال: (۳۶۴) ایک محلے میں ایک مسجد تھی، ایک دن پانی یا چٹائی نہ رہنے کے سبب مصلیوں نے متولی سے جھگڑا کیا، متولی نے کہا کہ دل چاہے تو نماز پڑھو ورنہ میری مسجد سے چلے جاؤ، یہ سن کر سب نمازی چلے گئے، اور ایک شخص نے ایک مکان جس میں بیل رہتے تھے صاف کر کے مسجد بنوادیا، جمعہ و جماعت ہونے لگی، کئی برس کے بعد اس کو منتقل کر کے دوسری جگہ مسجد بنائی ہے، یہ مسجد جدید درست ہے یا نہیں؟ اس میں نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب ملے گا یا نہ؟ پہلے جو مسجد تھی اس کو کیا کرنا چاہیے، اور جس مسجد سے متولی کے کہنے سے چلے آئے تھے اس مسجد میں بھی نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹-۳۵/۳۳۳ھ)

الجواب: اگر اس شخص نے جس نے اس مکان کو جس میں بیل رہتے تھے وقف کردیا، اور مسجد بنادیا تو وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہوگئی، اس کا منتقل کرنا اور بدلنا درست نہیں ہے، اگر دوسری مسجد بنائی گئی تو وہ دوسری مسجد بھی مسجد ہوگئی، اور پہلی مسجد بھی مسجد ہے، اس کو باطل نہیں کر سکتے، آداب مسجد اس کے بھی قائم رکھنے چاہئیں، اور نماز دونوں مسجدوں میں صحیح ہے، اور پہلی مسجد جس میں سے متولی نے نکالا وہ بھی

(۱) الدر والشامي ۴۲۹/۶ كتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

مسجد ہے، اس میں بھی نماز صحیح ہے، متولی کے اس کہنے سے کہ میری مسجد سے چلے جاؤ وہ مسجد اس متولی کی ملک نہیں ہوئی، اور مسجد ہونا اس کا باطل نہیں ہوا، البتہ متولی گنہ گار ہوا۔ فقط

راستہ کی پریشانی کی وجہ سے مسجد کو منتقل کرنا

سوال: (۳۶۵) زید نے اپنے مکان کے احاطے میں مسجد بنائی تھی، اور مسجد کا راستہ ایک مکان کے اندر کو رکھا تھا، دوسرا راستہ مسجد کا نہیں ہو سکتا، اب مکان والوں کو ناگوار ہے، اور نمازیوں کو بھی تکلیف ہے، اہل مکان اس مسجد کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے، اور اس کے بدلے میں دوسری جگہ دینا چاہتا ہے، اس عذر کی وجہ سے مسجد کو یہاں سے منتقل کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۴۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ عذر نقل مسجد کا نہیں ہو سکتا، اور ابطال مسجد اول و ابدال صحیح نہیں ہے، وصرح في الخانية: بأن الفتوى على قول محمد. قال في البحر: وبه علم أن الفتوى على قول محمد في آلات المسجد وعلى قول أبي يوسف في تأبيد المسجد الخ ثم قال: إن الفتوى على أن المسجد لايعود ميراثًا ولايجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر الخ (۱) وفيه: أن المسجد إذا خرب يبقى مسجدًا أبدًا (۱)

جس مسجد کا رُخ ٹھیک قبلہ کی جانب نہ ہو اس کا تبادلہ جائز نہیں

سوال: (۳۶۶) ایک شخص نے اپنے احاطے میں ایک قطعہ زمین پر مسجد بنانا چاہی، اور اس زمین کی بنیادیں بھر کر چبوترا خام بنوا دیا، جس پر دس گیارہ مہینے سے نماز و اذان ہوتی ہے؛ لیکن اب معلوم ہوا کہ رخ اس چبوترے کا ٹھیک جانب قبلہ نہیں ہے، بلکہ تین فٹ کا پھیر ہے، اب واقف یہ چاہتا ہے کہ بجائے اس زمین کے کوئی دوسرا قطعہ زمین مسجد کے واسطے نامزد کر دے، اور اس پر مسجد بنا دے اور اس چبوترے کی زمین کو اپنے کام میں لائے، تو یہ تبادلہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ چبوترے کی جگہ مسجد ہوگئی، اور اس کا تبادلہ جائز نہیں ہے، اس کے رخ کو ٹھیک کر دیا جائے، اور تھوڑے سے فرق سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، قطب نما سے دیکھ لیا جائے، اگر قلیل فرق ہو

---

(۱) الشامي ۶/۴۲۹ كتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط

برائے نماز بنائے ہوئے کوٹھے کا تبادلہ درست نہیں

سوال: (۳۶۷) ساٹھ ستر سال سے ایک کوٹھا کچا برائے نماز بنا ہوا تھا، پچھلے سال وہ منہدم ہوگیا، اور کاغذات سرکاری میں جائے نماز کوٹھا درج ہے؛ آیا اس کا تبادلہ عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ کچا کوٹھا بالکل بہ صورت مسجد بنا ہوا تھا۔ (۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس مسجد کی کوٹھی کو شریعت کی رو سے بدلنا درست نہیں ہے، وہ جگہ مسجد ہے، اور مسجد کو بدلنا اور ہٹانا درست نہیں ہے، اور نہ اس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔

وقتی طور پر بنائی ہوئی مسجد میں زراعت کرنا درست ہے

سوال: (۳۶۸) جو جگہ چند ماہ کے لیے بہ نیت نماز مسجد بنائی جاوے آیا اس جگہ کو بونے کا حکم ہے یا نہیں؟ اور ہندو کے ساتھ گھوڑوں کی شرکت درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب تک کسی زمین کو مسجد کے لیے وقف نہ کیا جاوے اس وقت تک وہ مسجد نہیں ہوتی، پس کوئی جگہ چند ماہ کے لیے نماز کے لیے خاص کرنے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہوتی، اس میں بونا درست ہے ـــــ اور کفار کے ساتھ گھوڑوں وغیرہ کی تجارت میں شرکت درست ہے۔

مسجد کو شہید کرنے اور اس کام سے روکنے والوں کا حکم

سوال: (۳۶۹) ...... (الف) ایک جامع مسجد ہے، اس میں پنج گانہ نماز ہوتی ہے، بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ مسجد کو شہید کر کے پتھر وغیرہ عیدگاہ میں لگا دو؛ کیا حکم ہے؟

(ب) جن لوگوں نے مسجد کے شہید کرنے کا مشورہ دیا تھا انھوں نے مسجد میں جمع ہوکر صحن مسجد کے پتھر اکھاڑ ڈالے، دوسرے لوگوں نے ان کو پتھر اکھاڑنے سے روک دیا اس کی بابت کیا حکم ہے؟

(ج) بہ مقابلہ عیدگاہ مسجد کا رتبہ کس قدر ہے؟

(د) جن لوگوں نے مسجد کے مسمار کرنے کی رائے دی، اور کوشش میں ہیں، وہ نزدیک اہل اسلام کیسے ہیں؟

(ہ) جن لوگوں نے صحن مسجد کے پتھر اکھاڑے، وہ کیسے ہیں؟

(و) جن لوگوں نے مسجد کو شہید کرنے سے روکا، اور اسی کوشش میں ہیں وہ کیسے ہیں؟

(۲۱۲۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے، ویران کرنا اور مسمار کرنا اس کا درست نہیں ہے، اور مسجد کا سامان عیدگاہ وغیرہ میں لگانا جائز نہیں ہے۔

(ب) جن لوگوں نے پتھر وغیرہ اکھاڑے وہ خطاپر ہیں، اور جن لوگوں نے ان کو روکا انھوں نے کار ثواب کیا، ان کا روکنا نہی عن المنکر میں داخل ہے۔

(ج) مسجد کا رتبہ عیدگاہ سے زیادہ ہے۔

(د) غلطی پر ہیں۔

(ھ) برا کیا، اور گنہگار ہوئے لیکن ناواقف ہونے کی وجہ سے معذور ہو سکتے ہیں۔

(و) نہایت دین دار اور کامل الایمان ہیں۔ فقط

مسجد ویران ہونے کے بعد بھی اس کا احترام لازم ہے

سوال: (۳۷۰) جب کوئی مسجد ویران ہو جاتی ہے، اور دوسری مسجد بنا لیتے ہیں، تو پہلی مسجد کی جگہ کھیتی کرتے ہیں، اور گائے بیل وغیرہ باندھتے ہیں اور قبر کی بھی سخت بے حرمتی کرتے ہیں، جب قبر کو برس دو برس گذرتے ہیں تو وہاں کھیتی کرتے ہیں، اور گھر بناتے ہیں؟ بینوا توجروا (۱۵۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کتب فقہ میں مسطور ہے کہ مسجد بعد ویران ہونے کے بھی مسجد ہی رہتی ہے، اور جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوگئی وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی۔ شامی میں ہے: وبه علم أن الفتوى على قول محمد في آلات المسجد وعلى قول أبي يوسف في تأبيد المسجد (۱) وفيه عن الإسعاف: ولو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس عنه لايعود إلى ملك الواقف عند أبي يوسف الخ (۱) الغرض مسجد قدیم بھی مسجد ہے، اس کی بے حرمتی درست نہیں ہے، اور سب مسلمانوں کو حرمت مسجد کا خیال رکھنا چاہیے؛ اور قبور کی بھی بے حرمتی اور نبش (کھودنا) بھی نہ چاہیے؛ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قبر

(۱) الشامي ۶/۴۲۹ كتاب الوقف. مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

ستان اگر پرانا ہوتو اس میں زراعت کرنا اور مکان بنانا درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جدید قبور کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرنا چاہیے۔ فقط

مسجد کی بے حرمتی کا اندیشہ ہوتو اسے احاطہ کر کے محفوظ کر دیا جائے

سوال: (۳۷۱) ایک موضع میں ایک مسجد خام بطور چبوترا بنائی گئی، اور عرصہ تک نمازیان نماز ادا کرتے رہے، اس کے بعد اس کے قریب دوسری مسجد پختہ تیار ہوگئی نماز اس میں ادا ہوتی ہے پہلی مسجد بے کار ہے جانوروں کی ناپاکی کی وجہ سے بے ادبی ہوتی ہے؛ اس کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟ (۱۷۸۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جس زمین پر پہلے چبوترا مسجد کا بنا تھا، اگر اس کے مالک کی اجازت سے بنا تھا، اور نمازیں پڑھی گئیں تو وہ شرعی مسجد ہوگیا اس میں کسی دوسرے کاروبار کی اجازت نہیں، بے کار ہے تو احاطے سے حفاظت کی جائے۔ فقط

سوال: (۳۷۲) یہاں جب کہ چھاؤنی آباد تھی، اور پلٹن رہتی تھی تو فوجیوں نے مسجد خام پختہ بنوائی تھی، جب پلٹن وغیرہ یہاں سے چلی گئی، اب وہ مقام بالکل غیر آباد ہے، عمارت سرکاری سب نیلام کردی گئی، اب اس جگہ زراعت ہوتی ہے، مسجدوں کی نگرانی یا مرمت وغیرہ بالکل نہیں ہوتی ہے، یہاں کے مسلمانوں کی مالی حالت بہت کمزور ہے نماز وغیرہ اس مسجد میں نہیں ہوتی، اکثر وقت بے وقت مثل گائے بیل وغیرہ گھسے رہتے ہیں، تمام فرش مسجد کا خراب رہتا ہے اور بوجہ نہ ہونے مرمت کے مسجد گرگئی ہے؛ ایسی حالت میں اس مسجد کا ملبہ اور سامان وغیرہ نکال کر ''نوگاؤں'' کے اندر جو مسجد ہے یا مسجد کے متعلق جو مکانات وقف ہیں ان کی مرمت میں صرف کیا جائے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں جب کہ مسجد غیر آباد ہے اور گری جاتی ہے، اور اس جگہ کسی قسم کی آبادی نہیں ہے شہید کرادیا جائے یا نہیں؛ کیوں کہ ایسی حالت میں سخت بدعنوانیاں ہوتی ہیں جس کا ہونا سخت گناہ کبیرہ ہے؟ (۲۱۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ اس مسجد کے آباد ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس کے سامان اور ملبے کو جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے، اور اس ویران مسجد کا احاطہ اس طور سے کرادیا جائے کہ اس کی بے حرمتی نہ ہو، اگر احاطہ کرنے کے لیے روپیہ نہ ہو تو اس مسجد کا ملبہ وغیرہ فروخت کر کے اس سے احاطہ کرادیا جائے۔ فقط

سیلاب کی زد میں منہدم شدہ مسجد کی جگہ گھر بنانا

سوال: (۳۷۳) ایک مسجد طغیانی دریا میں مسمار ہوگئی، اوراس کا کوئی نشان باقی نہ رہا، کچھ دنوں بعد اس مقام پر ایک گھر بنالیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۰۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جس جگہ مسجد تھی وہ ہمیشہ کو مسجد ہی رہے گی، اس جگہ مکان بنانے سے وہ زمین مسجدیت سے خارج نہیں ہوئی۔ فقط

مسجد کے اندرونی و بیرونی حصے کا حکم

سوال: (۳۷۴) کیا صحن مسجد ومکان مسجد ایک ہی حکم میں داخل ہیں یا جدا جدا؟ اگر صحن مسجد کے نیچے دکانیں ہوں جن کی چھتیں داخل صحن مسجد ہیں، اوران پر نماز پڑھتے ہیں تو وہ کس حکم میں ہیں؟ کیا اس جگہ نماز درست ہے؟ اوران کوٹھریوں کا کرایہ مسجد کے صرف میں لانا مباح ہے یا نہیں؟ صحن کے علاوہ احاطہ دیوار، مسجد کے اندر کی افتادہ زمین، اگر دکانوں کے چھت میں ہوتو وہ کس حکم میں ہے؟ یا احاطہ مسجد کے ملحق باہر کی طرف کی دکانوں کا کرایہ ہی صرف مسجد میں لانے کے قابل سمجھا جاتا ہے؟ (۱۸۴۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد کا اندرونی حصہ جو کہ مسقف ہوتا ہے اور بیرونی حصہ یعنی صحن دونوں کا ایک حکم ہے، اور صحن مسجد کے نیچے اگر دکانیں ہوں تو وہ صحن بھی مسجد کے حکم میں ہے، اس میں نماز پڑھنا درست ہے، اور ثواب مسجد کا اس میں حاصل ہے، اور جو کوٹھریاں اور دکانیں صحن مسجد کے نیچے واقع ہیں وہ مسجد ہی کی ہیں، ان کا کرایہ اخراجات اور مصارف مسجد میں ہی صرف کرنا چاہیے، سوائے اخراجات مسجد کے دوسرا مصرف ان کا نہیں ہے؛ اور جو احاطہ مسجد کے اندر میں ہے علاوہ صحن مسجد کے وہ زمین بھی مسجد کی ملک ہے، اور وقف ہے؛ لیکن وہ زمین ادائے صلاۃ اور اعتکاف وغیرہ کے بارے میں حکم مسجد کا نہیں رکھتی، خواہ وہ حصہ دکانوں کی چھت میں ہو یا نہ ہو، اور صحن مسجد کے نیچے کی دکانات یا احاطہ مسجد کے نیچے جو دکانات ہیں ان کے علاوہ جو اور دکانات ہیں وہ اگر مسجد کے لیے وقف ہیں تو ان کا کرایہ سوائے اخراجات مسجد کے دوسرے امور میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

مسجد کے صحن میں حوض بنانا

سوال: (۳۷۵) جو مسجد سابق سے بنی ہوئی تیار ہے، ایسی مسجد کے صحن کے کسی حصہ میں حوض دہ دردہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بہ صورت جواز داخل مسجد ہے یا خارج؟ (۱۶۴۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کتاب الوقف شامی میں ہے: أراد أن يحفر بئرًا في مسجد من المساجد إذا لم يكن في ذلك ضرر بوجه من الوجوه وفيه نفع من كل وجه فله ذلك الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر حوض بنانے میں نفع ہو، اور کچھ نقصان تنگی وغیرہ کا نہ ہو تو درست ہے۔

سوال: (۳۷۶) ایک آباد چھوٹی مسجد کا کامل صحن کھود کر اس میں حوض بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۹۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر ضرورت ہو اور نمازیوں کو تنگی نہ ہو تو اہل محلہ واہل مسجد کو ایسا کرنا درست ہے۔ فقط

مسجد کے صحن کا حکم

سوال: (۳۷۷) ایک مسجد کے فرش کے متصل ٹین کا سائبان پڑا ہوا ہے، اور اس کے آگے کچھ فرش بھی پڑا ہوا ہے تو وہ حصہ مسجد کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟ (۷۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ حصہ بھی مسجد کا حکم رکھتا ہے، اور ثواب پورا ملتا ہے۔

سوال: (۳۷۸) صحن مسجد، مسجد کے حکم میں ہے یا نہ؟ (۱۲۱۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صحن مسجد بہ حکم مسجد ہے۔ والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط السرخسي (۲)

سوال: (۳۷۹) مسجد اور صحن مسجد میں (جو داخل مسجد ہے) کیا فرق ہے؟ کیا پہلی جماعت کے لیے محراب میں امام کا کھڑا ہونا ضروری ہے؛ صحن مسجد میں موسم گرما میں نماز باجماعت ہوتی ہے؛ کیا یہ مکروہ ہے؟ (۱۳۷۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الشامي ۶/۴۲۷ كتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۲) الهندية ۲/۴۶۲ كتاب الوقف – الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه.

الجواب: جو صحن داخل مسجد ہے یعنی جو کہ عادۃً غیر مسقف رہتا ہے، وہ مسجد ہے، اس میں اور حصہ مسقف میں کوئی فرق نہیں ہے، محراب میں کھڑا ہونا امام کا مسنون و مستحب ہے؛ لیکن اگر موسم گرما میں مسجد کے باہر کے حصہ غیر مسقف میں جماعت ہو تو امام کو باہر کے حصہ غیر مسقف میں وسط مقتدیان میں آگے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

مسجد کے صحن کا حکم بانی کی نیت پر موقوف ہے

سوال: (۳۸۰) ضلع سورت میں عام دستور یہ ہے کہ جب مسجد بناتے ہیں تو مسقف حصے کو نماز پڑھنے کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں، اسی کے ساتھ کچھ کھلا ہوا حصہ بطور صحن کے بناتے ہیں، اس لیے کہ اس میں اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں جو مسجد کے احترام کے خلاف اور ممنوع ہیں مثلاً ہر وقت اٹھنا بیٹھنا، سونا، دنیاوی باتیں کرنا، یہاں تک کہ حالت جنابت میں بھی اسی صحن میں رہتے ہیں؛ غرضیکہ صحن کو داخل مسجد نہیں سمجھتے؛ اور ''مسجد چنار واڑہ'' بھی بطریق مذکور واقع ہے؛ پس ایسی صورت میں ''مسجد چنار واڑہ'' کا صحن شرعاً مسجد سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور جنازہ کی نماز صحن میں پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲۸۱۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ امر کہ ''اس صحن کو داخل مسجد سمجھا جاوے یا خارج عن المسجد'' بنانے والوں کی نیت پر موقوف ہے، اگر بانی کی نیت بہ وقت بناء حصہ مسقّف کو مسجد سمجھنا، اور صحن کو خارج عن المسجد سمجھنا اور کرنا تھا تو جو کچھ نیت بانی کی تھی اسی کے موافق عمل درآمد کیا جاتا ہے، یہاں عموماً حصہ مسقّف اور غیر مسقف یعنی صحن دونوں مسجد میں داخل ہوتے ہیں، اور فقہاءؒ کی تصریح سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسجد ''صیفی'' اور ایک ''شتائی'' ہوتی تھی یعنی ایک حصہ مسقف جو سردی کے موسم میں نماز پڑھنے کا ہوتا ہے، اور ایک حصہ غیر مسقف یعنی صحن جو گرمی کے موسم میں نماز پڑھنے کے لیے خاص سمجھا جاتا ہے، اور جس جگہ بانی کی نیت کا کچھ حال معلوم نہ ہو وہاں دونوں حصوں کو مسجد ہی سمجھنا چاہیے کہ موضع اشتباہ میں یہی احوط ہے، اور آداب مسجد اس میں ملحوظ رکھنا اولی اور انسب ہے، اور نماز جنازہ اس میں نہ پڑھی جاوے۔ فقط

مسجد کے صحن میں وضو خانے کی نالی بنانا کیسا ہے؟

سوال: (۳۸۱) بہ ضرورت اشد کسی صحن مسجد کے کنارے پر وضو کی نالی چبوترے سمیت جس میں

ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ جگہ صرف ہوگی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۲۴/۳۲۴ھ)

الجواب: بہ وقت بنائے مسجد تو اس قسم کے تصرفات درست ہیں، اور بعد کامل ہونے مسجد وفرش مسجد کے اس میں سے کچھ جگہ نکال کر وضو کی نالی بنانا درست نہیں ہے۔

ذاتی مکان کے صحن میں جو مسجد بنائی گئی ہے وہ ویران ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال: (۳۸۲) زید نے اپنے صحن مکان سے کچھ حصہ زمین علیحدہ کر کے اس میں مسجد بنائی، اور کئی سال تک اس میں نماز باجماعت واذان ہوتی رہی، اب وہ مسجد ویران ہے کوئی اس میں نماز نہیں پڑھتا، اب زید بانی کا یہ خیال ہے کہ اس مسجد کو صحن مکان میں پھر ملحق کر لیا جائے، اور یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مسجد اور مکان کا طریق مشترک ہے، افراز طریق نہیں ہے، اور وہ طریق مملوکہ بانی ہے۔ شارع عام سے اسی طریق مملوک سے مسجد اور مکان کو جاتے ہیں، ہدایہ کی عبارت سے جواز الحاق زمین مسجد بالصحن معلوم ہوتا ہے: وإذا بنى مسجدًا لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه ...... أما الإفراز فلأنه لايخلص لله تعالىٰ إلا به(۱) افراز طریق کو شرائط وقف سے گردانا ہے، اگر افراز کے کچھ اور معنی ہوں تو وہ بھی ارشاد ہوں؟ (۱۳۴۰/۱۲۰۵ھ)

الجواب: وقف کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے کما فی الدر المختار: واختلف الترجيح ، والأخذ بقول الثاني أحوط وأسهل بحر وفي الدرر وصدر الشريعة: وبه يفتى وأقره المصنف الخ (۲) وفي الشامي لكن في الفتح إن قول أبي يوسف أوجه عند المحققين الخ (۲) (شامی ۳/ ۳۶۶) اور افراز بالطریق مسجد میں امام صاحب کے قول پر ضروری ہے، بہ خلاف صاحبینؒ کے کہ وہ بلا افراز طریق بھی حکم مسجد ہونے کا کرتے ہیں کما فی الشامی: لكن عنده لابد من إفرازه بطريقه ففي النهر عن القنية جعل وسط داره مسجدًا وأذن للناس بالدخول والصلوٰة فيه إن شرط معه الطريق صار مسجدًا في قولهم جميعًا وإلا فلا عند ابي حنيفةؒ. وقالا:

---

(۱) الهداية ۲/۶۴۴ كتاب الوقف.

(۲) الدرمع الشامي ۶/ ۴۲۰، ۴۲۱ كتاب الوقف — مطلبٌ مهم فرق أبو يوسف بين قوله موقوفةٌ إلخ.

یصیر مسجدًا ویصیر الطریق من حقه من غیر شرط (۱) پس بر بناء قول امام ابو یوسفؒ کے جو کہ مفتی بہ ہے، بلکہ بقول صاحبین کے وہ جگہ مسجد ہوگئی، اب اس کو واقف اور بانی اپنے مکان میں ملحق نہیں کر سکتا کیونکہ مسجد ہمیشہ مسجد رہتی ہے، شامی میں ہے: وبه علم أن الفتویٰ علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسفؒ فی تأبید المسجد الخ (۲) (شامی ۳/۳۷۱)

گندے پانی کی نالی پر مسجد کا صحن بنانا

سوال: (۳۸۳) ایک مسجد کے سامنے سرکاری سڑک تھی، اور پیچھے ایک نالی بالکل مسجد کی پشت کے متصل تھی، جس میں محلے کا گندہ پانی بہتا ہے چونکہ مسجد بہت ہی تنگ ہے، اس کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی؛ چونکہ آگے کی جانب بوجہ سرکاری سڑک کے، نہ بڑھا سکے، اس لیے پیچھے کی جانب اس طریقے سے بڑھائی گئی کہ نالی مذکورہ مسجد کے صحن میں واقع ہے، چنانچہ اس نالی پر ڈاٹ لگا کر مسجد کے صحن کا فرش بنا دیا گیا؛ آیا اس مسجد کے صحن میں اس حصے پر جس کے نیچے نالی ہے، مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۲۱۰۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وہ نالی داخل مسجد کر لی گئی ہے؛ تو اب یہ چاہیے کہ اس نالی کو وہاں سے ہٹا دیا جائے، کیوں کہ مسجد میں گندے پانی کی نالی لانا درست نہیں ہے؛ اور ثواب مسجد اس حصہ مسقف پر نماز پڑھنے والوں کو پورا ملے گا؛ کیوں کہ وہ بھی مسجد کی زمین ہے، اور داخل فرش مسجد ہے، اس لیے کہ جو جگہ مسجد ہوتی ہے وہ ثری سے آسمان تک مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے، پس ضروری ہے کہ گندہ پانی وہاں سے نہ نکالا جائے، اور اس نالی کو مسجد سے باہر کو نکالا جائے۔ فقط

مسجد کے نیچے یا اوپر دُکانیں اور مکانات بنانا

سوال: (۳۸۴) زید مسجد اس طرح بنانا چاہتا ہے کہ دکانیں یا مکان بنا کر اوپر مسجد بنائے، یا اوّل مسجد بنا کر اس کی سقف پر مکانات بنائے، اور ان مکانات کو مصالح مسجد کے واسطے وقف کر دے، اس میں دریافت طلب چند امور ہیں:

---

(۱) الشامی ۶/۴۲۶ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

(۲) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره.

(الف) ان مکانات کو حکم مسجد کا ہے یا نہیں؟

(ب) مصالح مسجد سے کیا مراد ہے؟ آیا کرائے پر دینا ان مکانات کا جائز ہے، یا یہ کہ ان میں سامان وغیرہ مسجد کا رہا کرے؟

(ج) ابتداء بناء میں فوق مسجد کے لیے مکان بنانا جائز لکھا ہے؛ کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے، اب امام کو وہاں پر بول وبراز اور اپنی زوجہ کے ساتھ رہنا جائز ہے یا نہیں؟

(د) درمختار میں اسی مسئلہ کی فرع میں لکھا ہے: ولایجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل شیئًا منه مستغلًا ولاسکنی (۱) اخذ اجرت کا ناجائز ہونا اسی بیت سے ہے جو فوق مسجد امام کے واسطے بر بناء مصالح مسجد جائز تھا، یا اس بیت سے جو بعد تمامی مسجد فوق مسجد بنایا گیا ہے؟ (۹۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) وکرہ تحریمًا الوطئ فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلی عنان السماء (۲) (درمختار) وکذا إلی تحت الثری (۲) (شامی) پس معلوم ہوا کہ تحت یا فوق مسجد جو مکان ودکان ہوں گی وہ بھی حکم میں مسجد کے ہیں۔

(ب) مصالح سے مراد سامان مسجد کا رکھنا، وتبرید ماء وغیرہ ہے؛ کرائے پر دینا مراد نہیں کذا فی الدرالمختار: ولایجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل شیئًا منه مستغلاولاسکنی بزازیة وتمامه فی الشامی (۱)

(ج) عبارت اسعاف جو شامی نے نقل فرمائی ہے اس بارے میں یہ ہے: وبه صرح فی الإسعاف: فقال: و إذا کان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو کانا وقفًا علیه صار مسجدًا شرنبلالیة: قال فی البحر: وحاصله أن شرط کونه مسجدًا أن یکون سفله وعلوه مسجدًا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۳) پس جب کہ سفل وعلو مسجد ہوا تو بول و براز اس میں جائز نہیں ہوسکتا۔ کمامر۔

(د) اخذ اجرت واستغلال کا ناجائز ہونا دونوں صورتوں میں معلوم ہوتا ہے۔ کما هو مقتضی

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف، فیما لو خرب المسجد أو غیره.
(۲) الدر والشامی ۲/۳۷۰ کتاب الصلوة. مطلبٌ فی أحکام المسجد.
(۳) الشامی ۶/۴۲۸ کتاب الوقف — مطلبٌ فی أحکام المسجد.

الإطلاق ومقتضى كونه مسجدًا من تحت الثرى إلى عنان السماء . فقط

سوال: (۳۸۵) مسجد کی چھت پر کوئی عمارت بنانا اور اس پر نشست و برخواست کرنا شرعاً جائز ہے؟ (۱۳۴۵/۲۲۳۸ھ)

الجواب: یہ تصرف مسجد میں درست نہیں ہے مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ فقط

مسجد کی پرانی جگہ میں وضو کی نالی یا راستہ بنانا

سوال: (۳۸۶) ایک مسجد مختصر تھی قدیم سے، اب اس کو بڑھایا گیا ہے قدیم جگہ مسجد کو نالی وضو یا راستہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد قدیم کی زمین کو نالی وضو کی یا راستہ بنانا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے غسل خانوں کی زمین سرکاری سڑک میں دینا

سوال: (۳۸۷) کسی مسجد کے غسل خانوں کی عمارت موجودہ کو توڑ کر ان کی تحتی اراضی کو شامل سڑک سرکاری کرنا، اور عام راستے میں دے دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۵۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس بارے میں کتب فقہ میں روایات مختلفہ پائی جاتی ہیں، بعض روایات اس کے جواز پر دال ہیں، اور بعض عدم جواز پر؛ اس لیے احوط یہ ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ ایسا نہ کیا جاوے، اور یہی صحیح ہے کیوں کہ غسل خانوں کی زمین اوقاف مسجد سے ہے، اور ابطال اس کے وقف ہونے کا درست نہیں ہے۔ فقط

اہل محلّہ کا مسجد کے فرش پر برآمدہ بنانا

سوال: (۳۸۸) آیا بعض اہالیان محلّہ کو بلا اجازت عام مسلمانان شہر، ایسا اختیار حاصل ہے کہ صحن و چبوترا مسجد کو کم کرتے ہوئے، یا نہ کرتے ہوئے، اپنی رائے سے فرش مسجد پر برآمدہ بنالیں؟ (۲۲۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اہل محلّہ کو مسجد میں اس قسم کے تغیر وتبدل وتعمیر ومرمت کا اختیار ہوتا ہے، اہل شہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ کذا فی الشامی۔

مسجد کی زمین میں کمرہ بنانا

سوال: (۳۸۹) ایک مسجد کو ایک جانب سے بڑھا دیا گیا، دوسری جانب سے کچھ زمین مسجد سے لے کر حجرہ کو وسیع کرنے کے لیے حجرہ میں شامل کردی؛ وہ جگہ مسجد کا حکم شرعاً رکھتی ہے یا نہیں؟

(۱۸۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مولانا عبدالحیؒ نے مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول میں اس کا عدم جواز تحریر فرمایا ہے(۱) یعنی مسجد کی زمین میں حجرہ بنانا جائز نہیں ہے، اوراحکام مسجد کے ہمیشہ اس پر نافذ ہوں گے، البحرالرائق میں ہے: **قال أبو یوسف: ھو مسجد أبدًا إلی قیام الساعة لا یعود میراثًا ولایجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أو لا وھو الفتویٰ کذا فی الحاوی القدسی انتھٰی** (۲) اورالبحرالرائق میں ہے: **لایجوز للقیم أن یجعل شیئًا من المسجد مستغلاً ولا سکنیٰ انتھٰی** (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ تا قیام قیامت مسجد رہتی ہے، حکم مسجد کا اس سے زائل نہیں ہوتا؛ اگرچہ وہ غیرآباد ہی کیوں نہ ہو، اور مسجد کے کسی جزو کو مسکن اور حجرہ بنانا بھی جائز نہیں ہے، بناءً علیہ جو جگہ مسجد کے حجرے میں داخل کی گئی وہ مسجد کے حکم میں ہے، احکام مسجد کے اس پر جاری ہوں گے۔ شامی میں ہے: **وصرح فی الخانیة بأن الفتویٰ علی قول محمدؒ. قال فی البحر: وبه علم أن الفتویٰ علی قول محمدؒ فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسفؒ فی تأبید المسجد اھ** (۳)

---

(۱) جملہ اجزاء مسجد ہمیشہ در حکم مسجد اند کسے را جزوآں را از مسجد خارج کردن درست نیست واحکام مسجد دائما برآں نافذ خواہند شد الخ (مجموعة الفتاویٰ علی ھامش خلاصة الفتاویٰ ۲۲۱/۱ کتاب الصلوٰة — الجنس الرابع من الخلاصة. مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)

(۲) البحرالرائق ۴۲۱/۵ کتاب الوقف. فصلٌ فی أحکام المساجد.

(۳) الشامی ۴۲۹/۶ کتاب الوقف. مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیرہ.

سوال: (۳۹۰) پہلے مسجد بارہ گز لمبی تھی پھر دوبارہ تعمیر میں اس کو آٹھ گز تعمیر کرا کر باقی حصے کو حجرہ بنانا درست ہے؟ (۱۸۴۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد کے حصے میں حجرہ بنانا جائز نہیں ہے۔ ولا أن یجعل شیئًا منه مستغلاً ولا سکنی بزازیه (۱) (درمختار)

مسجد کے پڑوسی کا مسجد کی دیواروں پر کڑیاں اور گاڈر رکھنا

سوال: (۳۹۱) زید نے مسجد کی دیوار شمالی کے اندر دو گاڈر آہنی کے سرے، قریب چھ چھ انچ کے دے کر، اوپر کڑیاں چوپ پاٹ کر چھت قائم کر کے، نیچے اپنی دکان بنا کر اوپر کی چھت بہ نیت ثواب عقبی مسجد کو وقف کر کے، مثل فرش مسجد کے صفیں قائم کر رکھی ہیں، جس فرش پر نمازی نماز ادا کرتے ہیں جس کو تقریبًا آٹھ سال ہو چکے ہیں یہ فعل زید کا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسجد کی دیوار پر اپنی مملوکہ دکان کی چھت کی کڑیاں اور گاڈر رکھنا درست نہیں ہے، البتہ اگر نیچے کے حصۂ دکان کو بھی وقف کر دیوے، اور مسجد میں داخل کر دیوے تو پھر درست ہے۔ کما في الدر المختار: فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد الخ (۲) فقط

سوال: (۳۹۲) اگر کوئی شخص جس کا مکان مسجد کی چہار دیواری سے ملحق ہے، وہ با ت متولیان چہار دیواری مسجد کی ایک دیوار پر کڑیاں رکھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۴۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مسجد کی چہار دیواری کی کسی دیوار پر کسی پڑوسی کو کڑیاں رکھنے کا حق نہیں ، اور متولیان مسجد کو اس کی اجازت دینا شرعًا حرام ہے، اور وہ اجازت معتبر نہیں ہے جیسا کہ فقہاء بذیل آیت کریمہ "وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ" (۳) اس کی تصریح فرمائی ہے۔ فقط

سوال: (۳۹۳) زید، مابین اپنے مکان کے دروازہ و دیوار مسجد و حجرہ کے اوپر چند ں چوب چھاپ کر، مثل ایک چھتہ کے قائم کر کے، اوپر سے اپنے استعمال میں لاتا ہے، پاکی ناپاکی کا لحاظ نہیں کرتا؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۰۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الدر مع الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – فی آخر مطلبٌ فی أحکام المسجد.

(۲) الدر مع الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

(۳) سورۂ جن، آیت: ۱۸۔

الجواب: مسجد اور حجرہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھنا جائز نہیں ہے، یہ فعل قطعاً حرام ہے، کڑیاں اتروادینی چاہئیں۔ فقط

کسی شخص کا مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کی دیوار بنانا

سوال: (۳۹۴) ایک شخص کا مکان ایک مسجد کے ساتھ ملحق ہے، اس جگہ میں تمام مکانات کی دیواریں مشترکہ ہیں، اور مکان اور مسجد کے مابین جو "دیوار- ب" موجود ہے وہ عرصہ تقریباً پچاس سال سے مکان اور مسجد کی مشترکہ استعمال میں رہی ہے، اب مکان کا مالک اپنے مکان کو از سر نو تعمیر کر رہا ہے، پہلی منزل بن چکی ہے، بعض افراد اعتراض کرتے ہیں کہ شرعاً مالک مکان کو اجازت نہیں کہ وہ "دیوار- ب" کو از سر نو اپنے خرچ سے پختہ تعمیر کرے، اور اپنے کسی مصرف میں لائے۔ نیز اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اسی دیوار پر اپنے مکان کی دوسری منزل کے لیے دیوار نہیں بنا سکتا۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۵۹۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں اس مسئلہ کو اس طرح لکھا ہے: فرع: لو بنى فوقه بيتًا للإمام لايضر لأنه من المصالح أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق تاتارخانية فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد الخ (درمختار) قوله ولو على جدار المسجد مع أنه لم يأخذ من هواء المسجد شيئًا اهـ، ونقل في البحر قبله: ولايوضع الجذع على جدار المسجد وإن كان من أوقافه اهـ قلت وبه علم حكم مايصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فإنه لايحل ولو دفع الأجرة الخ (۱) (شامی ۳/۳۷۱) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مسجد کی دیوار پر کوئی شخص اپنی دیوار یا کسی دوسرے مکان کی دیوار نہیں بنا سکتا، اگرچہ وہ دوسرا مکان اسی مسجد کے متعلق ہو، اور اوقاف مسجد سے ہو، بلکہ اگر کوئی شخص مسجد کی دیوار کے اوپر دیوار کسی مکان کی بناء کرے گا تو یہ جائز نہیں ہے، اور وہ دیوار منہدم کی جائے گی، اور پھر شامی میں البحر الرائق سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مسجد کی دیوار پر کڑیاں دوسرے مکان کی نہ رکھی جائیں اگرچہ وہ مکان اس مسجد کے متعلق وقف ہو، پھر اس کے بعد علامہ شامی نے قلت کے لفظ سے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کے بعض ہمسایہ جو مسجد کی دیوار پر کڑیاں رکھ لیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اجرت بھی دیویں انتہی۔

(۱) الدر والرد ۶/۴۲۸ كتاب الوقف – مطلب في أحكام المسجد.

پس معلوم ہوا کہ مسجد کی دیوار پر ہمسایہ کو کچھ تصرف کرنا درست نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ اپنی دیوار جدید بنائے تا کہ اس کے اوپر بھی دیوار دو منزلہ مکان کی تعمیر ہو سکے۔ فقط

مسجد کی دیوار اور پشتے پر اپنی دیوار بنانا درست نہیں

سوال: (۳۹۵) ...... (الف) مسجد کے کسی جزو پر (خواہ دیوار ہو یا طاق ہو) ہندو یا مسلمان کو اپنی دیوار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مسجد کی جانب مغرب میں مسجد کے پشتے پر اپنا آثار رکھ کر مسجد کی دیوار سے دیوار ملا کر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) مسجد کی جانب مغرب میں جو دیوار مسجد کی دیوار سے ملا کر بنائی جائے وہ دیوار مسجد کی دیوار سے اونچی بنانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۹۸۱ھ)

الجواب: (الف) مسجد کی دیوار پر اور کسی جزو پر ہندو اور مسلمان کو اپنی دیوار بنانا درست نہیں ہے، درمختار میں ہے کہ ''اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کو منہدم کر دیا جائے'' (۱)

(ب) مسجد کے پشتہ پر بھی کسی کو دیوار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

(ج) اگر اپنی زمین پر دیوار متصل دیوار مسجد کے بنائی جائے تو یہ جائز ہے؛ اور اس کو دیوار مسجد سے اونچا کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن مسجد کے پشتے پر دیوار بنانا درست نہیں ہے؛ پشتہ مسجد کا چھوڑ کر دیوار بنائی جائے۔ فقط

مسجد کی دیوار میں پڑوسی کی شرکت صحیح نہیں

سوال: (۳۹۶) مسجد کی کوئی دیوار اور کسی ہمسایہ کی دیوار اگر مشترک ہو تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۱۴۲۷ھ)

الجواب: مسجد کی دیوار بالکل علیحدہ ہونی چاہیے، اس دیوار میں کسی کا اشتراک صحیح نہیں ہے۔

مسجد کی چھت پر اپنا گھریلو سامان رکھنا درست نہیں

سوال: (۳۹۷) متولی مسجد یا کسی مسلمان کو مسجد کی چھت پر اپنا اسباب خانگی ٹین کے پیپے (ڈرم)

---

(۱) حوالۂ سابقہ

ولکڑی وغیرہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: متولی مسجد یا کسی کے لیے ایسا تصرف مسجد میں درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی زمین میں تصرف کرنے والے کا حکم

سوال: (۳۹۸) ایک شخص مسجد کی دیوار گرا کر راستہ بنانا چاہتا ہے، مسلمانوں نے اس کا حقہ پانی بند کر دیا ہے، لہٰذا ایسے شخص کے واسطے شرعاً کیا حکم ہونا چاہیے؟ (۲۲/۷-۱۳۴۲ھ)

الجواب: مسجد کی زمین میں کچھ تصرف کرنا جائز نہیں ہے، جو شخص ایسا ارادہ کرے اور سمجھانے سے بھی نہ مانے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنا چاہیے جیسا کہ کیا گیا تاکہ اس کو تنبیہ ہو اور اپنے ارادے سے باز آئے قال اللہ تعالیٰ: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) پس مسجد کے کسی حصے اور زمین میں کسی کو کوئی تصرف کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

کسی شخص کا مسجد کے کنویں کا نصف حصہ اپنے مکان میں شامل کر کے اس کا کرایہ دینا

سوال: (۳۹۹) مظفر نگر متصل تحصیل ایک چاہ پختہ متعلق مسجد میر فتح علی واقع ہے، اس کے گرد و پیش کے مکانات فروخت ہو چکے ہیں، جانب شمال ''لالہ سکھ بیر سنگھ'' کا مکان ہے، لالہ صاحب نے ایک جدید تعمیر کے اندر قریب نصف چاہ کے دائرے کے اپنے مکان میں بلا اجازت و رضا مندی اہل اسلام کے لے لیا، اور مزاحمت پر یہ کہتے ہیں کہ بہ عوض اس حصہ چاہ مسجد کے ایک روپیہ ماہوار مسجد کے واسطے بطور کرایہ حصہ چاہ دوام کے واسطے مقرر کر کے اقرار نامہ لکھا لو آیا ایسی صورت میں اہل اسلام اگر لالہ صاحب سے ایک روپیہ ماہوار کا اقرار نامہ کرائے دوامی کا بحق مسجد تحریر کرا کر تعمیر مذکور بغرض رفع شر بہ حالت موجودہ رہنے دیں؟ یا اس کے علیحدہ کیے جانے کی عدالت مجاز سے چارہ جوئی کر کے علیحدہ کرا دیں؟ (۳۱۲۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: کرایہ لینا اس حصہ چاہ متعلق مسجد کا درست نہیں ہے، اس کو بالکل خالی کرا لیا جائے، اور

(۱) سورۂ جن، آیت: ۱۸۔

اس میں پوری کوشش کی جائے؛ کیونکہ اس کا کرایہ پر دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱) فقط

کرائے پر دیا ہوا مکان مسجد بنانے کے لیے خریدنا

سوال: (۴۰۰) رجال شَاوَرُوْا لبِناء مسجدٍ جديدٍ، فنصبُوْا رجلاً، ودفعو إليه الدراهم قائلاً كلُّ واحدٍ منهم: "إن هذه الدراهم صدقة لله تعالى، لتشترى بها منزلاً لجعله مسجدًا" فذهب واشترى المنزل المستاجر بالدراهم لبناء المسجد فيه، فهل صح وقف الدراهم بهذا اللفظ لذلك المقصود، وتم بالقبض، ويزول ملك المالكين عنها، ويجب صرفهالتلك الجهة المقصودة، و يصير المنزل موقوفًا بدون تجديد عقدٍ وإذن صلاةٍ ولا يمنع الاستيجار صحة البيع وغاية الوقف أم كيف الحكم ؟(۷۵۲/۴۰-۱۳۳۹ھ)

الجواب: قال في الدرالمختار: وهل يجوز وقف العين المرهونة أوالمستاجرة؟ فأجاب: نعم الخ (۲) فظهر أن شراء المنزل المذكور ووقفه للمسجد صحيح؛ وفي صحة وقف الدراهم اختلاف وكلام، ولكن بعدالشراء بها منزلاً للمسجد لاخفاء في صيرورته وقفاً ومسجدًا . فقط

ترجمہ: سوال: (۴۰۰) چندلوگوں نے نئی مسجد کی تعمیر کے لیے آپس میں مشورہ کرکے ایک شخص کو ذمے دار بنایا، اور یہ کہہ کر دراہم اس کے حوالے کردیے کہ "یہ درہم اللہ کے لیے صدقہ ہیں تم ان کے عوض مکان خرید کر مسجد بناؤ تو وہ شخص گیا اور مسجد بنانے کے لیے ان درہموں کے عوض ایسا مکان خریدا جو کرائے پر دیا ہوا تھا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا ان الفاظ (إن هذه الدراهم صدقة لله إلخ) کے ساتھ وقف صحیح ہوکر قبضہ کی وجہ سے مکمل ہوجائے گا؟ مالکوں کی ملکیت ان دراہم سے زائل ہوجائے گی؟ اور ان دراہم کو جہت مقصودہ پر خرچ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ نیز نئے سرے سے معاملہ اور نماز کی اجازت کے بغیر مذکورہ مکان وقف ہوگا یا نہیں؟ اور کیا مکان کا کرائے پر ہونا بیع کی صحت اور مقصد وقف

---

(۱) ولايجوز أخذ الأجرة منه الخ الدرالمختار مع الشامی ۴۲۹/۶ کتاب الوقف فيما لو خرب المسجد أو غيره .

(۲) الدرالمختار مع الردّ ۴۶۳/۶ کتاب الوقف ــ مطلبٌ في زيادة أجرة الأرض المحتكرة.

کے لیے مانع ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے: وهل يجوز وقف العين المرهونة أو المستاجرة؟ فأجاب نعم (۱) یعنی کسی نے پوچھا کہ کیا رہن یا کرائے پر دیے ہوئے اعیان کا وقف صحیح ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ مکان خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دینا درست ہے؛ البتہ دراہم کے وقف کے سلسلے میں اختلاف اور کلام ہے، تاہم ان کے عوض مسجد کے لیے مکان خرید لینے کے بعد اس مکان کے وقف اور مسجد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

مسجد کی زمین میں بنائے ہوئے قبرستان کو برابر کر کے مسجد میں داخل کرنا

سوال: (۴۰۱) قطعہ اراضی افتادہ موروثی زمانہ قدیم گذشتہ سے خاص ایک قبیلے کے لوگوں کے تحت وقبضہ میں تھا؛ چنانچہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ زمین مذکورہ کے مورث اعلی کا ایک مسجد اور کنواں تعمیر شدہ اس وقت تک موجود ہے، اور باقی سطح زمین مسجد مذکورہ کے نام پر ان ہی لوگوں نے وقف کر دی تھی، لیکن مہتمم اس زمین وقف شدہ اور مسجد کے وہی لوگ رہے، مگر پہلے پہل اس قبیلے کا جو مردہ مرتا گیا، اس میں انہوں نے دفن کرنا شروع کر دیا، پھر ان ہی کی دیکھا دیکھی اہل برادری نے بھی اپنے اپنے مردے دفن کرنا شروع کر دیے، اگر چہ ان کے ورثاء ہر چند مانع بھی ہوتے رہے؛ لیکن زمانے کے تبدل سے کوئی دفن کرنے سے باز نہ آیا، اب یہ کل زمین ایک قبرستان کی صورت میں ہوگئی، اب کل زمین موقوفہ کو کہنہ ومخدوش دیکھ کر بعض چند ضروریات کی وجہ سے مسجد کو منہدم کر کے وسیع اور فراخ بنانا چاہتے ہیں؛ لیکن مسجد کے ملحق ومتصل جو قبریں کہنہ وجدید ہیں وہ داخل مسجد ہوئی جاتی ہیں، اور ورثائے واقف زمین موقوفہ کے، اور ورثاء وعزیز قبروں کے داخل مسجد کر لینے سے رضامند نہیں ہیں؛ لہٰذا ایسی صورت میں قبروں کا داخل کر لینا ضرورۃً مسجد میں عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قبر کا نشان باقی نہ رہنے کی صورت میں خواہ خود نشان باقی نہ رہے یا مٹا دیا جائے، اور باقی نہ رکھا جائے، فقہاء رحمہم اللہ تعالی مقبرے میں بھی نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں جیسا کہ عبارت

(۱) حوالۂ سابقہ

ذیل سے ظاہر ہے۔ شرح منیہ میں ہے: وكذا أي قال في الفتاوى: لابأس بالصلوة في المقبرة إذا كان فيها موضع أعد للصلوة وليس فيه قبر وهذا لأن الكراهة معللة بالتشبه بأهل الكتاب وهو منتف فيما كان على الصفة المذكورة (۱) وفي ردالمحتار: واختلف في علته فقيل: لأن فيها عظام الموتى وصديدهم وهو نجس وفيه نظر، وقيل: لأن أصل عبادة الأصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد، وقيل: لأنه تشبه باليهود، وعليه مشى في الخانية. ولابأس بالصلوة فيها إذا كان فيها موضع أعدللصلوة وليس فيه قبر ولانجاسة كمافي الخانية ولا قبلته إلى قبر "حلية" الخ (۲) ان عبارات سے مقبرہ میں بھی بہ صورت نہ باقی رہنے نشان قبر کے، جواز صلوۃ معلوم ہوتا ہے، اور صورت موجودہ میں جو بیان سوال میں درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین دراصل وقف علی المسجد ہے اس صورت میں اس زمین میں قبر کھودنا، اور مردے کو دفن کرنا جائز ہی نہ تھا، اور جو قبور اس میں کی گئیں خواہ وہ کہنہ ہوں یا جدید، ان کا برابر کردینا اور مسجد میں داخل کرنا بلاتردد درست ہے۔ جیسا کہ ارض غیر میں دفن کردینے سے مالک کو اختیار ہے درمیان اخراج میت اور مساوات بالارض کے، قال في الدرالمختار: ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض الخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے نیچے دُکانیں اور اوپر مسجد بنانا

سوال: (۴۰۲) اس شہر میں ایک مسجد قریب ساٹھ ستر سالہ بوجہ کہنگی شہید کرائی گئی، کرسی مسجد متصل کی گلیوں سے کچھ اونچی تھی، مسلمانان نے کھودوا کر کے متصل کی گلیوں کے برابر کروایا، اور دکانات کی بناء ڈال کر ان دکانوں کے اوپر مسجد بنائی جارہی ہے، اسی مسجد کی بناء کی تقلید پر دیگر مسلمان بھی موجودہ مساجد کو مذکورہ بالا وضع پر بنانے کے درپے ہیں، دکانوں کے بنانے سے صرف غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسجد وامام مسجد کے واسطے ان دکانوں کی آمدنی کا سہارا ہو؟ (۵۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) غنیة المستملي شرح منية المصلي، ص: ۳۱۵، المواضع التي تكره فيها الصلوة.

(۲) الشامي ۳۹/۲ كتاب الصلوة – مطلبٌ في إعراب كاننا ما كان.

(۳) الدر مع الشامي ۱۳۲/۳ كتاب الصلوة – باب صلوة الجنازة. مطلبٌ في دفن الميت.

الجواب: ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع الخ(۱) وفيه ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلا ولا سكنى بزازية(۱) فقط

سوال: (۴۰۳) بعض اہل اسلام آباد مسجد کو منہدم کرکے بجائے مسجد کے دکانات بنانا چاہتے ہیں، اوراوپر دکانات کے مسجد بنانا چاہتے ہیں، بعض اہل محلہ نے تعمیر بند کردی ہے؛ چوں کہ بہ حکم سرکار حکم امتناعی آگیا ہے، اس وجہ سے نماز واذان مسجد میں نہیں ہوتی، یہ گناہ مسجد منہدم کرنے والوں کو ہے یا حکم امتناعی والے کو ہے؟ اور ایسا کرنا کیسا ہے؟ (۶۵۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد کو منہدم کرکے اس کے نیچے دکانیں بنانا، اوراوپر مسجد بنانا درست نہیں ہے، یہ بالکل حرام اور ناجائز ہے، فقہاء نے یہ تو لکھا ہے کہ اول سے بانی مسجد کے نیچے تہ خانہ وغیرہ بہ غرض مصالح مسجد بنالے، اوراوپر مسجد بنادے تو یہ درست ہے، لیکن جب کہ مسجد تیار شدہ ہو اس کو گرا کر اس کے نیچے دکانیں وغیرہ بنانا کچھ درست نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع — إلى أن قال — فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلا ولا سكنى الخ (۱) پس یہ گناہ مسجد کے منہدم کرنے والوں پر ہے، جنھوں نے بہ غرض دکانیں بنانے کے مسجد کو منہدم کیا؛ اب چاہیے کہ دکانوں کے خیال اور ارادے کو موقوف کرکے اصل مسجد کو پھر دوبارہ تعمیر کرالیں۔ فقط

سوال: (۴۰۴) اگر مسجد کے نیچے دکانیں بنائیں تو درست ہے یا نہیں؟ اور دکانیں بنوانے سے غرض یہ ہے کہ کرایہ دکانوں کا مسجد کے اخراجات میں آئے؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (۱۶۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد کے نیچے دکانیں بنوانا بعد اس کے کہ مسجد پوری ہوچکی، درست نہیں ہے، مثلاً کوئی مسجد پہلے سے قائم ہے یا زمین مسجد کے لیے وقف ہے، اس میں نیچے دکانیں بنوانا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے: وحاصله أن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا الخ (۱) ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلا(۱) (ردالمحتار) فقط

(۱) الدر المختار مع الشامي ۶/ ۴۲۸، ۴۲۹ كتاب الوقف – مطلب في أحكام المسجد.

مسجد کے نیچے نئی دکانیں بنانا درست نہیں

سوال: (۴۰۵)...... (الف) ایک مسجد پرانی ہے، مسجد کے صحن کے نیچے چند دکانیں تھیں، جس سے مسجد کا خرچ چلتا تھا؛ اب دکانیں شکستہ ریختہ ہوگئیں، تو صرفۂ مسجد میں کمی آگئی اگر مسجد ان دکانوں کے اوپر بنائی جائے تو دکانیں صحن مسجد میں آتی ہیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اسی مسجد میں بہ جانب شمال دو قبریں ہیں، مسجد کے صحن کو بڑھانا چاہتے ہیں تو قبریں صحن میں آتی ہیں، اور ڈھائی گز نیچے رہیں گی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ نقصان تو نہیں ہوگا؟
(۱۸۸۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) جس جگہ صحن مسجد کے نیچے پہلے سے دکانیں تھیں ان کی تعمیر اور درستی کرادینا بظاہر درست ہے، اور جدید نہ بنائی جائیں، اور پھر بھی بہتر یہ ہے کہ مسجد کے نیچے دکانیں بالکل نہ ہوں، جیسا کہ روایت ولایجوز أخذ الأجرة منه الخ (۱) سے واضح ہوتا ہے۔ لو بنی فوقه بیتًا للإمام لایضر لأنه من المصالح أما لو تمت المسجدیة ثم أراد البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم صدق الخ ولایجوز أخذ الأجرة منه ولا أن یجعل شیأ منه مستغلاً الخ (۱) (درمختار)

(ب) ان کو برابر کردینا اور ان کے اوپر بھی صحن مسجد بنالینا درست ہے، اور نماز میں کچھ نقص نہیں آتا۔

مسجد کے ضروری اخراجات کے لیے مسجد کے نیچے دکانیں بنانا

سوال: (۴۰۶) پہاڑی علاقے میں عموماً مسجدوں کے ضروری اخراجات کے لیے آباد پہاڑوں پر یہی صورت اختیار کی جاتی ہے کہ نیچے کے حصے میں دکانیں بنادی جاتی ہیں، اور اوپر مسجد رہتی ہے جس سے مسجد کے ضروری اخراجات پورے ہوتے رہتے ہیں؛ اب سوال یہ کہ ''کوہ مری پہاڑ'' سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ بہ صورت چبوترا ہے جس پر عرصہ سو سال سے لوگ نماز پڑھتے ہیں، اس کے قرب جوار میں ہندو ترقی کر رہے ہیں، اس کی حفاظت بہ ظاہر اس وقت اسی طریق پر ہوسکتی ہے کہ نیچے دکانیں بنادی جائیں اور اوپر مسجد رہے، آبادی پہاڑ کے دنوں میں لوگ اس مسجد میں نماز پڑھتے رہیں، اور ضروری اخراجات کے لیے کرایہ آتا رہے، ایسی صورت میں اگر نیچے دکانیں بنا کر اوپر مسجد بنادی

(۱) حوالۂ سابقہ

جائے جس سے مسجد وسیع بھی ہو جاتی ہے؛ تو شرعاً کیا کوئی صورت جواز نکل سکتی ہے؟ (۳۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد کے لیے شرعاً یہ ضروری ہے کہ نیچے سے اوپر تک مسجد ہو وحاصله أن شرط كونه مسجدًا ان يكون سفله و علوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) (شامی ج:۳) اور نیز درمختار وشامی (۲) میں یہ بھی تصریح ہے کہ مسجد تحت الثری سے لے کر آسمان تک مسجد ہی ہوتی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مسجد کے نیچے دکانیں ہوں گی، اور وہ کرایہ پر دی جاویں گی تو ہر قسم کے کام اس میں ہوں گے اور آداب مسجد کا لحاظ نہ رہے گا، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے کہ مسجد کے نیچے دکانیں بہ غرض کرائے پر دینے کے بنوائی جاویں۔ وقد رد في الفتح ما بحثه في الخلاصة من أنه لو احتاج المسجد إلى نفقة تو جر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه بأنه غير صحيح. قلتُ: و بهذا علم أيضًا حرمة إحداث الخلوات في المساجد كالتي في رواق المسجد الأموی ولا سيما ما يترتب على ذلك من تقذير المساجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه، ورايتُ تأليفًا مستقلاً في المنع عن ذلك (۱) (شامی) الغرض ان روایات سے ظاہر ہوا کہ مسجد کے نیچے دکانیں کرائے پر دینے کو بنوانا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر مسجد سے خارج متصل مسجد دکانیں بہ غرض آمدنی بنوائی جاویں تو یہ جائز ہے۔ فقط

مسجد کی تعمیر ثانی کے وقت مسجد کے نیچے دکانیں بنانا جائز نہیں

سوال: (۴۰۷) ایک مسجد جو بہت شکستہ تھی اور شہید ہو چکی تھی، اہل محلہ نے چندہ کر کے کام شروع کرادیا، اور جانب غرب کچھ زمین بڑھا کر نیچے دکان وقف علی مصالح کی نیت سے بنا کر چھت پر مسجد قرار دی، خلاصہ یہ ہے کہ تعمیر ثانی کے وقت مسجد کے نیچے دکانیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ آیا زمین مسجد منہدمہ مذکور کو ملک ورثاء قرار دے کر دکانیں بنانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: أقول و بالله التوفيق: شرعاً مسجد کے لیے ضروری ہے کہ اوپر سے نیچے تک مسجد ہو؛ قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق

(۱) الشامي ۲/۴۲۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۲) في الدرالمختار: لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ وفي الشامي: وكذا إلى تحت الثرى (الدر والشامي ۲/۳۷۰ كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسجد)

بعد عنه لقوله تعالى: وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الخ (۱) (كتاب الوقف شامى) وفى كتاب الصلاة من الدر المختار: وكره تحريمًا الوطئ فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ كذا إلى تحت الثرىٰ الخ (۲) (شامی) وفى كتاب الوقف من الدر المختار: ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئًا منه مستغلاً ولا سكنىٰ بزازية (۳) وفى الشامى وقد رد فى الفتح مابحثه فى الخلاصة من أنه لو احتاج المسجد إلى نفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه أنه غير صحيح. قلتُ: وبهذا علم أيضًا حرمة إحداث الخلوات فى المساجد كالتى فى رواق المسجد الأموى ولا سيما ما يترتب على ذلك من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه (۳) پس جب کہ یہ مسلم ہے اور متفق علیہ کہ مسجد عرش سے تحت الثریٰ تک مسجد ہی رہتی ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد کے نیچے دکانیں بنوانا کرائے پر دینے کو، اوران کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ کرایہ دار میں فرق مسلم اور کافر کا نہ ہوگا، اور کرایہ دار ہر ایک قسم کا تصرف اس میں کرے گا، اور وہ افعال کرے گا جو کہ مسجد میں حرام ہیں، اور بانی مسجد اور واقف اول کو جو بوقت بناء اول مسجد کے نیچے سرداب وغیرہ کی اجازت مصالح مسجد کے لیے فقہاء نے لکھی ہے، ان مصالح سے مراد وہ مصالح لیے جائیں گے جن سے مسجد کے آداب وحرمت مسجد وغیرہ میں کچھ فرق نہ آئے، مثلاً مسجد کی صفوف بچھونا یا لوٹا وغیرہ سامان مسجد کا رکھ دینا، نہ یہ کہ اس کو کرائے پر دینا، اور وہ افعال کرنا یا کرانا جس سے تلویث وتقذیر مسجد لازم آئے، مساجد کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: أن تنظف ويطيب (۴) اور بناء اول کے بعد تو فقہاء نے اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ بہ وقت تعمیر ثانی سرداب وغیرہ مصالح مسجد کے لیے بنایا جائے، اور امام ابوشجاع اور امام حلوانی کا فتویٰ انقاض مسجد ویران

(۱) الشامى ۶/۴۲۸ كتاب الوقف – مطلبٌ فى أحكام المسجد.
(۲) الدر والشامى ۲/۳۷۰ كتاب الصلوة. مطلبٌ فى أحكام المسجد.
(۳) الدر والشامى ۶/۴۲۸، ۴۲۹ كتاب الوقف – مطلبٌ فى أحكام المسجد.
(۴) عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المساجد فى الدور و أن تنظف وتطيب (أبو داؤد ۱/۶۶ كتاب الصلوة – باب اتخاذ المساجد فى الدور، وكذا فى المشكاة ص:۶۹ كتاب الصلوة – باب المساجد و مواضع الصلوة) وفى الشامى: موضع الصلاة للسنن والنوافل بأن يتخذ له محرابٌ وينظف ويطيب كما أمر به صلى اللّٰه عليه وسلم (الشامى ۲/۳۷۲ كتاب الصلوة – مطلبٌ فى أحكام المسجد)

اور خشت وخشب وسنگ وغیرہ کے انتقال کے بارے میں ہے، نہ زمین مسجد کے بارے میں، زمین مسجد کو ہر حال محفوظ رکھنا لازم ہے کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ابد الآباد تک مسجد رہتی ہے، وہ کسی وقت میں بھی ملک بانی وواقف میں داخل نہیں ہوتی، اور مسجد کے بہت سے احکام دیگر اوقاف کے حکم سے مغائر ہیں، چنانچہ مشاع کا وقف کرنا عند البعض جائز ہے، لیکن مشاع کا مسجد بنانا صحیح نہیں۔ لأن بقاء الشركة يمنع الخلوص لله تعالىٰ نهر (۱) (شامی) قوله ويجعل آخره لجهة قربة لاتنقطع يعني لابد أن ينص على التأبيد عند محمد خلافاً لأبي يوسف اهـ ويأتي بيانه. وهذا في غير المسجد إذ لا مخالفة لمحمد في لزومه بل هو موافق للإمام فيه الخ (۱) (شامی) وفي الحديث: شر البقاع أسواقها وخير البقاع مساجدها (الحدیث) (۲) فقط

مسجد کے نیچے گودام، پاخانہ، غسل خانہ وغیرہ بنانا درست نہیں

سوال: (۴۰۸) متولی مسجد کی رائے ہے کہ عمارت جدید، مسجد کی سالم منزل زیریں میں یعنی نیچے کے حصے میں گودام ودکانیں وبیوتات ضروری مثل بیت الخلاء وغسل خانہ وغیرہ بنوا دیے جائیں، اور اوپر کے حصے پر مسجد تعمیر کی جائے، اور فریق دوم کی رائے یہ ہے کہ مسجد کے نیچے پاخانہ وغیرہ کچھ نہ بنوانا چاہیے، نیچے سے اوپر تک مسجد رہنی چاہیے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی؛ ایسی حالت میں متولی کی رائے درست ہے یا فریق دوم کی؟ (۲۸۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مسجد کے نیچے پاخانہ وغسل خانہ وغیرہ کا بنوانا درست نہیں ہے، اور یہ بالکل مسجد کے احکام وآداب کے خلاف ہے، لہٰذا بصورت موجودہ متولی مسجد کی رائے صواب نہیں ہے، بلکہ فریق دوم

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۸ کتاب الوقف – مطلبٌ شروط الوقف علی قولهما.

(۲) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: إن حِبرًا من اليهود سأل النبي صلى الله عليه وسلم: أي البقاع خير؟ فسكت عنه، وقال: أسكت حتى يجئ جبرئيل فسكت، وجاء جبرئيل عليه السلام فسأل. فقال: ما المسئول عنها بأعلم من السائل، ولكن أسأل ربّي تبارك وتعالىٰ ثم قال جبرئيل: يا محمد! إني دنوتُ من الله دنوًا ما دنوت منه قط، قال: وكيف كان يا جبرئيل! قال! بيني وبينه سبعون ألف حجاب من نورٍ فقال: شر البِقاع أسواقها وخير البقاع مساجدها، رواه ابن حبّان في صحيحه عن ابن عمر رضي الله عنهما (مشكاة ص:۷۱ كتاب الصلوة – باب المساجد ومواضع الصلوة)

کی رائے صحیح ہے، مسجد کے نیچے اوراوپر خالص مسجد رکھنا چاہیے، کما قال فی ردالمحتار: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) وفي الدرالمختار: ولايجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئًا منه مستغلاً ولاسكنى الخ (۱) قال في ردالمحتار: وقد رد في الفتح مابحثه في الخلاصة من أنه لواحتاج المسجد إلى نفقة تؤجر قطعة منه بقدر ماينفق عليه بأنه غير صحيح. قلتُ: وبهذاعلم أيضًا حرمة إحداث الخلوات في المساجد كالتي في رواق المسجد الأموى ولاسيما مايترتب على ذلك من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه ورأيتُ تأليفاً مستقلاً في المنع من ذلك الخ (۱) (شامی ۳/ ۳۷۱) اور نیز یہ امر مسلّمات میں سے ہے کہ مسجد کے نیچے تحت الثریٰ تک اوراوپر عرش معلیٰ تک تمام مسجد ہوتی ہے قال في الدرالمختار: وكره تحريمًا الوطئ فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ وكذا إلى تحت الثرى (۲) (شامی ۱/ ۴۴۱) اس عبارت کا حاصل یہی ہے کہ مسجد آسمان تک، اور اسی طرح تحت الثریٰ تک مسجد ہے، پس جب کہ سب نیچے اوپر تک مسجد ہے تو ظاہر ہے کہ پاخانہ وغسل خانہ ودکانیں مسجد کے نیچے بنانی درست نہیں ہیں، اور ان روایات کے خلاف جو روایات ہیں وہ از روئے قواعد وتصریحات فقہاء معتبر نہیں ہیں۔ فقط

سوال: (۴۰۹) ایک مسجد اس صورت سے تعمیر کی جاتی ہے کہ صحن بالائے چھت ہے، اور زیر مسجد دورویہ دکانیں اور درمیان میں آٹھ فٹ چوڑی سڑک جو عام راستہ ہے، بازار کی آمدنی سب سے اوّل مسجد پر صرف کی جاوے گی، اس کے بعد اور مسجدوں میں صرف کی جاوے گی (یہ جائز ہے یا نہیں؟)

(۱۲۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے: قال في البحر: وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۳) پس جب کہ مسجد ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ نیچے اوراوپر سب مسجد ہو تو مسجد کے نیچے دکانیں اور راستہ قائم کرنے

(۱) الدر والشامی ۶/ ۴۲۸، ۴۲۹ كتاب الوقف مطلبٌ في أحكام المسجد.
(۲) الدر مع الشامی ۲/ ۳۷۰ كتاب الصلوة- مطلبٌ في أحكام المسجد.
(۳) الشامی ۶/ ۴۲۸ كتاب الوقف - مطلبٌ في أحكام المسجد.

سے یہ شرط باقی نہ رہے گی اور آداب مسجد؛ دکانوں وغیرہ میں باقی نہ رہیں گے، لہٰذا ایسا نہ کرنا چاہیے، اور درمختار کتاب الصلوۃ میں ہے۔ لأنہ مسجد إلی عنان السماء الخ و کذا إلی تحت الثری (۱) پس جب کہ عنان سماء اور تحت الثری تک مسجد ہوتی ہے تو مسجد کو ایسے تصرفات سے پاک رکھنا چاہیے۔

مسجد کے کمرے کو دُکان میں شامل کرنا جائز ہے

سوال: (۴۱۰) جنوب کی جانب جامع مسجد کی ایک دکان ہے، اس کے قریب ایک حجرہ ہے؛ یہ حجرہ دکان میں داخل کر دیا ہے، اس کے سوا اور بہت حجرے ہیں، اور دکان کا کرایہ پہلے بارہ روپے ماہوار تھا، اب بیس روپے ہوگیا ہے، یہ مسجد میں خرچ ہوتا ہے اس سے پہلے حجرہ مذکورہ بے کار تھا، لہٰذا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۲۶۷ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ اس حجرہ کو دکان میں داخل کرلیا گیا؛ کیونکہ اس میں آمدنی زیادہ ہوگئی، اور مسجد کو نفع ہوا، اور وہ حجرہ بے کار تھا اور مسجد کی ضرورت کے لیے دوسرے حجرے موجود ہیں، پس بہ حکم یفتی بکل ماھو أنفع للوقف (۲) اس صورت میں جواز کا فتوی دیا جائے گا۔

مسجد کے دالان کو تیل کا گودام بنا کر کرائے پر دینا

سوال: (۴۱۱) مسجد کے فرش کے ختم پر ایک دالان (بڑا کمرہ) ہے، جس میں مسجد کا سامان اور امام رہتا تھا، اس کو اب مسجد کی طرف میں بند کرا کر مٹی کے تیل کا گودام بنا کر کرائے پر دیا جائے، اور کرایہ مسجد کے نام جمع رہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو دالان مسجد سے خارج ہے، اس کو مسجد کے نفع کی غرض سے جدید طریق پر گودام بنانا، اور کرائے پر دینا بہ غرض منافع مسجد کے درست ہے۔ فقط

مصالحِ مسجد کے لیے مسجد میں تہہ خانہ وغیرہ بنانا درست ہے

سوال: (۴۱۲) کسی ایسی مسجد میں جو جدید تعمیر ہونے والی ہے، مصالح مسجد کے لیے خلا رکھا

(۱) الدر والشامی ۳۷۰/۲ کتاب الصلوۃ – مطلبٌ فی أحکام المسجد.
(۲) الدرالمختار مع الشامی ۴۸۲/۶ کتاب الوقف – مطلب سکن المشتری دارالوقف.

جائے اور چھت پر مسجد تعمیر کی جائے تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہ؟ (۳۷۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و إذا جعل تحته سردابًا لمصالحه ای المسجد جاز (۱) اور شامی میں نہر سے نقل فرمایا: وشرط فی المصباح أن یکون ضیقا الخ (۱) وفیہ: وھو بیت یتخذ تحت الأرض لغرض تبرید الماء وغیرہ (۱) ان عبارات سے ظاہر ہے کہ مصالح مسجد کے لیے مسجد کے نیچے تہ خانہ وغیرہ بنانا درست ہے، اس کے کچھ بعد شامی نے فرمایا: قال فی البحر: وحاصله أن شرط کونه مسجدًا أن یکون سفله وعلوہ مسجدًا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (۱) (ج:۳ کتاب الوقف شامی) اور جلد اول شامی و درمختار میں ہے: وکرہ تحریمًا الوطئ فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلی عنان السماء (۲) (درمختار) وکذا إلی تحت الثری الخ (۲) (شامی) ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد نیچے سے اوپر تک، یعنی تحت الثریٰ سے عرش تک مسجد ہی ہے، اس کے نیچے اوپر پیشاب و پاخانہ و جماع وغیرہ امور منافی مسجد درست نہیں؛ اور یہی وجہ مصباح میں اس شرط لگانے کی ہے کہ وہ تہ خانہ تنگ ہو کہ اس میں سوائے پانی وغیرہ ٹھنڈا کرنے یا مسجد کے لوٹے اور صف رکھنے کے اور کوئی کام جو منافی آداب مسجد کے ہو نہ کیا جائے۔ فقط

سوال: (۴۱۳) ''لال کورتی بازار'' کی مسجد میں جگہ تھوڑی ہے، مسجد کی دائیں بائیں جانب جو مکان ہیں وہ مسجد کی ملکیت ہیں، منتظمین بائیں جانب مسجد بڑھانا چاہتے ہیں، مگر اس طرف کا مکان مسجد کی کرسی سے ایک منزل نیچا ہے، منتظمین کا خیال ہے کہ اس مکان کے نیچے والی منزل کو بدستور کرایہ داروں یا امام مسجد کے رہنے کے لیے چھوڑ دیا جائے، اور اس کے اوپر دوسری منزل بنوا کر مسجد کو وسیع و کشادہ کر دیا جائے یہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۹۳۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بنانے کے وقت اس کی اجازت ہے کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بہ غرض مصالح مسجد کے بنا دیا جاوے جیسا کہ لوٹا، صف وغیرہ سامان مسجد کے رکھنے کے لیے، اور بہ غرض کرائے پر دینے اور کسی کے رہنے کے لیے دکان و مکان بنانا درست نہیں ہے کہ اس میں مسجد کی بے ادبی اور تلویث کا خوف ہے، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ مسجد نیچے سے اوپر تک مسجد ہی ہوتی ہے، لأنه مسجد إلی عنان السماء (درمختار)

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۸ کتاب الوقف – مطلب فی أحکام المساجد.

(۲) الدر المختار والشامی ۲/۳۷۰ کتاب الصلوۃ – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

و کذا إلی تحت الثری(۱) (شامی) درمختار اور شامی میں ہے: وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أی المسجد جاز الخ قوله سرداباً جمعه سراديب وهو بيت يتخذ تحت الأرض لغرض تبريد الماء وغيره الخ ..... وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً(۲) اس شرط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیچے اوپر سوائے مسجد کے اور کچھ نہ بنایا جاوے اور یہی احوط ہے، اور بہ ضرورت اگر کچھ بنایا جاوے، تو ایسا مکان جو مسجد کے کاموں میں آوے مثل لوٹا، صف وغیرہ رکھنے کے تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط

گاؤں والوں کا امام کو مسجد ہبہ کرنا صحیح نہیں

سوال: (۴۱۴) ایک گاؤں میں ایک مسجد بہت چھوٹی تھی، لہذا ایک وسیع مسجد دوسری جگہ تیار کی ہے، مسجد اول کی حفاظت مشکل ہے، اسی وجہ سے گاؤں کے باشندوں نے اس مسجد کو امام مسجد کو ہبہ کر دیا ہے؛ امام کو اس پر قبضہ کرنا اور اس میں رہنا درست ہے یا نہیں؟ ایک مولوی نے جواز کا فتوی دیا ہے۔

(۱۵۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جواز کا فتویٰ صحیح نہیں ہے، مسجد کبھی مسجدیت سے نہیں نکل سکتی، اگر بہ ضرورت اس کو چھوڑا جاوے تو محفوظ کر دیا جاوے، کسی کی ملک میں مسجد نہیں آسکتی ہے، اور نہ کوئی اس کا مالک ہوسکتا ہے، نہ کسی کو تملیک کا اختیار ہے؛ پس اگر بہ ضرورت دوسری وسیع مسجد بنائی گئی ہے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ اچھا ہے؛ لیکن مسجد اول (جو صغیر ہے) بھی ہمیشہ کو مسجد رہے گی، اس وقت اگر وہ ویران ہوگئی ہے تو اس کو محفوظ کر دیا جاوے، اور بند کر دیا جاوے، شاید پھر کسی وقت آباد ہو جاوے، اور اس کی درستی ہو جاوے۔ شامی میں ہے۔ قال في البحر: وبه علم أن الفتویٰ علی قول محمد في آلات المسجد. وعلی قول أبي يوسف في تأبيد المسجد (۳) وفيه: أن المسجد إذا خرب يبقی مسجداً أبداً(۳) (شامی) ولو خرب ما حوله واستغنی عنه يبقی مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلی قيام الساعة وبه يفتي حاوي القدسي(۳) (درمختار) فقط

(۱) الدر والشامي ۳۷۰/۲ کتاب الصلوة – مطلبٌ في أحكام المسجد.
(۲) الدر مع الشامي ۴۲۸/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.
(۳) الدر مع الشامي ۴۲۹/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کے بعد اپنی بیٹی کو ہبہ کرنا

سوال: (۴۱۵) احسن اللہ نے پاؤ بیگہ زمین زبانی وقف کر کے، اس میں ایک مسجد تیار کر کے، اذن عام نماز جمعہ کے واسطے دے دیا تھا، لوگ اس میں نماز پڑھتے رہے، بعد کچھ عرصے کے احسن اللہ نے وہ زمین موقوفہ اور اس کے گرداگرد کی اور زمین ملا کر اپنی بیٹی کے نام لکھ دی، اب احسن اللہ کا انتقال ہوگیا، اہل محلہ اس مسجد کو پختہ کرانا چاہتے ہیں، وارثان مذکوران تمام باتوں سے مانع ہیں، اس حالت میں اہل محلہ دوسری جگہ مسجد تیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۱۳۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہ زمین جو مسمی احسن اللہ نے وقف کی وہ وقف ہوگئی، اور وہ مسجد شرعی ہوگئی، اس موقوفہ زمین کو مع مسجد کے ہبہ کرنا دختر کے نام صحیح نہیں ہوا، اور وہ زمین ہبہ سے خارج رہی ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں عامۃً ہے: **الوقف لایملك ولایملك الخ (درمختار ۶/۴۲۱، کتاب الوقف)** پس وارثان احسن اللہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مسجد کو پختہ کرنے، اور اس کو وسیع کرنے سے مانع ہوں، اگر وہ زمین موقوفہ و مسجد میں کوئی تصرف مالکانہ کریں گی، تو عنداللہ ماخوذ ہوں گی، اور جب کہ وارثان احسن اللہ اس مسجد کو وسیع نہ کرنے دیں، تو اہل محلہ کو دوسری مسجد بنانا درست ہے۔ فقط

مسجد کی جگہ قیمۃً یا مفت کسی کو دینا جائز نہیں

سوال: (۴۱۶) مسجد ایک جانب کو بڑھائی گئی ہے، اور امام کے لیے محراب وسط میں بنائی گئی ہے، اور پہلی محراب جو ایک جانب کو رہ گئی ہے، اس کے پیچھے ایک مکان ہے جس کا صحن بہت ہی تنگ ہے، اس لیے مکان والا چاہتا ہے کہ محراب کی جگہ دیوار سیدھی کرنے کے بعد جو بچے اس کو مل جائے، اب اہل محلہ وہ جگہ اس کو مفت یا بہ قیمت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد میں اس کی ضرورت نہیں ہے؟ (۲۷۱۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس جگہ کا کسی کو مفت یا بہ قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ فقط

مسلمانوں کا مسجد سے دست بردار ہونا جائز نہیں

سوال: (۴۱۷) ایک مسجد چوں کہ ویران تھی اس لیے اس پر ہنود نے قبضہ کر لیا، یعنی مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ مندر بنانا چاہتے ہیں، مقدمہ عدالت میں گیا، مسلمانوں کو سزا ہوئی، اپیل میں مجسٹریٹ

سے ہندو مسلمانوں کو باہمی رضامند ہو جانے کو کہا تو اہل ہنود اس فیصلے پر رضامند ہوتے ہیں کہ مسجد کا پتھر جو تین محرابیں اور دو منار ہیں اکھاڑ کر لے جائیں، ہمیشہ کے لیے مسجد سے دست بردار ہو جائیں، اور اس جگہ مندر قائم ہونے دیں اس طرح فیصلہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۰۸۲ھ)

الجواب: مسئلہ شریعت کا یہ ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، اس سے کبھی حکم مسجد کا علیحدہ نہ ہوگا، اور وہ ہمیشہ کو مسجد ہی رہے گی، اور اس مسجد کے آداب میں کسی وقت کچھ فرق نہ آئے گا، اور بے حرمتی اس کی کسی وقت جائز نہ ہوگی، اور کسی وقت میں وہ مکان مسکونہ یا مندر وغیرہ نہ بن سکے گا، پس مسلمانوں کو اس طریق سے مصالحت کرنا جو کہ سوال میں مذکور ہے کسی طرح جائز نہیں ہے، اور دست برداری مسجد سے، اور مٹانا علامات مسجد کا، کسی حال جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ بازار یا عمارت بنانا درست نہیں

سوال: (۴۱۸) کوئی قدیم مسجد شکستہ ہو یا اچھی حالت میں، اور کوئی حاکم؛ بازار وسیع کرنا چاہے، یا کوئی اور عمارت بہ غرض رفاہ عام تعمیر کرانا چاہے، اور مسلمانوں سے خواہش ظاہر کرے کہ ہم چاہتے ہیں کہ مسجد بہ ضرورت گرا کر اس مقام پر دوسری عمارت قائم کریں، اور مسلمانوں کو یہ بھی خوف ہے کہ وہ حاکم اگر ہم رضامندی ظاہر نہ کریں گے تو وہ جبراً گرا سکتا ہے۔

(الف) تو کیا ایسی حالت میں مسلمان مسجد گرانے کے لیے اپنی رضامندی دے سکتے ہیں؟

(ب) اور مسجد اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ تعمیر کی جائے، اور مسجد کی جگہ پر دوسری عمارت تعمیر کی جائے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے؟ (۱۳۳۷/۱۱۰۹ھ)

الجواب: شرعاً یہ درست نہیں ہے کہ مسجد سابق کو گرا کر بازار میں داخل کی جائے، اور اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنائی جائے، پس مسلمانوں کو اس کی اجازت دینا درست نہیں ہے، اور مسجد کو ہٹانا اور پہلی مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا، اور اس جگہ دوسری عمارت تعمیر کرنا درست نہیں ہے، درمختار میں ہے:

ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدًا عند الإمام والثانى أبدًا إلى قيام الساعة(۱) وفى ردالمحتار: قال فى البحر وبه علم أن الفتوىٰ على قول محمدؒ فى آلات المسجد وعلى قول أبى يوسفؒ فى تأبيد المسجد(۱) فقط

(۱) الدر المختار والشامى ۶/۴۲۹ كتاب الوقف — مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أوغيره.

سوال: (۴۱۹) شہر انبالہ میں قدیم زمانے سے ایک محلّہ چلا آتا ہے، جس میں مسلمان خراسی آباد تھے، ابتدائی عمل داری انگریزی میں ایک بازار بنانے کی ضرورت سے، حکام نے اس محلّہ کو اجاڑ کر ایک دوسری جگہ ان اہل محلّہ کو آباد کر دیا، اور مسجد خراسیان جو بازار میں آ گئی تھی، اس کے عوض ایک قطعہ زمین مسجد بنانے کے لیے دیا گیا۔ عرصہ دراز تک اس قطعہ اراضی پر کوئی مسجد تعمیر نہ ہوئی، پھر کمیٹی میں درخواست دی گئی کہ اجازت تعمیر مسجد دی جائے، لیکن اس مرتبہ حاکم ضلع نے مداخلت کر کے، اس بناء پر تعمیر مسجد کو روک دیا کہ ''ہندو مندر'' قریب ہے، چنانچہ اب اراضی مذکور خالی پڑی ہے، بلکہ ہمسایہ گان کی دست برد کا شکار ہو رہی ہے، آیا حکومت کا قدیم مسجد خراسیان کو بازار کے لیے لے لینا، ایک جائز عمل تھا؟ اور اس کے عوض قطعہ اراضی کا دے دینا کیا اس اراضی کو وقف بہ منزلہ مسجد بنا دیتا ہے؟ اور کیا اس اراضی کو سوائے مسجد کے اور کام میں لا سکتے ہیں؟ تعمیر مسجد کی اجازت ملنے کی امید نہیں ہے۔ یا اس اراضی کو فروخت کر کے ایک اور مسجد کی تعمیر میں اس کی قیمت کو لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۸۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، مسجد کا حکم اس سے کبھی زائل نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو بازار میں لینا جائز نہ تھا، اور دوسری جگہ جو مسجد کے لیے دی گئی جب تک مسلمانان اس کو وقف مسجد کے لیے نہ کریں مسجد نہ ہوگی، پس جب تک وہ جگہ مسجد نہیں ہوئی، اس وقت تک اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین خرید کر اس کو مسجد کر سکتے ہیں، اور نیز اس زمین میں کوئی دوسرا مکان رفاہ عام کا بنا سکتے ہیں۔ فقط

مسجد کو شہید کر کے کارخانہ بنانا

سوال: (۴۲۰) مسلمانوں کی بستی میں ایک زمین میں مسجد پچاس ساٹھ سال سے قائم چلی آرہی ہے، اب سرکار اس مسجد کی جگہ کو صنعت وحرفت کے کارخانوں کے لیے تجویز کر کے مسجد کو منتقل کرنا چاہتی ہے، مسلمانوں کو اس پر راضی ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: فتویٰ اس پر ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ تا قیامت مسجد رہے گی، ابطال اس کی مسجدیت کا کسی حال درست نہیں ہے، پس مسلمانوں کو اس کی کسی طرح اجازت نہ دینی چاہیے، اور مبادلہ اس کا درست نہیں ہے، اور اگر دوسری جگہ مسجد بناء کی جاوے تو پہلی مسجد بھی مسجد رہے گی، اور دوسری بھی مسجد ہو جاوے گی۔ فقط

مسجد کو شہید کر کے امام کے لیے کمرہ بنانا

سوال: (۴۲۱) مسجد کے حصہ کو شہید کر کے امام کے لیے حجرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ یا مدرسہ بن سکتا ہے یا نہ؟ (۹۶۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسجد کے حصے کو شہید اور منہدم کر کے اس میں حجرہ یا مکان امام کی سکونت کے لیے یا مدرسہ بنانا درست نہیں ہے کما فی الدر المختار: اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع الخ (۱)

مسجد کو شہید کر کے سڑک میں شامل کرنا

سوال: (۴۲۲) ایک مسجد عرصۂ دراز سے غیر آباد ہے، یہاں تک کہ گھاس پھوس وغیرہ بھی بھر دیا جاتا ہے، اور خالی ہونے کی حالت میں کوئی رفع ضرورت بھی کر جاتا ہے؛ اب اس کو سڑک کی سیدھ میں آجانے کی وجہ سے راج کی طرف سے شہید کرنے کی تجویز ہے؛ تو کیا مسلمانوں کو اس پر شہید ہونا یا لڑائی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۵/۳۲-۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو جگہ مسجد ہوگئی، وہ ہمیشہ کو قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے، اس میں کوئی بے تعظیمی کرنا درست نہیں ہے، اور سڑک میں دے دینا بھی درست نہیں ہے: بلکہ اس کو بحالہ قائم رکھا جاوے، اور حفاظت اس کی کر دی جاوے کہ جانور وغیرہ وہاں نہ آویں؛ مسلمانوں کے ذمے بہ صورت محکوم ہونے کے اسی قدر ہے کہ اپنے اختیار سے اس مسجد کو سڑک وغیرہ میں نہ دیویں، اور اس پر راضی نہ ہوں، باقی لڑنا اور مقابلہ راج کا کرنا بحالت موجودہ ضروری نہیں۔

مسجد کی زمین میں ''اکھاڑا'' بنانا

سوال: (۴۲۳) ایک مکان مسجد کے لیے چندہ سے لیا گیا ہے، اور اس کو توڑ کر مسجد قائم کی گئی ہے، اور نماز وتراویح ایک عرصہ سے ہوتی چلی آتی ہے، اور ایک حصہ اس کا پختہ بنوایا گیا ہے، اور ایک حصہ واسطے وضو وغسل خانہ اور حجرہ وغیرہ کے لیے چندہ نہ ہونے سے باقی پڑا تھا؛ اب اس جگہ میں بعض ان لوگوں نے ـــــ جنھوں نے چندہ زیادہ دیا ہے ـــــ اکھاڑا بنوایا ہے؛ آیا یہ اکھاڑا اس جگہ بنانا

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۲۸/۶ کتاب الوقف ۔ مطلبٌ فی أحکام المسجد .

جائز ہے یا نہیں؟ (۸۶۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ جائز نہیں ہے، اس جگہ کو مسجد ہی کی ضروریات میں لینا چاہیے۔ فقط

مسجد کی زمین پر مکان بنا کرا سے کرائے پر دینا جائز نہیں

سوال: (۴۲۴)......(الف) شہر جوہانسبرگ محلہ ملائی کیمپ میں ایک نابود شدہ مسجد کی زمین پڑی ہوئی ہے، جس میں ۲۵ سال قبل ایک مسجد آباد تھی، جس زمانہ میں محلہ ویران ہوا، اور وہاں کوئی مسلمان نہ رہا، اس وقت مسجد بھی ویران ہو کر صرف زمین باقی رہی، اس زمین کا سرکاری ماہوار ٹیکس کا بوجہ عدم ادائیگی کے تقاضہ ہوا، اور نوبت یہ پہنچی کہ زمین فروخت کردی جائے، اس وقت بہ فرمانِ علماء مبلغ ایک سو پچھتر پونڈ اس زمین کا ٹیکس جامع مسجد جوہانسبرگ کی رقم سے ادا کیا گیا، نیز اگر آئندہ وہ زمین بے کار رہے گی تو بہ عوض ٹیکس مذکور از جانب سرکار فروخت ہونے کا خدشہ ہے؛ لہٰذا مسلمانان جوہانسبرگ اس بات پر متفق ہیں کہ اس زمین پر جامع مسجد کی طرف سے ایک مکان بنایا جائے، جس کا کرایہ جامع مسجد میں صرف کیا جائے، زمین مذکورہ میں جامع مسجد کی بالکل ضرورت نہیں ہے؛ آیا زمین مذکورہ میں مکان بنانا اور اس کا کرایہ جامع مسجد کے مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) ایک ویران شدہ مسجد کی زمین ہے جس کے اوپر کسی زمانہ میں مسجد آباد تھی، اس کا بانی ''شافعی'' ہے اور وہ حیات ہے؛ فی الحال اس زمین کے قرب وجوار میں مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں مسجد کی ضرورت نہیں ہے، وہ زمین بانی مذکور کے ذریعہ سے دیگر مساجد کے تصرف میں آسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف، ب) شامی میں ہے کہ مسجد کی تابید پر فتوی ہے، یعنی جو زمین مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے، (۱) اور آداب مسجد اس میں قائم رہتے ہیں، اور مسجد کی زمین پر مکان بنا کر اس کو کرائے پر دینا بھی ناجائز ہے، جیسا کہ درمختار وشامی میں تصریح ہے، (۲) لہٰذا بہ صورت مسئولہ دونوں

---

(۱) قال في البحر: وبه علم أن الفتوى على قول محمدؒ في آلات المسجد وعلى قول أبي يوسفؒ في تأبيد المسجد (الدر المختار مع الشامي ۴۲۹/۶ كتاب الوقف – مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

(۲) أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع الخ وفيه: ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئا منه مستغلا ولا سكنى بزازية (الدر مع الرد ۶/ ۴۲۸، ۴۲۹ كتاب الوقف – مطلب في أحكام المسجد)

قطعہ زمین کو جس میں مسجد تھی محفوظ رکھنا چاہیے، اور مسجد رکھنا چاہیے اس میں اگرچہ روایات دوسری بھی ہیں جو کہ بصورت ویرانی مسجد اس قسم کے تصرفات کو جائز کرتی ہیں؛ لیکن فتوی عدم جواز تصرفات مذکورہ پر ہے۔ فقط

مسجد کے احاطے میں کرائے پر دینے کے لیے مکان بنانا

سوال: (۴۲۵) مسجد کے احاطے کی زمین جو قبلے کی دیوار سے متصل ہے، اس میں قبلے کی دیوار سے ملا کر کوئی مکان بنا کر واسطے دکان کے کرائے پر دیا جائے، اور انتفاع مسجد میں صرف ہو تو اس میں شرعی ممانعت تو نہیں ہے؟ (۱۳۴۲/۱۰۵۰ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ یہ درست ہے؛ کیوں کہ خود مسجد میں یہ تصرف اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس سے تقدیر مسجد لازم آتی ہے، اور جو جگہ اوقاف مسجد سے خارج عن المسجد ہے اس میں مکان وغیرہ بنا کر مسجد کو نفع پہنچانا درست ہے۔ فقط

امام کا مسجد کی زمین میں اپنی رہائش کے لیے مکان بنانا

سوال: (۴۲۶) ...... (الف) ایک مسجد کو شہید کر کے از سر نو بنایا گیا تو اس کے پرانے ملبے اور سامان کو کیا کرنا چاہیے؟

(ب) امام مسجد نے احاطۂ مسجد میں اپنے رہنے کے لیے بلا اجازت اہل مسجد کے مکان بنایا، اور اس میں مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ اٹھا کر لگا لیا؛ اس صورت میں امام کا یہ فعل جائز ہے یا نہ؟ (۵/۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف، ب) اس کے پرانے سامان اور ملبے کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس مسجد میں لگانی چاہیے، اور مسجد کے متعلق جو زمین ہو اس میں اگر مسجد کی ضرورت کے لیے مکان بنایا جاوے تو اس میں بھی اس ملبے کو لگانا درست ہے، اور امام مسجد کے لیے قیام کا مکان بنانا بھی مسجد کی ضروریات سے ہے، اور مصالح مسجد سے ہے، لہٰذا امام مذکور کو باذن اہل محلہ واہل مسجد یا متولی مسجد مکان بنانا درست ہے، لیکن وہ مکان بھی مسجد کا ہے جب تک امام مذکور امامت مسجد کراوے اس مکان میں رہے، اور جب امام مذکور امام نہ رہے تو جو امام مقرر ہو وہ اس میں رہ سکتا ہے۔ فقط

کیا نئی مسجد بنا کر پرانی مسجد کو گھر بنانا جائز ہے؟

سوال: (۴۲۷) ہمارے گاؤں میں مدت مدید سے ایک مسجد خام چلی آتی ہے، اب دوسری جگہ مسجد جدید اور پختہ بنانے کا ارادہ ہے تو مسجد موجود خام کو گھر بنا کر رہنا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۱۰۰۴ھ)

الجواب: جو مسجد خام پہلے سے موجود تھی وہ مسجد ہی رہے گی، اس میں کچھ تصرف ملکیت وغیرہ کا کسی کا صحیح نہ ہوگا، اور وہ کسی کا مکان نہ ہو سکے گا، اس کو ہمیشہ مسجد ہی رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ شامی میں ہے کہ فتویٰ تابید مسجد پر ہے؛ یعنی جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی۔ فقط

مسجد کی زمین کو امام باڑا، یا تعزیہ گاہ بنالینا جائز نہیں

سوال: (۴۲۸) مسجد کی دو کوٹھریوں کو اہل محلہ نے ''امام باڑہ'' کی شکل میں منتقل کرلیا ہے، اور ایک دالان جیسا بنالیا ہے، تعزیہ کا گھوڑا اس میں رکھا ہے؛ یہ تعمیر درست ہوئی یا نہیں؟ کیوں کہ اس میں صریح مسجد کی حق تلفی ہے، کرائے کی آمدنی مسدود ہوگئی، اور زمین ایک دوسرے مصرف میں لائی گئی؛ اس تعمیر میں چندہ دینا کیسا ہے؟ (۱۳۴۵/۱۳۰۳ھ)

الجواب: یہ فعل اہل محلّہ کا جائز نہیں ہے، اور یہ تعمیر درست نہیں ہوئی، اور چندہ دینا اس میں اس کام کے لیے جائز نہیں ہوا؛ اب لازم ہے کہ ان بدعتوں کو وہاں سے دور کیا جاوے، اور اس دالان کو بہ کار مسجد لایا جاوے۔ فقط

سوال: (۴۲۹) مسجد کی افتادہ زمین میں ــــ جو وقف ہے ــــ تعزیہ رکھنے کا ''امام باڑا'' بنانا درست ہے یا نہیں؟ پہلے اس زمین میں دکانات تھیں جن کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا تھا اب ان دکانات کے گر جانے سے امام باڑا بنالیا گیا؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۸۴۲ھ)

الجواب: مسجد کی موقوفہ زمین میں ''امام باڑا'' بنانا جائز نہیں ہے، بلکہ اس افتادہ زمین میں مکان یا دکانات بنوا کر کرائے پر دی جائیں، اور اس کا کرایہ مسجد میں صرف کیا جائے، اور اگر مسجد کی زمین میں مکان ''امام باڑا'' کے نام سے بنالیا گیا ہے تو اس میں تعزیہ نہ رکھا جائے، تعزیہ کو وہاں سے اٹھوا دیا جائے؛ اگر ویسے اٹھوانے میں دقت ہو تو بذریعہ حکام اور بذریعہ عدالت اٹھوا دیا جائے، اور اس مکان کو

امام باڑا کے نام سے موسوم نہ کیا جائے؛ بلکہ اس کو مسجد کا مکان کہا جائے اور کرائے پر دے دیا جائے برائے سکونت۔

مسجد کے اوپر کچہری کرنا شرعاً درست نہیں

سوال: (۴۳۰) ریاست جے پور میں ایک مقام ہے، وہاں پر کچہری تحصیل مسجد کے اوپر ہوتی ہے، اور یہ بہت عرصے سے ہوتی چلی آرہی ہے، مسلمانوں نے بہت کچھ عذرات پیش کیے؛ لیکن کچھ سنوائی نہ ہوئی، مجبور ہوکر اس معاملے کو خدا پر چھوڑ دیا؛ وہاں کچہری کرنے والوں کا کیا حشر ہوگا؟ (۴۲/۱۷۴۵-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد کا حکم نیچے سے اوپر تک مسجد کا ہے، جو امور مسجد کے اندر جائز نہیں ہیں وہ مسجد کی چھت پر بھی جائز نہیں ہیں؛ لہٰذا کچہری کرنا مسجد کے اوپر شرعاً درست نہیں ہے، مسلمانوں کا کام اسی قدر تھا کہ وہ کوشش کریں کہ مسجد میں کچہری کرنا موقوف کردیا جاوے؛ پس جب کہ مسلمانوں نے اس بارے میں کوشش کرلی تو وہ بری الذمہ ہیں، اس کا وبال اس پر ہے جو مرتکب اس فعل ناجائز کا ہے۔ فقط

مسجد کے نچلے حصے میں اپنی قبر بنانا جائز نہیں

سوال: (۴۳۱) زید ایک مسجد بنانا چاہتا ہے، اس طور پر کہ نیچے کی منزل میں اپنی قبر بناوے، اور اوپر کی منزل میں مسجد بناوے؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۷۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس طرح مسجد بنانا کہ نیچے قبر ہو اور اوپر مسجد ہو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے احاطے میں مردے دفن کرنا

سوال: (۴۳۲) احاطۂ مسجد کی زمین وقف ہے یا نہیں؟ اور مردہ دفن کرنا اہل محلہ کو اس میں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: احاطۂ مسجد کی زمین اگر مسجد کے اوقاف میں سے ہے تو اس میں دفن اموات جائز نہیں ہے، اور اگر وہ زمین پہلے سے قبرستان ہی ہے، اور اموات کے دفن کے لیے وقف ہے تو اس میں اموات کو دفن کرنا درست ہے۔ فقط

مسجد اور اس کی زمین سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا

سوال: (۴۳۳) زید نے ایک مسجد بنائی، اور اس کے ساتھ کچھ زمین بھی وقف کی، اب چونکہ واقف اور بانی مسجد کو فوت ہوئے عرصہ ہوا، اس لیے اس کی صورت بدل کر، مسجد اور اس کی زمین سے مالک موجودہ ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اپنے مکان میں مسجد اور مسجد کی زمین کو شامل کر لے اور اپنا مکان بنالے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۰۱۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ویزول ملکه عن المسجد والمصلّٰی بالفعل وبقوله جعلته مسجدًا الخ** (۱) **وفیه أیضًا: ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدًا عندالإمام والثانی أبدًا إلی قیام الساعة وبه یفتی** (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ بانی مسجد کی ملکیت مسجد سے وقف کر دینے سے زائل ہو جاتی ہے، اور پھر وہ ملک بانی کی طرف نہیں لوٹتی، اور اگر مسجد کا ماحول خراب ہو جائے، اور لوگ اس سے مستغنی ہو جائیں تو اس سے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہوتی، بلکہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ کے لیے آسمان سے تحت الثریٰ تک مسجد رہتی ہے، لہٰذا مسجد کو یا مسجد کی زمین موقوفہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، جس نے ایسا کیا ہے اگر وہ ویسے نہ مانے تو اس پر عدالت میں دعوی کر کے اس کے مکان کو منہدم کرا کر مسجد کو اور اس کی زمین موقوفہ کو اس کے مکان سے علیحدہ کر کے محفوظ کرا دیا جائے ورنہ سب لوگ گنہ گار ہوں گے، اور جس وقت تک وہ شخص مسجد کو اور اس کی زمین موقوفہ کو اپنے مکان سے علیحدہ نہ کر دے اس وقت تک تمام مسلمان اور تمام اہل برادری اس سے قطع تعلق رکھیں۔ فقط

مسجد کا کوئی حصہ مندر یا تعزیہ گاہ کی گذرگاہ کے لیے چھوڑنا

سوال: (۴۳۴) ایک مسجد کی تعمیر کو دو سو برس سے زیادہ ہوا، جس کی حالت موجودہ یہ ہے کہ زمانے کے انقلاب سے مسجد کا پچھم حصہ ظاہر تھا، حصہ صحن و چہار دیواری زمین کے اندر بالکل پوشیدہ ہو گیا تھا، مسجد کے متصل ایک مندر جو جدید عمارت ہے موجود ہے، درمیان مندر اور صحن مسجد کی شاہ راہ

---

(۱) الدر مع الشامی ۴۲۶/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد.

(۲) الدر مع الشامی ۴۲۹/۲ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیرہ.

وگذرگاہِ تعزیہ ورام لکشمن قائم ہوگیا ہے، اب پوشیدہ حصہ مسجد پر ایک حلوائی نے بغرض تعمیر مکان کھدوانا شروع کیا، جس سے مسجد کا پوشیدہ حصہ ظاہر ہوگیا، اور مسلّم مسجد زمین کے اندر سے نکل آئی، لہٰذا مسجد کے ظاہر ہو جانے سے شاہ راہ مندر و گذرگاہ تعزیہ وغیرہ غیر ممکن ہے: تو کس قدر حصہ مسجد کا بغرض گذرگاہ کے چھوڑا جا سکتا ہے؟ (۱۳۳۹/۱۱۰۶ھ)

الجواب: مسجد ظاہر ہو جانے کے بعد اب کوئی حصہ مسجد کا شاہراہ وگذرگاہ تعزیہ وغیرہ کے لیے چھوڑنا درست نہیں ہے، مسجد ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے، اور ابد الآباد تک واجب التعظیم ہے، مسجد کے کسی حصے کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز اور درست نہیں ہے، اس کا انتظام ضروری ہے، اور گذرگاہوں کا مسجد میں سے بند کرانا لازمی امر ہے۔ فقط

مسجد کی زمین پولیس چوکی بنانے کے لیے کرائے پر دینا

سوال: (۴۳۵) کسی مسجد کی اراضی برائے نام کرائے پر چوکی کوتوالی پولیس بنانے یا رکھنے کے واسطے کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۷۳۲ھ)

الجواب: یہ جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے کسی حصے کو کرائے پر دینا

سوال: (۴۳۶) ایک مسجد از سرنو بناء کی جارہی ہے، جس کے ایک جانب عام راستہ ہے، پس اس سمت میں دو دکانیں اس نیت سے کہ ان کا کرایہ اخراجات مسجد میں صرف کیا جاوے گا تحت سقف حصہ مسجد بنانے کا ارادہ ہے، صحن مسجد کشادہ ہے، اور اس کے احاطے میں دوسری ضروریات کے واسطے حجرے بنے ہوئے موجود ہیں، پس کیا شرعاً ایسی دکانیں بنانا جائز ہے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۴ھ)

الجواب: مسجد کے نیچے دکانیں بنانا کرائے پر دینے کی غرض سے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مسجد نیچے سے اوپر تک مسجد ہی ہوتی ہے، اس میں اس قسم کا تصرف جس میں بے ادبی مسجد کی ہو درست نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ جب دکانیں کرائے پر دی جاویں گی تو اس میں حرمت مسجد باقی نہ رہے گی، درمختار و شامی میں ہے کہ مسجد کے کسی حصے کو کرائے پر دینا اور اس کو آمدنی مسجد کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے(۱) اور

(۱) ولا یجوز أخذ الأجرة منه الخ (الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره)

یہ کہ مسجد عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک مسجد ہے مسجد کے اوپر و نیچے دکانیں کرایہ کی و مکان مسکونہ بنانا جائز نہیں ہے(۱) فقط

مسجد کی افتادہ زمین فروخت کرنا

سوال: (۴۳۷) ایک طوائف نے اپنے مرنے کے وقت ایک وصیت نامہ ــــ کہ جس میں مسجدوں کے نام ایک حصہ افتادہ زمین ہے ــــ لکھا ہے؛ اب وہ زمین اس وقت تک بے کار ہے، اور خریدار موجود ہے، اگر فروخت کردی جائے تو وہ روپیہ مسجد کے صرفہ یا امام مسجد کی تنخواہ میں صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۸۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ زمین افتادہ مسجد کے واسطے وقف ہوگئی ہے، اس کا فروخت کرنا درست نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت ہونی چاہیے کہ اگر مسجد کے متعلق اس میں کوئی مکان، حجرہ، غسل خانہ وغیرہ بنانے کی ضرورت ہو بنالیا جائے یا اس میں مکان بنا کر اس کا کرایہ مسجد میں صرف کیا جائے، البتہ اگر وصیت کرنے والے نے اس کی تصریح کردی ہو کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی ضروریات میں خرچ ہوسکتی ہے؛ تو اس حالت میں اس زمین کو فروخت کر کے اس قیمت کو مسجد کے کاموں میں اور امام و مؤذن کی تنخواہ میں صرف کر سکتے ہیں، اور بدون تصریح واقفہ کے فروخت کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ اصل یہ ہے کہ وقف کی بیع وشراء وغیرہ جائز نہیں ہے الوقف لا یملك و لا یملك (۲) (درمختار)

کسی کی ضرورت کی وجہ سے مسجد کی زمین فروخت کرنا

سوال: (۴۳۸) مسجد کے نام ایک مکان ہے، اس کا کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا ہے، ایک شخص اس مسجد کے قریب آباد ہے، اس کو کچھ زمین کی اپنے مکان میں لانے کے لیے ضرورت ہے، وہ شخص متولی مسجد سے کچھ زمین بہ قیمت خریدنا چاہتا ہے؛ متولی کو اس کی ضرورت کی وجہ سے اس مکان کی تھوڑی سی زمین فروخت کرنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۴/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) لأنه مسجد إلى عنان السماء الخ (الدرمع الرد ۶: ۴۲۸-۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فی أحکام المسجد)

(۲) الدرالمختار مع الرد ۶/ ۴۲۱ کتاب الوقف۔ بعد مطلب مهمّ : فرّق أبویوسف بین قوله موقوفة ... إلخ .

الجواب: مسجد کے نام جو زمین ہے وہ وقف ہے، اور وقف کا فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار وغیرہ: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقط

جس جگہ مسجد کے آثار ہوں اس کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۴۳۹) ایک ''سفیدہ جگہ آثار مسجد شہید شدہ'' کو ایک شخص جو کہ متصل مسجد مذکور کے رہتا ہے مبلغ پانچ صد روپے میں ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے وہ جائے مسجد بیع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۸۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ اس کا حاصل یہ ہے کہ وقف میں کوئی تصرف بیع و ہبہ وغیرہ کا جائز نہیں ہے، اور وہ کسی کی ملک نہیں ہے، اور یہ بھی شامی میں مذکور ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے لأن الفتوی علی تأبید المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) پس جب کہ وہ جگہ مسجد تھی، اور نشان مسجد اس پر قائم ہے؛ یعنی اگر چہ اب وہ منہدم ہے؛ لیکن آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسجد تھی تو اس میں شخص مذکور کا تصرف بیع صحیح نہیں ہے، اور بیع اس کی باطل ہے: نہ ثمن اس کے بائع کے لیے حلال ہے، اور نہ وہ جگہ ملک مشتری میں داخل ہوگی؛ اور مکان بنانا اس میں، بہ غرض سکونت جائز نہیں ہے، اور استعمال میں لانا اس کا درست نہیں ہے، اہل شہر و اہل محلّہ کو حق ہے کہ زمین مسجد مذکور کو بائع و مشتری کے تصرف سے جس طرح ہو سکے نکالیں، اور اس کو مسجد ہی سمجھیں، اور آداب مسجد اس میں ملحوظ رکھیں، اور جس وقت موقع اس کی تعمیر اور آبادی کا ملے، اس کو تعمیر کرادیں، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس کو محفوظ کردیں۔ فقط

ویران مسجد یا اس کی موقوفہ زمین فروخت کرنا

سوال: (۴۴۰) پہلے ایک جگہ مسجد تھی، اب مسجد ویران اور غیر آباد ہے، چوں کہ قریب اس کے اور مسجدیں ہیں وہ جگہ فروخت ہوکر دوسری مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۸۵ھ)

الجواب: مسجد کو یا مسجد کی زمین موقوفہ کو فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۴۴۱) ایک مسجد رنڈیوں نے اپنی کمائی سے بنائی تھی اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا، اور وہ پرانی ہوکر گرگئی تھی، لہٰذا اس مسجد کو ان رنڈیوں نے ایک فقیر کو دے دیا، اس فقیر نے اس کی لکڑیاں وغیرہ اٹھا کر زمین ایک شخص کے ہاتھ فروخت کردی، اب وہ مالک زمین مسجد بنانا چاہتا ہے تو اس مسجد میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج تو نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۵۹ھ)

الجواب: زمین مسجد کی بیع وشراء صحیح نہیں ہے، بہرحال جس کے قبضے میں اب وہ زمین ہے، اس کو لازم ہے کہ اس زمین کو مسجد سمجھے، اور اگر وہ یا دیگر مسلمانان اس کو تعمیر کردیویں تو بہت اچھا ہے، نماز اس میں صحیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۴۴۲) ایک آدمی مسجد کے لیے زمین وقف کرکے مرگیا، لیکن وہ زمین یوں ہی پڑی ہے، اس کے قریب ایک آدمی کا مکان ہے، اس کو کچھ زمین درکار ہے اس کو قیمۃً لینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۴۳۸ھ)

الجواب: جو زمین وقف ہوگئی اس میں سے کسی جزو کی بیع وشراء درست نہیں ہے، وہ منتقل کسی کی ملک میں نہیں ہوسکتی، جیسا کہ اَلْوَقْفُ لَا یُمْلَكُ وَلَا یُمَلَّكُ مسئلہ معروفہ ہے (۱) فقط

مسجد کی موقوفہ زمین کے معاوضے میں ملی ہوئی زمین کو بیچنے کا حکم

سوال: (۴۴۳) ایک شخص نے ایک مکان پختہ مسجد کو وقف کردیا، تھوڑے عرصے کے بعد وہ مکان سرکار نے کسی وجہ سے اٹھا دیا، اور دوسری جگہ دے دی عوض میں، اس جگہ کو چند شخصوں نے جمع ہوکر فروخت کردی، پچاس روپے کو؛ یہ بیع زمین کی اس صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۳۲۸ھ)

الجواب: اس معاوضے کی زمین کو مسجد پر ہی وقف سمجھنا چاہیے، اس کو فروخت نہ کرنا چاہیے۔ فقط

مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کی وجہ سے
مسجد کو فروخت کرکے دوسری مسجد بنانا

سوال: (۴۴۴) ایک مسجد جو کہ چھت پر واقع ہے، اس کی آبادی نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہاں نہ کوئی

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف۔ بعد مطلب مهمٌ: فرق أبو یوسفؒ بین قوله موقوفة ...... الخ.

مسلمانوں کا محلّہ ہے، نہ اس کے نزدیک کوئی راستہ ہے، مسجد میں چکر لگا کر آنا پڑتا ہے تو ایسی مسجد کو فروخت کر کے دوسری مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۳۸۱ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ مسجد نیچے سے اوپر تک؛ یعنی تحت الثریٰ سے آسمان تک اور عرش تک مسجد ہو جاتی ہے، اور جو مسجد ایک دفعہ ہو جاتی ہے، پھر وہ ابدالاباد تک مسجد رہتی ہے، کسی وقت میں بھی اس سے حکم مسجد کا علیحدہ نہیں ہوتا، پس فروخت کرنا مسجد مذکور کا شرعاً درست نہیں ہے، وہ ہمیشہ کو مسجد ہی رہے گی اس کی حفاظت رکھی جاوے، اور دوسری مسجد اگر بہ ضرورت تیار کر لی جاوے تو یہ بھی جائز ہے، مگر مسجد اول بھی مسجد رہے گی کما فی الشامی: من أن الفتوی علی تأبید المسجد (۴۲۹/۶ کتاب الوقف) فقط

مسجد کو فروخت کرنے والے کا شرعی حکم

سوال: (۴۴۵) چند لوگوں نے ایک کچی مسجد کو فروخت کر دیا، حالاں کہ وہ مسجد ساٹھ سال سے قائم تھی، اور فروخت کرنے والوں نے جھوٹا حلف کر لیا ہے کہ اس جگہ مسجد نہیں تھی اس صورت میں ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ (۱۰۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو جگہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہی رہتی ہے، اس کی حفاظت ضروری ہے، بیع اور شراء اس کی باطل اور ناجائز ہے، مسجد ہرگز کسی کی ملک نہیں ہو سکتی، جن لوگوں نے مسجد کو فروخت کر دیا وہ سخت گنہ گار اور عاصی ہیں، اہل اسلام ان سے کچھ تعلق نہ رکھیں، ان کی گردن پر دوہرا وبال ہے: ایک مسجد کے فروخت کرنے کا، دوسرا جھوٹا حلف کرنے کا۔

مسجد کے لیے وقف شدہ کمرے کا دروازہ صحن مسجد میں کھولنا درست ہے

سوال: (۴۴۶) ایک شخص نے محلے کی مسجد کے ملحق حجرہ تعمیر کیا، اور اس کا ایک دروازہ مسجد کے صحن میں رکھا کہ اگر کوئی مسافر یا معلم آئے تو اس میں ٹھہرے، اور سامان مسجد رکھا جائے، اور اس کا انتظام تعمیر کرانے والا خود کرتا ہے، اور اپنا ہی قفل لگا رکھا ہے، مسجد کے لیے اس کو وقف کر چکا ہے، اس پر اہل محلّہ کہتے ہیں کہ جب تم وقف کر چکے ہو تو اپنا قفل اور اپنا انتظام کیوں رکھتے ہو؟ ورنہ دروازہ مسجد میں جو رکھا ہے بند کرا دو، اس بارے میں فیصلہ شرعی کیا ہے؟ (۲۶۸۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ حجرہ مسجد پر وقف ہوگیا تو اس کا دروازہ صحن مسجد میں رکھنا درست ہے، اور چونکہ جو واقف کسی چیز کا ہوتا ہے وہی شرعاً اس کا متولی اور منتظم ہوتا ہے، اس لیے اس کو اس کا انتظام رکھنا، اور مرمت کرانا، اور قفل لگانا؛ سب جائز ہے۔ جیسے کہ درمختار میں ہے: جعل الولاية لنفسه جاز بالإجماع وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني وهو ظاهر المذهب نهر (۱) (درمختار)

مسجد کی افتادہ زمین میں اسکول بنانا

سوال: (۴۴۷) مسجد کی افتادہ زمین پر اسکول مروجہ بنانا جس میں اردو، انگریزی، حساب، جغرافیہ، قرآن شریف اور دینیات پڑھایا جاتا ہو؛ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ جس سے آمدنی کرایہ کی ہوسکے اور اس کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۱/۲۷۲ھ)

الجواب: اگر اس میں مسجد کا نفع ہو تو درست ہے۔

استطاعت کے باوجود مسجد آباد نہ کرنا

سوال: (۴۴۸) جس گاؤں کی مسجد شکستہ ہو، اور لوگ باوجود قدرت کے اس کی مرمت نہ کریں، اور اس کو آباد نہ کریں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۹۷۸/۴۶-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو لوگ باوجود استطاعت کے مسجد کی مرمت نہ کریں اور اس کو آباد نہ کریں وہ گنہ گار ہیں۔ فقط

مسجد ہونے کے لیے چھت اور منارہ ضروری نہیں

سوال: (۴۴۹) ایک چبوترا ہے، جس پر تیس سال سے پنج وقتہ بانگ وصلوۃ ہوتی ہے، اور منبرہ [illegible] تہ موجود ہیں، اور جمعہ بھی پڑھا جاتا ہے، اب زید کو اعتراض ہے کہ صرف چبوترہ بنا کر نماز پڑھنے سے مسجد کی حرمت صادق نہیں آتی؛ کیونکہ اس پر چھت ہے نہ منار، جو لوازمات مسجد سے ہے؛ بکر اس پر مصر ہے کہ منار اور چھت مسجد کے لوازمات میں سے نہیں، ادائے عبادت پنج گانہ باجماعت بانگ وصلوۃ کا قیام کافی ہے، اور اس چبوترے پر نماز جمعہ بھی ہوتی ہے۔ (۲۴۵۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الدر مع الشامي ۶ /۴۵۱ كتاب الوقف - مطلب في اشتراط الواقف الولاية لنفسه

الجواب: اگر مالک چبوترہ نے اس کو نماز کے لیے وقف کر دیا تھا، اور مسجد کر دیا تھا تو وہ چبوترا مسجد ہو گیا، چھت اور منارے کی ضرورت مسجد ہونے کے لیے نہیں ہے۔ فقط

جو زمین تعمیر کے بعد احاطۂ مسجد سے باہر رہ گئی اس کو فروخت کرنا

سوال: (۴۵۰) زید نے چند مسلمانوں سے کچھ روپے بطور چندہ جمع کیے یہ کہہ کر کہ اس روپے سے زمین مسجد بنانے کو لی جائے گی، اس نیت سے لوگوں نے چندہ دیا اور ان روپوں سے ایک زمین خریدی گئی، جس میں مسجد بنائی گئی، وقت بنائے مسجد قطب نما وغیرہ سے سمت قبلہ درست کرنے میں من جملہ زمین خرید شدہ چند ہاتھ زمین بوجہ کجی کے احاطۂ مسجد سے باہر رہ گئی، مسجد باہمہ وجوہ تیار ہوگئی، اس میں جمعہ اور جماعت جاری ہے؛ لیکن کسی مسلمان نے اب تک نہ زبانی ایسا کہا کہ یہ سب زمین خرید شدہ ہم نے وقف کیا، نہ ایسی تحریر کسی منتظم مسجد یا چندہ دہندہ کی طرف سے ہوئی؛ اب سوال یہ ہے کہ وہ زمین جو احاطۂ مسجد سے باہر ہے، زمین مسجد سمجھی جائے گی، اور اس کا حکم مسجد کا ہوگا یا زمین موقوفہ کہی جائے گی؟ اور اس زمین کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ منتظم مسجد نے اس زمین کو خارج مسجد سمجھ کر ایک ہمسایہ مسلمان کے ہاتھ فروخت کردی، اس روپے کو مسجد میں خرچ کیا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۲۶۴۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ویزول ملكه عن المسجد والمصلّى بالفعل، وبقوله جعلته مسجدًا عند الثاني الخ (۱) وفيه قبله: وركنه الألفاظ الخاصة. قال في ردالمحتار: ومنها ما في الفتح حيث قال: فرع: يثبت الوقف بالضرورة وصورته: أن يوصى بغلة هذه الدار للمساكين أبدًا أو لفلان وبعده للمساكين أبدًا فإن الدار تصير وقفًا بالضرورة. والوجه أنها كقوله اذا مت فقد وقفت داري على كذا الخ (۲) (شامی: ۳/۳۵۹)

پس بناءً على هذه الروايات وامثالها صورت مسئولہ میں یہ حکم ہے کہ جس قدر زمین میں مسجد تعمیر ہوئی، اور مسجد میں آگئی وہ مسجد ہوگئی، اور جس قدر زمین مسجد میں داخل ہونے سے بچ گئی، اس میں باجازت چندہ دہندگان تصرف بیع وغیرہ کا ہوسکتا ہے، اور اس قیمت کو باجازت چندہ دہندگان مسجد میں

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۶ كتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۲) الدر المختار وردالمحتار ۶/۴۰۹ كتاب الوقف – مطلبٌ: قد يثبت الوقف بالضرورة.

بھی صرف کر سکتے ہیں، اور منتظم مسجد چونکہ عرفاً وکیل ہے اہل چندہ کا؛ اس لیے اس کو بھی اجازت اس قسم کے امور کی معلوم ہوتی ہے۔

مسجد کے موقوفہ مکان کی حفاظت ضروری ہے

سوال: (۴۵۱) اگر کسی امام مسجد کو مسجد کے مکان موقوفہ میں، نمازیوں نے رہنے کی اجازت بلا کرایہ اس وجہ سے دی ہو کہ عرصہ دراز تک انہوں نے بلا تنخواہ امامت کی تھی؛ تو اب جب کہ یہ امام اس مکان موقوفہ کو اپنی ملک سمجھتا ہو، اور نمازیوں کو ان کی حرکات سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ یہ امام اس مکان پر قبضہ کر لے گا، اس وجہ سے نمازی اس سے کرایہ نامہ لکھوانا چاہتے ہیں، اگر وہ کرایہ نامہ لکھنے سے انکار کریں تو ان کو مکان موقوفہ سے علیحدہ کر دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۳۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ اس امام معزول شدہ کی طرف سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ مدعی ملکیت ہو جاوے گا، اور قرائن سے ایسا ظاہر ہوتا ہے تو اس سے کرایہ نامہ لکھوالیا جاوے یا علیحدہ کر دیا جاوے یہ ضروری ہے کیونکہ حفاظت اور نفع وقف کا لحاظ ضروری ہے، اور جس فعل میں مضرت وقف ہو اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ فقط

مسجد کی زمین میں مہاجن کے تصرفات کا حکم

سوال: (۴۵۲) ...... (الف) ایک مہاجن نے جامع مسجد کھتولی کا آب چک تو بالکل اپنے مکان کے صحن میں شامل کر لیا ہے۔

(ب) اور پشتہ مسجد کا توڑ کر اپنے مکان کی دیوار، دو تین پائخانے و زینہ تیار کر لیا، وہ پائخانہ جس کا گندہ پانی ہر وقت مسجد کی پشت کی دیوار سے رگڑ کر چلتا ہے جس کی وجہ سے دیوار مسجد کا مصالحہ کمزور ہو کر دیوار کے اندر پانی آتا ہے، اس جگہ کا فرش اور بوریہ وغیرہ تر رہتے ہیں، اور بدبو رہتی ہے ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

(ج) آیا اس جگہ کا جو مہاجن نے مسجد کی دبالی ہے کچھ معاوضہ اور قیمت لے کر چھوڑ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(د) مسجد کا پشتہ و آب چک داخل مسجد ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-د) جس قدر زمین مسجد کی آب چک اور پشتہ میں تھی وہ سب اس مہاجن سے لے کر حسب دستور سابق عمل درآمد کرنا چاہیے، قیمت لے کر اس زمین مسجد کو چھوڑنا اور مسجد کو نقصان پہنچانا کسی طرح شرعاً درست نہیں ہے، اور زمین آب چک و پشتہ مسجد اوقاف مسجد میں سے ہے، اس کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت لینا یا مبادلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کو توڑ کر میونسپلٹی کے خرچ سے دوسری جگہ مسجد بنانا

سوال: (۴۵۳) ''رنگون'' کے ایک پہلو میں ایک مسجد بہتر (۷۲) سال سے قائم ہے، اس مسجد کے گرد میونسپلٹی کی زمین واقع ہے، رنگون میونسپلٹی آج کل ایک انگریز کے ماتحت ہے، وہ چاہتا ہے کہ مسجد کو توڑ کر دوسری جگہ میونسپلٹی کے خرچ سے بنادی جائے، چنانچہ مسجد کا متولی اور امام اس پر راضی ہے: ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگ جو کہ اس پر راضی ہیں متولی اور امام بننے کے قابل ہیں یا نہیں؟ (۱۶۱۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مسجد تا ابد مسجد رہتی ہے، اور اس کی مسجدیت کبھی باطل نہیں ہوسکتی۔ لأن الفتوی علی تأبید المسجد (۱) (شامی) یعنی فتویٰ اس پر ہے کہ مسجد ابداً آباد تک مسجد رہتی ہے، پس اس مسجد کے ابطال اور انہدام میں کوشش کرنا، اور تصرف کفار میں دینے کی کوشش کرنا، ناجائز اور حرام اور باطل ہے، اور کوشش مذکور کرنے والے مصداق وعید وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الآیة (۲) کے ہیں؛ لہٰذا وہ لوگ متولی مسجد بننے اور بنانے کے مستحق نہیں ہیں۔ فقط

جنازہ گاہ کی تعمیر کے لیے جمع کی ہوئی اینٹوں سے مسجد کے صحن کا فرش بنانا

سوال: (۴۵۴) ''جگراؤں'' میں مسجد جدید بنائی گئی ہے، لیکن اس کا صحن بہت چھوٹا ہے،

---

(۱) وبه علم أن الفتوی علی قول أبي یوسف في تأبید المسجد اھ (ردالمحتار ۶/۴۲۹ کتاب الوقف، مطلب: فیما لو خرب المسجد أو غیرہ)

(۲) سورۂ بقرہ، آیت: ۱۱۴۔

محلہ داروں نے خشت پختہ برائے تعمیر جنازہ خانے کو جمع کر رکھی ہیں، اگر وہ خشت فرش مسجد کے واسطے دے دیں تاکہ فرش صحن بڑا بنوایا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۰/۲۵۴ھ)

الجواب: اگر وہ لوگ جنھوں نے خشت پختہ برائے جنازہ خانہ جمع کی ہیں، مسجد کے فرش کے لیے ان کو دے دیں تو درست ہے، اور فرش مسجد کا فراخ کر دینا بہت اچھا ہے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ فقط

قبروں کی اینٹوں سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۴۵۵) کوئی مسجد قبروں کی اینٹوں سے بنائی جائے تو وہ مسجد شرعاً کہلاتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسجد اصل میں زمین ہوتی ہے اگر زمین وقف کر کے مسجد کر دی گئی وہ زمین مسجد شرعی ہوگئی، البتہ ناجائز مال سے تعمیر مسجد کرانے میں تعمیر کرنے والا گنہ گار رہوتا ہے، اسی طرح قبروں کی اینٹیں مسجد میں لگانا اچھا نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ وہ اینٹیں بے کار پڑی ہوں تو ایسی حالت میں گنجائش ہے کہ ان اینٹوں کو مسجد میں لگا دیا جائے کیونکہ ویسے بالکل ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، بہر حال نماز اس مسجد میں ادا ہو جاتی ہے اور یہ فعل برا ہوا۔

مسجد سے علاحدہ چبوترے پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: (۴۵۶) جو لوگ مسجد سے علیحدہ چبوترے پر نماز فرض اور تراویح پڑھیں تو وہ چبوترہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا یا نہ؟ اور وہ لوگ مفسد ہوں گے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۲۲۷ھ)

الجواب: جو لوگ علیحدہ جماعت فرض نماز کی اور تراویح کی کرتے ہیں ان پر طعن نہ کرنا چاہیے، اوران کے چبوترے کو مسجد ضرار نہ کہنا چاہیے، ضروری نہیں ہے کہ سب آدمی تکلیف اٹھا کر ایک ہی جگہ جماعت کریں۔

متولی کی اجازت کے بغیر مسجد کی مرمت کرنا

سوال: (۴۵۷) ایک شخص ناخواندہ بلا اجازت متولیان مسجد عام لوگوں سے چندہ وصول کرتا

ہے، اور مسجد میں لگا تار رہتا ہے، متولیان مسجد کو اس کے تصرف کو جو وہ مسجد میں کرتا ہے یعنی مرمت وغیرہ روکنا جائز ہے یا نہ؟ (۲۳۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وفي الطحطاوي عن الهندية: مسجد مبني أراد رجل أن ينقضه و يبنيه أحكم ليس له ذلك، لأنه لا ولاية له "مضمرات" إلا أن يخاف أن ينهدم إن لم يهدم الخ تأويله إن لم يكن الباني عن أهل تلك المحلة، وأما أهلها فلهم أن يهدموه ويجددوا بناءه ويفرشوا الحصير ويعلقوا القناديل لكن من ما لهم لامن مال المسجد الخ (۱) اس سے ظاہر ہے کہ بلا اجازت متولی کسی شخص کو مسجد میں بناء ونقض کا اختیار نہیں ہے، البتہ اگر اہل محلّہ میں سے کوئی شخص اپنے مال سے مسجد کی مرمت اور درستی کرے، اور سامان ضروری مسجد میں دے تو یہ جائز ہے اور یہ ثواب ہے۔ فقط

تعمیر ثانی کے وقت مسجد کی بچی ہوئی جگہ میں کمرہ بنانا

سوال: (۴۵۸) ایک مسجد جو بالکل شکستہ قابل مرمت ہے، اگر اس کو شہید کر کے اسی جگہ اس سے چھوٹی مسجد بنائی جائے، اور جو جگہ زائد بچے اس سے کوٹھی یا حجرہ اخراجات مسجد کے لیے بنانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۰۸۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس مسجد کو شہید کر کے پھر اس تمام زمین کو جو مسجد میں داخل ہے مسجد میں لینی چاہیے، اس میں سے کچھ حصہ مسجد سے خارج کرنا درست نہیں ہے، بلکہ مسجد کی تمام زمین مسجد میں ہی داخل کرنی چاہیے: کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد رہتی ہے، اس جگہ میں حجرہ اور کوٹھا بنانا درست نہیں ہے۔ کما قال الشامي: من أن الفتویٰ علی تأبید المسجد (۴۲۹/۶ کتاب الوقف) فقط

مسجد کے غسل خانے کی کڑی مسجد کی دیوار پر رکھنا

سوال: (۴۵۹) غسل خانے کی کڑی اور شہتیر کا سرا مسجد کی دیوار پر رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۰۱/۱۳۴۱ھ)

(۱) الشامي ۴۲۷/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

الجواب: مسجد کی دیوار پر مسجد کے غسل خانے کی کڑی یا شہتیر رکھنا درست نہیں ہے۔ کما فی الشامی: ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وإن کان من أوقافه الخ (۱)

مسجد کے وضوخانے کو مسجد کی دُکان میں شامل کرنا

سوال: (۴۶۰) مسجد کے اس حصے کو جو جوتا اتارنے، وضو کرنے کی جگہ ہے مسجد کی دکان میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر وضو کی جگہ دوسری موجود ہے یا تیار ہو سکتی ہے تو پہلی جگہ کو بہ غرض نفع مسجد دکان میں شامل کرنا درست ہے۔

فاحشہ عورت کی وقف کی ہوئی مسجد گرا کر اپنے تصرف میں لانا

سوال: (۴۶۱) ایک فاحشہ عورت نے اپنی ناجائز کمائی سے مسجد تیار کی، علماء نے فتوی دے دیا کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں، لہٰذا اس میں ایک وقت کی بھی نماز ادا نہیں ہوئی، اس مسجد کی دیواریں بہت شکستہ ہیں، اور چھت کا تو نشان بھی نہیں، اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کو گرا کر اپنے تصرف میں لائیں؟ (۳۶۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اپنے تصرف میں لانا مسجد مذکور کا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ وقف ہے، اور اَلْوَقْفُ لَا یُمَلَّكُ وَلَا یُمَلِّكُ (الدرمع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) مسئلہ مشہور ہے، اور شامی میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ملک کی زمین وقف کرے، اگرچہ بطریق فاسد وہ زمین اس کی ملک میں آئی ہو تو وقف کرنا اس کا صحیح ہے، درمختار میں ہے: وشرطه شرط سائر التبرعات الخ قال فی الشامی: أفاد أن الواقف لابد أن یکون مالکًا له وقت الوقف ملکًا باتًا ولو بسبب فاسد الخ (۲) فقط

---

(۱) الشامی ۶/۴۲۸ کتاب الوقف — فی آخر مطلبٌ فی أحکام المسجد.

(۲) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف. شرائط الوقف.

اوقافِ مسجد سے متعلق مسائل

تین مسجدوں کے لیے ایک مکان

سوال: (۳۶۳) (الف) بلا تفریق حصص ہر سہ مساجد کو جائداد کا وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) واقف نے متولی کو یہ اختیار دیا ہے کہ مکان موقوفہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت ہر سہ مساجد میں دیدے: یہ امر تابید کے منافی ہے یا نہیں؟

(ج) بعد وقف بنام ہر سہ مساجد اس کی قیمت کا کسی مدرسہ عربی میں دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ ہبہ ہے یا وصیت؟ (۱۷۳۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے اور علی السویہ ہر سہ مساجد کو آمدنی دی جاوے گی۔

(ب) بیع کی شرط بھی بطریق مذکور وقف میں درست ہے، اور یہ استبدال کی صورت ہے جس کو کتب فقہ میں جائز لکھا ہے اور یہ شرط منافی تابید کے نہیں ہے: كذا في الدر المختار (۱)

(ج) جن مساجد پر وقف کیا گیا ہے ان ہی مساجد میں اس کی آمدنی یا قیمت خرچ کی جاوے کسی مدرسہ عربی وغیرہ میں خرچ کرنا اس کا درست نہیں ہے: كما في الدر المختار: شرط الواقف كنص الشارع (الشامی ۶/ ۵۰۸ کتاب الوقف) اور یہ وقف ہے ہبہ یا وصیت نہیں ہے، البتہ مرض الموت میں وقف ہونے کی صورت میں بحکم وصیت ہوتا ہے۔ (۲) (درمختار)

---

(۱) وجاز شرط الاستبدال به أرضا أخرى حينئذ أو شرط بيعه ويشترى بثمنه أرضا أخرى إذاشاء فإذا فعل صارت الثانية كالأولى في شرائطها الخ (الدرمع الرد ۶/ ۳۵۷ کتاب الوقف – مطلب في استبدال الوقف وشروطه)

(۲) الوقف في مرض موته كهبة فيه من الثلث مع القبض ، فإن خرج الوقف من الثلث أو أجازه الوارث نفذ في الكل وإلا بطل في الزائد على الثلث (الدر المختار مع الشامی ۶/ ۴۶۹–۴۷۰ کتاب الوقف – مطلبٌ: الوقف في مرض الموت)

مسجد سے متعلق زمین میں دوسری مسجد بنانا

سوال: (۴۶۳) کسی امام مسجد کو اکثر مقتدیوں نے چند الزامات شرعی عائد ہونے کی وجہ سے مثلاً عدم ادائے فرائض امامت سے معزول کرنا چاہا، مگر بعض مقتدی امام کے طرف دار کہتے ہیں کہ مسجد کے متعلق جو اراضی ہیں اس میں سے کسی حصے میں ہم ایک مسجد دوسری تیار کریں گے، جس میں امام علیحدہ شدہ امامت کرے گا، ورنہ امام کو معزول مت کرو، اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد ثانی کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد ثانی پر اہل محلہ بھی ناخوش ہیں، اور جہاں پر مسجد ثانی بنانا چاہتے ہیں اس زمین کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی ہے، اور امام علیحدہ کردہ کی غیرت کی وجہ سے یہ مسجد بناتے ہیں۔ (۹۔۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: تقرر امام وغیرہ اکثر اہل محلہ واہل مسجد کی رائے پر مفوض ہے، پس جب کہ اکثر اہل محلہ امام قدیم سے بہ سبب اس کے فسق وعدم ادائے فرائض کے ناخوش ہیں تو اس کو خود بھی امام ہونا مکروہ تحریمی ہے، اور جب کہ اکثر اہل محلہ نے اس کو معزول کر دیا اور وہ معزول ہو گیا، اور امام جدید جو مقرر کیا ہے وہ امام ہو گیا، اور مسجد اول کی اراضی کی آمدنی میں سے مسجد جدید کی بناء وتعمیر میں دینا جائز نہیں ہے۔ وهكذا في كتب الفقه. فقط

مسجد کی موقوفہ زمین میں تعمیر کردہ عمارتیں بھی وقف ہیں

سوال: (۴۶۴) زید نے ایک مسجد کی زمین موقوفہ پر ملکیات، اخراجات مسجد کے لیے تعمیر کرائی، ان ملکیات کی آمدنی تقریباً پچیس سال سے ضروریات مسجد میں صرف ہو رہی ہے: خلاصہ سوال یہ ہے کہ یہ ملکیات وقف ہوں گی یا نہیں؟ (۱۶۵۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ ملکیات جو زمین موقوفہ مسجد پر تعمیر کرائی ہیں وہ وقف ہیں، ان میں دعوئے ملکیت کا حق زید کے ورثہ کو نہیں ہے: کیونکہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کتب فقہ میں ہے: اَلْوَقْفُ لَا يُمْلَكُ وَلَا يُمَلَّكُ (الشامی ۶/۴۲۱، کتاب الوقف) فقط

نمازیوں کے بیٹھنے کے لیے مسجد سے متصل جو مکان بنایا گیا ہے وہ مسجد کے حکم میں نہیں

سوال: (۴۶۵) ایک مکان جو مسجد کے متصل ہے، اس غرض سے بنایا کہ نمازی نماز پڑھ کر اس میں بیٹھیں؛ اس مکان میں اکل وشرب جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ مکان مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۵۸۱ھ)

الجواب: وہ مکان مسجد کے حکم میں نہیں ہے، اکل وشرب اس میں درست ہے۔ درمختار میں سنت صبح کے پڑھنے کے بارے میں مذکور ہے: بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانًا وإلا تركها الخ قوله: عند باب المسجد أى خارج المسجد كما صرح به القهستاني وقال في العناية: لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه ...... قوله وإلا تركها قال في الفتح وعلى هذا أى على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لايصلي فيه إذا لم يكن عند بابه مكان الخ (۱) اس عبارت سے اس قدر واضح ہوتا ہے کہ مسجد کے متصل کسی مکان کے ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ مسجد ہوجاوے، مسجد ہونے کے لیے نیت بانی کی ضرورت ہے وفي كتاب الوقف: ويزول ملكه عن المسجد والمصلّى بالفعل وبقوله جعلته مسجدًا الخ (۲) (درمختار) وفيه أيضًا: تؤخذ أرض ودارو حانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرهًا قوله تؤخذ أرض الخ في الفتح ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه أوحانوت جاز أن يؤخذ ويدخل فيه (۳) (شامی) لفظ ويدخل فيه سے ظاہر ہے کہ پہلے سے وہ جگہ اور مکان داخل مسجد نہیں تھی، حالانکہ مسجد کے اوقاف میں سے تھی الغرض روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ مکان محض اتصال کی وجہ سے مسجد کے حکم میں نہیں ہوسکتا۔ فقط

---

(۱) الدر والرد ۴۴۶/۲ كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة – مطلبٌ هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش.

(۲) الدرالمختار مع الشامي ۴۲۶/۶ كتاب الوقف – قبل مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۳) الدر والرد ۴۵۱/۶ كتاب الوقف، قبل مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه.

مسجد کے لیے مسجد سے متصل جگہ میں کمرہ بنانا

سوال: (۴۶۶) یک قطعہ زمین خارج از دیوار ہائے مسجد، متصل بآں از جانب شمالی بود کہ متولی مسجد دراں قطعہ زمین یک حجرہ برائے حوائج ومصالح مسجد وتبرید الماء وایقاد النار فی الشتاء بنا کرد، وخشبۂ سقفش از جانب مسجد بر دیوار علاحدہ از جدار مسجد بنہاد؛ آیا چنیں حجرہ کہ بنا بر امور مذکورہ مبنی شد، شرعاً جائز است یا نہ؟ (۱۱۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: وإذا جعل تحته سردابًا لمصالحه أي المسجد جاز وفي الشامي عن الإسعاف: وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كانا وقفًا عليه صار مسجدًا الخ (۱) پس اگر آں قطعہ زمین از اوقاف مسجد است کہ برائے مصالح مسجد وقف کردہ شدہ است تعمیر حجرہ براں قطعہ برائے حوائج ومصالح مسجد جائز است، واز یں عبارت بطور اولیٰ مستفاد است، وظاہر است کہ خالی گذاشتن آں قطعہ اراضی را کہ متصل مسجد است، واز ملحقات مسجد است، وغیر منتفع بہ داشتن آنرا کسے از اہل علم تجویز نمی تواں کرد، وبداہت شاہد است کہ آں قطعہ را کہ بیکار افتادہ است بہ کار مسجد آوردن ہر آئینہ خوب وپسندیدہ است۔ فقط

وسئل الخُجَنْدِيّ عن قيم المسجد يبيح فناء المسجد ليتجر القوم هل له هذه الإباحة؟ فقال: إذا كان فيه مصلحة للمسجد فلابأس به إن شاء الله تعالىٰ: ...... قال: وعند نا له أن يصرف الأجر إلى من شاء كذافي التاتارخانية نقلاً عن اليتيمة (۲) فقط

ترجمہ: سوال: (۴۶۶) ایک قطعہ زمین مسجد کی شمالی دیواروں کے باہر مسجد سے متصل تھی متولی مسجد نے مسجد کی ضروریات ومصالح، پانی ٹھنڈا کرنے، اور سردی کے موسم میں آگ جلانے وغیرہ امور کے لیے اس قطعۂ زمین میں ایک کمرہ بنوا کر اس کی چھت کی لکڑیاں مسجد کی سمت، مسجد سے علاحدہ دیوار پر رکھ دیں؛ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ ایسا کمرہ بنانا جس کی بنیاد امور مذکورہ پر ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار والشامي ۴۲۸/۶ كتاب الوقف . مطلبٌ في أحكام المسجد .

(۲) الهندية ۳۲۰/۵ كتاب الكراهية-الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ .

الجواب: شامی میں ہے: وإذاجعل تحته سرد ابا لمصالحه الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ قطعۂ زمین مسجد کے اوقاف میں سے ہے جو کہ مصالح مسجد کے لیے وقف کیا گیا تھا تو اس قطعے میں مسجد کی ضروریات و مصالح کے لیے کمرہ بنانا جائز ہے، اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی اہل علم اس بات کا قائل نہیں ہوسکتا کہ اس زمین کو خالی چھوڑ دیا جائے اور اسے بے کار و بے فائدہ بنادیا جائے۔ نیز بداہت شاہد ہے کہ اس بے کار پڑے ہوئے قطعے کو مسجد کے کام میں لانا بہرحال بہتر اور پسندیدہ ہے۔

مسجد کے کمروں کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: (۴۶۷) ایک مسجد ۱۸۷۰ھ میں تعمیر ہوئی، اس کے ساتھ ایک حجرہ احاطہ مسجد میں برائے رہائش امام وتعلیم صبیان بنایا گیا تھا؛ اب حجرہ کی ضرورت نہیں رہی؛ کیوں کہ امام اپنے گھر رہتے ہیں، اور لڑکوں کو تعلیم بھی نہیں دی جاتی، بوجہ بوسیدگی مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرنا چاہتے ہیں، تو حجرہ کو مسجد کے صحن میں بہ غرض توسیع شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۳۸۷ھ)

الجواب: حجرۂ مسجد کو بغرض توسیع مسجد میں داخل کرنا بصورت مذکورہ شرعاً درست اور جائز ہے۔ ردالمحتار معروف بہ شامی میں ہے: سئل أبو القاسم: عن أهل مسجد أراد بعضهم أن يجعلوا المسجد رحبةً والرحبة مسجدًا أويتخذوا له بابا أويحوّلوا بابه عن موضعه وأبى البعض ذلك قال: إذا اجتمع أكثرهم وأفضلهم ليس للأقل منعهم اهـ قلت: ورحبة المسجد ساحته الخ (۱) (شامی ۳/۳۸۴ کتاب الوقف) فقط

سوال: (۴۶۸) مسجد کے حجرات مسجد کی تنگی کے باعث سجدہ گاہ میں ملائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۲۷۳ھ)

الجواب: جب کہ مسجد میں تنگی کی وجہ سے گنجائش کم ہے تو پھر بوجہ ضرورت ان حجروں کا مسجد میں ملانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے: ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه أوحانوت جاز أن يؤخذ ويدخل فيه الخ (۲) (شامی ۳/۳۸۴)

(۱) الشامی ۶/۴۵۰ کتاب الوقف – قبل مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه.
(۲) الشامی ۶/۴۵۱ کتاب الوقف – مطلبٌ في جعل شيءٍ من المسجد طريقًا.

مسجد کے اوقاف کو بیچنا جائز نہیں

سوال: (۴۶۹) مسجد کی شرقی جانب دو تین فٹ کی گلی چھوڑ کر تقریباً ۶ مرلہ(۱) زمین پڑی ہے جو فوائد مسجد کے لیے خریدی گئی تھی، اور اس میں ایک حجرہ برائے امام مسجد بنایا گیا، باقی ۴ مرلہ زمین تقریباً سفید پڑی ہے، اور اس میں متولیان و امام جانور باندھتے ہیں، کیا زمین مذکور کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کسی متولی و امام کو زمین مذکور کی بیع میں مزاحمت کرنے کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ جب کہ امام مسجد اور متولی اس کو رعایتی قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں؟ (۱۳۴۴/۲۲۷۳ھ)

الجواب: جو زمین کہ مصالح مسجد کے لیے خریدی گئی، یا کسی کی عطاء کردہ ہے وہ بھی مسجد ہی کی طرح سے وقف ہے؛ پس جس طرح کہ مسجد کے حصوں میں سے کسی حصہ کی بیع جائز نہیں اسی طرح سے اس زمین کا بھی فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ فقہاءؒ نے وقف کی بیع کو باطل قرار دیا ہے۔ **قال في البحر:** وفي الخلاصة وفي فتاوی النسفي: **بيع عقار المسجد لمصلحة المسجد لايجوز، وإن** كان بأمر القاضي الخ (۲) —— ثم قال —— ومن المشائخ **من لم يجوز بيعه تعطل أو لم يتعطل** الخ (۲) (البحر الرائق ۵/۳۴۵) وفي الشامي: **ولايملك أي لا يقبل التمليك لغيره** بالبيع ونحوه (۳) (شامی ۳/۳۶۷) وفيه أيضًا: **ولذا قال في القنية فالبيع باطل ولو قضى** القاضي بصحته (۴) (۳/۳۹۴) فقط

اور جبکہ بیع اس زمین کی درست نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ متولیان اس کی بیع میں مزاحمت کریں گے، اور یہ کہ رعایتی قیمت اور اصلی قیمت پر کسی طرح بھی بیع نہیں ہو سکتی۔ فقط

سوال: (۴۷۰) زید نے ایک دکان ایک مسجد کے اخراجات کے واسطے وقف کردی، اس کے کہنہ ہونے کی وجہ سے اہل محلہ کی رائے ہے کہ دکان کو فروخت کرکے، اس کے خرچ سے ایک دالان تعمیر کرایا جاوے؛ کیا اہل محلہ اس کو فروخت کر سکتے ہیں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۴۵۴ھ)

---

(۱) مرلہ: بیگہ کا اسّی واں بھاگ (فیروز اللغات ص: ۲۵۷)

(۲) البحر الرائق ۵/۳۴۵ كتاب الوقف – مطلبٌ غرس شجرة و وقفها أو غرسها إلخ .

(۳) ردالمحتار ۶/۴۲۱ كتاب الوقف ، مطلبٌ مهم : فرق أبويوسف بين قوله موقوفة الخ .

(۴) الشامي ۶/۴۶۸ كتاب الوقف– مطلبٌ في إطلاق القاضي بيع الوقف للواقف أو لوارثه .

الجواب: اہل محلہ کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں ہے اس دکان کی تعمیر چندہ وغیرہ سے کرا دی جاوے تا کہ اس کے کرائے سے مسجد کی امداد ہو۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: اَلْـوَقْفُ لَا يُـمْـلَكُ وَلَا يُمَلَّكُ (الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے اوقاف کو فروخت کرنا

سوال: (۴۷۱) میں نے ایک مکان برائے خدا مسجد کے نام پر دے دیا، اور یہ کہہ دیا کہ یہ مکان فروخت نہ کیا جاوے، اگر فروخت کیا جاوے تو فلاں شخص کو نہ دیا جاوے، کچھ دنوں کے بعد پنچایت نے وہ مکان اسی شخص کو مبلغ ایک سو پچیس روپے میں فروخت کر دیا؛ حالانکہ اس کی قیمت پانچ سو چھ سو روپے تھی، اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۳۴۵/۳۰۱ھ)

الجواب: مکان وقف شدہ کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اس بیع کو شرعاً توڑ دینا چاہیے؛ وہ مکان مسجد کے لیے وقف ہے، اس کی آمدنی ہمیشہ مسجد میں صرف کی جاوے، اور مشتری کا قبضہ اس سے اٹھا لیا جاوے، اور جب تک وہ مکان اس قابل رہے کہ اس کا کرایہ آتا رہے، اس وقت تک کسی طرح اس مکان کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، پنچایت کو کچھ حق اس کے فروخت کرنے کا نہ تھا، خصوصاً جب کہ واقف نے صراحۃً منع کر دیا تھا، درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لَا يُمْلَكُ وَلَا يُمَلَّكُ (الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقط

سوال: (۴۷۲) مسجد کے پچیس ہزار روپے نقد جمع تھے، اس روپے سے مسجد میں تعمیر کرائی، نصف کام ہو کر روپیہ ختم ہو گیا، لہٰذا مسجد کے لیے جو ملکیت وقف ہے اور اس کی آمدنی سے دوسری ملکیت خریدی ہو اس کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴-۳۳/۱۰۷۸ھ)

الجواب: جو ملکیت مسجد کے لیے وقف ہے یا اس کی آمدنی سے دوسری ملکیت خرید کر وقف کی گئی ہو، اس کو فروخت کرنا درست نہیں ہے۔

مسجد کی فاضل آمدنی سے مدرسہ کھولنا یا دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۷۳)...... (الف) مسجد کی آمدنی اس کے خرچ سے بہت زیادہ ہو اور مسجد میں اس کی

ضرورت نہ ہوتو اس فاضل آمدنی سے مدرسہ کھولنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مسجد کی زائد آمدنی کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۰۷۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) مسجد کی فاضل آمدنی کو مسجد کے لیے ہی رکھنا چاہیے؛ لیکن آمدنی اگر اس قدر زیادہ جمع ہو کہ فی الحال اور آئندہ مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو، اور ضائع ہونے کا خوف ہو، اور اس مسجد میں اگر مدرسہ جاری کر دیا جائے جس سے آبادی اور رونق مسجد کی ہو تو جائز ہے۔

(ب) دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی شرائط ہیں جو کتب فقہ میں لکھی ہیں کہ پہلی مسجد ویران ہو جائے، اس وقت دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، اور جب تک مسجد اول آباد ہے اور اس میں روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی تعمیر کے لیے مسجد کے نام وقف کردہ زمین کو فروخت کرنا

سوال: (۴۷۴) ایک شخص نے کچھ زمین برائے خرچ مسجد وقف کر دی تھی، اب مسجد بالکل شکستہ ہے، مسجد کی درستی کی کوئی سبیل نہیں؛ اس زمین کو فروخت کر کے روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۵۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ اس زمین موقوفہ کو فروخت نہیں کر سکتے، مسجد کی تعمیر کا بندوبست علیحدہ کرنا چاہیے، اور اس زمین کی آمدنی کو بھی اس کام کے لیے جمع کیا جائے۔

مسجد کے وقف شدہ کھیت کو بیچ کر دوسری جائداد خریدنا

سوال: (۴۷۵) لوگ ایک مسجد کے لیے کھیت وقف کر گئے ہیں، اور ان کھیتوں کی آمدنی چوں کہ بہت کم ہے، اور خرچ زیادہ ہے، اس لیے ان کھیتوں کو بیچ کر کے دوسری ملک خریدنا جائز ہے یا نہ؟ (۴۲۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس قسم کی تبدیلی کو فقہاء نے اس وقت جائز لکھا ہے کہ واقف شرط کر گیا ہو کہ حسب ضرورت اس کو بیچ کر دوسری جائداد خرید لی جائے، بدون شرط واقف، اس کے جواز کے لیے چند شرطیں ہیں جو یہاں مفقود ہیں؛ لہٰذا حکم جواز کا نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے موقوفہ مکان کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال: (۴۷۶) ... (الف) زید نے ایک مکان مسجد کے لیے وقف کیا، اور یہ بھی تصریح کردی کہ متولی اس کو فروخت کر کے مسجد میں لگا سکتے ہیں، اور مکان ایسے موقع پر ہے کہ اس کو کوئی کرایہ پر نہیں لیتا تو متولیان چاہتے ہیں کہ اس کی اینٹ وشہتیر وغیرہ مسجد کے حجرے میں لگادیں اور زمین کو فروخت کر کے مسجد میں لگادیں؟

(ب) اسباب مکان موقوفہ یا اس روپے کو جو کسی نے مسجد میں دیا ہو مسجد کے حجرہ، غسل خانہ اور دروازہ دوکان مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۴۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) وہ مکان وقف ہوگیا، اور جب کہ واقف نے اس کے فروخت کرنے کی اور اس کی قیمت کو مسجد میں لگانے کی اجازت دے دی ہے تو جو صورت سوال میں درج ہے کہ اس کے خشت وچوب وغیرہ، دروازہ وحجرہ میں لگایا جائے یہ درست ہے، اور زمین کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔

(ب) یہ بھی جائز ہے۔

مسجد کی موقوفہ جائداد بیچ کر اس کی قیمت مسجد کی آراستگی میں صرف کرنا

سوال: (۴۷۷) زید نے اپنے پوتے بکر کے ہبہ نامہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ "بکر کی مسجد کے لیے ایک کھیت اور پانچ گھر للہ دیا ہوں تاکہ اس کی آمدنی مسجد کے لیے صرف کی جائے" بکر نے اس کو فروخت کردیا ہے کہ اس کی قیمت مسجد کی آراستگی میں صرف کروں گا؛ یہ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱۷۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کھیت مذکور اور مکانات مذکورہ وقف ہوگئے ان کو فروخت کرنا، اور ان کی قیمت کو مسجد کی آراستگی میں صرف کرنا، درست نہیں ہے، بلکہ اس وقف کی آمدنی کو مسجد مذکور میں خرچ کیا جائے گا، اور بیع باطل ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: اَلْوَقْفُ لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ (الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف)

وشرط الواقف کنص الشارع (الشامی ۶/ ۵۰۸ کتاب الوقف) پس بیع مذکور کو توڑ دیا جائے گا، اور وقف مذکور کو مسجد کے اخراجات کے لیے باقی رکھا جائے گا۔ فقط

موقوفہ اراضی کو فروخت کر کے مسجد کا قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۷۸) ایک مکان مسکونہ کا نصف حصہ وقف علی المسجد ہے، بقیہ نصف حصے کا مالک اپنے حصے کو اپنے تصرف میں رکھتا ہے، اس وجہ سے موقوفہ حصے سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا، نیز ایک سہ دری تعمیر ہونے کی وجہ سے چند صد روپے کی مسجد مقروض ہے، کوئی آمدنی مسجد کی ایسی نہیں ہے جس سے قرض ادا ہو جاوے؛ ایسی صورت میں موقوفہ اراضی کو فروخت کر کے قرض مسجد ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۴۵/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اصل حکم ایسی صورت میں یہ ہے کہ حصہ موقوفہ کو تقسیم کر کے علیحدہ کیا جاوے، اور اس کو کرائے پر دیا جایا کرے، اور وہ کرایہ مسجد کی ضروریات میں صرف کیا جاوے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: فیقسم المشاع وبه أفتی قارئ الهداية وغيره إذا كانت القسمة بين الواقف وشريكه المالك الخ (۱) لیکن اگر وہ تقسیم نہ ہو سکے یا تقسیم کے بعد اس قابل نہ رہے کہ اس سے نفع اٹھایا جاوے، تو پھر حکم یہ ہے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین یا مکان خریدا جاوے جس کی آمدنی مسجد میں صرف ہو؛ یا مبادلہ کسی مکان اور زمین سے کر لیا جاوے اور وہ وقف ہو مثل اصل کے ـــــ اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو قرض ذمگی مسجد میں دیا جاوے۔ فقط

مسجد کو حجرہ میں تبدیل کر کے طلبہ پر وقف کرنا یا کرایہ پر دینا

سوال: (۴۷۹) ...... (الف) ایک شخص کے مکان کے متصل مسجد چھوٹی اور ویران ہے، اور مسجد کا دروازہ حویلی کے اندر واقع ہے، اگر کوئی نماز پڑھتا ہے تو صاحب مکان کی اجازت سے پڑھتا ہے، صاحب مکان کا ارادہ ہے کہ اس مسجد کو حجرہ بنا کے طلبہ پر وقف کرے، یا کرائے پر دے کر کرایہ دوسری مسجد میں صرف کرے؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) الدر مع الشامی ۶/ ۴۲۴ کتاب الوقف ـ مطلب فی قسمة الواقف مع شريكه.

(ب) جو مسجد ایسی چھوٹی ہو کہ اس میں چار پانچ آدمی آ سکتے ہوں، اس کو اٹھا دینا اور مٹی اس کی دوسری مسجد میں لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) جو جگہ مسجد ہو چکی، وہ ہمیشہ کو ابدالآباد تک مسجد رہتی ہے، اس کو مکان سکونت بنانا یا کرائے پر دینا درست نہیں ہے، اس کو ہمیشہ مسجد ہی رکھنا چاہیے، اور اس کا دروازہ اور راستہ علیحدہ کر دینا چاہیے، اور اس میں شرعاً عام اجازت نماز کی ہے، کسی نمازی کو نماز سے روکنا نہ چاہیے، صاحب مکان کو چاہیے کہ اس مسجد میں کچھ تصرف نہ کرے بلکہ اس کا راستہ علیحدہ کر دے۔

(ب) وہ مسجد ہمیشہ کو مسجد رہے گی اس کو منتقل کرنا درست نہیں ہے، اگر دوسری بڑی مسجد بنائی جائے تو یہ درست ہے؛ لیکن وہ چھوٹی مسجد بھی مسجد رہے گی اس کو بھی محفوظ رکھا جائے۔ فقط

مسجد کے شکستہ مکان کی زمین کسی کو کرائے پر دینا

سوال: (۴۸۰) ایک شخص نے کچھ جائداد معہ ایک مکان کے، واسطے اخراجات مسجد و مساکین کے، وقف کر کے ایک شخص کو متولی مقرر کر دیا، اور واقف فوت ہو گیا، مکان موقوفہ دیہات میں تھا، اس میں کوئی کرایہ دار نہیں رہا، اس لیے وہ مکان گر گیا، صرف زمین رہ گئی، اب اس زمین موقوفہ کو متولی کسی شخص کو مکان بنانے کو دے تو اس میں متولی کی اجازت سے مکان بنا سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۸۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ ہو سکتا ہے اور درست ہے کہ اس زمین کو کسی کو کرائے پر بطور اجارہ دیدی جاوے کہ وہ اس زمین میں مکان بنالیوے، مگر بہتر یہ ہے کہ چندہ وغیرہ کر کے اس زمین میں جو مکان بنایا جاوے اس کو وقف کر دیا جاوے تاکہ آمدنی اس کی مساکین پر اور مسجد کے کاموں میں صرف ہو، اور جب تک مکان موقوفہ کا انتظام ہو، اگر اس وقت تک اس زمین کو کرائے پر بہ غرض بناء مکان کسی کو دے دی جاوے؛ تو یہ بھی درست ہے؛ اور وہ کرایہ مصارف معینہ واقف میں صرف ہونا چاہیے۔ فقط

مسجد کے نیچے جو کمرہ ہے اس کو کرائے پر دینا

سوال: (۴۸۱) ایک مسجد تعمیر کرائی ہے جس کے نیچے حجرہ ہے اور اوپر مسجد ہے، چوں کہ مسجد کے نیچے جگہ خالی ہے اس لیے بعض علماء کا خیال ہے کہ اس میں نماز صحیح نہیں، ایسی حالت میں اس حجرے کو

اغراض مسجد کے لیے رکھا جائے، یا مؤذن کی سکونت وغیرہ کے لیے رکھا جائے، یا کرائے پر دے کر کرایہ مسجد میں صرف کیا جائے؟ (۲۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس حجرے کو اغراض مسجد کے لیے رکھا جائے مثلاً بوریا، صف، لوٹا وغیرہ مسجد کا اس میں رکھا جائے، اس میں نہ مؤذن کو رکھا جائے نہ کرائے پر دیا جائے؛ کیوں کہ مسجد اوپر سے نیچے تک مسجد ہی ہوتی ہے اس میں اور کچھ تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا اور نماز اس مسجد میں صحیح ہے۔ فقط

نوٹ: چند شرائط کے ساتھ نیچے کے حجرے کو کرائے وغیرہ پر دینا جائز ہے، جس کی تفصیل احقر کے رسالہ ''آداب المساجد'' میں مذکور ہے ضرورت ہو تو اس کو دیکھا جائے۔۱۲ محمد شفیع غفرلہ

مسجد کے موقوفہ مکان کو رہن رکھنا جائز نہیں

سوال: (۴۸۲) مکان موقوفہ علی المسجد کو رہن رکھ کر مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۴۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد کے موقوفہ مکان کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے، لبتہ کرائے پر دینا جائز ہے، اور کرائے کی آمدنی کو مسجد میں خرچ کیا جائے۔

مذکورہ صورتوں میں موقوفہ جائداد کا استبدال جائز ہے

سوال: (۴۸۳) ایک مسجد ریلوے اسٹیشن کے درمیان میں آ گئی ہے، راستہ نہایت خطرناک ہوگیا ہے آمد و رفت بہت مشکل ہے مسجد کے متصل گڑھے ایسے ہیں کہ مسجد منہدم ہوجانے کا بھی خطرہ ہے، مسجد کی پشت کی طرف حدود مسجد سے بڑھے ہوئے دو حجرے ہیں جو تعمیر مسجد سے عرصہ کے بعد کسی شخص نے بنوا دیے ہیں، مگر یہ تحقیق نہیں کہ زمین حجروں کی موقوفہ ہے یا نہیں، اب ریلوے کہتی ہے کہ یہ دونوں حجرے ہم کو دیدو، اس کے عوض میں دو حجرے جدید بنوا دیے ہیں وہ لے لو؛ ریلوے یہ کہتی ہے کہ تم ہم سے تبادلہ کرلو گے تو ہم تمام مسجد کی درستگی اور پورے طور پر حفاظت کردیں گے، اور راستہ نمازیان کے لیے بہت محفوظ اور قریب سے کردیں گے، بہ حالت موجودہ مسجد بالکل غیر آباد ہے، بہ صورت استبدال مسجد آباد ہوجاوے گی، اور کسی قسم کا اندیشہ بھی نہ رہے گا؛ آیا ریلوے سے مصالحت کرکے استبدال کرلیا جاوے یا نہیں؟ (۵۶۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بندہ نے مسجد مذکور کے موقع کو دیکھا ہے، اور ہر ایک اعتبار سے مصالح مسجد ونمازیوں کا مقتضا یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حجروں کو بدل لیا جاوے؛ کیونکہ بعد تسلیم اس امر کے کہ وہ حجرے وقف ہیں، استبدال وقف کو بھی بعض صورتوں میں فقہاء نے جائز رکھا ہے، درمختار میں ہے: وأما الاستبدال ولو للمساكين بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضي درر، وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية وكون البدل عقارًا و المستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل الخ (۱) پس چوں کہ عدم استبدال کی صورت میں بہت مضرتیں ہیں، اور مسجد کا بقا دشوار ہے، اور ویرانی اس کی تو لابدی معلوم ہوتی ہے؛ اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ استبدال کی اجازت دیدی جاوے، اس صورت میں مسجد کا راستہ قریب ممر عام سے ہونا متصور ہے، اور استحکام مسجد وآبادی مسجد وانتظام حوض وغیرہ بہ خوبی ہو جاوے گا، اور بہ صورت عدم استبدال یہ تمام امور مفقود ہیں، اور بہ ظن غالب کچھ زمانے کے بعد وہ مسجد بھی ریلوے کے تصرف میں آجاوے گی؛ کیوں کہ مسجد مذکور آبادی سے علیحدہ ہے، اور کوئی محلہ اب وہاں آباد نہیں ہے، اس کی آبادی بہ صورت موجودہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ راستہ کے گذرنے والے مسلمان وہاں نماز پڑھیں، اور منتظمین مسجد مسجد کی ضروریات کا انتظام رکھیں، اور مؤذن وامام مقرر کریں۔ فقط

سوال: (۴۸۴) ایک صحرائی زمین مسجد کے نام وقف ہے، اور یہ اراضی افتادہ اور ناقابل زراعت ہے، جب سے وقف ہوئی ہے کسی قسم کی پیداوار نہیں ہوئی، اس سے ملحقہ اراضی کا مالک موقوفہ اراضی کے تبادلے میں دو چند مزروعہ اراضی دینے پر تیار ہے؛ اس صورت میں متبادلہ اراضی کی پیداوار سے مسجد کو نفع حاصل ہو سکتا ہے، یہ تبادلہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۴۶ھ)

الجواب: بہ ضرورت مذکورہ یہ تبادلہ جائز ہے۔ وأما الاستبدال بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضي درر. وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية وكون البدل عقارًا والمستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل الخ (۲) (درمختار ومثله في ردالمحتار)

---

(۱) الدر مع الشامي ۶/۴۵۸ كتاب الوقف – مطلبٌ في اشتراط الإدخال والإخراج .

(۲) حوالۂ سابقہ۔

مسجد کے لیے وقف شدہ جائداد کو ہبہ کرنا

سوال: (۴۸۵) ایک شخص نے اپنی جائداد اپنے بھتیجے کے لڑکے کے نام ہبہ کردی، اس سے آٹھ یوم پہلے یہی جائداد مسجد کے نام وقف کرچکا تھا؛ اب داخل خارج پر جھگڑا واقع ہے، اس کا بھتیجا ڈیڑھ سو روپے دیتا ہے؛ یہ روپے مسجد کے لیے لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا جائداد بہ ذریعہ عدالت لی جائے؟ (۱۵۳۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ جائداد شرعاً وقف ہوگئی، اس کا ہبہ کرنا بھتیجے کے پسر کے نام صحیح نہیں ہوا، وہ جائداد مسجد پر وقف ہوگئی، اب اس کے عوض روپیہ لینا درست نہیں ہے؛ بلکہ اسی جائداد کو جس طریق سے ہوسکے وقف رکھنا چاہیے اور اس میں کوشش کرنی چاہیے۔ فقط

آدھا مکان مسجد کے لیے اور آدھا مدرسے کے لیے وصیت کرنے کا حکم

سوال: (۴۸۶) ایک رنڈی نے ایک مکان نصف مسجد میں اور نصف مدرسے میں قبل از وفات وصیت کیا، اب اس کے وارث کہتے ہیں کہ مکان فروخت کرکے اس کا روپیہ نصف مدرسے میں اور نصف مسجد میں دیدیں؛ اس صورت میں مکان یا روپیہ لے لینا جائز ہے یا نہ؟ (۵۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے؛ پس اگر وہ مکان ثلث ترکے سے زیادہ نہیں ہے یا زیادہ ہے، مگر اس کے وارث کل مکان کے دینے پر رضامند ہیں تو نصف مدرسے میں اور نصف مسجد میں لے لیا جائے، اور اگر مکان کو فروخت کرکے نصف مدرسے میں دیا جائے اور نصف مسجد میں یہ بھی درست ہے۔ فقط

واقف وقف کردہ مکان کے بجائے اس کی قیمت دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸۷) خدا بخش خیاط نے اپنا مکان مسکونہ خام جو سو روپے قیمت کا تھا مسجد کے نام

وقف کر دیا تھا، اس میں یہ شرط تھی کہ جب تک خدا بخش زندہ رہے گا اس مکان وقف شدہ میں رہے گا، بعد مرنے کے مسجد خدا کی ملک ہوگی اس وقت تک خدا بخش زندہ ہے، اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ سو روپے قیمت مسجد میں دے کر اس مکان کو واپس لے لوں؛ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ مکان وقف ہو گیا ہے خدا بخش اپنی زندگی میں اس میں رہ سکتا ہے، بعد میں وہ مسجد کا ہو جائے گا، اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور خدا بخش کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس مکان کی قیمت مسجد میں داخل کر لے، اور مکان کو اپنا مملوکہ بنالیوے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے: الوقف لا یملك ولا یملك (الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) فقط

مسجد کے اوقاف کو سڑک میں شامل کرنے کا حکم

سوال: (۴۸۸) ایک مسجد کے جنوب کی طرف ایک چبوترا پختہ جو مسجد کے ساتھ تعمیر ہوا ہے، اور مسجد سے بالکل ملحق ہے، اور وہ اس غرض سے ہے کہ جب اہل محلہ کو استطاعت ہو، غسل خانہ و جائے وضو تعمیر کرائی جائے، اب چبوترے کے متصل سڑک سرکاری نکالی جارہی ہے، اور میونسپل بورڈ کا ارادہ ہے کہ چبوترا کو توڑ کر شامل سڑک کیا جائے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۲۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ چبوترا چوں کہ اوقاف مسجد میں سے ہے، اور اغراض مسجد اس سے متعلق ہیں؛ اس لیے شرعاً اجازت نہیں ہے کہ اس کو اوقاف مسجد سے خارج کر کے راستہ میں ملایا جائے، اس بارے میں سرکار میں عذر کرنا چاہیے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ فقط

مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے اوقاف سے متعلق مقدمات کے مصارف ادا کرنا درست ہے

سوال: (۴۸۹) جائداد مسجد کی وصول تحصیل کے واسطے جو نالشات و مقدمات ہوتے ہیں، اس میں اخراجات ضابطہ و بے ضابطہ ہر قسم کے ہوتے ہیں، بدون اس کے حصول مدعا میں بہت دشواریاں واقع ہوتی ہیں، ان مصارف کو مسجد برداشت کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اوقاف مسجد کے متعلق جو نالشات و مقدمات وغیرہ کیے جاویں، ان کے اخراجات انھیں

اوقاف کی آمدنی سے پورے کیے جاویں، شامی میں ہے: مسجد له أوقاف مختلفة لا بأس للقيم أن يخلط غلتها كلها وإن خرب حانوت منها فلا بأس بعمارته من غلة حانوتٍ آخر لأن الكل للمسجد ولو كان مختلفًا لإن المعنى يجمعهما الخ (۱) فقط

مسجد کی موقوفہ زمین میں مُردے دفنانے کا کسی کو حق نہیں

سوال: (۴۹۰) کسی نے کچھ زمین مسجد کے مصالح وتیل بتی کے واسطے وقف کی ہے، اس زمین میں مسجد کے متولی یا امام ومؤذن یا ان کے اہل وعیال کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۷۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ لأن مراعاة غرض الواقفين واجبة شامی وغیرہ۔ فقط

مسجد کے اوقاف میں جانور باندھنے والے پر جرمانہ عائد کرنا

سوال: (۴۹۱) اگر کوئی شخص ایک میدان سفید میں (جو متصل مسجد مگر خارج از مسجد ہے، اور کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہے) اپنے مویشی وغیرہ باندھے، کیا دیگر لوگ صرف مسجد کے خیال سے مویشیان وغیرہ کو زبردستی نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس پر جرمانہ لیا جاوے یہ درست ہے یا نہ؟ (۲۹۲۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: زمین متصل مسجد میں جو کہ مسجد کے اوقاف میں سے ہے؛ یعنی وہ زمین مسجد کے متعلق ہے، اگرچہ حکم مسجد میں داخل نہیں ہے، جانور باندھنا اور اس قسم کا تصرف کرنا اس میں درست نہیں ہے، لہٰذا جملہ مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو روکیں اور آئندہ وہاں جانور نہ باندھنے دیں، البتہ جرمانہ کرنا شرعًا درست نہیں ہے، اگر کسی مصلحت سے کیا بھی جاوے تو بعد تنبیہ حاصل ہو جانے کے پھر اس کو واپس کر دیں، یا اس کی اجازت سے کسی کارِ خیر میں صرف کر دیں۔

مسجد کے موقوفہ مکان یا درخت کو فروخت کر کے اس کی قیمت امام باڑا پر صرف کرنا

سوال: (۴۹۲) اگر مسجد پر کوئی درخت یا مکان وقف ہے تو اس کو فروخت کر کے امام باڑا پر

(۱) الشامی ۴۳۱/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ فی نقل أنقاض المسجد ونحوہ.

صرف کر سکتے ہیں یا نہیں واسطے مرمت کے؟ (۱۷۳۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نہیں کر سکتے۔ فقط

مسجد کے نام وقف شدہ برتنوں کو فروخت کر کے زمین خریدنا

سوال: (۴۹۳) چند شخصوں نے مسجد کے نام لوہے کے برتن وقف کر دیے ہیں، اگر ان کو فروخت کر کے مسجد کے لیے زمین خریدی جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بہ حالت مذکور جب کہ وہ ظروف خراب اور ضائع ہو رہے ہیں یہ جائز ہے کہ ان کو فروخت کر کے مسجد کے لیے زمین خرید کر مسجد میں داخل کر دی جاوے۔

مسجد کی اشیاء موقوفہ کو امام یا کسی اور کا اپنے گھر میں استعمال کرنا

سوال: (۴۹۴) صندوق کلاں جانماز وکلام مجید رکھنے کے، لیمپ، لالٹین، سیڑھی کلاں، لکڑیاں؛ یہ سب اشیاء مسجد کی امام صاحب اپنے مکان پر خانگی استعمال کو لے گئے، چند مقتدیوں نے اس بات پر اعتراض کیا، انہوں نے فرمایا کہ یہ مال وقف ہے مجھ کو کھانا اور لے جانا جائز ہے، اسی بات پر چند آدمیوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ رکھا ہے؛ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۷۵۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسجد کی اشیاء موقوفہ جو مسجد کے نفع کی غرض سے ہیں، ان کو کہیں لے جانا اور گھر میں استعمال کرنا، امام کو یا کسی اور کو جائز نہیں، لازم ہے کہ امام صاحب ان اشیاء کو مسجد میں لے آئیں، کیوں کہ جو اشیاء جس کام کے لیے وقف ہیں ان کو اسی کام میں استعمال کرنا چاہیے، جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے، **مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ (الشامي ٦/ ٥٢١ كتاب الوقف)** پھر جس وقت امام موصوف ان اشیاء کو مسجد میں واپس لے آئیں اور توبہ کریں تو ان کے پیچھے نماز درست ہے۔

قرآن کی تعلیم کے بہانے مسجد کے اوقاف سے ذاتی نفع اٹھانا

سوال: (۴۹۵) ایک شخص ایک دکان موقوفہ کے بالا خانے پر قرآن شریف کی تعلیم دیتا ہے، اگر اس سے کرایہ مانگتے ہیں تو ہرگز نہیں دیتا، باوجودیکہ لڑکوں سے خود پڑھائی گراں لیتا ہے، صرف ذاتی نفع

کے لیے تعلیم دیتا ہے، مسجد کو اس سے کوئی نفع نہیں ہے، اس صورت میں متولی اس سے کرایہ وصول کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۳۰۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اوقاف مسجد اس لیے نہیں ہوتے کہ جس کا جی چاہے اس پر قبضہ کر لے، اور نفع ذاتی اٹھائے، متولیان اس کو وہاں سے اٹھا دیں یا کرایہ لیں۔

مسجد کی موقوفہ زمین کا کوئی حصہ اپنے مکان میں شامل کرنا اور اس کے بدلے میں دوسری زمین دینا

سوال: (۴۹۶) زید کے دادا مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک مسجد اپنے ہی خرچ سے بنوائی تھی، زید کا موروثی مکان اس مسجد کے ایک حصے سے ملحق تھا، قریباً ایک سال گزرا کہ زید نے موروثی مکان کو گرا کر نیا مکان بنواتے وقت مسجد کے صحن کے ایک حصے پر، نئے مکان کو سیدھا کرنے کی غرض سے قبضہ کرلیا، اور اتنے حصے کو مکان کے اندر لے لیا، اپنی ذاتی رائے اور فیصلہ کے مطابق اتنا یا اس سے زیادہ حصہ اپنی موروثی زمین میں سے دوسری جگہ مسجد کو دے دیا، پہلے اس طرف مسجد کی چہار دیواری علیحدہ تھی؛ مگر اب زید نے چہار دیواری کے بجائے نئے مکان کی دیوار کو مسجد کی حد بھی قرار دیا، بلکہ مسجد کی طرف کھڑکیاں بھی کھولیں؛ کیا اس طرح مسجد کے ایک حصہ زمین میں قبضہ کر کے، اتنی ہی یا اس سے کم وبیش زمین مسجد کے لیے دوسری طرف چھوڑ دینا جائز ہے؟ (۳۴۸۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد کی زمین کو اپنے ذاتی مکان میں شامل کرنا، اور اس کے بدلے میں دوسری طرف، دوسری زمین مسجد کو دے دینا جائز نہیں ہے، اسی طریقے سے مسجد کی طرف کھڑکیاں کھولنا یا کوئی تصرف اس قسم کا کرنا جس سے مسجد کا نقصان، اور مسجد کی حق تلفی ہو ہرگز جائز نہیں ہے، اور جس شخص نے مسجد کی زمین اپنے مکان میں شامل کر لی ہے، اور اس پر قبضہ کرلیا ہے، اس زمین کو جس طرح بھی ممکن ہو اس کے قبضے سے نکال کر مسجد میں شامل کیا جائے، اور جب تک وہ شخص مسجد کی زمین کو مسجد کے حوالے نہ کرے، اس وقت تک مسلمانوں کو اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق اور میل جول رکھنا جائز نہیں ہے، اور اس کو برادری سے علیحدہ کر دیا جائے، وقف کا کوئی شخص مالک نہیں ہو سکتا در مختار میں ہے: فإذا تم ولزم لايُملَكُ ولا يُملَّكُ اور شامی میں ہے: قوله لايملك أي لايكون مملوكًا لصاحب ولايملك أي لايقبل

التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه(۱) فقط

واقف نے جو شرط لگائی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے

سوال: (۴۹۷) ایک شخص نے ایک مکان وقف کیا، اور شرط یہ لگائی کہ جب تک میری لڑکی زندہ رہے اس مکان کے کرائے سے اپنی زندگی بسر کرے، اور بعد وفات دختر مکان کا کرایہ مسجد پر صرف ہوگا، اب اس لڑکی کا انتقال ہوگیا، اور اس کی اولاد چاہتی ہے کہ کرایۂ مکان سے اپنی زندگی بسر کرے تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ (۴۹۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے شرط الواقف كنص الشارع (الشامی ۶/۵۰۸ كتاب الوقف) واقف کی شرط پر عمل کرنا ضروری ہے، پس موافق تصریح واقف کے بعد وفات دختر مکانِ مذکور مسجدوں پر وقف ہوگا۔ فقط

مسجد میں شامل کرنے کے لیے جو مکان وقف کردیا اس میں وارثوں کا کچھ حق نہیں

سوال: (۴۹۸) عمر نے زید کو مسجد میں بلا کر کہا کہ اپنا مکان مسجد میں شامل کرنے کے لیے قیمت پر دیدو، زید نے عمر سے کہا کہ قیمت کیا لوں گا، میں نے خدا کے واسطے اپنے مکان کو مسجد میں شامل کرنے کے لیے دے دیا ہے، ملبہ میں لے لوں گا۔ ایک دو ماہ کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ جب مکان ہی خدا کے واسطے دے چکا ہوں تو ملبہ کیا لوں گا، زید فوت ہوا، تین لڑکے، دو لڑکیاں، ایک بیوی وارث چھوڑے، تو اس حالت میں مکان اور ملبہ مسجد کے لیے وقف ہوگیا یا وارثوں کو ملے گا؟ (۸۵۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ مکان معہ ملبے کے مسجد میں وقف ہوگیا، زید کے وارثوں کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے اوقاف پر قبضہ کرنا جائز نہیں

سوال: (۴۹۹) دو ٹکڑے زمین سفید متصل مسجد کے پڑے ہیں، پہلے مسجد تنگ تھی ان دونوں ٹکڑوں

(۱) الدر مع الشامی ۶/۴۲۱ كتاب الوقف، مطلبٌ فرّق أبو يوسف بين قوله موقوفة إلخ.

میں سے کچھ اراضی مسجد میں زائد کر کے مسجد کو فراخ کیا ہے، ان دونوں ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے پر حجام قابض رہا ہے، ان دونوں ٹکڑوں میں زید و بکر جھگڑا کرتے ہیں، زید کہتا ہے کہ یہ دونوں ٹکڑے اراضی کے وقف ہیں مسجد کے لیے؛ لیکن بکر نے جبرًا ایک ٹکڑے پر قبضہ کرلیا ہے؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۸۵۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وقف پر کسی کا قبضہ جائز نہیں ہے، اور زمین متعلق مسجد بھی وقف ہوتی ہے؛ پس بکر کا قبضہ زمین موقوفہ مسجد پر باطل ہے اَلْوَقْفُ لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ (۱) مسئلہ مسلمہ ہے، چاہیے کہ بکر کے قبضے سے اس ٹکڑۂ متعلقہ مسجد کو نکالا جائے، اور ضرورت مسجد پوری کی جائے۔ فقط

ملکیت کا دعویٰ کرنے والوں کے قبضے سے مسجد کے موقوفہ مکان کو نکالنا ضروری ہے

سوال: (۵۰۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان اور کچھ زمین صحراء وقف ہے مسجد کے لیے شاہی زمانے سے، جس کا متولی اسی مکان میں بلا کرایہ رہتا تھا، اور وہی امام بھی تھا، اور زمین موقوفہ کی آمدنی کو کچھ مسجد میں اور باقی اپنے خرچ میں صرف کرتا تھا۔ چند سال ہوئے متولی کا انتقال ہوگیا، اور اس کے دولڑکوں کا نام تولیت میں درج ہوگیا، اور سکونت اسی مکان میں ہے؛ وہ دونوں چونکہ بوجہ ملازمت ہمیشہ پردیس میں رہتے ہیں، محلے والوں نے دوسرا امام مقرر کرلیا؛ اور مکان چوں کہ بوسیدہ ہوگیا تھا، اس لیے ان لڑکوں نے اپنی کمائی سے از سرنو تعمیر کرلیا؛ اب وہ کہتے ہیں کہ مکان ہمارا ہے اسی میں رہتے ہیں، اور چوں کہ وہ مسجد کی خبر گیری نہیں کرتے اس لیے محلے والوں نے دوسرا متولی تجویز کرلیا ہے؛ آیا وہ مکان ان دونوں لڑکوں کی ملک ہوگیا یا مسجد ہی کے لیے وقف ہے؟ اور اہل محلہ کا دوسرے شخص کو متولی بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ وقف کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کے بچانے کی کوشش نہ کریں وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟ نیز اگر وہ مکان وقف ہے تو ان لوگوں کا بلا کرایہ اس میں سکونت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۸۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مکان مذکور مسجد کا ہے، اور مسجد کے اوقاف میں سے ہے، اس کو قابضوں کے قبضہ اور

---

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ كتاب الوقف.

تصرف سے نکالنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اب جب کہ دعویٰ ملک کا وہ کرنے لگے تو خائن وغاصب ہو گئے، لہٰذا ان کے قبضہ سے نکالنا اس کا ضروری ہے، اور امام اور متولی جس کو اہل محلہ واہل مسجد نے بنالیا یہ صحیح ہے، اور قابضان مکان کو بلا کرایہ رہنا اس میں درست نہیں ہے، بلکہ اب کرائے پر بھی ان کو رکھنا مناسب نہیں ہے کہ وہ دعویٰ ملکیت کا کر رہے ہیں، بہر حال ان کے قبضہ وتصرف مالکانہ سے اس مکان کو نکالنا چاہیے، اور مسلمانوں کو اس میں پوری کوشش کرنی چاہیے، اور جو لوگ باوجود قدرت کے اس کے چھڑانے میں کوشش نہ کریں گے، وہ آثم ہوں گے۔ فقط

مسجد کے موقوفہ مکان میں مدرسہ بنانا

سوال: (۵۰۱) ایک مسجد کے اتر (شمال) کی جانب مکان مسجد کے نام وقف ہے، اور اس کا کرایہ مسجد کے اخراجات میں صرف ہوتا ہے، نیز وقت ضرورت توسیع مسجد کے کام بھی آسکتا ہے، لہٰذا زید اس مکان کو گروا کر از سر نو تعمیر کرا کر مدرسہ اسلامیہ بنانا چاہتا ہے، اور اخراجات مسجد کا؛ مہتمم مدرسہ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے، لہٰذا زید کے کہنے پر متولیان مسجد مکان مذکورہ بالا حوالہ زید کریں یا نہ کریں؟ (۱۵/۲۱۵-۱۳۳۷ھ)

الجواب: مدرسہ اسلامیہ بنانے میں یہ نفع ضرور ہے کہ آبادی مسجد کی جو کہ غرض واقف کی ہے، اس میں پوری طرح حاصل ہوگی **ومراعاة غرض الواقفين واجبة** (الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف) بناءً علیہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ اس زمین افتادہ میں مکان مدرسہ بہ غرض تعلیم علم دین تعمیر کیا جائے۔ فقط

سوال: (۵۰۲) مکان مسجد، مدرسہ وغیرہ کے کام میں بلا اجرت شرعاً مستعمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۷۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مکان مسجد کو واقف اور بانی نے جس کام کے لیے بنایا ہو، اسی مصرف میں وہ آنا چاہیے، اگر مدرسے کے لیے بنایا ہے یا امام ومؤذن یا طلبہ کی سکونت کے لیے بنایا ہے؛ تو وہی کام اس میں کیا جائے؛ کیونکہ کتب فقہ میں تصریح ہے: **شرط الواقف كنص الشارع الخ شرائط الواقف معتبرة** (درمختار وغیرہ) اور اگر شرط واقف معلوم نہ ہو تو جیسا پہلے سے معمول چلا آتا ہے اس کے موافق عمل کیا جائے۔ فقط

جامع مسجد کی موقوفہ جائداد میں اسی کی آمدنی سے مدرسہ جاری کرنا

سوال: (۵۰۳) قصبہ میں ایک مدرسہ قرآن جس کے لیے جداگانہ وقف ہے، جامع مسجد میں

عرصے سے قائم ہے، دیگر محلوں کی مساجد میں بھی مکاتب قرآنیہ موجود ہیں، بایں ہمہ اپنی عزت اور شہرت وذاتی اغراض کے لیے چندے سے ایک مدرسہ اور قائم کیا گیا، جس میں مدرس کی تنخواہ؛ چندہ اور فیس طلبہ سے دی جاتی ہے، مؤخر الذکر مدرسے کے لیے جامع مسجد کے وقف کی آمدنی سے ایک عالی شان عمارت اراضی وقف جامع مسجد میں بنام مدرسہ بنائی گئی، حالاں کہ واقف نے مصارف وقف کی تصریح کی ہے، جس میں مدرسے کے نام سے کسی تعمیر یا درس گاہ کی صراحت نہیں ہے، پس ایسی حالت میں وقف جامع مسجد کا روپیہ بلا تکمیل وتقدیم تصریحات واقف کے، کسی دوسرے کام مدرسہ وغیرہ میں یا جدید عمارت میں لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو اس کا ذمے دار کون ہے؟ اور جس قدر عرصہ تک خلاف منشائے واقف کے اراضی وقف یا روپیہ وقف دوسرے کاموں میں استعمال کیا گیا، اس کا کوئی تدارک علاوہ گناہ کے کرایہ وغیرہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۸۰۱/۱۳۲۷ھ)

الجواب: چوں کہ اس مسجد میں مدرسہ دینیہ جاری کرنا بظاہر غرض واقف کے خلاف نہیں ہے، اس لیے اس کے جواز میں کیا تردد ہے؟ لأن مراعاة غرض الواقفین واجبة (الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف) جب کہ آمدنی متعلق مسجد کی وافر ہے، اور اگر آمدنی اوقاف مسجد کی اس قدر کثیر ہے کہ مسجد میں خرچ نہیں ہوسکتی تو اس سے تعمیر مدرسہ مذکورہ متعلقہ مسجد مذکور کرانا بھی درست ہے، غایت یہ کہ یہ رقم بہ طریق قرض سمجھی جائے گی جیسا کہ فقہاء نے ایسا لکھا ہے، پھر جب ضرورت مسجد میں ہو تو اس رقم کو واپس کردیا جائے۔ فتح القدیر میں ہے: قال الشیخ الإمام (محمد بن الفضل): ماکان من غلة قف المسجد الجامع یجوز للحاکم أن یصرفه إلی ذلك علی وجه القرض إذا لم تکن ناجةُ للمسجد إلیه الخ (۱) اور حموی حاشیہ اشباہ ونظائر میں اس سے بھی زیادہ وسعت کی تصریح ہے: قلاً عن فتاوی قاضی خان أن الناظر له صرف فائض الوقف إلی جهات برّ بحسب مایراه نهی (۲) فقط

---

(۱) فتح القدیر شرح الهدایة ۵/۴۵۰ کتاب الوقف ـ الفصل الأول فی المتولی مطبوعه رشیدیه کستان.

(۲) شرح الحموی علی الأشباه والنظائر ص: ۱۴۸ القاعدة الخامسة من الفن الأول: تصرف مام علی الرعیة منوطٌ بالمصلحة.

مسجد کو ضرورت نہ ہو تو اس کے اوقاف کی آمدنی کہاں صرف کی جائے؟

سوال: (۵۰۴) واقف نے بوقت وقف کوئی شرط نہیں کی تھی، اور ایسی حالت میں اختیار تبدل باقی نہ رہا، لیکن جس مسجد کے مصارف کے لیے وقف کیا وہ حاجت مند نہیں تو موقوفہ کی آمدنی کا جائز مصرف کیا ہو سکتا ہے؟ (۲۶۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس آمدنی کو اسی مسجد کی آئندہ ضروریات کے لیے محفوظ رکھے کہ جس وقت ضرورت ہو اس مسجد میں صرف کی جاوے، یا امام اور مؤذن کی تنخواہوں میں اضافہ کردیوے، اور اگر ایسی مجبوری ہے کہ اس مسجد میں کسی طرح صرف ہی نہیں کر سکتا، اور نہ آئندہ کچھ امید ہے تو امید ہے کہ اس میں کچھ مؤاخذہ نہ ہو کہ کسی دوسری مسجد میں صرف کردیوے جب تک کہ مانع قائم ہے، جس وقت مانع مرتفع ہو جاوے پھر اسی مسجد میں صرف کرے جس کے لیے وہ جائداد وقف کی گئی ہے۔

وقف کی آمدنی مسجد کی ضرورت میں صرف کرنا

سوال: (۵۰۵) آمدنی وقف سے امام و مؤذن کو تنخواہ دینا اور غسل وغیرہ کے پانی بھروانے کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: امام اور مؤذن کی تنخواہ اور غسل وغیرہ کے پانی کے لیے جو خرچ ہو آمدنی وقف سے اس کا خرچ کرنا جائز ہے۔

ایک مسجد کے اوقاف کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۵۰۶) مسجد کی جائداد وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد میں صرف ہو سکتی ہے یا نہ؟ (۱۴۷۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس حالت میں مسجد اول آباد ہے، اور اس کی ضرورت حال و آئندہ واقع ہونے والی ہے تو اس کے اوقاف کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے: في الشامي: لكن علمت أن المفتي به قول أبي يوسفؒ أنه لايجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر كمامر عن الحاوي

نعم هذا التفريع إنما يظهر على ماذكره الشارح من الرواية الثانية عن أبي يوسف وقدمنا أنه جزم بها في الإسعاف وفي الخانية رباط بعيد استغنى عنه المارة وبجنبه رباط آخر قال السيد الإمام أبو شجاع: تصرف غلته إلى الرباط الثاني كالمسجد إذا خرب و استغنى عنه أهل القرية الخ (۱) البتہ اتحاد واقف و جہت وقف کی صورت میں ایسا درست ہے کہ ایک مسجد کے اوقاف کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کردے؛ لیکن جب کہ واقف مختلف ہوں یا جہت وقف مختلف ہو تو پھر درست نہیں۔ فقط

ایک مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے دوسری مسجد کے مکانات وغیرہ کی مرمت کرنا

سوال: (۵۰۷) اگر مکانات ودکانات متعلقہ مسجد کی آمدنی، ایسی حالت میں ہے کہ وہ ان مکانات یا دکانات متعلقہ مسجد کی مرمت کے لیے مکتفی نہیں ہوسکتی ہے؛ تو کیا یہ جائز ہے کہ ایک دوسری مسجد کی متعلقہ جائداد (مثل آمدنی دکانات یا مکانات) سے اول الذکر مسجد کے مکانات وغیرہ کی مرمت کرلی جائے؟ (۵۲۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: حسب تصریحات فقہاء حنفیہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: وإن ختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسةً و وقف عليهما أوقافًا يجوز له ذلك الخ (۲)

ترجمہ: اور اگر مختلف ہو ان میں سے ایک؛ یعنی واقف یا جہت وقف مختلف ہوں اس طرح سے کہ دو شخص نے دو مسجدیں بنائیں، یعنی ایک نے ایک مسجد بنائی، اور دوسرے شخص نے دوسری مسجد بنائی، یا یک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا، اور ان دونوں پر کچھ جائداد وقف کی تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف ں خرچ کرنا درست نہیں ہے، اور صورت ثانیہ میں جب کہ واقف ایک ہو اور وقف متعدد، علامہ شامی نے خلاف کی روایات نقل کی ہیں، چنانچہ لکھا ہے: لكن نقل في البحر بعد هذا عن الولوالجية:

(۱) الشامي ۶/۴۲۹-۴۳۰ كتاب الوقف. مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.
(۲) الدر المختار مع الشامي ۶/۴۳۱ كتاب الوقف ـ مطلبٌ في نقل أنقاض المسجد ونحوه.

مسجد له أوقاف مختلفة لابأس للقيم أن يخلط غلتها كلها وإن خرب حانوت منها فلابأس بعمارته من غلة حانوت آخر لأن الكل للمسجد ولو كان مختلفًا لأن المعنى يجمعهماالخ ومثله في البزازية تأمل (۱)(شامی ۳/۳۷۲)

ترجمہ: لیکن نقل کیا بحر میں بعد اس کے ولوالجیہ سے کہ ایک مسجد ہے کہ اس کے اوقاف مختلف ہیں، تو متولی کو درست ہے کہ وہ سب اوقاف کی آمدنی ایک جگہ جمع کر لے، اور اگر ان میں سے ایک دکان خراب ہو جائے تو دوسری دکان کی آمدنی سے اس کی مرمت کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ سب مسجد کے لیے ہیں، اگر چہ مختلف اوقاف ہیں کیوں کہ حقیقت میں سب ایک ہیں؛ یعنی اس مسجد کے لیے ہیں جس کی وہ دکانیں ہیں، اور ایسا ہی ہے بزازیہ میں ہے ——— مگر درحقیقت یہ روایت درمختار کے قول کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ درمختار میں مثال اختلاف جہت کی یہ بیان کی تھی کہ ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا، اور روایت ولوالجیہ میں ایک مسجد کے متعلق اوقاف متعددہ میں صورت جواز کی لکھی ہے، بہر حال صورت مسئولہ جس میں ہر دو مسجد کا بانی وواقف بہ ظاہر ایک شخص نہیں ہے؛ یہ درست نہیں ہے کہ ایک مسجد کے اوقاف کی آمدنی دوسری مسجد کی دکانوں کی مرمت وغیرہ میں صرف کی جائے، جب کہ دونوں مسجدیں آباد ہوں، اور کوئی ان میں سے ویران وخراب نہ ہوئی ہو؛ کیونکہ بہ صورت خرابی مسجد فقہاء نے یہ جائز لکھا ہے کہ مسجد ویران کا سامان دوسری مسجد میں صرف کیا جائے۔ فقط

مسجد کے اوقاف کی آمدنی کو ڈول، رسّی اور حمام کے مصارف میں صرف کرنا

سوال: (۵۰۸) زبیدہ بیگم نے زمین زرعی بہ نام مسجد وقف کی، لیکن وقف نامے میں ڈول رسی اور حمام کے مصارف کی تصریح نہیں کی تو متولیان ڈول، رسی اور حمام کے مصارف میں وقف مذکور کی آمدنی میں سے صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نمازیان مسجد ان سے حساب فہمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر متولیان موجودہ کو علیحدہ کر کے دوسرا متولی مقرر کر دیا جائے تو مسلمانان کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۸/۱۳۴۲ھ)

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: وقف مذکور کی آمدنی فاضل سے ڈول، رسی وحمام مسجد کے انتظام میں صرف کرنا درست ہے، متولیان کو اس کا انتظام کرنا چاہیے، ایسی ضروریات مسجد کے لیے تصریح واقف کی ضرورت نہیں ہے، اور متولیان کو لازم ہے کہ حساب آمد وصرفِ وقف صاف اور مکمل رکھیں، اور حق حساب فہمی ان سے حاکم کو ہے، عام نمازیوں کو حقِ حساب فہمی نہیں ہے، اور اگر خیانت متولیان کی ثابت ہو جائے تو حاکم ان کو معزول کر کے دوسرا متولی مقرر کر دے۔ فقط

ایک مسجد کے نام موقوفہ جائداد کی آمدنی دوسرے کارِ خیر میں صرف کرنا

سوال: (۵۰۹) زید نے ایک جائداد اس لیے وقف کی کہ اس کا ماحصل منافعہ ایک مسجد کے امام ومؤذن کی تنخواہ اور دیگر ضروریات متعلقہ اسی مسجد میں صرف ہو؛ لیکن مسجد مذکور اس وجہ سے مستغنی ہے کہ متولی مسجد جملہ ضروریات مسجد کا خود کفیل ہے؛ اب واقف کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ اپنے موقوف کے منافع کو کسی اور مصرف خیر کے لیے مخصوص کر دے؟ (۲۶۴۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر بہ وقت وقف کرنے کے کوئی اس قسم کی شرط نہ کی تھی تو اب اختیار تبدل کا واقف کو نہیں ہے۔

مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے مسجد کے احاطے میں باغ لگانا

سوال: (۵۱۰) جامع مسجد ممبئ کے گیارہ اہل شوریٰ میں سے اکثر نے یہ رائے دی کہ مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے مسجد کے احاطے میں جو کھلی جگہ ہے، وہاں باغ قائم کیا جاوے، اور درخت نصب کیے جاویں اور اس کی حفاظت کے لیے تنخواہ سے مالی رکھا جاوے، حالاں کہ جس زمین پر یہ تجویز کیا گیا ہے، یہاں زمانہ قدیم سے مصلیوں کے واسطے گنجائش تھی جب زیادہ مجمع ہوتا تھا تو نمازی یہاں نماز پڑھتے رہے ہیں، پس اس حالت میں اہل مشورہ کو مسجد کے مال سے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مراعاة غرض الواقفين واجبة (الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف) کو پیش نظر کر

کے، ایسے تصرفات اوقاف میں درست نہیں ہیں جو واقف کی شرط اور غرض کے خلاف ہوں۔

مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے سرکاری ٹیکس ادا کرنا اور ملازمین کو پنشن دینا

سوال: (۵۱۱)......(الف) مسجد کی جائداد موقوفہ کی آمدنی سے ٹیکس میونسپلٹی دینا سرکار کو جائز ہے یا نہ؟

(ب) نیز اب تک جو دیا جا چکا ہے وہ واپس دینا سرکار کو مسجد کے واسطے چاہیے یا نہیں؟

(ج) مسجد کی آمدنی سے مسجد کے بوڑھے ملازم کو پنشن دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(د) کیا متولیان مسجد اس نقصان کے ذمے دار ہیں جو مقدار کہ اب تک انہوں نے پنشن میں خرچ کی؟

(ھ) مسجد کی زمین موقوفہ میں درخت مسجد کی ملک ہیں یا لگانے والے اور خدمت کرنے والے کی؟ (۱۳۳/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) اگر سرکار لے تو متولیوں کو دینا درست ہے، مگر سرکار کو ایسے اوقاف کی آمدنی سے محصول نہ لینا چاہیے۔

(ب) اگر واپس دیا جائے تو بہت اچھا ہے۔

(ج) بدون شرط واقف پنشن دینا کسی ملازم مسجد کو درست نہیں ہے؛ لیکن اگر واقف نے ایسی کوئی شرط کی ہو تو دینا درست ہے؛ کیوں کہ واقف کی شرائط کا لحاظ اور پابندی ضروری ہے کما فی الشامی: إن شرط الواقف کنص الشارع الخ (۱)

(د) ذمے دار ہیں۔

(ھ) مسجد کی ملک ہیں۔ استأجر دارًا موقوفة فیھا أشجار مثمرة ھل له الأکل منھا، الظاھر أنه إذا لم یعلم شرط الواقف لم یأکل لما فی الحاوی غرس فی المسجد أشجارًا تثمر إن غرس للسبیل فلکل مسلم الأکل وإلا فتباع لمصالح المسجد الخ (۲) درمختار کی اس آخری روایت حاوی کا حاصل یہ ہے کہ مسجد میں جو درخت کسی نے لگائے، اگر لگانے والے نے عام

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۵۰۸ کتاب الوقف – مطلبٌ فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع.
(۲) الدر المختار مع الشامی ۶/ ۵۰۷ کتاب الوقف – مطلبٌ: استأجر دارًا فیھا أشجارٌ.

لوگوں کے لیے ان کو وقف کیا ہے تو ہر ایک مسلمان اس میں سے کھا سکتا ہے، اور اگر ایسا نہیں؛ یعنی لگانے والے کی نیت عام مسلمانوں پر وقف کرنا نہ تھی، بلکہ مسجد کے لیے لگائے یا اس کی غرض کچھ معلوم نہ ہو تو پھر وہ پھل مسجد کے مصالح کے لیے فروخت کیے جائیں۔ فقط

مسجد کے اوقاف کی آمدنی لاوارث کی تجہیز وتکفین یا مزار پر صرف کرنا

سوال: (۵۱۲)...... (الف) مسجد کے اوقاف کی آمدنی کو کسی لاوارث کی تجہیز وتکفین یا دیگر کام میں دے دینا کیسا ہے؟

(ب) جامع مسجد کے ایک گوشے میں بہ جانب جنوب ایک بزرگ کا مزار ہے، اور پشت لب سڑک ہے، اس طرف چند دکانیں بنادی گئیں لکھا جاتا ہے کہ فلاں دکان **متعلق** مزار شریف، اس کی آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) مسجد کا روپیہ مزار میں لگانا کیسا ہے؟

(د) ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۹۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف-د) مسجد کے اوقاف کی آمدنی کو تجہیز وتکفین میت لاوارث میں یا کسی مزار پر یا کسی دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے، مگر جب کہ مسجد اول ویران ہو جاوے، اور اس کی آبادی متصور نہ ہو تو ایسی حالت میں ایک مسجد کا سامان، اور آمدنی دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، پھر بھی سوائے مسجد کے دوسرے امور میں صرف نہیں کر سکتے، اسی طرح اوقاف مزارات کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، كذا صرح به في كتب الفقه فقط

مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا

سوال: (۵۱۳) کوئی جائداد برائے اخراجات مسجد وقف ہو؛ تو اس جائداد سے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر گنجائش ہو تو اس میں سے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا بھی درست ہے۔

مسجد کی موقوفہ زمین جو امام کے نام پر درج ہے اس کی آمدنی کس کا حق ہے؟

سوال: (۵۱۴) ایک زمین پانچ بیگہ امام مسجد کے نام قدیم سے درج ہے، اور جو امام رہا اس کی آمدنی اس کو ملی؛ درمیان میں ایک دو امام ایسے بھی رہے جن کو اس کی آمدنی نہیں ملی؛ آیا یہ آمدنی امام مسجد کا حق ہے یا مسجد میں صرف کی جائے؟ (۵۵۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہ زمین مسجد پر وقف ہے، اور آمدنی اس کی امام مسجد کو دی جاتی تھی، اور اس وجہ سے امام کا نام اس پر درج ہو گیا تھا، اور یہی ظاہر ہے تو وہ زمین مسجد کی ہے، اس کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا درست ہے، امام کی تنخواہ وغیرہ کا علیحدہ بندوبست کر دیا جائے، اور اس زمین کی آمدنی مسجد میں صرف کی جائے؛ وہ زمین موقوفہ ملک کسی امام کی نہیں ہے۔ فقط

نیلام شدہ تکیہ؛ مسجد کی رقم سے مسجد کے نام چھڑایا تو وہ کس کی ملک ہے؟

سوال: (۵۱۵) ایک شخص مقروض کا تکیہ مہاجن نے قرض میں نیلام کرایا، اس نے یہ کہا کہ مسجد کے نام سے عذرداری کر کے تکیہ کو مسجد کے نام چھڑوالو، چنانچہ مسجد کے روپے سے عذرداری کی، اور تکیہ کو مسجد کے نام چھڑوالیا، اب یہ تکیہ ملک مسجد ہے یا کیا؟ (۲۶۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ تکیہ مسجد کے اوقاف میں سے ہے، اس کی آمدنی مسجد میں ہی صرف ہونی چاہیے، اصل مالک کی طرف سے جب کہ اقرار اس کے وقف ہونے کا ہو گیا؛ جیسا کہ اس نے کہا کہ مسجد کے نام سے اس کو چھڑوالو، اس کو کچھ اختیار تصرف مالکانہ کا اس میں نہ رہا۔

تکیہ کے شکستہ کمروں کی اینٹ مسجد میں لگانا

سوال: (۵۱۶) ایک مسجد قلعہ پر شکستہ ہے، اس کی تعمیر کے واسطے اینٹ نہیں ملتی، اس مسجد کی جانب جنوب ایک تکیہ ہے، اس کے اندر دو کمرے شکستہ ہیں تو ان کمروں کی اینٹ مسجد میں لگ سکتی ہے یا

نہ؟ (۱۳۴۱/۲۳۲۷ھ)

الجواب: اس تکیہ کے شکستہ کمروں کی خشت مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی حدود یا مسجد کے اوقاف میں دکان بنانا

سوال: (۵۱۷) صحن متعلقہ مسجد جانب شرق اندرون دیوار ومسافر خانہ موقوفہ ملحقہ مسجد جانب جنوب متصل صحن مسجد ہے، مفاد مسجد کا لحاظ کرتے ہوئے متولیان مسجد چاہتے ہیں کہ اراضی مذکورہ کا تھوڑا سا جزو لے کر چند دکانیں بنائی جائیں، جن کی آمدنی اسی مسجد میں صرف کی جائے، مسجد کی فضائیت میں کسی قسم کا حرج نہیں؛ ایسی حالت میں دکانوں کا بنانا ممنوع تو نہیں ہے؟ (۱۳۴۳/۷۸۲ھ)

الجواب: البحر الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ متولی مسجد کو حد مسجد اور فناء مسجد میں دکانیں بنانا درست نہیں ہے، عبارت اس کی یہ ہے: **وفي المجتبیٰ: لایجوز لقیم المسجد أن یبني حوانیت في حد المسجد أو فنائه** (۱) اور اس کے بعد فناء مسجد کی تفسیر یہ کی ہے: **وفناء المسجد ما کان علیه ظلة المسجد** (۱) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دکانوں کے بنانے کی ممانعت اس زمین میں ہے جو حد مسجد میں داخل ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جو زمین عین مسجد ہے اور نماز کے لیے خاص ہے، اس میں یہ تصرف متولی کو جائز نہیں ہے، باقی وہ زمین موقوفہ کو جو کہ مسجد نہیں ہے بلکہ اوقاف مسجد سے ہے، اور متعلق مسجد ہے تو اس میں دکانیں بنانا بہ غرض نفع مسجد کے جائز معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ بحر رائق میں مجتبیٰ کی عبارت منقولہ کے بعد یہ عبارت منقول ہے: **قیم یبیح فناء المسجد لیتجر فیه القوم أو یضع فیه سررًا آجرها لیتجر فیها الناس فلابأس إذا کان لصلاح المسجد** (۱) اور نیز عبارت درمختار **وکذا یفتی بکل ماهو أنفع للوقف الخ** (۲) اس کے جواز پر دال ہے؛ کیوں کہ زمین افتادہ متعلقہ مسجد سے ظاہر ہے کہ کچھ نفع مسجد کا نہیں ہے، اور دکانیں تعمیر ہو جانے کے بعد اس سے مسجد کا بڑا نفع ہے؛ لہٰذا اس کے جواز پر فتویٰ دینا غرض واقف وبانی کے موافق ہے، مخالف نہیں ہے، اور جیسا کہ زمین موقوفہ علی المسجد میں سے عند الضرورت مسجد میں داخل کرنا جائز ہے'' **کما هو مذکور في البحر الرائق:**

---

(۱) البحر الرائق ۵/۴۱۸ کتاب الوقف – فصل في أحکام المساجد .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۸۲ کتاب الوقف – مطلب: سکن المشتری دار الوقف .

ولو كان بجنب المسجد أرض وقف على المسجد فأرادوا أن يزيدوا شيئًا في المسجد من الأرض جاز ذلك بأمر القاضي" (۱) اسی طرح مسجد کے نفع کے لیے اوراس کی آبادی اور درستی انتظام کے لیے زمین موقوفہ متعلقہ مسجد میں دکانیں بنوانا بھی جائز ہونا چاہیے ـــ الحاصل جب کہ زمین مذکورہ مسجد سے خارج ہے، اور مسجد میں داخل نہیں ہے تو اس میں دکانیں تعمیر کرادینا بہ غرض نفع مسجد کے جائز ہے؛ البتہ مسافر خانہ مذکورہ میں سے کچھ زمین لینا اس غرض کے لیے خلاف غرض واقف ہونے کی وجہ سے ناجائز معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر کچھ زمین مسافر خانہ متعلقہ مسجد میں سے لینے سے مسافر خانے میں کچھ نقصان نہیں آتا تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے، اوراگر مسافر خانے میں سے کچھ زمین نہ لی جائے، بلکہ صرف اسی زمین افتادہ متعلقہ مسجد میں تعمیر دکانوں کی ہوسکے تو یہ بہتر ہے کہ مسافر خانے کو بہ حالہا چھوڑا جائے، کیوں کہ جو زمین واقف نے مسافر خانے کے لیے وقف کی ہے اس میں کوئی دوسرا تصرف بلاضرورت شدیدہ جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی حدود یا مسجد کے صحن میں دُکانیں بنانا جائز نہیں

سوال: (۵۱۸) مسجدے است ودر جنب او ایوانے است وقف بر مسجد کہ اہالیان مسجد دراں آسائش می نمایند، الحال شخصے از مسلمانان کہ خودرا متولی مسجد می داند، ارادہ دارد کہ دراں ایوان متصل مسجد دکانہا بنا کند، جہت نفع مسجد یا غیرآں؛ آیا ایں بنائے دکانہا در جنب مسجد مرأورا جائز است یا نہ؟ وبانی را منع از بنا باید کرد یا نہ؟ (۱۰۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دکانہا ساختن در جنب مسجد در ایوان متصل مسجد ہرگز شرعاً جائز ندارند کہ جائز نیست بلکہ دکانہا ساختن در چنیں موضع جائز نیست، اگرچہ بانی آں متولی مسجد باشد قال في الفتاوى العالمغيرية في كتاب الوقف: قيم المسجد لايجوز له أن يبني الحوانيت في حدالمسجد أو في فنائه لأن المسجد إذاجعل حانوتًا أومسكنًا تسقط حرمته وهذالايجوز، والفناء تبع للمسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا في محيط السرخسي انتهى (۲) وأيضًا قال في الدرالمختار في

(۱) البحرالرائق ۴۲۸/۵ في آخر كتاب الوقف.
(۲) الفتاوى الهندية ۴۶۲/۲ كتاب الوقف - الفصل الثاني في الوقف على المسجد و تصرف القيم و غيره في مال الوقف عليه.

کتاب الوقف: أما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال: عنيت ذلك لم يصدق تاتر خانية فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئًا منه مستغلاً ولا سكنى بزازية انتهى (۱) پس چون ایں امر در مسجد جائز نیست، در فناء مسجد یعنی میدان متصل مسجد ہم جائز نیست؛ چہ فناء مسجد را حکم مسجد است۔ کماعرفت من عبارة الفتاوى العالمغيرية هذا مَا ظهر لي في هذا الباب. فقط

ترجمہ: **سوال**: (۵۱۸) ایک مسجد ہے، اس کے پہلو میں ایک مکان مسجد کے نام وقف ہے جس میں اہل مسجد آرام کیا کرتے ہیں، اب ایک شخص جو خود کو متولی سمجھتا ہے مسجد کے نفع کے لیے یا کسی اورغرض سے اس مکان میں دکانیں بنانا چاہتا ہے؛ تو کیا اس شخص کے لیے مسجد کے بازو میں اس طرح دکانیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بانی مسجد کو اس طرح کی تعمیر سے منع کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب: مسجد کے پہلو میں، مسجد سے متصل مکان میں دکانیں بنانا شرعاً کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، حتی کہ اگر مسجد کا بانی خود ہی ایسی جگہ میں دکانیں بنائے، تب بھی جائز نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیریہ، کتاب الوقف میں ہے کہ مسجد کے منتظم کو مسجد کی حدود یا مسجد کے صحن میں دکانیں بنانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ مسجد کو جب دکان یا رہائش گاہ بنالیا جائے گا تو اس کی حرمت ختم ہوجائے گی اور یہ کسی بھی طرح جائز نہیں؛ اور صحن چونکہ مسجد کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کا حکم بھی مسجد کے حکم کی طرح ہے، محیط سرخسی میں اسی طرح منقول ہے **انتہیٰ** نیز درمختار، کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مسجد مکمل ہوجانے کے بعد کسی بھی قسم کی تعمیر سے روک دیا جائے گا اور اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے اسی کا ارادہ کیا تھا تب بھی اس کی بات نہیں مانی جائے گی، (تاتر خانیہ) جب واقف کے بارے میں یہ حکم ہے تو اس کے علاوہ کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟! چنانچہ اس کا گرادینا واجب ہے اگر چہ وہ مسجد کی دیوار پر ہوالخ۔

الحاصل جب یہ کام مسجد میں جائز نہیں ہے تو مسجد کے صحن میں بھی ناجائز ہے؛ کیوں کہ مسجد کا صحن مسجد کے حکم میں ہوتا ہے۔ (۲)

(۱) الدرمع الرد ۶/۴۲۸، ۴۲۹ كتاب الوقف، مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب مسجد سے متصل مسجد کے پہلو میں جو مکان ہے وہ حدود مسجد میں داخل ہو، اور سوال کا یہ جملہ کہ ''اہل مسجد اس میں آرام کرتے ہیں'' قرینہ ہے کہ وہ مکان مسجد سے متصل ہے اور مسجد ہی کا حصہ ہے اور اگر مسجد سے متصل مسجد کے پہلو میں جو مکان ہے وہ خارج مسجد ہے تو اس میں مسجد کے نفع کے لیے دکانیں بنانا جائز ہے۔ (محمد امین)

حدود مسجد کے باہر دکانیں یا کمرے بنا کر ان کا کرایہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے

سوال: (۵۱۹) دُکانات وچند حجرے متعلق مسجد، حدود صحن مسجد کے باہر (اتر، دکھن، پورب) اس غرض سے بنائے گئے ہیں کہ دکانات کی آمدنی مسجد میں صرف ہو، اور حجروں میں مسافر لوگ آرام کریں، اور جب خالی ہوں اور کوئی اہل روزگار آجاتا ہے، مہینہ دو مہینہ یا کم وبیش رہ جاتے ہیں تو ان سے کرایہ لیا جاتا ہے، اور وہ مسجد کے صرف میں آتا ہے، ان حجروں کا بنانا اور ان کا کرایہ مصارف مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مذکورہ حجروں کا بنانا بہ غرض مصارف مسجد اور ان کا کرایہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔

مسجد کی دُکان ناجائز چیزوں کی تجارت کرنے والے کو کرائے پر دینا

سوال: (۵۲۰) مسجد کی دُکان ایسے کرائے دار کو کرائے پر دینا جو اس میں ممنوعات فروخت کرے اور اس سے کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۵۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسے شخص کو کرائے پر دینا ان دُکانوں کا مکروہ ہے جو محرمات شرعیہ کی تجارت کرے؛ لیکن کرایہ لینا اس سے ضروری ہے، اور مسجد میں خرچ کرنا اس کا درست ہے۔ فقط

مسجد کی موقوفہ دکانوں کی آمدنی سے مسافروں اور عالموں کی خدمت کرنا اور رمضان المبارک کی افطاری میں صرف کرنا

سوال: (۵۲۱) ناجائز چیزوں کی دُکانات موقوفہ مسجد کی آمدنی سے مسافروں کی خدمت کرنا، یا عالموں کی نصیحت سن کر اللہ واسطے آمدنی مذکور سے ان کی خدمت کرنا، اور امام موذن مقرر کرنا، اور آمدنی سے تنخواہ دینا نیز رمضان کی افطاری میں صرف کرنا کیسا ہے؟ (۱۹۳۸/۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو دکانیں مسجد پر وقف ہیں ان کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف ہونی چاہیے، مثل مرمت مسجد ودرستی آلات مسجد مثل صف ولوٹا وغیرہ ودیگر اخراجات مسجد وشعائر مسجد مثل تنخواہ امام و

مؤذن مسجد میں صرف کرنا چاہیے، خدمت مسافرین وو عاظ وافطاری رمضان المبارک اس میں سے کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

ایک مسجد کی دکانوں کی آمدنی دوسری مسجد کی تعمیر، خانقاہ یا مکاتب میں صرف کرنا

سوال: (۵۲۲) ایک مسجد کی دکانوں کی آمدنی، دوسری مسجد کی تعمیر میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۵۱۲ھ)

الجواب: نہیں کر سکتے۔ فقط

سوال: (۵۲۳) ...... (الف) بازار مسجد سے جو آمدنی ہوتی ہے، اس آمدنی سے دیگر محلے کی مساجد میں یا خانقاہ ومکتب میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا مسجد کی تعمیر سے جو سامان بچ جائے اس کو دوسرے محلے کی مسجد میں یا خانقاہ ومکتب میں صرف کردیا جائے؟

(ب) دوسرے محلے کے لوگ اہل مسجد یعنی اہل محلہ جامع مسجد کو انتظام کا رہنا نہیں چاہتے؛ یہ لوگ گناہ گار ہوتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۴-۴۳/۱۹۷۱ھ)

الجواب: (الف) اس مسجد کی دکانوں کی آمدنی کو دوسری مساجد میں یا خانقاہ میں یا مکتب میں صرف کرنا درست نہیں؛ اسی طرح اس مسجد کا سامان باقی ماندہ دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) دیگر محلے والوں کا کچھ اختیار نہیں کہ وہ اہل محلہ کو انتظام سے روکیں؛ اگر وہ ایسا کریں گے تو گنہ گار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی دکانوں کی آمدنی سے افطاری اور تراویح میں ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: (۵۲۴) ایک مسجد کے متعلق کچھ خام دکانیں جن کے کرائے کی آمدنی تیس چالیس روپے ماہوار تھی، وہ آمدنی متولی سابق کے خرچ میں جو اس مسجد میں امامت بھی کرتے تھے، اور مؤذن وتیل وبتی کے خرچ میں، و پانی وختم تراویح کی مٹھائیاں وغیرہ مصالح مسجد میں صرف ہوتی تھی، دکانیں پختہ

ہونے کے بعد کرایہ قریب ڈیڑھ سو کے ہوگیا، نمازیان واہل محلہ سب کے مشورے سے انتظام مسجد کے لیے کمیٹی قائم ہوئی، اور سب کے مشورے سے یہ بات طے ہوئی کہ وہ اخراجات جو سابق میں مسجد کی آمدنی سے تھے، بہ دستور قائم رہیں، اس کے علاوہ کچھ افطاری رمضان شریف میں نمازیوں کو دی جائے۔ زید کہتا ہے کہ جو اخراجات مصالح مسجد میں شامل ہیں وہ قائم رہنا چاہیے، اور جو اخراجات مصالح مسجد میں نہیں ہیں مثل شیرینی ختم تراویح اور افطاری جائز نہیں ہے، بند ہونا چاہیے، اور بکر کہتا ہے کہ یہ سب اخراجات آمدنی وقف سے ہونے چاہیے کچھ حرج اس میں نہیں ہے کس کا قول معتبر ہے؟ (۱۳۳۸/۹۰۵ھ)

الجواب: اس بارے میں قول زید صحیح ہے، اور احتیاط بھی اس میں ہے، پس وہی اخراجات قائم رہنے چاہیے جو کہ مصالح مسجد سے متعلق ہیں، اور شیرینی وافطاری وغیرہ امور کو آمدنی وقف سے نہ کرنا چاہیے۔ فقط

مسجد کی دکانوں کی آمدنی باغ کی آرائش میں لگانا

سوال: (۵۲۵) مسجد شاہی قصبہ چنوٹ کی دکانات کی آمدنی تقریباً چار ہزار سالانہ بہ صورت کرایہ مسجد میں حاصل ہوتی ہے، مسجد کی حالت نہایت ابتر ہے نہ سردیوں میں نماز پڑھنے کا کوئی سامان ہے، کھلے دروں میں پردے نہیں ہیں، نہ گرم پانی کا انتظام ہے نہ روشنی کا، اور فرش بالکل خراب ہے، علاوہ ازیں اکثر حصص مسجد مرمت طلب ہیں جن کی طرف متولیان اور حکام مجاز مطلق توجہ نہیں کرتے، لیکن مسجد کے سامنے والی سفید زمین پر ایک باغیچہ محض نمائشی لگانے کا انتظام کررہے ہیں جس پر کئی ہزار روپے مسجد کا صرف ہوگا، ایسے بے جا مصارف میں مسجد کا روپیہ صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی جگہ میں بجائے باغیچہ کے دکانات تعمیر کرائی جاویں تو بہت آمدنی ہوسکتی ہے۔ (۱۳۴۱/۷۳۷ھ)

الجواب: مسجد کی ملحق دکانات موقوفہ علی المسجد کی آمدنی سے مسجد کی ضروریات کا انتظام اور تکمیل کرنا ضروری ہے، اور باغیچہ کی آرائش اور خوب صورتی میں اس آمدنی کو صرف کرکے ضائع کرنا درست نہیں ہے، اس بارے میں متولیان کو پوری احتیاط سے کام کرنا چاہیے، مقدم یہ ہے کہ مسجد کی ضروریات موجودہ کو پورا کیا جاوے، اس کے بعد مسجد کے لیے دکانات تیار کرائی جاویں جن کی آمدنی سے ہمیشہ مسجد کی ضروریات اور سامان راحت مصلیان پورا ہوتا رہے، اور غرض واقف پوری ہو۔ فإن مراعاة

غرض الواقفین واجبة (الشامی ۶/۵۲۱ کتاب الوقف)

جس مسجد کے نیچے دکانیں ہوں اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: (۵۲۶) اگر کسی مسجد کے نیچے ایسی دکانیں ہوں کہ جن میں بیع وشراء ہوتی ہو تو اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں ملے گا، یہ درست ہے یا نہیں؟ اگر ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا تو اس مسجد اور اس مسجد میں جس کے نیچے دکانیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو مسجد کا سامان رکھنے کے لیے ہوں خرید وفروخت کے لیے نہ ہوں، نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے یا متفاوت؟ اگر تفاوت ہے تو کیا؟ (۱۳۳۷/۲۷۹ھ)

الجواب: اس مسجد میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب حاصل ہوگا، اور دربارۂ حصول ثواب مسجد اس مسجد میں اور اس مسجد میں جس کے نیچے دکانیں نہ ہوں کچھ فرق نہیں، باقی دکانیں مسجد کے نیچے بنانے اور نہ بنانے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ جو مسجد پہلے بلا دکانوں کے ہو اس میں فقہاء نے دکانیں بنانا منع لکھا ہے، اور جو مسجد نئی بنائی جائے، اور بنانے کے وقت بانی مسجد دکانیں مسجد کے نیچے بہ غرض مصالح وضروریات مسجد بنائے تو درست ہے، مگر وہ اسی کام کے لیے ہونی چاہیے کہ مسجد کے لوٹے و صف وغیرہ وہاں رکھے جائیں بیع وشراء و پاخانہ و پیشاب وہاں نہ ہو کیوں کہ مسجد نیچے سے اوپر تک مسجد ہی ہوتی ہے؛ یعنی تحت الثریٰ سے آسمان کے اوپر تک مسجد ہی ہے، لہٰذا آداب مسجد کا لحاظ اس میں ضروری ہے۔ فقط

مسجد کی موقوفہ دکانوں سے کفار کا قبضہ ہٹانے کے بعد ان کو دوسرے مصارف کے لیے وقف کرنا

سوال: (۵۲۷)...... (الف) کسی مسجد کی دکانیں جو اس کے صحن وسقف کے نیچے ہیں، ہندو سے خرید کر کسی دوسرے مصرف کے لیے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اس مسجد کے سواء دوسری جگہ اس کی آمدنی خرچ کرنا جائز ہے یا نہ؟

(ب) ایک مسجد کے نیچے دکانیں ہیں جو مدت سے ہنود کے قبضے میں ہیں، ان کو ایک شخص نے خرید کر مدرسے کے لیے دے دیں، ان کی آمدنی مدرسے میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مسجد کا متولی ان دکانوں کو مسجد کے لیے لینا چاہے تو ان کی بازاری قیمت ادا کرنی ہوگی یا جتنے کو خریدار نے خریدی تھی، نیز کچھ عرصہ تک جو اس کی آمدنی مدرسہ نے وصول کی ہے وہ قیمت یا ثمن میں وضع کی جائے گی یا نہیں؟ الخراج بالضمان یہاں جاری ہوگا یا نہیں؟ (۵۷۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) اس کو دوسرے کاموں کے لیے وقف کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس مسجد کے اوقاف میں سے وہ دکانیں ہیں بعد رفع قبضہ کفار ان کو اسی مسجد کے اوقاف میں قائم رکھنا ضروری ہوگا جس کے لیے وہ وقف تھیں۔

(ب) وہ دکانیں جو مسجد خاص کے لیے وقف ہیں بعد رفع قبضۂ کفار ان کو اسی مسجد میں دینا چاہیے، مدرسے کے لیے ان موقوف شدہ دکانوں کو وقف کرنا صحیح نہ ہوگا، اور آمدنی ان کی مدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، اور متولی وہی قیمت ادا کرے گا جس قیمت کو خریدی گئیں وبالثمن الذی اشتراه به لو اشتراه منهم تاجر (۱) (درمختار) اور جو آمدنی مدرسے میں صرف ہوئی وہ ثمن میں محسوب ہوگی، اور وضع کی جائے گی۔ فقط

مسجد کے درخت کس کی ملکیت ہیں؟

سوال: (۵۲۸) ایک مسجد میں چند درخت بعض خود رو اور بعض لگائے ہوئے ہیں، ان کا مالک کون ہے؟ (۲۲۹۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ درخت مسجد کے ہیں، مسجد کے منافع میں حسب ضرورت صرف کیے جاویں، اور متولی و منتظم مسجد ہی ان میں بھی بغرض نفع مسجد تصرف کرسکتا ہے۔

مسجد کے احاطے میں اُگنے والے درخت کس کی ملکیت ہیں؟

سوال: (۵۲۹) زید اپنی زندگی میں ایک مسجد تعمیر کر کے، زمین مسجد کو چہار دیواری سے محدود کیا،

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۲۰۰ کتاب الجهاد – مطلبٌ فی أن الأصل فی الأشیاء الإباحة.

جس کے اندر چند درخت نیب (نیم کے درخت) خودرو پیدا ہوئے یہ درخت ورثائے زید کے ہیں یا مسجد کے؟ (۱۳۳۹/۵۷۷ھ)

الجواب: زید کی اولاد ان درختوں کی مالک نہیں ہے وہ درخت مسجد کے ہیں مسجد میں ہی صرف ہونے چاہئیں۔

مسجد کے اطراف میں لگے ہوئے پھل دار درختوں کا حکم

سوال: (۵۳۰) مسجد کے چاروں طرف درخت انار و نارنگی وغیرہ بویا، اور موسم میں بکثرت پھل آیا تو نمازیوں کو کھانا درست ہے یا فروخت کر کے مسجد میں صرف کریں؟ (۱۳۳۵/۱۴۸۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: غرس فی المسجد أشجارًا تثمر إن غرس للسبیل فلکل مسلم الأکل وإلا فتباع لمصالح المسجد الخ (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ جو درخت مسجد میں لگائے گئے، اگر وہ اسی لیے لگائے ہیں کہ سب لوگ کھاویں؛ تو نمازیوں اور غیر نمازیوں سب کو کھانا اس کا درست ہے، اور اگر مسجد کے لیے لگائے گئے، یا کچھ حال معلوم نہیں تو ان کو فروخت کر کے مسجد کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔

سوال: (۵۳۱) زید نے ایک مسجد کے صحن میں درخت پھل دار نصب کیا حتی کہ بعد چند سال درخت مذکور بارآور ہوا، اور ہر سال پھل آتا ہے، زید کا دعویٰ ہے کہ پھل اس کا واسطے مصارف مسجد کے بیع نہ کیا جائے، بلکہ ادویہ یا واسطے افطار روزہ رمضان المبارک ہونا چاہیے، متولی مسجد کا بیان ہے کہ زمین وقف میں جو چیزیں نصب ہوتی ہیں، ان میں بلا اجازت متولی کسی کو حق باقی نہیں رہتا اور پھل کو فروخت کر کے مسجد کے لیے رکھا جائے؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۱۴۶۶ھ)

الجواب: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار اس میں درخت لگانے والے کی نیت کا ہے، اگر اس نے وہ درخت بہ غرض افطار صائمین و بہ غرض ادویہ نصب کیا ہے؛ تو متولی کو ایسا ہی کرنا چاہیے، اس کا خلاف کرنا نہ چاہیے درمختار میں ہے: استاجر دارًا موقوفة فیها أشجار مثمرة هل له الأکل منها؟ الظاهر أنه إذا لم یعلم شرط الواقف لم یأکل لما فی الحاوی: غرس فی المسجد أشجارًا تثمر إن غرس للسبیل فلکل مسلم الأکل وإلا فتباع لمصالح المسجد الخ (۲) فقط

(۱) الدرمع الشامی ۶/۵۰۷ کتاب الوقف – مطلبٌ: استأجر دارًا فیها أشجارٌ.
(۲) حوالۂ سابقہ۔

مسجد کے پھل دار درختوں کے پھلوں کا حکم

سوال: (۵۳۲) مسجد کے احاطے میں جو درخت پھل دار ہیں ان کے پھلوں کو مسجد کے لیے فروخت کرنا چاہیے یا مفت لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے؟ (۲۱۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد کے اخراجات کے لیے اس کو فروخت کرنا چاہیے۔ فقط

سوال: (۵۳۳)...... (الف) ایک مسجد کے احاطے میں کچھ زمین باغیچہ وغیرہ کے لیے چھوڑی گئی، ایسی زمین میں اگر پھل دار درخت لگائے گئے تو ان کا پھل مصلیوں کو تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) زمین مذکورہ کے پھل دار درختوں کو مسجد کے مؤذن وامام یا کسی ملازم کے سپرد کرکے یہ کہا جاوے کہ ان درختوں کی حفاظت کرو، اور ان کے پھل سے نفع اٹھاؤ؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف، ب) ان دونوں سوالوں کے متعلق درمختار میں یہ لکھا ہے: في الحاوي: غرس في المسجد أشجارًا تثمر إن غرس للسبيل فلكل مسلم الأكل وإلاّ فتباع لمصالح المسجد الخ قوله: وإلا أي وإن لم يغرسها للسبيل بأن غرسها للمسجد (۱) یعنی مسجد کے اندر اگر پھل دار درخت لگائے گئے تو اگر لگانے والے نے عام لوگوں کے نفع اٹھانے کے لیے لگائے تو ہر ایک مسلمان ان کو لے سکتا ہے اور کھا سکتا ہے، اور اگر عام لوگوں کے لیے نہیں لگائے گئے، یا غارس اشجار کی نیت کا حال کچھ معلوم نہیں ہے تو ان پھلوں کو فروخت کرکے مسجد کی ضروریات میں وہ قیمت صرف کی جاوے۔ فقط

مسجد کی موقوفہ زمین کے درختوں کو فروخت کرنا درست نہیں

سوال: (۵۳۴) ایک شخص لاولد نے اپنا حصہ باغ وزمین کا وقف کردیا بہ نام مسجد کے، اور اس کا ہبہ نامہ بہ نام متولیان مسجد کے تحریر کرکے رجسٹری کرادیا، مگر ہبہ نامہ میں لکڑی باغ مذکور کی فروخت کرنے کی اجازت نہیں لکھی، اور زبانی یہ شرط روبرو نمازیان مسجد کے قرار پائی کہ آمدنی تاحیات اپنی وقف کنندہ لیتا رہے گا، بعد فوت ہونے واقف کے مسجد میں صرف ہوگی، چنانچہ آمدنی برابر واقف لے رہا ہے، مال

(۱) الدر مع الشامي ۶/۵۰۷ كتاب الوقف – مطلبٌ: استأجر دارًا فيها أشجار

گذاری وغیرہ بھی دیتا ہے، اب درختانِ پرورش شدہ کی لکڑی جن میں درخت مثمرہ وغیر مثمرہ تھے، متولیانِ مسجد نے فروخت کردی ہیں، ان درختوں کو فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۶۱۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وجاز جعل غلة الوقف أو الولاية لنفسه عند الثاني وعليه الفتوى الخ** (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ واقف کا آمدنی وقف کو اپنی حین حیات میں اپنے لیے مقرر کرنا صحیح ہے، اور شامی میں ہے کہ متولی کو اشجار زمین موقوفہ کا فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ **لما في البحر عن الظهيرية: شجرة وقف في دار وقف خربت ليس للمتولي أن يبيع الشجرة ويعمر الدار ولكن يكري الدار و يستعين بالكراء على عمارة الدار لا بالشجرة فهذا مع خراب الدار فكيف يجوز بيعها مع عمارها الخ** (۲) لیکن جب کہ متولیانِ مسجد نے اس لکڑی درختان پرورش شدہ کو فروخت کردیا ہے؛ تو چوں کہ وہ اصل وقف میں داخل ہیں اس لیے وہ قیمت مسجد میں لگائی جائے گی، واقف کو نہ دی جائے گی، کیوں کہ وہ قیمت آمدنی معروفہ میں داخل نہیں ہے کہ آمدنی سے مراد کرایہ زمین و قیمت ثمرہ باغ ہے، نہ اشجار کی قیمت۔ فقط

جس درخت کو مسجد کے لیے وقف کردیا اس کی لکڑی کو اپنے تصرف میں لانا

سوال: (۵۳۵) زید نے ایک درخت املی مسجد میں دیدیا کہ اس سے اینٹ پکائی جائے، لیکن ایک ماہ کے بعد جب درخت کٹنے لگا تو اپنے دل میں یہ تصفیہ کرلیا کہ جس قدر لکڑی بچے گی وہ اپنے مصرف میں لاؤں گا چنانچہ نصف لکڑی بچ رہی؛ اب زید اس کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۹/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو درخت املی زید نے مسجد میں دیدیا تھا اس میں سے جو لکڑی باقی رہی، اس کو اپنے صرف میں نہ لائے؛ البتہ اگر مسجد میں اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے تو اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد مذکور میں لگادی جائے۔ فقط

مسجد کے احاطے سے درخت کٹوا کر اس جگہ دکانیں بنوانا جائز ہے

سوال: (۵۳۶) مسجد کے پیش دروازہ درخت جامن کھڑے ہیں، اگر وہ بوجہ آندھی کے گریں تو مسجد

---

(۱) الدر مع الشامی ۶/ ۴۵۶ كتاب الوقف – مطلبٌ في اشتراط الغلة لنفسه.
(۲) الشامی ۶/ ۵۰۷-۵۰۸ كتاب الوقف – مطلبٌ استأجر دارًا فيها أشجارٌ.

کے دروازہ اور مینار کی عمارت کو سخت صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے، ایسی حالت میں ان درختوں کو کٹوانا جائز ہے یا نہ؟ اور درختان کی اراضی میں دکان بنانا جس کی آمدنی سے مسجد کو امداد ملے کیسا ہے؟ (۵۹۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ حالت موجودہ ان درختوں کو کٹوانا، اور اس زمین میں مسجد کے لیے دکانیں بنوادینا جائز بلکہ بہتر ہے۔

مسجد کے درختوں سے فائدہ اٹھانے کی ایک صورت

سوال: (۵۳۷) زید نے ایک پھل دار درخت کا پودا صحن مسجد میں نصب کیا، اور اس پودے کی پرورش متولی مسجد نے مسجد کے پیسے اور پانی سے کی؛ اب وہ درخت پھلتا ہے لیکن غارس یعنی زید کہتا ہے کہ میری نیت یہ تھی کہ اس کا پھل مصلیان مسجد کھائیں؛ اس صورت میں یہ درخت مسجد کا ہوگا یا نہیں؟ اور اس درخت سے حسب نیت غارس مصلیان مسجد کو فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۵۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حسب نیت غارس مصلیان مسجد کو انتفاع حاصل کرنا درست ہے کمافی الدرالمختار: غرس في المسجد أشجارًا تثمر، إن غرس للسبيل فلكل مسلم الأكل الخ (۱)

تعزیہ کی گذرگاہ کے لیے مسجد کے درختوں کی پھیلی ہوئی شاخیں کاٹنا

سوال: (۵۳۸) ایک مسجد کے احاطے میں ایک درخت ہے اس کی شاخیں مسجد کے احاطے کی دیواروں کے باہر پھیلی ہوئی ہیں، اور مسجد کے قریب ایک مکان قدیم ہے، مسجد اور مکان کے درمیان عام راستہ ہے، اسی راستے سے ایک بڑا تعزیہ نکلا کرتا ہے، مسجد مذکور مع جائداد موقوفہ ہے، مکان مذکور عرصہ چھ سات ماہ کا ہوا راستہ مذکور کی جانب بڑھالیا گیا ہے جس سے جگہ کی کشادگی میں کمی ہوگئی، اور تعزیہ مذکور کے نکلنے میں دقت ہو؛ لہٰذا ایسی حالت میں بہ مقابلہ تعزیہ مسجد مذکور کے درخت مذکور کا کاٹنا چھانٹنا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: تعزیہ کی رعایت سے اس درخت کا کاٹنا چھانٹنا درست نہیں ہے کہ تعزیہ کا نکالنا اور بنانا

---

(۱) الدرمع الرد ۶/۵۰۷ کتاب الوقف . مطلبٌ استأجر دارًا فيها أشجارٌ .

خود معصیت کبیرہ ہے، اس کے نکالنے کے لیے راستے کو درست کرنا، اور اوپر سے درخت مسجد کو چھٹوانا درست نہیں ہے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: **وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** الآیة (۱) فقط

(۱) سورۂ مائدہ، آیت: ۲

مسجد کی تولیت اور احکام

مسجد کی تولیت سے متعلق چند سوالات اور ان کے جوابات

سوال: (۵۳۹) ...... (الف) متولی کا مقرر کرنا ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(ب) ایک سے زیادہ متولی مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(ج) ایک فرقہ واقفین کا زید کو متولی قرار دیتا ہے، دوسرا فرقہ عمر کو ــــــ ترجیح کس کو ہے؟ بہ صورت مساوات تعداد فریقین کے متولی نصب کرنے کا کس کو اختیار ہے؟

(د) امام ومؤذن مقرر کرنے کا اختیار قوم کو ہے یا واقفین کو؟ (۱۳۳۹/۱۳۴۴ھ)

الجواب: (الف) مسجد کے لیے اگر اوقاف ہیں کہ ان کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف ہوتی ہے، اور حساب کتاب کی درستی کی ضرورت ہے تو متولی کا مقرر ہونا ضروری ہے۔

(ب) کر سکتے ہیں۔

(ج) اکثر کو ترجیح ہے؛ یعنی اکثر کی رائے کو ترجیح ہوگی، اور بہ صورت مساوات دونوں فریق مساوی ہیں، دونوں متولی مقرر کر سکتے ہیں، اور وہ دونوں متولی ہو جائیں گے۔

(د) امام ومؤذن کا اختیار واقفین کو ہے، لیکن بہ صورت کہ قوم یعنی اہل مسجد اصلح کو امام مقرر کریں تو وہی امام ہو جائے گا۔

مسجد کا متولی اور مدرسے کا مہتمم کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: (۵۴۰) جو شخص جاہل ہو، اور صوم وصلاۃ کا پابند نہ ہو، اس کو متولی مسجد یا مہتمم مدرسہ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: متولی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو خائن نہ ہو، اور کار تولیت اچھی طرح انجام دے سکے اس قدر تو ضروری ہے، اور بہتر یہ ہے کہ نیک آدمی کو جو کہ پابند احکام شریعت ہو، اور تولیت کا کام بھی انجام دے سکے متولی و مہتمم بنایا جائے۔

مسجد کی تعمیر ومرمت اور نظم ونسق کا اختیار کس کو ہے؟

سوال: (۵۴۱)......(الف) مسجد کی جائداد موقوفہ کا متولی؛ مسجد یا مسجد کے کسی مکان میں اپنی رائے سے ایسی ترمیم کرسکتا ہے جس کے مصلیان سخت مخالف ہوں؟

(ب) مسجد کی کوٹھری یا حجرہ یا مسجد کا مدرسہ متولی کی ملکیت ہے، یا ان کا نظم ونسق وغیرہ امام ومؤذن کی تقرری وعلیحدگی مصلیان مسجد کے اتفاق پر موقوف ہے؟ مصلیان مسجد کو اس کے متعلق کوئی باز پرس یا حساب فہمی کا اختیار ہے یا نہ؟

(ج) مصلیان مسجد کے خلاف میں اگر کسی مسجد کا متولی دوسری مسجد کے نمازیوں کو اپنے ساتھ ملا کر، مخالفت سے اس مسجد میں کوئی ناپسندیدہ کام کرنا چاہے تو مصلیان کو اس پر رکاوٹ کا جواز اور متولی کو ان کا متفق الرائے کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۷۹۱ھ)

الجواب: (الف) درمختار میں ہے: البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار؛ إلا إذا عین القومُ أصلحَ ممن عیّنه البانی الخ وفی الشامی: قوله: بنصب الإمام والمؤذن أما فی العمارة فنقل فی أنفع الوسائل: أن البانی أولی أی بلا تفصیل الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جائداد موقوفہ مسجد کا انتظام، اور مسجد کی تعمیر ومرمت وغیرہ بانی یا اس کے قائم مقام متولی کے اختیار میں ہوتا ہے، اور وہی اس قسم کے تصرف کرسکتا ہے۔

(ب) مسجد کے مکانات موقوفہ کسی کی ملک نہیں ہیں، لیکن تصرف تعمیر ومرمت وغیرہ کا اختیار اس میں متولی کو ہے، اور امام ومؤذن کے مقرر کرنے کا اختیار بھی بانی ومتولی کو ہے، لیکن اگر اہل محلّہ واہل مسجد بانی ومتولی کے امام مقرر کردہ سے لائق تر بالا مامۃ امام ومؤذن مقرر کریں تو وہی امام ومؤذن مقرر ہوگیا کما مر من الدر المختار. فقط

---

(۱) الدر والرد ۶/۵۰۵ کتاب الوقف – قبیل مطلب فی الوقف المنقطع الأول الخ .

(ج) اس کی تفصیل اوپر کے جوابات سے معلوم ہوگئی ہے کہ یہ اختیارات بانی اور متولی کو ہوتے ہیں، اور متفق الرائے کر لینا اہل محلّہ واہل مسجد کا ظاہر ہے کہ پسندیدہ و بہتر ہے۔ فقط

سوال: (۵۴۲) زید، عمر، بکر، خالد اور حامد ایک ہی مسجد کے امام ہیں، ہر ایک اپنی باری پر امامت کراتا ہے، ان کا آپس میں ایک تحریری معاہدہ بھی ہے کہ ہر ایک اپنے حصے کے موافق مسجد کی شکست و ریخت کرتا رہے گا، اب زید، عمر، بکر مسجد میں بغیر رضامندی اور مشورہ کے کچھ تعمیر کرنا چاہتے ہیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۵۸۸ھ)

الجواب: یہ امر متعلق متولی مسجد کے ہے، متولی خود اس کو انجام دے، یا اس کی اجازت سے کوئی امام مسجد، یا دوسرا کوئی شخص اس خدمت کو انجام دے سکتا ہے، اور اگر زید، عمر، بکر، خالد اور حامد جو کہ امام مسجد ہیں وہی متولی بھی ہیں تو ان سب کی رضا اور مشورہ سے کام مرمت وغیرہ کا ہونا چاہیے۔ فقط

سوال: (۵۴۳) کیا کسی شخص کو بلا اجازت واطلاع متولیان مسجد کے، مسجد میں تعمیر ومرمت کا منصب ہے کیا ہر شخص جو بلا اجازت متولیان صاحب استطاعت کے تعمیر ومرمت کرے اس کو متولیان مانع ہو سکتے ہیں؟ (۷۲۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں منقول ہے: وفي الطحطاوي عن الهندية: مسجد مبنی أراد رجل أن ينقضه ويبنيه أحكم ليس له ذلك لأنه لا ولاية له مضمرات إلا أن يخاف أن ينهدم إن لم يهدم تتارخانية. وتأويله إن لم يكن الباني من أهل تلك المحلة وأما أهلها فلهم أن يهدموه ويجددوا بناءه ويفرشوا الحصير ويعلقوا القناديل لكن من ما لهم لامن مال المسجد إلا بأمر القاضي خلاصة. ويضعوا حيضان الماء للشرب والوضوء إن لم يعرف للمسجد بان فإن عرف فالباني أولى وليس لورثته منعهم من نقضه والزيادة فيه الخ (۱) (شامی ۳/۴۷۰ کتاب الوقف) اس عبارت سے یہ امور مستفاد ہوئے کہ اہل محلّہ واہل مسجد، مسجد کی تعمیر ومرمت وغیرہ کر سکتے ہیں اور غیر اہل محلّہ کو یہ اختیار نہیں ہے، مگر اس وقت کہ مسجد کے منہدم ہو جانے کا خوف ہو، اور یہ کہ اگر بانی مسجد معلوم ہو تو وہ مقدم ہے تعمیر مسجد وغیرہ کے لیے، اور یہ کہ بانی مسجد کے ورثہ اہل محلّہ واہل مسجد کو جب کہ وہ تعمیر ومرمت مسجد کریں، یا دیگر اشیاء ضروری مسجد میں رکھیں اور مہیا کریں منع نہیں کر سکتے، اور روک نہیں سکتے۔ فقط

(۱) الشامي ۶/۴۲۸ كتاب الوقف - مطلبٌ في أحكام المسجد.

بانی اور واقف میں سے مسجد کی تولیت کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۵۴۴) زید نے اپنے زر خاص سے زمین خرید کر پھوس کی مسجد بنا کر وقف کی، اور خود اس کا متولی رہا، بعد کئی سال کے عمر سے استدعاء کی کہ اس مسجد کو وسیع اور شاندار بنادے، چنانچہ عمر نے حسبۃً للہ بنادی، اس صورت میں بانی مسجد و متولی کون ہوگا؟ زید اور اس کی اولاد یا عمر؟ (۱۱۷۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد جدید کا بانی و متولی عمر ہوگا کیوں کہ بانی احق بالتولیت ہے۔ فقط

بانئ مسجد کی اولاد کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص متولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۵) اگر کسی نے مسجد بنوائی تو اس کی اولاد کے ہوتے ہوئے دوسرا متولی مسجد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۶۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: کسی مسجد میں امام و مؤذن مقرر کرنے کے لیے زیادہ مستحق بانی مسجد یا اس کی اولاد ہے، لیکن اگر مصلیان مسجد و اہل محلہ کسی افضل شخص کو امام مقرر کردیں تو وہی امام ہوجاتا ہے، اور امام بنانا ایسے شخص کو چاہیے جو مسائل نماز سے واقف ہو اور صالح و متقی ہو۔ اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، باقی تفصیل اس کی کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فقط

سوال: (۵۴۶) ...... (الف) کیا کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ میرے بزرگوں نے مسجد بنوائی ہے، یا اس کے اندر اینٹ چونہ وغیرہ دیا ہے؛ اس لیے بہ نسبت دوسروں کے میرا حق زیادہ ہے؛ یہ کہنا شرعاً کہاں تک صحیح ہے؟

(ب) متولی مسجد کا مسجد پر کس قدر حق اور اختیار ہے؟ (۴۶۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) کتب فقہ میں ہے کہ بانی مسجد یا اس کی اولاد کو امام و مؤذن وغیرہ مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے، اور متولی و منتظم بھی وہی ہے۔

(ب) جو حقوق اوپر لکھے گئے اس قسم کے حقوق اور انتظام مسجد بانی مسجد و متولی مسجد کو ہوتے ہیں۔ فقط

غیر مسلم بھی مسجد کا متولی ہوسکتا ہے

سوال: (۵۴۷) ایک مسلمان عورت عمر اسی (۸۰) سالہ نے اپنی جائداد کو مسجد پر وقف کرکے،

اس کا متولی رام پرشاد کو مقرر کردیا؛ ہندو شرعاً وقف کا متولی ہوسکتا اور رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۱۴۹ھ)

الجواب: اگر وہ ہندو خیانت آمدنی اوقاف میں نہ کرے؛ تو متولی وقف رہ سکتا ہے۔ شامی میں ہے: ویشترط للصحة بلوغه وعقله لاحریته وإسلامه الخ (۱)

خائن وفاسق اور بدکار شخص مسجد کا متولی اور رکن نہیں ہوسکتا

سوال: (۵۴۸)...... (الف) جو شخص مسجد کی زمین اپنے گھر میں ملالے، اور داڑھی منڈائے؛ ایسا شخص رکن مسجد ہوسکتا ہے؟

(ب) ایک شخص کے پاس مسجد کا روپیہ رہتا تھا، اس کا انتقال ہوگیا، بیٹا موجود ہے، وہ مسجد کے اس روپے کو ادا نہیں کرتا۔ کیا یہ شخص رکن مسجد اور خازن جماعت ہوسکتا ہے؟

(ج) جو شخص غیر عورت سے حرام کاری کرتا ہے وہ رکن مسجد ہوسکتا ہے؟ (۱۳۳۹/۲۹۸۱ھ)

الجواب: (الف) ایسا شخص فاسق وخائن ہے رکن ومتولی مسجد ہونے کے لائق نہیں ہے۔

(ب) خائن متولی ورکن مسجد ہونے کے لائق نہیں ہے۔

(ج) نہیں ہوسکتا۔ فقط

جھوٹے اور نماز کی پابندی نہ کرنے والوں کو مسجد کی کمیٹی کا ممبر ومنتظم بنانا درست نہیں

سوال: (۵۴۹) جو لوگ سودخوار، دروغ گو، زناکار، تارک صلوۃ ہیں وہ لوگ مسجد کی کمیٹی کے ممبر ومنتظم ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ایسی کمیٹی میں کن صفات کے اشخاص کی ضرورت ہے؟ (۱۳۳۶-۳۵/۳۳۳ھ)

الجواب: کتب فقہ شامی وغیرہ میں ہے: قال فی الإسعاف: ولا یولّی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولایة مقیدة بشرط النظر، ولیس من النظر تولیة الخائن (۲) وفی الدر المختار: وینزع وجوبًا لو الواقف غیر مأمون أو عاجزًا أو ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه فتح الخ (۳)

(۱) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف – مطلب فی تولیة الصبیّ.
(۲) ردالمحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف – مطلب فی شروط المتولی.
(۳) الدر مع الرد ۶/۴۵۲-۴۵۳ کتاب الوقف، مطلب: یأثم بتولیة الخائن.

ان روایات سے معلوم ہوا کہ منتظم مسجد و متولی امانت دار نیک لوگ ہونے چاہئیں۔

بدزبان متولی؛ تولیت کے لائق نہیں

سوال: (۵۵۰) آمد وخرچ کے معائنہ حساب کی درخواست پر متولی ومنتظم کا یہ جواب کہ اپنے روپے سے نئی مسجد بنا کر حساب دیکھا کرو، اور آئندہ تم اس مسجد میں قدم نہ رکھنا ورنہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا، اور منتظم کی بدزبانی، بے لگامی، انواع واقسام سے ایذاء رسانی کرنا؛ اور بانیان مسجد جدید کو منافق، ونوتعمیر مسجد کو مسجد ضرار قرار دینا کیسا ہے؟ جب کہ نیت ان کی صالح ہے، اور ارادہ ضرر رسانی کا نہیں ہے؟ (۱۸۴۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جواب مذکور متولی کی طرف سے بے جا اور ناجائز ہے، اور سب وشتم اہل اسلام خود کبیرہ گناہ اور موجب فسق ومعصیت ہے، اور ایسا بدزبان خائن متولی اور منتظم بنانے کے لائق نہیں ہے؛ بلکہ لائق عزل ہے صلحاء مسلمین اس کو معزول کر کے دوسرے شخص امین کو متولی بنائیں، اور بانیان مسجد جدید کو جن کی نیت اور غرض اصلاح اور اخلاص ہے منافق کہنا اور ان کی بناء کردہ مسجد کو "مسجد ضرار" کہنا حرام اور معصیت ہے؛ یہ جملہ امور متولی مذکور میں ایسے ہیں کہ جب تک وہ توبہ نہ کرے، اور حساب آمد وخرچ کو صاف کر کے اپنے اوپر سے الزام خیانت کا نہ اٹھائے، اس وقت تک وہ لائق متولی ہونے کے نہیں ہے، اور مستحقِ عزل ہے۔ فقط

سودخوار مسلمان مسجد کا متولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵۱) مسلمان سودخوار مسجد کا متولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی سودخوار مسجد کا متولی ہو تو مسلمانوں کو اس کے معزول کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ (۲۰۶۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: تولیت کے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ اگر وہ خائن ہو تو اس کو تولیت سے علیحدہ کردیا جائے؛ کیوں کہ خائن کا متولی رکھنا جائز نہیں ہے، اگر وہ خائن نہیں ہے اور تولیت کے کاموں کو اچھی طرح انجام دیتا ہے، اور اس میں کچھ خیانت اس کی ثابت نہیں ہے؛ اگرچہ وہ سودخوار ہے تو معزول کرنا اس کا ضروری نہیں ہے، اور وہ متولی رہ سکتا ہے، کیوں کہ مدار تولیت کا امانت داری پر ہے؛ یعنی متولی اس

شخص کو مقرر کیا جائے جو امانت دار ہو اور کار تولیت کو امانت داری سے عمدہ طریق سے کر سکتا ہو شامی میں ہے: قال في الإسعاف: ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه الخ (۱)

مسجد وغیرہ کے لیے کتنے متولی ہونے چاہئیں؟

سوال: (۵۵۲) ایک مسجد عرصۂ دراز سے زیر تعمیر ہے، مسجد متذکرہ میں چند قطعہ کا ایک مکان بھی وقف ہے، چند لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ مسجد و مکانات وقف شدہ کا ایک یا دو آدمی کو منتظم بنا دیا جائے، اور کثیر التعداد مسلمانوں کی مرضی یہ ہے کہ مسجد و مکانات موقوفہ کا اہتمام ایسے پانچ آدمیوں کے سپرد ہو جو معتبر و دیانت دار ہوں، اور انتظام کریں، اور حساب و کتاب آمد و خرچ کا لکھتے رہیں، ان دونوں فریق میں عوام کو کس کی تائید کرنی چاہیے؟ (۱۳۱۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک شخص کو متولی و مہتمم بنایا جائے، یا دو کو، یا چار پانچ کو شرعاً سب درست ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ جو متولی ہو وہ امانت دار ہو، اور حساب و کتاب صاف رکھے، اور آمد و خرچ کا حساب لکھتا یا لکھواتا رہے، اور اس کی جانچ ہوتی رہے۔

انگریزوں سے اظہار محبت کرنے والے کو مسجد کا متولی بنانا

سوال: (۵۵۳) ...... (الف) متولی مسجد کے لیے کیا شرائط ہیں؟

(ب) کیا ایسا شخص متولی ہو سکتا ہے جو احکام اسلام سے بالکل ناواقف ہو، انتظامی امور کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اکثر حصہ عمر کا انگریزوں کو شراب پلانے میں صرف کر چکا ہو، اور انگریزوں سے اظہار محبت و دوستی کرتا ہو، مسلمانوں کو مسئلہ خلافت و ترک موالات کی ترغیب سے منع کرتا ہو، مسجد کے مال کو بے جا صرف کرتا ہو؟

(ج) کیا ایسا شخص متولی مسجد بنایا جا سکتا ہے جو مسئلہ خلافت و ترک موالات کو خلاف احکام اسلام بتاتا ہو؟ (۵۲۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف) مسجد کا متولی نہایت صالح و متدین و پرہیز گار متقی ہونا چاہیے، اگر اس سے کسی قسم کی خیانت یا فسق ظاہر ہو تو وہ مستحق اس کا ہے کہ اس کو تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے، درمختار میں ہے:

(۱) ردالمحتار ۲/۴۵۳ کتاب الوقف – مطلب في شروط المتولي.

وینزع وجوبًا (بزازیة) لو الواقف (درر) فغیره بالأولی غیر مأمون أو عاجزًا أو ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه (۱) اور شامی میں ہے: قال فی الإسعاف: لا یولّی إلا أمین (۲) اور دوسری جگہ ہے: وأن الناظر إذا فسق استحق العزل الخ (۲)

(ب) جو شخص احکام اسلام اور امور انتظامیہ سے ناواقف ہو وہ اس قابل نہیں ہے کہ مسجد کا متولی بنایا جائے، کفار سے محبت رکھنا، اور فعل حرام پر ان کی اعانت کرنا حرام اور معصیت ہے، مسلمان آدمی کو ایسے ناجائز وحرام امور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ (۳) یٰا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ أَوْلِیَاءَ، (۴) وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵)

(ج) مسئلہ خلافت کو خلاف احکام اسلام بتانا ناواقفی پر مبنی ہے۔ فقط

مسجد کے منتظمین کا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: (۵۵۴) مسجد کے منتظمین کا کیا طرز عمل ہونا چاہیے؟ اور ان پر صوم وصلوۃ کی پابندی لازم ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہر ایک مسلمان پر لازم ہے، اور مسجد کے منتظمین اور متولی کو احکام شریعت کی پابندی کا زیادہ خیال اور اہتمام ہونا چاہیے۔

مسجد کے متولیوں اور قوم کو باہمی اتفاق سے کام کرنا چاہیے

سوال: (۵۵۵) ایک قوم عرصہ چھ سات سال سے وقف جائداد جامع مسجد پر قابض ہے، حساب کتاب کسی مسلمان کو نہیں دیتی، بہت روپیہ جامع مسجد کا ہضم کرلیا، ایک مولوی صاحب کو واسطے فیصلہ کے بلایا، انہوں نے سمجھایا، اس پر اس قوم نے مولوی صاحب کو مارا؛ آیا مسجد کسی ایک قوم کی ملکیت ہے یا جملہ مسلمانوں کو ہر طرح کا حق حاصل ہے؟ جن لوگوں نے مولوی صاحب کو مارا ان کے لیے شرعی سزا

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۵۲-۴۵۳ کتاب الوقف -- مطلب: یأثم بتولیة الخائن.
(۲) رد المحتار ۶/۴۵۳ کتاب الوقف -- مطلب فی شروط المتولی.
(۳) سورۂ آل عمران، آیت: ۲۸ (۴) سورۂ مائدہ، آیت: ۵۷ (۵) سورۂ مائدہ، آیت: ۲

کیا ہے؟ (۱۳۴۲/۱۲۷۴ھ)

الجواب: جامع مسجد یا اوقاف مسجد کسی کی ملک نہیں ہیں، دعوی ملکیت اس میں باطل ہے؛ البتہ انتظام اوقاف متولیان کے سپرد ہوتا ہے، اس میں عام لوگوں کو دخل دینا نہ چاہیے؛ اگر وہ متولیان غبن اور خیانت کریں گے تو ان پر مؤاخذہ ہے، اور اگر کوئی شخص یا قوم مسجد کو اپنی ملک کہے تو اس کہنے سے ان کی ملک نہ ہوگی، قول ان کا لغو ہوگا؛ اور نماز اس میں صحیح ہے؛ مولوی صاحب مذکور کو انتظام متولیان میں کچھ دخل نہ دینا چاہیے تھا، اور ان متولیان کی یہ زیادتی ہے کہ مولوی صاحب مذکور کو مارا، بہر حال ان کو چاہیے کہ توبہ کریں، اور معاف کرائیں، اور آئندہ امانت داری سے کار تولیت انجام دیں، اور عام مسلمانوں کو مسجد کی خبر گیری اور درستی سے نہ روکیں، جو کچھ وہ لوگ مسجد میں صرف کریں، ان کو منع نہ کریں، اور اتفاق باہمی سے مسجد کا کام کریں۔ فقط

قاضی شہر کا مسجد کی تولیت کا دعویٰ کرنا ـــــ کمیٹی ہونے کی صورت میں متولی کی ضرورت نہیں

سوال: (۵۵۶)...... (الف) قاضی شہر نے جامع مسجد شاہی کے متولی ہونے کا دعوی کیا ہے؛ حالاں کہ کسی نے اس کو متولی نہیں بنایا، تو وہ مسجد اور اس کی دکانات موقوفہ کا متولی ہوسکتا ہے یا نہ؟

(ب) اگر ایسی مسجد کی دکانات پر کمیٹی مقرر ہو کر انتظام کرے تو پھر بھی متولی کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(ج) اگر کوئی متولی انتظام کے اندر برخلاف کمیٹی مالکانہ تصرف کرے، دکانات کے کرائے نامے اپنے نام سے لکھاوے، اور خیانت کا بھی اندیشہ ہو تو وہ متولی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۵۷۸ھ)

الجواب: (الف) قاضی شہر کو اس وجہ سے کہ وہ شہر کا نکاح خواں ہے، اور نکاح خوانی کرسکتا ہے، جامع مسجد اور اس کی دکانات موقوفہ کی تولیت کا کچھ حق نہیں ہے، متولی بنانے کا حق اصل میں واقف کو ہے، پھر اس کے وصی کو، جو کہ اس کا قائم مقام ہے، اور اگر یہ صورت نہ ہو تو اہل مسجد اور مصلیان مسجد متولی مقرر کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: ولایة نصب القیم إلی الواقف ثم لوصیه لقیامه مقامه، وفي الشامي: ثم ذکر عن التتارخانیة ما حاصله أن أهل المسجد لو اتفقوا علی نصب

رجل متولیًا لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح الخ (۱)

(ب) ایسی حالت میں وہی ممبران کمیٹی متولی ہیں، اور کسی متولی کے مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج) ایسی حالت میں اس کو متولی نہ بنایا جاوے، اور جس متولی سے خیانت ظاہر ہو وہ لائق معزول کرنے کے ہوتا ہے، لہٰذا ایسے شخص کو کسی حال متولی نہ بنایا جاوے۔

بعض واقفین نے نئی مسجد بنالی تو قدیم مسجد میں ان کی تولیت باقی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵۷) چند آدمیوں نے ایک زمین خرید کر مسجد بنوائی، امام ومؤذن مقرر کیے، دس بارہ سال تک سب واقفین نے اتفاق سے اس میں نماز ادا کی، مسجد کی آمدنی کے لیے اوقاف خرید کر مسجد کے نام کر دیے، ان میں سے بعض لوگوں نے مسجد دور ہونے کی وجہ سے دوسری مسجد بنالی ہے، اور پہلی مسجد کے اوقاف بہ حال خود جاری ہیں، اور اس دوسری مسجد والوں کو پہلی مسجد والے، حقوق اوقاف سے علیحدہ معزول کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم متولی اپنی مرضی سے مقرر کرتے ہیں، تمہارا حق بسبب الگ مسجد بنانے کے نہیں رہا؛ آیا پہلے واقفین کا حق ساقط ہے یا باقی؟ (۱۳۴۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بڑی مسجد والوں کا یہ کہنا دوسری مسجد جدید والوں کو کہ اب تمہارا کچھ حق مسجد سابق کی تولیت وانتظام میں نہیں رہا غلط ہے، ان کا حق مثل دیگر متولیان کے قائم وباقی ہے۔

جو شخص اپنی زمین میں مسجد بنائے اس کو تولیت سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں

سوال: (۵۵۸) کیا مالک زمین جو خود مسجد بنا رہا ہے، اور خود ہی مہتمم ومتولی اور قابض ومتصرف ہے، سرکاری معاملہ اراضی مملوکہ زیر مسجد اور اپنے احاطہ کا ادا کر رہا ہے؛ چند اشخاص خلاف کثیر مسلمانان کے اس کو بے دخل کر سکتے ہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۱۲۲ھ)

الجواب: جو شخص اپنی زمین میں مسجد بنا رہا ہے، اس کو کوئی جماعت مسلمانوں کی قلیل وکثیر اس

(۱) الدر والرد ۶/۴۹۶ کتاب الوقف — مطلب: الأفضل فی زماننا نصب المتولی بلا إعلام القاضی الخ.

مسجد کی تعمیر واہتمام وتولیت سے بے دخل نہیں کرسکتی، بعد تعمیر مسجد کے بانی مسجد متولی ومہتمم رہے گا؛ اور جس وقت مالک زمین مسجد تعمیر کردے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا یا نماز باجماعت اس میں ہونے لگی تو وہ مسجد ہوجاتی ہے؛ درمختار میں ہے: **ويزول ملكه عن المسجد والمصلّى بالفعل أي بالصلاة فيه (١) (شامي) وبقوله جعلته مسجدًا عند الثاني وعليه الفتوىٰ (١)(درمختار)** اورشامی میں ہے: **ففي النهر عن القنية: جعل وسط داره مسجدًا وأذن للناس بالدخول والصلاة فيه إن شرط معه الطريق صار مسجدًا في قولهم جميعًا وإلا فلا عند أبي حنيفة وقالا يصير مسجدًا ويصير الطريق من حقه من غير شرط الخ(١)** (شامی ۳/۳۶۹) **وأيضًا في الدر المختار: جعل الواقف الولاية لنفسه جاز بالإجماع وكذا لو لم يشترط لأحد فالولاية له عند الثاني وهو ظاهر المذهب (٢)**

چندہ کرکے مسجد بنانے والا مسجد کا بانی اور واقف نہیں

سوال: (۵۵۹) اگر کوئی شخص بائیس برس سے چندہ اور بھیک مانگ کر مسجد بنائے، اور وہی منتظم ہو تو تا زندگی اس بنانے والے کو کوئی مسلمان علیحدہ کرکے دوسرا متولی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر لوگ چندہ دیتے ہوں اور متولی پر جھوٹا الزام لگایا جائے کہ حساب روپے کا نہیں دیا تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۳۶۳ھ)

الجواب: مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ جو بانی مسجد اور واقف ہو وہ یا اس کی اولاد مستحق تولیت ہوتے ہیں، اور جو شخص لوگوں سے چندہ مانگ کر مسجد میں لگاتا ہے وہ درحقیقت بانی اور واقف اس مسجد کا نہیں ہے، پس بہ صورت موجودہ اکثر مسلمانان جس کو لائق تر سمجھیں اس کو متولی بنادیں۔

متولی کو مسجد کے گرانے کا اختیار کب ہوتا ہے؟

چندے سے بنی ہوئی مسجد کا متولی کون ہوگا؟

سوال: (۵۶۰)...... (الف) مسجد آباد کو گرا کر دکانیں بنانا اور ان کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(١) الدر والشامي ٦/٤٢٦ كتاب الوقف . مطلبٌ في أحكام المسجد .

(٢) الدر مع الشامي ٦/٤٥١ كتاب الوقف . مطلبٌ في اشتراط الواقف الولاية لنفسه .

(ب) اگر چندے کے روپے سے زمین مسجد ایک شخص کے نام پر خرید کی جائے، اور اس میں مسجد بھی چندہ کے روپے سے بنائی جائے؛ اس صورت میں متولی کون ہوگا؟

(ج) متولی کو مسجد کے گرانے کا کب اختیار ہوتا ہے؟

(د) کیا مسجد مکمل کو آئندہ نفع کے لیے گرانا جائز ہے؟ جب کہ گرانے کا منشا اپنے عیال اور اطفال کے لیے آمدنی کی صورت نکالنی ہو؟ (۲۶/۷-۳۳/۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) مسجد قدیم وآباد کو شہید کر کے نیچے دکانیں بنوانا اور اوپر مسجد بنانا شرعاً درست نہیں ہے۔ کما صرح به الشامي وغيره.

(ب) تولیت کا حق ان کو ہے جن کے روپے سے مسجد بنی، وہ اگر مشتری زمین کو ــــ جس کے نام کاغذ ہوا ــــ متولی بنا دیویں تو وہ متولی ہوگا ورنہ نہیں۔

(ج) جب کہ مسجد پرانی وشکستہ ہو جائے اور گرنے کا اندیشہ ہو اس وقت درست ہے کہ مسجد کہنہ کو گرا کر از سر نو مضبوط تعمیر کی جائے؛ لیکن نیچے دکانیں بنانے کی پھر بھی اجازت نہیں ہے۔

(د) ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

جو مسجد سنی اور شیعہ دونوں کے استعمال میں ہو وہ کس کے انتظام میں رہے گی؟

سوال: (۵۶۱) ایک مسجد جو زمانۂ قدیم سے اہل سنت والجماعت، اور اہل شیعہ دونوں کے زیر استعمال چلی آتی ہے، اس کا انتظام وغیرہ بھی دونوں کے چندے سے ہوتا رہا ہے، اس کے بانی کی تحقیق نہیں کہ سنی تھا یا شیعہ، اب کچھ عرصے سے ایک فریق اپنا حق قائم کر کے دوسرے کو اس مسجد سے بے دخل کرنا چاہتا ہے، لیکن دونوں میں سے کوئی مسجد چھوڑنے پر تیار نہیں، رفع شر کے لیے کیا فیصلہ ہونا چاہیے؟ (۲۴۴۳/۱۳۳۱ھ)

الجواب: اس صورت میں اس مسجد کے بانی اور واقف کی تحقیق کر لی جاوے، خواہ کاغذات کے ذریعہ سے ہو، یا تعامل سابق کے ذریعہ سے، اس تحقیق کے بعد جو شخص اس مسجد کا بانی و واقف محقق ہو اس کا انتظام اسی کے موافق فریق کے قبضہ واہتمام میں رہے گا۔ فقط

مسجد کے موقوفہ مکان میں متولی کا بلا کرایہ رہائش اختیار کرنا

سوال: (۵۶۲) کسی مسجد کے احاطے کے اندر اس کی امدادی ملکیت سے ایک مکان ہے، جس کو چالیس روپے کرائے پر طلب کیا جاتا ہے، اس کو کرائے پر نہ دے کر، اس میں مسجد کے متولی صاحب مع بچوں کے بلا کرایہ رہنا چاہتے ہیں، اور چالیس روپیہ ماہوار کرایہ کا نقصان مسجد کا کرتے ہیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۵۰۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جو امر أنفع للوقف ہو اس کو اختیار کرنا ضروری ہے، اور وقف کو نقصان پہنچانا درست نہیں ہے؛ پس اگر مسجد کو ضرورت ہے کہ اس مکان موقوفہ کا کرایہ مسجد میں صرف ہو تو متولی صاحب کو فعل مذکور درست نہیں ہے، اور اگر مسجد کو ضرورت نہیں ہے، اور متولی صاحب کو ضرورت وہاں رہنے کی ہے، یا وقف میں کوئی ایسی شرط ہے، تو یہ درست ہے، جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے: مراعاة غرض الواقفين واجبة (الشامی ۵۲۱/۶ کتاب الوقف) اور یہ بھی کتب فقہ میں ہے: ويفتى بكل ماهو أنفع للوقف(۱) فقط

مسجد کا کچھ حصہ متولی اپنے مکان میں شامل کر لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۶۳) مسجد کے متصل متولی کا مکان ہے، اس مکان کی دیوار متولی نے تعمیر کرائی، اور چوں کہ متولی کی دیوار سے احاطۂ مسجد کا بھی اتصال ہوتا تھا اس لیے متولی نے ایک بالشت زمین مسجد کے چبوترے کی اس دیوار کے احاطے میں شامل کر لی، اور اپنے ورثاء پر یہ بات ظاہر کر دی؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس قدر اراضی کی قیمت مسجد میں لگا دی جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۶۴۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: فيجب هدمه ولو على جدار المسجد وفي الشامي: قوله ولو على جدار المسجد مع أنه لم يأخذ من هواء المسجد شيئًا ونقل في البحر قبله: ولايوضع الجذع على جدار المسجد وإن كان من أوقافه اه قلت وبه علم حكم مايصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فإنه لايحل ولو دفع الأجرة الخ(۲) (شامی) اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں کوئی صورت جواز کی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس

(۱) الدر المختار مع الشامي ۴۸۲/۶ كتاب الوقف – مطلبٌ: سكن المشتري دارَ الوقف.

(۲) الدر والرد ۴۲۸/۶–۴۲۹ كتاب الوقف – في آخر مطلبٌ في أحكام المسجد.

دیوار کو منہدم کر کے، مسجد کی زمین کو خارج کر کے، پھر دیوار اپنی زمین میں بناء کرے۔

متولی کا مسجد کے احاطے میں مکان بنانا

سوال: (۵۶۴) متولی کو مسجد کے احاطے میں مکان بنانا درست ہے یا نہیں؟ محلے والے منع کرتے ہیں کہ یہ مال مسجد کا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۴۲ھ)

الجواب: متولی کو اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا مسجد کی وقف زمین میں درست نہیں ہے، اور وہ زمین وقف ہے، ملک متولی کی نہیں ہے۔

سوال: (۵۶۵) ایک مسجد کے احاطے میں کچھ جگہ ہے، اس میں متولی اور قاضی محلہ اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا چاہتے ہیں درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۲۱۸ھ)

الجواب: زمین جو اندر احاطہ مسجد کے ہے، وہ اوقاف مسجد سے ہے، اس میں کسی متولی اور محلہ دار کو تصرف مالکانہ کرنا درست نہیں ہے، اور اپنا رہائشی مکان بنانا جائز نہیں ہے۔

متولی کا مسجد کی گھڑی اپنے ذاتی استعمال میں لانا

سوال: (۵۶۶) متولی مسجد اپنے مکان کی آرائش کی وجہ سے مسجد کی گھڑی وشامیانہ اپنے صرف میں کہ جس میں کوئی دینی مصلحت نہیں، لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۸۵۲ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔

متولی کو مسجد کی چیزیں اپنے استعمال میں لانا

سوال: (۵۶۷) متولی مسجد اشیاء مسجد کی جو مسجد کے خرچ سے زائد ہو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۷۳۱ھ)

الجواب: جو جو چیز مسجد کے کام آسکتی ہو وہ تو مسجد ہی کے لیے رکھی جائے، اور اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ اس سے مسجد کا کوئی کام متعلق نہیں ہے اور اس کی کوئی قیمت بازار میں مل سکتی ہے تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے مصارف میں لگانا چاہیے، یا اگر معمولی چیز ہے تو اس میں فقراء کو دینے کی اجازت بھی بعض روایتوں میں آئی ہے؛ چنانچہ اگر مسجد کی چٹائیاں بوسیدہ ہو کر بے کار ہوگئیں تو ان کو فروخت کر کے

مسجد کے تیل وغیرہ میں لگانا یا کسی فقیر کو دینا؛ دونوں کی اجازت فقہاء نے دیدی ہے کمافي الخلاصة: بواری المسجد إذا صارت خلقةً واستغنی أهل المسجد عنها وقد بسطها إنسان إن کان الذی بسطها حیًا فهي له وإن مات ولاوارث له قال في الفتوی: أرجو أن لابأس أن یدفع أهل المسجد إلی فقیر وینتفعوا بثمنها في شراء حصیر آخر وکذا لو کان الذی بسطها حیًا یفعل ذلك(۱) (خلاصة ۴/۴۲۶) متولی مسجد کے لیے اگر واقف نے کوئی حصہ مقرر کر رکھا ہے تو وہی اس کا حق ہے، اور اگر اس کے لیے کوئی حصہ نہیں رکھا، اور مسجد کے متعلق کوئی وقف ہے جس کا انتظام متولی کرتا ہے تو ایسی صورت میں متولی کو اجرِ مثل ملے گا، جس کا کھانا اس کو حلال ہے۔ کمافي الشامي وفي الخلاصة: وللمتولی أن یأکل بالمعروف کما أن الامام یأکل من بیت المال (۲) (۴/۴۱۱) فقط

متولی: مسجد کی رقم بطور قرض لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۶۸) مسجد کا متولی؛ مسجد کے روپے کو کسی اپنی ضرورت کی وجہ سے قرض میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۳۲۵ھ)

الجواب: اس کے جواز کی کوئی روایت نہیں دیکھی لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر کسی نے مسجد کے روپے کو صرف کر لیا تو ضمان اس پر لازم ہے، اور واپس کرنا اس کا ضروری ہے، اور اگر مسجد میں بالفعل ضرورت نہ ہو اور یہ اطمینان ہو کہ قرض لینے سے وہ روپیہ ضائع نہ ہوگا، اور بہ وقتِ ضرورتِ مسجد فوراً ادا ہو سکے گا، اور واپس کر دیا جاوے گا تو اس کی گنجائش ہے (۳) غرض یہ ہے کہ روپیہ مسجد کا ضائع نہ ہو، اور بہ وقت ضرورت مسجد کے کاموں کا کچھ حرج نہ ہو۔ فقط

متولیوں کا اوقاف مسجد کی آمدنی سے کھانا بنا کر خود کھانا اور قوم کو کھلانا

سوال: (۵۶۹) زید، عمر، خالد وغیرہ اشخاص کی نگرانی میں مسجد کے حصہ زیریں میں مکانات و

---

(۱) خلاصة الفتاوی مع المجموعة ۴/۴۲۵، ۴۲۶ کتاب الوقف ـ قبل الفصل الخامس ، مطبوعة نول کشور لکنو ۔ (۲) خلاصة الفتاوی مع مجموعة الفتاوی ۴/۴۱۱ کتاب الوقف قبل الفصل الثالث مطبوعة نول کشور لکنو ۔

(۳) مگر یہ اطمینان بہ قضائے قاضی قرض لینے کی صورت ہی میں ہو سکتا ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری۔

دکانات اوقاف سے ہیں، جن کی آمدنی کو خلاف منشا وقف اشخاص مذکور الصدر کھانے بنا کر خود بھی کھاتے ہیں، اور اپنی قوم کو کھلا دیتے ہیں، اور نوتہ ونذرانہ اس میں سے دیدیا کرتے ہیں، ان کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کے لیے دنیا میں شرعاً کیا سزا ہے؟ (۱۳۳۹/۵۹۲ھ)

الجواب: آمدنی اوقاف مسجد کو اس طرح ناجائز طریق سے خرچ کرنا حرام ہے، اور خرچ کرنے والے عاصی وظالم ہیں، آخرت میں ان پر اس کا مؤاخذہ ہوگا، اور دنیا میں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو معزول کیا جائے، اور ضمان اس بے موقع صرف کی ہوئی آمدنی کا ان کے ذمے ہے۔ فقط

متولی کے ذمے مسجد کی جو واجب الاداء رقم ہے اس کو معاف کرنے یا کرانے کا کسی کو حق نہیں

سوال: (۵۷۰) ایک سابق متولی ''مسجد قطب خان'' واقعہ شملہ مسلمانانِ شملہ سے استدعا کرتا ہے کہ ایک رقم جو ان کی جانب سے مسجد کو واجب الاداء ہے انہیں للہ معاف کر دی جاوے، اس لیے کہ وہ اس رقم کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے؛ آیا مسلمانان شملہ کو یا متولیان جدید کو یہ اختیار ہے کہ وہ رقم مسجد کو جو بہ ذمہ متولی سابق واجب الاداء ہے اس کو معاف کر دیں؟ (۱۳۳۵/۸۳۳ھ)

الجواب: کسی کو مسلمانان شملہ میں سے یا متولیان جدید میں سے یہ حق شرعاً حاصل نہیں ہے، اور جائز نہیں ہے کہ وہ رقم مسجد کو معاف کر دیں؛ معاف کرنے کا کسی کو کچھ حق نہیں ہے، جس وقت متولی سابق یا اس کے فرزندان کو استطاعت ادائے رقم مذکور ہو ادا کریں، وہ ذمہ دار اس رقم مسجد کی ادا کے ہیں قال فی الدر المختار: یفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعه أو اتلافها الخ وكذا يفتى بكل ما هو أنفع للوقف الخ (۱) فقط

مسجد کی دکانوں کی آمدنی سے مسجد کی ضروریات پوری نہ کرنے والے متولی کا حکم

سوال: (۵۷۱) ایک شخص نے مسجد بنوائی، جب وہ فوت ہوا تو کوئی وارث نہیں چھوڑا، نمازیوں

(۱) الدر مع الشامی ۶/۳۸۱، ۳۸۲ کتاب الوقف — مطلبٌ: إذا آجر المتولی بغبنٍ فاحشٍ کان خیانة.

کی رائے سے اُس وقت سے اس وقت تک یکے بعد دیگرے متولی مقرر ہوتے چلے آتے ہیں، اس مسجد کے متعلق وقف شدہ دکانیں ہیں جن کی آمدنی تقریباً چھتیس روپے ہے، مگر موجودہ متولی صاحب مسجد کے مصارف کو پورے طور سے پورا نہیں کرتے، تقاضہ کرنے پر جواب دیتے ہیں کہ اس آمدنی کو دوسرے کارخیر میں صرف کرتا ہوں؛ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو متولی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۱۱/۱۳۴۴ھ)

الجواب: مسجد مذکور کی آمدنی سوائے اس مسجد کی ضروریات کے دوسرے کسی کارخیر میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، اور جو متولی ایسا کرتا ہے کہ اس مسجد کی دکانوں کی آمدنی اس مسجد میں صرف نہیں کرتا وہ خائن ہے اس کو معزول کرنا چاہیے، اور دوسرے شخص امانت دار کو متولی مقرر کرنا چاہیے کذا فی الدر المختار کتاب الوقف. فقط

متولی کو مسجد کی دکان کا کرایہ کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۷۲) زید کے پاس دکان مسجد تقریباً چھ سال سے بہ شرح کرایہ مبلغ چھ روپیہ ماہوار تھی، لیکن تقریباً ایک سال سے زید اور متولی مسجد میں نوبت مقدمہ کی آئی ہوئی ہے؛ بوجہ عدم وصول کرایہ، جب کہ فیصلہ عدالت سے حسب منشا متولی صادر ہوگیا تو جو دعوی متولی نے مبلغ بارہ روپے ماہوار کا کیا تھا، اس کے بہ موجب ڈگری ہوگئی تو زید متولی سے استدعا فیصلے کی کرتا ہے؛ یعنی کرایہ میں تخفیف کرانا چاہتا ہے، متولی کو کمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۰۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر کرایہ دکان کا چھ روپیہ ماہوار مقرر ہوا تھا، اور متولی نے بارہ روپیہ ماہوار کے حساب سے نالش زید پر کی، اور ڈگری ہوگئی تو اس صورت میں متولی کو کمی کرنا جائز ہے، لیکن جس قدر رقم کرائے کی کرایہ دار کے ذمے واجب ہے، اور جس قدر خرچ ہوا ہے یعنی مقدمہ میں؛ اس میں سے کچھ کمی کرنا جائز نہیں ہے کہ اس میں مسجد کا نقصان ہے، اور اس سے زیادہ وصول کرنا بھی درست نہیں ہے۔ فقط

متولی مصلحۃً مسجد کی دکان کم کرایہ ادا کرنے والے کو دے سکتا ہے

سوال: (۵۷۳) ایک مسجد کے متعلق چند دکانات ہیں ان میں مسلمان حلوائی بھی کرایہ دار ہیں، اب مسجد کے متولی کی تحریک سے دکانات کے کرائے کا نیلام تین سال کے لیے کیا گیا، مسمی لطیف بھائی

جو مسجد کے ممبر بھی ہیں ان کی بولی پچھتر روپے ماہوار کی تھی، اور حلوائی کی بولی سو روپے ماہوار کی، متولی اور ممبران نے لطیف بھائی کے نام پچھتر روپے میں نیلام ختم کردیا، جس سے تین سال کی مدت میں مسجد کا نقصان مبلغ نوسو روپے ہوا، جس سے مسلمان ملول اور معترض ہیں، متولی کا یہ عذر ہے کہ حلوائی دھواں کرتے ہیں جس سے عمارت سیاہ اور خراب ہوتی ہے کیا متولی اور ممبران کا یہ فعل درست اور قابل تسلیم ہے؟ (۱۲۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر متولی صاحب اور ممبران کا یہ عذر نیک نیتی پر مبنی ہے، اور مصلحت وکان مسجد اسی میں ہے تو عذر ان کا قابل تسلیم ہے، اور وہ مؤاخذہ سے بری ہیں۔ فقط

متولی: مسجد کا موقوفہ مکان فروخت کردے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۷۴) زید نے اپنی حیات میں اپنا ذاتی مکان، اور جو کچھ کہ اس کے مکان میں سامان تھا مسجد کو دیدیا، اس حالت میں جب کہ اپنے ہوش وحواس بالکل صحیح خیال کرتا تھا، لیکن اس شرط پر کہ جب تک زید اور زید کی بیوی زندہ ہے، اس وقت تک خود استعمال کریں گے، بعد وفات زید اور زید کی بیوی، جملہ سامان ومکان مسجد کی ملکیت ہوگی، اب جب کہ زید اور زید کی بیوی نے وفات پائی تو پنچایت نے اول جو کچھ سامان مکان کے اندر تھا اس کو فروخت کیا، اور اس کے بعد مکان پر قبضہ پاکر مسجد کی ملکیت میں دیدیا، اس کے بعد ایک سن رسیدہ حافظ قرآن جو کہ پیش امام مسجد ہے اس کو متولی قرار دے کر مالک قرار دیدیا، اور یہ طے کیا کہ اس مکان کے کرائے سے جو کچھ حاصل ہوگا وہ مسجد کی روشنی یا دیگر ضروری سامان میں لگایا جائے گا، لیکن کچھ عرصے کے بعد متولی نے اس مکان کو اپنی ملکیت قرار دے کر مکان کو فروخت کردیا، اور مکان مذکور سے جس قدر رقم حاصل ہوئی تھی وہ کل اپنے مصرف میں لایا، اور مسجد میں کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا، ایسی حالت میں متولی مذکور کے لیے کیا حکم ہے؟ اور دستاویز پر جو بوقت فروختگی مکان تحریر ہوئی ہے اس پر جن لوگوں کے دستخط ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۳۳۷۲/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: فإذا تم ولزم لایُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ ولا یعار ولا یرهن الخ (۱) اور درمختار میں ہے: شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع (۲) اور شامی میں ہے: قوله

(۱) تنویر الأبصار مع الشامی ۴۲۱/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ فرّق أبو یوسف بین قوله موقوفة إلخ.
(۲) الشامی ۴۱۲/۶ کتاب الوقف. مطلبٌ شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع.

لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملك أی لایقبل التملیك لغیره بالبیع ونحوه الخ (۱) یعنی وقف صحیح ہونے کے بعد نہ واقف کی ملک میں آسکتا ہے، اور نہ بہ ذریعہ بیع وغیرہ کے کسی دوسرے شخص کا مملوک ہوسکتا ہے، بناءً علیہ مکان مذکور جو کہ مسجد کے لیے وقف ہو چکا تھا تو وہ ملک مسجد ہے، متولی یا کوئی شخص اس میں تصرف مالکانہ نہیں کرسکتا، لہٰذا متولی نے جو مکان موقوفہ علی المسجد کو فروخت کرکے، اس کی قیمت کو اپنے تصرف میں لایا: یہ شرعاً جائز نہیں ہے، یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، اور خریدنے والا مکان کا مالک اس مکان کا نہیں ہوا، بلکہ مکان بدستور وقف علی المسجد اور ملک مسجد ہے، ایسے خائن متولی کو معزول کرکے کسی دیانت دار شخص کو متولی مقرر کیا جائے، اور جن لوگوں نے دستاویز پر دستخط اور گواہی کی اور جس نے دستاویز تحریر کی، یا اس میں کسی قسم کی امداد کی، اگر ان لوگوں کو مسئلہ معلوم تھا اور باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے انھوں نے یہ کارروائی کی تو وہ سب فاسق اور گنہ گار ہوئے، ان کو توبہ کرنی چاہیے، اور اس مکان موقوفہ کو خریدنے والے کے قبضہ سے نکال کر مسجد کے قبضہ اور تصرف میں دینا چاہیے، اور امانت دار متولی مقرر کرکے اس کے حوالے کرنا چاہیے، ورنہ وقف کے ضائع ہونے کا گناہ سب کی گردن پر رہے گا، اور متولی مذکور جب تک اس مکان کو مشتری کے قبضہ سے نکال کر مسجد کا قبضہ اس پر نہ کراوے اس کو برادری سے علیحدہ کردیں، اور کوئی مسلمان اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے، اور اس کے مرنے جینے میں شریک نہ ہوں۔ فقط

متولی بوقت ضرورت ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۷۵) زید دو مسجدوں کا متولی ہے، اور دونوں مساجد کا وقف جدا جدا ہے، اسی شہر میں ایک مسجد ایسی بھی ہے جس کے لیے کچھ وقف نہیں تو زید ان دونوں مسجدوں کے وقف سے اس تیسری مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان دونوں مسجدوں کے مال کو جن کا وقف الگ ہے بوقت ضرورت ایک مسجد کا مال دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۷۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان دونوں مسجدوں کے اوقاف کی آمدنی میں سے کسی تیسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جب کہ ان دونوں مسجدوں کے بانی و واقف علیحدہ علیحدہ ہیں تو ایک مسجد کی آمدنی

(۱) الشامی ۶/۴۲۱ کتاب الوقف — مطلبٌ فرّق أبو یوسف بین قوله موقوفة.

میں سے دوسری مسجد میں خرچ کرنا حسب تصریحات فقہ جائز نہیں ہے۔ لما فی الدر المختار: اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لأنهما حينئذ كشئ واحد وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسةً ووقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذلك الخ(۱)

متولی مسجد کی موقوفہ جائداد کی آمدنی میں سے کچھ رقم کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۷۶)...... (الف) متولی مسجد آمدنی وقف جائداد مسجد سے کسی مسافر یا حاجت مند کو کچھ رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) ایسی آمدنی سے کسی مسلمان ضرورت مند کو قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟

(ج) کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں بھی کچھ خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۲۷۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) نہیں دے سکتا (ب) یہ بھی ناجائز ہے (ج) نہیں کرسکتا۔ فقط

موجودہ متولی کی رائے پر عمل کرنا ضروری ہے

سوال: (۵۷۷) نجیب آباد میں ایک مسجد کے متولی کو موقوف کرکے چند لوگ متولی بن گئے، اور اسی مسجد میں یعنی مسجد کے متعلق ایک حجرہ ہے، اس کے آگے سائبان ہے اس میں مدرسہ تجوید القرآن ہے، ان متولیوں نے مدرس کو نوٹس دیا ہے کہ یا کرایہ حجرہ وغیرہ کا ادا کرو، ورنہ مدرسہ اٹھالو اس کی بابت کیا حکم ہے؟ (۲۲۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو لوگ اس وقت متولی مسجد ہیں، انہیں کی رائے کے موافق عمل درآمد ہونا چاہیے، اگر وہ کرایہ طلب کریں تو کرایہ دینا ہوگا ویفتی بکل ما هو أنفع للوقف (۲) فقط

---

(۱) الدر مع الشامی ۶/۴۳۱ کتاب الوقف – مطلبٌ فی نقل أنقاض المسجد ونحوه.

(۲) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۸۲ کتاب الوقف – مطلبٌ سکن المشتری دار الوقف.

مسجد کی کمیٹی کا مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے سے روکنا

سوال: (۵۷۸) ہم لوگوں نے ''مسجد رفیع الزماں صاحب'' کا انتظام، اور آمدنی، اور مسجد کی نگرانی کو قانونی حملوں سے بچنے کے واسطے، ایک درخواست دے کر صاحب کلکٹر ضلع ''آگرہ'' کے توسط سے کمیٹی کے سپرد کردیا، مگر قبضہ دخل متولیانہ اب تک ہمارا بدستور ہے، ایک روپیہ تیرہ آنہ ماہوار ہم خود جمع کرکے دے دیتے ہیں، کمیٹی صرف اس آمدنی کو جمع کرنے کی تحویل دار ہے، اور جملہ خدمات متولیانہ ہم کرتے ہیں، جس میں کمیٹی نے کبھی دست اندازی نہیں کی، مسجد کے متعلق زمین افتادہ پڑی تھی، اس میں ہم لوگوں نے مدرسہ تعمیر کرایا ہے کہ اس میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے، کچھ عمارت باقی ہے، اب کمیٹی اہل اسلام آگرہ مدرسہ بنانے سے روکتی ہے، مدرسہ کو پورا نہیں ہونے دیتی، آیا بحالت موجودہ اس کو یہ حق ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ تم لوگوں نے مسجد مذکور کی آمدنی ومصارف وغیرہ کو کمیٹی کے حوالے کردیا تو اب وہی کمیٹی متولی ہوگئی، ان ہی کی رائے اور مشورے سے تعمیر وغیرہ ہونی چاہیے، لہٰذا وہ کمیٹی تعمیر مذکور کو روک سکتی ہے کذا فی کتب الفقہ۔ فقط

متولی محلے والوں کو مسجد کی تعمیر سے نہیں روک سکتا

سوال: (۵۷۹) ایک مسجد زیر تعمیر ہے، اس کا وقف اس قدر کافی نہیں کہ اگر ایک دم اس کی تعمیر کرائی جاوے تو تعمیر پوری ہوسکے، اب متولی کسی دوسرے مسلمان کو اجازت نہیں دیتا کہ اپنا ذاتی روپیہ لگا کر کام ختم کرادے، متولی کسی دوسرے کا نہ نقدی روپیہ قبول کرتا ہے، نہ اینٹ، گارا نہ مزدور تو اب کیا مسلمان دوسرے مجبور ہیں شرعاً کہ بغیر اجازت متولی اس میں کچھ کام نہ کریں؟ (۲۸۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: متولی کو ایسا کرنا جائز نہیں، اہل محلہ واہل مسجد میں سے جو کوئی امداد اس مسجد کی تعمیر و درستی میں کرے، ان کو منع نہ کرنا چاہیے، اور اگر متولی اس کو نہ مانے اور تعمیر وتکمیل مسجد کی تاخیر سے اہل محلہ واہل مسجد کا حرج ہے، اور ان کو اس کی تکلیف ہے تو وہ خود اپنے روپے اور چندے سے اس مسجد کی تعمیر وتکمیل کرسکتے ہیں، متولی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ **وأما أهلها أی أهل المحلة فلهم أن**

يهدموه ويجددوا بناءه ...... وليس لورثته منعهم من نقضه والزيادة فيه الخ(۱) (درمختار)

چندلوگوں کا مسجد کے متولی سے حساب طلب کرنا

سوال: (۵۸۰) گروہ قلیل جامع مسجد کے متولیوں سے جائداد کا حساب لے کر بدنظمی پھیلانا چاہتا ہے؛ حالانکہ آج تک جامع مسجد کا انتظام خوش اسلوبی سے چلتا رہا، اور کسی قسم کی خرابی انتظام میں واقع نہ ہوئی؛ ابتداء میں جامع مسجد کی کچھ بھی جائداد نہ تھی مگر موجودہ متولیوں کی کوشش سے اس وقت جامع مسجد کی کافی جائداد ہے؛ کیا بہ حالت موجودہ گروہ قلیل کو جامع مسجد کے حساب دیکھنے کا حق پہنچتا ہے؟ (۸۴۲/۴۲-۱۳۴۷ھ)

الجواب: حساب لینا حاکم وقاضی کا کام ہے، ہر ایک شخص اس کا مجاز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

لا تلزم المحاسبة في كل عام ويكتفي القاضي منه بالإجمال لو معروفًا بالأمانة (۲)

مسجد کے متولی سے خیانت کی رقم وصول کرنا

سوال: (۵۸۱) ایک شخص متولی مسجد ہے جو کچھ آمدنی جائداد مسجد کی ہوتی ہے، اس کو اپنی رائے سے مسجد کے مصارف میں خرچ کرتا ہے، مگر خرچ کر کے جو بقایا رہتی ہے، تخمیناً چالیس پچاس روپے سالانہ بچتے ہیں اس کا حساب نہیں دیتا، اہل محلہ نے مجبور ہو کر ایک دوسرا متولی مقرر کیا، مگر پہلے متولی نے نہ اس کو حساب دیا، اور نہ روپیہ وصول ہونے دیا۔ آیا اس متولی کی چارہ جوئی عدالت سے کر کے تمام سالوں کے بقایا وصول کیے جاویں یا نہیں؟ بینوا توجروا (۴۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر پہلے متولی پر شبہ خیانت کا ہے تو حکام سے چارہ جوئی کی جاوے کہ اس متولی سے حساب آمد وخرچ لے کر جو کچھ مسجد کا روپیہ برآمد ہو اس سے وصول کریں، اور کسی دوسرے شخص صالح امانت دار کو متولی مقرر کریں۔ فقط

---

(۱) الشامی ۴۲۷/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ في أحكام المسجد.

(۲) الدر مع الشامی ۵۴۴/۶ کتاب الوقف – مطلبٌ في محاسبة المتولي وتحليفه.

مسجد کی آمدنی اور اس کے مصارف کا بیان

مسجد کی آمدنی اور مصارف کے چند احکام

سوال: (۵۸۲) جامع مسجد دہلی کا انتظام بذریعہ ایک مجلس شوریٰ کے ہوتا ہے، اور مجلس منتظمہ جامع مسجد دہلی کو حسب ذیل اقسام کی آمدنی ہوتی ہے: کرایہ دکانات جامع مسجد، کرایہ ٹھیکہ اراضی افتادہ جامع مسجد وغیرہ وغیرہ، ان جملہ اقسام آمدنی مذکورہ سے جس قدر رقم وصول ہوتی ہے وہ حسب ذیل امور میں خرچ ہوتی ہے:

(الف) تنخواہ عملہ مسجد، امام ومؤذنان ودربانان ومحرران۔

(ب) فراہمی آب وضو در حوض مسجد بذریعہ چاہ۔

(ج) فراہمی آب نوشیدنی برائے نمازیان وزائرین اہل اسلام۔

(د) فرش، جانماز، دری وثاث ودیگر سامان متعلقہ فرش اندرونی وبیرونی۔

(ھ) صفائی مسجد بذریعہ ملازمان وصفائی اطراف مسجد بذریعہ خاکروبان۔

(و) وظائف طلبہ دینیات وطلبائے دیگر مدارس جو عربی کی تعلیم بھی پائیں ودیگر طلباء فنون شریفہ اور یہ سب مسلمان ہیں۔

(ز) اخراجات روشنی بجلی بذریعہ الکٹرک کمپنی۔

(ح) اخراجات روشنی مثل تیل گلی (مٹی کا تیل)

(ط) خرچ سائبان وشامیانہ مسجد۔

(ی) خرید ظروف گلی، مٹکہ، لوٹا، آبخورہ وغیرہ۔

(ک) جائداد سکنی مملوکہ جامع مسجد کا ہاؤس ٹیکس۔

(ل) محصول آبیانہ نل۔

(م) مقدمات متعلقہ کرایہ وغیرہ جائداد جامع مسجد۔

(ن) تعمیرات ومرمت جامع مسجد۔

(س) تعمیر ومرمت وترمیم وغیرہ متعلق جائداد مملوکہ مسجد مذکور۔

(ع) اخراجات خرید ہیزم (سوختہ) وغیرہ برائے آب گرم۔

(ف) اخراجات متعلقہ دفتر جامع مسجد۔

(ص) امداد یتیم خانہ دہلی۔

(ق) اخراجات نومسلمان جو کہ جامع مسجد میں مشرف باسلام ہوں۔

(ر) امداد غرباء بذریعہ نقد وتقسیم پارچہ۔

(ش) امداد مرمت وتعمیر بعض دیگر مساجد شہر دہلی۔

(ت، ث، خ) اخراجات رمضان شریف مثلاً برف جو کہ بوقت افطار ونماز تراویح روزانہ مہیا کیا جاتا ہے وتقسیم شیرینی بروز ختم قرآن وہدیہ حافظ صاحب۔

(ذ) انعام ملازمان جامع مسجد۔

(ض) اخراجات وردی دربانان وجمعداران۔

(ظ) اخراجات گولہ ہائے آتشبازی جو رمضان میں بوقت افطار اور وقت ختم سحر وغیرہ چلائے جاتے ہیں۔

(غ) اخراجات شامیانہ وڈیرہ وخیمہ جات وقنات وفروش وغیرہ یوم جمعۃ الوداع۔ (۱۰۹۴/۱۳۴۴ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے۔ (ب) جائز ہے۔

(ج) جائز ہے۔ (د) جائز ہے۔ (ھ) جائز ہے۔

(و) یہ صرف غور طلب اور تحقیق طلب ہے یہ وظائف طلباء جامع مسجد کی آمدنی سے کیوں اور کب سے متعلق ہوئے؛ اور آیا کوئی مدرسہ جامع مسجد کے متعلق بھی ہے جس کے اخراجات جامع مسجد کی آمدنی سے دیے جاتے ہوں۔

(ز) یہ بے ضرورت معلوم ہوتا ہے۔

(ح) خاص مسجد میں تیل گلی کی روشنی سے حتی الوسع احتراز مناسب ہے کیونکہ بدبودار تیل مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

(ط) درست ہے۔(ی) درست ہے۔(ک) درست ہے۔

(ل) جائز ہے۔(م) جائز ہے۔(ن) جائز بلکہ ضروری ہے۔

(س) جائز ہے۔(ع) جائز ہے۔(ف) جائز ہے۔

(ص) یہ گنجائش پر موقوف ہے، اور اگر ضروریات خاص جامع مسجد کی پوری کرنے کے بعد اگر پس انداز ہوتو یہ بھی جائز ہوسکتا ہے۔

(ق) اگر گنجائش ہوتو یہ بھی درست ہے۔

(ر) مسجد کی آمدنی سے امداد غرباء وغیرہ دراصل تفصیل طلب اور غور طلب ہے، البتہ جو اخراجات کسی وقف سے سالہا سال سے متعلق ہوں، اور اس کے موافق برابر عمل درآمد ہوتا رہا تو یہ ایک وجہ ایسے مصرف کے جواز کی ہوسکتی ہے۔

(ش) یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے اور زائد و فاضل آمدنی ہونے پر اس کا جواز موقوف ہے، یا یہ کہ رواج سابق اس کے جواز کے لیے دلیل ہوسکتا ہے۔

(ت، ث، خ) یہ بھی عمل سابق کی دلیل سے جواز پر محمول ہوسکتا ہے، اور اس میں برف کا خرچ تو اقرب الی الجواز ہے اور تقسیم شیرینی وہدیہ حافظ صاحب کے جواز میں تامل ہے۔

(ذ) جائز ہے۔(ض) درست ہے۔(ظ) درست ہے۔(غ) درست ہے۔فقط

مسجد کا روپیہ مسجد ہی میں صرف کرنا چاہیے

سوال: (۵۸۳) ایک شخص نے مسجد کی تعمیر و مرمت کے لیے کچھ روپیہ دیا، اب بعض لوگ اس روپے میں سے کچھ رقم دیگر رفاہ عام کے کاموں میں لگانا چاہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۷۳۸ھ)

الجواب: وہ روپیہ مسجد کا مسجد میں ہی صرف کرنا چاہیے، دوسرے کام میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے کما فی عامۃ کتب الفقہ .فقط

اگر کسی نے مسجد کے لیے یہ کہہ کر روپیہ دیا کہ بہتر مصرف میں صرف کیا جائے تو وہ روپیہ کہاں صرف کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۸۴) مسجد کے کسی درجہ میں بوجہ حفاظت اسباب کے کواڑ لگانا جائز ہے یا نہ؟ اور بند کرنا کیسا ہے؟ کسی شخص نے مسجد کے لیے یہ کہہ کر روپیہ دیا ہو کہ بہتر مصرف میں صرف کیا جائے، اور مسجد میں تین ضرورتیں درپیش ہیں:

(الف) مؤذن کا مقرر کرنا۔

(ب) مسجد کے اندر کے درجہ میں حفاظت اسباب کی غرض سے کواڑوں کا لگانا۔

(ج) خارج مسجد احاطہ کی دیوار بنوانا؛ شرعاً وہ روپیہ کہاں صرف کرنا مناسب ہے؟ مؤذن کی سال بھر کی تنخواہ کا خرچ موجود ہو لیکن اس خوف سے نہ تقرر کرنا کہ آئندہ سال کہاں سے آئے گا کیسا ہے؟ (۱۱۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کواڑوں کا لگانا بہ غرض حفاظت اسباب مسجد درست ہے، اور علاوہ اوقات نماز کے بند کرنا دروازہ کا بھی درست ہے، اور مؤذن کا تقرر شعائر ولوازم مسجد سے ہے، مؤذن ضرور مقرر کرلینا چاہیے؛ البتہ اگر بلاتقرر مؤذن بھی اذان میں حرج نہ ہوتا ہو، اور کوئی شخص حسبۃً للہ اس خدمت کو انجام دیتا ہو، تو پھر دیوار احاطہ اور کواڑ پہلے بنوائے جائیں؛ الغرض یہ سب کام ضروری اور مناسب ہیں، حسب ضرورت وحاجت جیسی گنجائش ہو اور مناسب ہو کیا جائے، شرعاً اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے، اور جب کہ سال بھر کی تنخواہ مؤذن کا انتظام بالفعل ہوسکتا ہے تو وہ کرلیا جائے، آئندہ سال کا فکر نہ کیا جائے۔

مسجد کی آمدنی سے نمازیوں کو افطاری کھلانا یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: (۵۸۵) کسی مسجد کی آمدنی اس کی ضروریات خرچ روزمرہ سے بہت زیادہ ہو تو اس زائد آمدنی سے ــــ ایسی صورت میں کہ شرط واقف معلوم نہ ہو ــــ تنخواہ مفتی وواعظ کی، اور خرچ ایسے مدرسہ کا جس میں عربی فارسی، اردو اور حساب سکھلایا جاتا ہو، شرعاً ادا کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور زائد

آمدنی سے افطاری خرید کر نمازیوں کا روزہ کھلوا سکتے ہیں یا نہیں؟

حفاظ کو کوئی رقم بطور نذرانہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شیرینی ختم قرآن شریف تقسیم کرنا بھی ایسی آمدنی مسجد سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد کے اوقاف کی آمدنی کو مصارف مذکورہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ روایات فقہیہ کے موافق ضروری ہے کہ اس آمدنی کو اس مسجد کی آئندہ ضروریات کے لیے رکھا جاوے، اور اگر کسی ضروری مد میں سوائے مسجد کے صرف بھی کیا جاوے تو بطور قرض صرف کیا جاوے۔

سوال: (۵۸۶) جائداد مسجد کی آمدنی میں سے متولی افطاری وغیرہ میں نمازیوں کی صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۲۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس قسم کے اخراجات بغیر شرط واقف کے جائز نہیں ہیں۔

ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں صرف کرنا

سوال: (۵۸۷)...... (الف) کیا ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا بہ وقت ضرورت جائز ہے یا نہ؟

(ب) ایک مسجد کا روپیہ مدرسہ عربیہ میں یا بالعکس صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) یا کسی مسجد کی آمدنی سے مدرسہ جدید قائم اور جاری کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۵۴۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لأنهما حينئذ كشيء واحد وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا ومدرسة ووقف عليهما أوقافًا لايجوز له ذلك الخ (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر واقف اور جہت وقف متحد ہوں، اور ان میں سے ایک کی آمدنی کم ہوگئی کہ اس کے اوقاف جو ذریعہ آمدنی تھے، خراب ہوگئے تو حاکم کو درست ہے کہ ایک وقف کی فاضل آمدنی دوسرے وقف پر صرف کر دیوے، اس لیے کہ وہ دونوں اس صورت میں مانند شئ واحد کے ہیں، اور اگر واقف دو ہوں یا جہت وقف بدل جائے، اس

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۳۱/۶ کتاب الوقف — مطلبٌ في نقل أنقاض المسجد ونحوه.

طرح کہ دو شخص نے دو مسجدیں بنائیں، یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا، اور ان پر کچھ اوقاف کیے؛ تو ایک کی فاضل آمدنی دوسرے پر صرف کرنا درست نہیں ہے، اور شامی نے کہا کہ **اگر ایک مسجد** کے اوقاف مختلف ہیں: مثلاً چند دکانیں ہیں تو اگر ایک دکان ان میں سے خراب ہو جائے تو دوسری دکان کی آمدنی سے اس کی درستی و مرمت کر سکتے ہیں۔ اور پھر نقل کیا: **ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف** منزلين أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلايصرف أحدهما للآخر (۱) اور نیز درمختار میں یہ مضمون ہے کہ اگر ایک مسجد ویران ہو جائے، اور اس کی آبادی کی کوئی صورت **باقی** نہ رہے، تو اس کا سامان دوسری مسجد میں صرف کرنا درست ہے (۲) اس سے یہ معلوم ہوا کہ **اگر مسجد اول ویران نہیں** ہوئی تو اس کا سامان یا اس کی آمدنی زائد دوسری مسجد میں صرف نہیں کر سکتے، پس **جواب، سوال اول و دوم** کا عبارات مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ ایک مسجد آباد کا روپیہ دوسری مسجد میں **صرف کرنا درست نہیں** ہے، اور اسی طرح دوسرے مدرسہ وغیرہ میں بھی صرف کرنا درست نہیں ہے ـــــ **اور سوال سوم کا جواب** یہ ہے کہ کسی مسجد کی آمدنی سے مدرسہ جدید قائم نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ عبارات مذکورہ سے **واضح** ہوتا ہے۔

سوال: (۵۸۸) ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایک مسجد میں دوسری مسجد کا روپیہ صرف کرنا، موافق **تصریحات فقہاء** کے درست نہیں ہے، لیکن اگر زیادہ ضرورت میں بہ طریق قرض لے لیا جاوے تو درست ہے، بہ شرطیکہ اس مسجد ثانی میں آمدنی فاضل ہو جس کی اس وقت مسجد کو ضرورت نہ ہو۔ فقط

سوال: (۵۸۹) ایک مسجد کے واسطے ایک شخص نے کچھ روپیہ دیا جو اس کے حقیقی بھائی کے پاس موجود ہے، مہتمم مسجد اپنی مرضی سے اس مسجد کی درستی وغیرہ چاہتا ہے، اور جس کے **پاس** روپیہ جمع ہے وہ اس کو دوسری مسجد میں خرچ کرنا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: دوسری مسجد میں تبدیل کرنا ان روپیوں کا خلاف تصریح روپیہ دہندہ کے جائز نہیں ہے،

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) **قوله: وعن الثاني الخ جزم به في الإسعاف حيث قال: ولو خرب المسجد وما حوله وتفرق** الناس عنه، لا يعود إلى ملك الواقف عند أبي يوسفؒ، فيباع نقضه باذن **القاضي و يصرف** ثمنه إلى بعض المساجد (الشامي ۶/۴۲۹ كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد **أو غيره**)

البتہ اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ اس مسجد میں ضرورت نہ ہو، اور مہتمم اس کو ضائع کرنا چاہتا ہو؛ مثلاً ایسے امور میں صرف کرنا چاہتا ہو کہ وہ غیر ضروری یا حد اسراف میں داخل اور ناجائز ہوں؛ تو پھر خود وہ شخص جس کے پاس روپیہ جمع ہے، اس مسجد کی ضروریات میں صرف کردے، اور اگر کوئی صورت وہاں نہ ہو سکے تو پھر بہ مجبوری دوسری مسجد میں صرف کرسکتا ہے۔ فقط

سوال: (۵۹۰)...... (الف) ایک مسجد کے متولی کے پاس مسجد کا وقف روپیہ جمع ہے، وہ روپیہ دوسری مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) یا بطور قرض دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز ہے؟

(ج) مسجد کا روپیہ مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱ھ)

الجواب: (الف، تا، ج) جو روپیہ کسی خاص مسجد کا ہے جب تک وہ مسجد آباد ہے، اور وہاں فی الحال ضرورت ہے، یا آئندہ ضرورت کا خیال ہے تو اس روپے کو اسی مسجد میں خرچ کرنا چاہیے، دوسری مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا اس کا درست نہیں ہے، اور نہ قرض دینا درست ہے، البتہ اگر وہ روپیہ مسلمانوں کے چندہ سے کسی مسجد خاص کے لیے جمع ہوا ہے، اور وہاں فی الحال ضرورت نہیں ہے، تو ان چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہ روپیہ دوسری مسجد یا مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۵۹۱) فتح پور میں مسجد متعلقہ مدرسہ اسلامیہ کا ایک منارہ گرا ہوا ہے، زید نے اس کی تعمیر کے واسطے عمر متولی کو چار سو روپے دیے، لیکن وہ اس رقم میں تعمیر نہیں ہو سکتے، کیا متولی مدرسہ کو بہ اجازت یا بلا اجازت زید یہ حق حاصل ہے کہ اس رقم کو کسی دوسری مسجد کی تعمیر میں صرف کرے؟ (۱۳۴۲/۲۲۹۴ھ)

الجواب: اس رقم کو اسی کام میں صرف کرنا چاہیے جس کے لیے زید نے وہ رقم دی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسے کام چندے سے ہوتے ہیں، جس وقت کام شروع ہو جائے گا، ممکن ہے کہ اس وقت دوسرے اہل خیر اس کی تکمیل کی فکر کریں، مساجد وغیرہ کے کام اسی طرح ہوا کرتے ہیں، پہلے سے پوری رقم کہاں جمع ہوتی ہے۔

ایک مسجد کے لیے جو چندہ کیا گیا اس کو دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۵۹۲) چندہ جو ایک مسجد کے واسطے کیا گیا ہے وہ دوسری مسجد میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: چندہ دینے والوں کی اجازت سے دوسری مسجد میں صرف ہو سکتا ہے، بدون ان کی اجازت کے درست نہیں، مگر (یعنی یہ بھی شرط ہے) جب کہ اس مسجد میں فی الحال ضرورت نہ رہے، اور آئندہ کو بھی کوئی ضرورت متصور نہ ہو۔

ایک مسجد کی نہایت زائد آمدنی کو دوسری مسجد یا مدرسہ میں بوقت ضرورت صرف کرنا

سوال: (۵۹۳) ممبئی میں ایک مسجد از حد شکستہ ہے، اور ممبئی کی جامع مسجد اپنے املاک، اوقاف و آمدنی کے باعث خود کی ضروریات و احتیاجات سے بہ درجہا غنی اور صاحب مال ہے، اگر مسجد جامع کی عمارت کو خدانخواستہ کسی قسم کا نقصان پہنچے تو باوجود تعمیر و اصلاح کے بہت بڑی فاضل رقم اس کے پاس رہ سکتی ہے، اس شکستہ حال مسجد کے پاس کافی سرمایہ نہ ہونے کے باعث اس کے متولی اگر جامع مسجد کے متولیوں سے جو قوم اور حاکم وقت کی طرف سے اس کی تولیت پر مقرر ہیں، بہ قدر ضرورت امداد کے طالب ہوں؛ تو کیا شرعاً جامع مسجد کے سرمایہ سے امداد جائز ہو سکتی ہے؟ (۱۱۸۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: روایات فقہیہ اس کے عدم جواز پر دال ہیں؛ یعنی باوجود آبادی مسجد کے اس کے اوقاف کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر مسجد اول غیر آباد ہو جاوے، اور ویران ہو جاوے، تو پھر اس مسجد کا سامان وغیرہ بھی دوسری مسجد میں خرچ کرنا، اور لگا دینا جائز ہے، درمختار میں ہے: **اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسة و وقف عليهما أوقافًا لا يجوز له ذلك الخ** (۱) وفي

(۱) الدر المختار مع الرد ۶/۴۳۱ کتاب الوقف. قبل مطلب في وقف المنقول تبعًا للعقار.

الشامی: قال الزیلعی: وعلی هذا حصیر المسجد و حشیشه إن استغنی عنهما یرجع إلی مالکه عند محمدؒ وعند أبی یوسفؒ ینقل إلی مسجد آخر الخ (۱) لیکن بعض روایات کی بناء پر یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اگر کسی مسجد کی آمدنی اس قدر کثیر ہے اور اس قدر سرمایہ جمع ہوگیا ہے، کہ اس مسجد کو اس کی ضرورت نہیں ہے، تو اگر فاضل اور زائد آمدنی کو دوسری مسجد یا مدرسہ میں بہ ضرورت صرف کردیا جاوے تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ جب آمدنی کثیر ہوتی ہے تو اس میں تغلب (ناجائز قبضہ کرنے) کا احتمال ہے، اور وہ ضائع ہوگی؛ اس سے بہتر ہے کہ کسی مسجد و مدرسہ کے کام میں آجاوے۔ فقط

مسجد کی آمدنی سے امام و مؤذن اور مفتی و واعظ وغیرہ کو تنخواہ دینا

سوال: (۵۹۴) جامع مسجد آگرہ کے گرد کچھ دکانیں ہیں، جن کی آمدنی نہایت وافر ہے، اس آمدنی کے اخراجات حسب ذیل ہیں، صرف تعمیر مسجد، تنخواہ امام و مؤذن وفراش و مفتی و واعظ، صرف روشنی؛ اس کی آمدنی کی تحصیل وصول و دیگر امور مسجد کے لیے ایک سررشتہ (محکمہ) قائم ہے۔ ملازمان سررشتہ کی تنخواہ بھی اسی آمدنی سے دی جاتی ہے، اور اسی آمدنی سے ایک مدرسہ جاری ہے، لیکن اصل بانی کی کوئی شرط معلوم نہیں ہے؛ اس صورت میں یہ اخراجات جائز ہیں یا نہیں؟ (۵۷۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اخراجات مذکورہ جائز ہیں قال فی الدر المختار: ویبدء من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته کإمام مسجد ومدرّس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک إلی آخر المصالح الخ(۲)

سوال: (۵۹۵) آمدنی مسجد کرایہ وغیرہ سے امام کی تنخواہ مقرر کردینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۶۶/۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط

مسجد کا مال فروخت کرکے اس کی قیمت امام کو دینا

سوال: (۵۹۶) میں بیوپاریان کی مسجد میں امامت کرتا ہوں، بچوں کا پڑھانا بھی میرے ذمے ہے، اور میرے گذر کے واسطے کوئی معقول مستقل آمدنی نہیں ہے، اور اہل محلہ کی حالت نازک ہے؛

(۱) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلب فیما لو خرب المسجد أوغیره.
(۲) الدر المختار مع الرد ۶/۴۳۸ کتاب الوقف – مطلب: یبدأ من غلة الوقف بعمارته.

یہاں پر جو بوچڑ خانہ (مذبح) ہے اس میں جس قدر بھینسیں ذبح ہوتی ہیں ان کے سینگ عرصہ دراز سے مسجد کے نام کر رکھے ہیں، ہمیشہ فروخت ہو کر مسجد کی ضروریات میں صرف ہوتے ہیں؛ اب جس قدر سینگ جمع ہیں؛ سب کا یہ ارادہ ہے کہ ہم ان سینگوں کو امام مسجد کو دیتے ہیں، اور بالفعل مسجد میں ضرورت بھی نہیں ہے: آیا امام مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶/۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: سب دینے والے اگر اس پر متفق ہیں کہ ان سینگوں کی قیمت امام مسجد کو دی جائے تو یہ درست ہے، اسی طرح تیل زائد از حاجت کو فروخت کر کے لوٹوں، صف، سوختہ حمام مسجد وغیرہ ضروریات مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔ فقط

کیا مسجد کے مال سے مسجد کے لیے تجارت کرنا جائز ہے؟

سوال: (۵۹۷) اہل محلہ یا متولی مسجد کو مسجد کے مال موقوفہ سے مسجد کی ترقی کے لیے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے (۱) فقط

مسجد کے روپے سے اپنا کاروبار کرنا

سوال: (۵۹۸) کسی کے پاس کچھ روپیہ مسجد کا جمع ہے وہ اس روپیہ سے تجارت کرے اور نفع خود اٹھاوے اور اصل روپیہ مسجد ہی کا رہے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۵۵۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ (۲) فقط

سوال: (۵۹۹) ...... (الف) زید ایک مسجد کے جمع شدہ روپے سے دوصد روپیہ لے کر تجارت کرتا ہے، اور کچھ عرصے کے بعد اصل مع نفع مبلغ دو ہزار روپے مسجد کے نام جمع کرتا ہے مگر بکر جو کہ دکاندار ہے، مسجد کا تقریباً نوسو روپیہ خزانچی مسجد سے لے جا کر اپنی تجارت میں لگاتا ہے، اور ایک سال

(۱) قال فی البحر الرائق: وفی القنیة: ولا یجوز للقیم شراء شيء من مال المسجد لنفسه ولا البیع له وإن کان فیه منفعة ظاهرة للمسجد (البحر الرائق ۴۰۱/۵ کتاب الوقف)

(۲) حوالۂ سابقہ

کے بعد نو سو روپے واپس کرتا ہے۔ بکر کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

(ب) بکر مذکور عید کی نماز کے بعد چندہ برائے مسجد، مسجد میں جمع کرتا ہے، اور اپنے نام مبلغ سو روپے چندہ اٹھاتا ہے، بعد کو حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بکر نے صرف پانچ روپے چندہ دیا ہے شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا بکر مسجد کا ممبر رہ سکتا ہے؟ جب کہ وہ مسجد میں نماز کے لیے بھی نہ آتا ہو؟ (۶۲۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) بکر نے جب کہ پورا روپیہ مسجد کا جو کہ لیا تھا، ادا کر دیا تو وہ مؤاخذہ سے بری ہو گیا۔

(ب) اور سو روپے کا وعدہ چندے میں دینے کا کر کے پانچ روپیہ دینا یہ بھی موجب مؤاخذہ نہیں ہے، اور معصیت نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس پر طعن کیا جاوے، یا لائق ممبری کے نہ سمجھا جاوے، البتہ ترک جماعت و تراویح، اور مسجد کا روپیہ صرف کر لینا یہ امور خلاف سنت اور خلاف احتیاط ہیں، اگرچہ واپسی روپیۂ مسجد کے بعد وہ مؤاخذہ سے بری ہو گیا؛ مگر اٹھا لینا مسجد کے روپے کا خلاف احتیاط ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ متولی امانت دار شخص کو بنانا چاہیے، جو کہ کار تولیت کو بہ امانت انجام دے سکے، اور خائن شخص کو متولی نہ بنانا چاہیے، پس اگر بکر خائن نہیں ہے اور مسجد کے روپے کو ضائع نہیں کرتا تو وہ متولی اور ممبر ہو سکتا ہے۔ فقط

مسجد کے مال کو جلسہ کی روشنی وغیرہ میں خرچ کرنا

سوال: (۶۰۰) جامع مسجد آگرہ میں ایک جلسہ ہوا، اس میں مسجد کے ملازموں سے کام لیا گیا، اور جو کچھ روشنی وغیرہ میں خرچ ہوا، وہ انجمن اوقاف سے دلوایا، اور اس جلسہ کے بانی ایک ممبر صاحب ہیں، اس پر دو ممبر معترض ہوئے، ایک چوتھے ممبر صاحب نے جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا تھا اپنے پاس سے دے دیا؛ مسجد کے ملازموں سے کام لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مال وقف سے خرچ مذکور کرنا درست ہے؟ (۱۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ان ملازموں سے یہ کام لینا تو ممنوع نہیں ہے، مگر خرچ روشنی وغیرہ کا آمدنی وقف سے لینا جائز نہیں ہے، وہ خرچ بذمہ اس ممبر کے ہے جس نے خرچ کیا اور کرایا، اگر کسی دوسرے ممبر نے اس

کی طرف سے خود ادا کر دیا تو کچھ حرج نہیں ہے؛ غرض یہ ہے کہ وہ خرچ وقف پر نہ ڈالا جاوے، اصل ذمہ دار اور ضامن خرچ کنندہ ہے، اگر دوسرے ممبر نے ضمان ادا کر دیا جائز ہے۔

نمازیوں کے سامان کی حفاظت کے لیے مسجد کی آمدنی سے دربان مقرر کرنا

سوال: (۲۰۱) ...... (الف) متولیان مساجد کے ذمے امام ومؤذن اور انتظام سامان کے علاوہ نمازیوں کے اسباب مثل جوتی وچھتری وغیرہ کی حفاظت کے لیے ایک دربان مسجد میں مقرر کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(ب) اس کو مسجد کی آمدنی سے تنخواہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۵۵۷ھ)

الجواب: (الف) یہ ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس کا انتظام من جانب متولی ہو تو کچھ حرج بھی نہیں ہے۔

(ب) اور دربان کو تنخواہ مسجد کی آمدنی سے دینا درست ہے۔

سوال: (۲۰۲) یہاں مسجد میں سے مصلیوں کے جوتے بہ حالت جماعت چوری ہو جایا کرتے ہیں تو صرف مصلیوں کے جوتوں کی حفاظت کے واسطے مسجد کے روپے سے ملازم رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۸۷ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ اگر نمازی خود اس کا اہتمام چندہ وغیرہ سے نہ کر سکیں تو مسجد کے مال سے ملازم مذکور کی تنخواہ دینا جائز ہے، لیکن احوط یہ ہے کہ نمازی خود چندہ کر کے اس کا اہتمام کریں؛ کیوں کہ بعض فقہاء نے اس میں اشتباہ ظاہر فرمایا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں بحر سے نقل کیا ہے: **ویقع الاشتباه في بوّاب و مزملاتي قاله في البحر قلت: ولا تردد في تقديم بوّاب ومزملاتي وخادم مطهرة الخ۔(۱)** فقط

مسجد کی آمدنی سے وعظ وتذکیر وغیرہ کے لیے کسی عالم کو مقرر کرنا

سوال: (۲۰۳) ایک مسجد کے لیے جائداد موقوفہ کی آمدنی اس قدر زیادہ تھی کہ امام ومؤذن و دیگر خدام مسجد وغیرہ کے مصارف پورے ہو جانے کے بعد بھی معتد بہ بچت رہتی تھی، مسجد کے متعلق پہلے

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۴۳ كتاب الوقف – مطلبٌ في قطع الجهات لأجل العمارة .

سے ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی تھا، جب متولیان مسجد نے یہ دیکھا کہ فراغت کے ساتھ خرچ کرنے کے بعد بھی روپیہ جمع رہتا ہے تو انھوں نے مناسب سمجھ کر کتب خانہ کو بھی وسیع کر دیا جس میں علوم فقہ وحدیث وتفسیر کی بڑی بڑی کتابیں جمع کر دیں، اور امام مسجد کے علاوہ ایک عالم اس غرض سے مقرر کر دیا کہ فجر کے وقت قرآن شریف کی تفسیر شائقین مصلیان مسجد کو سنایا کریں، اور مسجد کے نمازیوں کو جو جو مسئلے پوچھنے کی ضرورت پڑے روزانہ ان سے دریافت کرتے رہیں، اور نیز جو جو استفتاء ان کے سامنے پیش کیے جائیں ان کے جوابات تحریر فرمادیا کریں، اور بعض اوقات نماز بھی پڑھادیا کریں، اور وقتاً فوقتاً وعظ کہتے رہیں؛ اب بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسجد مذکور کی آمدنی سے کتب خانہ نہیں بڑھانا چاہیے؛ حالاں کہ قدیم سے کتب خانہ موجود تھا صرف تھوڑے ہونے اور بہت ہونے کا فرق ہے، اور کہتے ہیں کہ شرعی احکام ومسائل بتانے والے عالم کی ضرورت نہیں؛ حالاں کہ مسجد مذکور میں دوسرے مسلم ومشرک بیسیوں ملازم اچھی اچھی تنخواہوں پر ملازم ہیں حتی کہ مصلیوں کے جوتوں تک کی حفاظت کے لیے بھی دو دو آدمی نوکر ہیں، اور مسجد کی کثیر آمدنی بینکوں میں جمع رہتی ہے جسے بینک والے سود پر چلا کر بے شمار فائدے حاصل کر چکے، اور اب بھی حاصل کرتے رہتے ہیں، اور مثلاً دنیا کی ظاہری روشنی حاصل کرنے کے لیے اس قدر وسعت اور دریا دلی سے کام لیتے ہیں کہ صرف دس پانچ بتیاں کافی تھیں ان کے بجائے جگہ جگہ پر بہ کثرت بجلی کی بتیاں لگا رکھی ہیں؛ حالاں کہ مسلمانوں کو بالخصوص اس نازک زمانہ میں ظاہری روشنی سے کہیں زیادہ باطنی روشنی کی حاجت ہے۔ پس بہ ظاہر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دوسرے ضروری مصارف کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں، ان سے چشم پوشی برتتے ہیں، اور اس کے بجائے ہمت اور جرأت ہوئی تو یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالانے والے علماء کے وجود سے مسجد کو صاف کر دیا جائے؛ پس ارشاد ہو کہ صورت مسئولہ میں مسجد کی آمدنی سے کتب دینیہ خریدنا اور بہ غرض فیض رسانی مذکورہ عالم کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: صورت موجودہ میں کتب دینیہ ضروریہ کا خریدنا، اور کسی عالم کو بہ غرض وعظ وتذکیر، و پڑھانے ترجمہ وتفسیر قرآن شریف، وبیان مسائل ضروریہ وافتاء کے رکھنا جائز بلکہ ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ امر مسجد کی عمارت معنویہ اور غرض واقف کے موافق ہے؛ کیوں کہ ظاہر ہے کہ غرض واقف کی یہی ہوتی ہے کہ جس امر کے لیے اس نے وقف کیا ہے وہ آمدنی ہمیشہ کو اس کی بقاء اور ترقی میں صرف ہو، اور

حصول ثواب اخروی برابر جاری رہے لأن قصد الواقف صرف الغلة مؤبدًا ولا تبقى دائمة الابالعمارة (۱) (شامی) اوراس سے کچھ پہلے شامی میں ہے: قوله ثم ماهو أقرب لعمارته أى فإن انتهت عمارته و فضل من الغلة شيء يبدأ بما هو أقرب للعمارة وهوعمارته المعنوية التى هى قيام شعائره الخ (۱) (شامی ۳/۳۷۶ کتاب الوقف) اس سے معلوم ہوا جیسا کہ عمارت ظاہری وقف کی ضروری ہے اور اس سے بقاء وقف متصور ہے، اسی طرح عمارت معنویہ بھی اور قیام شعائر بھی ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ عالم مذکور کے رہنے سے جو کچھ نفع نمازیان مسجد مذکور وغیرہم کو پہنچے گا، اور لوگوں کی دینی ضروریات پوری ہوں گی وہ مخفی نہیں ہے، نمازیوں کو ترجمہ وتفسیر قرآن شریف سنانا، مسائل نماز وغیرہ سے مستفسرین کو آگاہ کرنا، سوالات کا جواب دینا، اور کتب دینیہ کا مطالعہ کرنا، اس سے نفع اٹھانا اور مخلوق کو نفع پہنچانا، یہ تمام امور موجب اجر عظیم واسطے واقف اور اس کی اعانت کرنے والوں کے لیے ہے اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔

الغرض اس کے جواز میں بہ صورت مذکورہ ـــــ کہ جائداد موقوفہ کی آمدنی خرچ معمولی سے بہت زیادہ ہے ـــــ کسی کو تامل نہیں ہوسکتا، اس میں مسجد کی آبادی جو کہ عمارت معنویہ ہے حاصل ہے، مسجد میں رونق اور نمازیوں میں ترقی اس سے حاصل ہے کہ یہ سب عمارت معنویہ میں سے ہے جس کی ضرورت اوپر کی عبارت سے واضح ہے اور غرض واقف کے مطابق ہے جس کی رعایت شرعاً لازم وواجب ہے کما صرح به فى الشامى: مراعاة غرض الواقفين واجبة . فقط

مسجد کا مال تعزیہ داری اور سویم وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں

سوال: (۲۰۴) ''اُودےپور'' میں معماروں کی دو مسجدیں ہیں، ان مسجدوں کے نیچے تقریباً چودہ پندرہ دکانیں ہیں، جن کی آمدنی سالانہ قریب ڈیڑھ ہزار روپے کی ہے، اس میں سے تقریباً نصف آمدنی تو مسجدوں میں صرف ہوتی ہے، اور باقی نصف روپیہ قوم کے لوگ تعزیہ بنانے میں صرف کرتے ہیں، اور محرم کے سویم کے روز کھانا پکاکر برادری کے لوگ کھاجاتے ہیں؛ یہ روپیہ جو مال وقف ہے برادری کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/۱۳۴۵ھ)

(۱) الشامى ۶/۴۳۸، ۴۳۹ كتاب الوقف – مطلبٌ يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها .

الجواب: وہ دکانیں مسجد کے اوپر وقف ہیں، ان کی آمدنی تمام مسجد میں خرچ کرنی چاہیے، تعزیہ داری اور محرم کے سوئم میں اس کو خرچ کرنا بالکل حرام ہے؛ بلکہ اس زائد آمدنی کو بھی مسجد کے لیے رکھنا چاہیے کہ آئندہ کو مسجد کی دکانوں وغیرہ میں ترقی کی جاوے، یا اور کوئی مکان وغیرہ خرید کر اس کا کرایہ مسجد میں خرچ کیا جاوے؛ برادری کے آدمیوں کو کھلانا اور سوئم خلاف شریعت میں خرچ کرنا اس کا حرام اور ناجائز ہے۔ فقط

مسجد کی آمدنی سے مسجد میں نقش ونگار کرنا

سوال: (۶۰۵) صدر دروازہ جامع مسجد سہارنپور کے اوپر جو مینا کاری کرائی گئی ہے، اس میں آمدنی جائداد جامع مسجد سے خرچ ہوئی ہے، یہ صرفہ غیر ضروری سمجھ کر زیادہ تر مسلمانان سہارنپور ناخوش ہیں؛ یہ صرفہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۸۱۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ اپنے مال حلال سے ایسے تکلفات کرنا درست ہے، اور مال وقف سے درست نہیں ہے، مگر جب کہ آمدنی وقف سے بہت سارو پیہ جمع ہوگیا، اور حاجات ضروریہ تعمیر وغیرہ سے زائد ہو تو درست ہے۔ کما صرح به في الدر المختار والشامي: **قوله إلا إذا خيف بأن اجتمعت عنده أموال المسجد** وهو مستغن عن العمارة وإلا فيضمنها كما في القهستاني عن النهاية(۱) فقط

وقف کی آمدنی پانی گرم کرنے میں صرف کرنا

سوال: (۶۰۶) ایک جائداد مسجد کے لیے وقف ہے، لیکن اس کا وقف نامہ موجود نہیں ہے، پہلے سے وہ لوٹے و چٹائی و روشنی و تنخواہ امام و پانی گرم کرنے کے انتظام میں صرف ہوتا چلا آیا ہے، لیکن اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ گرم پانی کرنے میں وقف کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے، آپ مفصل جواب سے ارشاد فرماویں کہ کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۹۸/۷-۲۳-۱۳۲۵ھ)

الجواب: یہ غلط ہے وقف کی آمدنی سے یہ جملہ اخراجات مسجد جو مذکور ہیں درست ہیں، کوئلہ لکڑی حمام کی بھی اس آمدنی سے خرید کر پانی گرم کرنے میں صرف کرنا جیسا کہ پہلے سے ہوتا ہے جائز ہے،

---

(۱) الشامي ۳۷۳/۲ کتاب الصلاة مطلب كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحب غيرهٗ.

اور ایسی حالت میں کہ واقف کی شرطیں معلوم نہ ہوں یہ حکم ہے کہ جس طرح پہلے سے خرچ ہوتا ہے اسی طرح کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی رقم سے اخبارات ورسائل خریدنا

سوال: (۶۰۷) مسجد کے روپے سے عام مسلمانوں کے لیے اخبارات ورسالہ جات کا خریدنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۸۰۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔

اوقاف مسجد کی نالشات کے مصارف مسجد برداشت کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۰۸) جائداد مسجد کی وصول وتحصیل کے واسطے جو نالشات ومقدمات ہوتے ہیں، اس میں اخراجات ضابطہ وبے ضابطہ ہر قسم کے ہوتے ہیں، بدون اس کے حصول مدعا میں بہت دشواریاں واقع ہوتی ہیں؛ ان مصارف کو مسجد برداشت کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اوقاف مسجد کے متعلق جو نالشات ومقدمات وغیرہ کیے جاویں، ان کے اخراجات انہیں اوقاف کی آمدنی سے پورے کیے جاویں۔ شامی میں ہے: مسجد له أوقاف مختلفة لا بأس للقيّم أن يخلط غلتها كلها وإن خرب حانوت منها فلا بأس بعمارته من غلة حانوت آخر لأن الكل للمسجد ولو كان مختلفًا لأن المعنى يجمعهما الخ(۱) فقط

مسجد کا مال مسجد کے مقدمہ میں صرف کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۰۹) مسجد اور اہل مسجد کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد پر جھوٹا دعویٰ دائر کیا ہے؛ اب پیروئ مسجد کے لیے ــــ جو بجی ہے ــــ روپیہ نہیں ہے، ایک معتبر نمازی کے پاس اسی مسجد کے سابقہ چندے میں سے کچھ بچا ہوا روپیہ امانت رکھا ہے، اس کو مقدمہ میں صرف کرنا مسجد کو مخالفین سے بچانے کے واسطے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) الشامي ۴۳۱/۶ كتاب الوقف – مطلبٌ في نقل أنقاض المسجد و نحوه .

الجواب: اس وقت بطور قرض یہ روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے، پھر مسلمان چندہ کر کے اس کو جمع کرلیں، جو رفتہ رفتہ بہ سہولت جمع ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی آمدنی سے مسجد کی رہن شدہ اراضی کو چھڑانا

سوال: (۶۱۰) ساکنان ''موضع ساہا'' نے اراضی زرعی قریب ۲۰ بیگہ شاملات برائے خدمت مسجد شریف دیہہ مذکور وقف کردی تھی، سیدان نے اس اراضی موقوفہ کو بہ عوض مبلغ تین ہزار کے رہن کردی ہے: اب اگر سرمایہ مسجد سے جو محفوظ ہے فک الرہن کرایا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۴۸۴ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ بہ حکم اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (۱) اراضی مذکورہ کو رہن رکھنا جائز نہ تھا، اور جو روپیہ راہنوں نے اس پر لیا وہ ان کے ذمے ہے، اور ان ہی کو وہ روپیہ ادا کر کے فک الرہن لازم ہے، لیکن جب کہ یہ نہیں ہو سکتا تو وقف مذکور کو چھڑانے کے لیے مسجد کے روپے محفوظ سے فک الرہن کرانا اور آمدنی اراضی مذکورہ کی مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔ فقط

مسجد کی مرمت کے لیے جو روپیہ دیا گیا ہے اس کو مسجد کے دیگر کاموں میں صرف کرنا

سوال: (۶۱۱)...... (الف) ایک شخص نے مسجد کی مرمت اور چٹائیوں وغیرہ کے واسطے روپیہ دیا ہے، اس کو مسجد کی نالی اور مکان متعلقہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مسجد کے زائد تیل کو فروخت کر کے پانی گرم کرنے کے لیے لکڑی خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۰۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مسجد کی مرمت اور چٹائیوں وغیرہ کے لیے جو روپیہ آئے اور خاص مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو تو اس کو مسجد کے متعلق نالی اور مکان متعلقہ مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا درست ہے۔

(ب) اور اسی طرح زائد تیل کو فروخت کر کے حمام کا پانی گرم کرنے کے لیے سوختہ خرید سکتے ہیں۔ فقط

(۱) الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف۔

مسجد کی رقم سے خریدی ہوئی دکان کا حکم

سوال: (۶۱۲) خدا بخش بساتی نے بذریعہ وصیت نامہ، دختر و داماد خود کو یہ وصیت کی ہے ''کہ مبلغ تین ہزار روپے نقد مسجد تیار کرنے اور بعد کے دیگر کاموں کے واسطے موصی لہ مذکورین کے پاس رکھ کر روبرو پنچان مذکورین اقرار تحریری کرتا ہوں کہ اگر مسمیان مذکورین شرط بالا پر التفات نہ کریں تو پنچان برادری حسب تحریر مظہر مبلغ تین ہزار روپیہ حصہ مساجد کا باختیار خود صرف کرادیں'' خدا بخش کی دختر و داماد نے وصیت کی تکمیل کے لیے روپیہ پنچان برادری کے سپرد کردیا، اس عرصے میں کریم بخش بساتی نے زیر جامع مسجد ایک دکان خریدنے کا ارادہ کیا ـــــ اس غرض سے کہ یہ دکان زینہ مسجد میں شامل ہوجاوے گی ـــــ اور وہ دکان خرید لی؛ لیکن ریاست سے حکم امتناعی اس بات کا آچکا ہے کہ دکان زینہ میں شامل نہ کی جاوے گی، دکان کی قیمت مال وقف سے ادا کی گئی ہے؛ اس حالت میں وہ دکان وقفی قرار دی جاوے گی یا نہیں؟ (۹۵۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ دکان چوں کہ مسجد کے منافع کے لیے مسجد کے روپیہ سے خریدی گئی ہے لہٰذا وہ دکان مسجد پر وقف ہے۔

مسجد کا مال جو دوسرے وقف پر خرچ کیا گیا، مسجد کو واپس کرنا ضروری ہے

سوال: (۶۱۳) ایک قطعہ زمین، مسجد و انجمن کے نام سے خریدا گیا ہے، مسجد نے اپنے حصہ کا روپیہ مبلغ دو ہزار ادا کردیا ہے، اور بقیہ مبلغ دو ہزار متفرق قرض لے کر ادا کیا گیا، جس کی ادائیگی مسجد اپنی طرف سے وقتاً فوقتاً ایک ہزار روپے سے زائد کرچکی ہے، اب کل تین ہزار روپے سے زائد مسجد کی طرف سے ادا ہوچکا ہے، اور مبلغ نوسو روپے خلافت فنڈ کا باقی ہے، اب صرف نوسو روپے میں اراکین انجمن اس کو نصف تقسیم کرنا چاہتے ہیں؛ اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۶۷۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ وہ قطعہ زمین انجمن و مسجد کے نام سے خریدا گیا ہے تو انجمن اس قطعہ کے نصف کو تقسیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ تعمیر کراسکتی ہے، اور جس قدر روپیہ مسجد کی طرف سے زائد دیا گیا

وہ مسجد کو واپس دیا جاوے۔ فقط

مسجد کے روپے سے مسجد کے لیے مکان خریدنا

سوال: (۶۱۴) ایک مسجد ہے اس میں قبلہ رخ بڑھانے کی ضرورت ہے تو اس بڑھانے کی جگہ میں ایک شخص کا مکان ہے وہ شخص کہتا ہے کہ میرے واسطے دوسرا مکان بنوا دو تو میں یہ مکان خالی کر دوں، آیا مسجد کے روپے سے اس کا مکان اٹھوانا اور اس کا پہلا مکان مسجد میں لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳۶۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط

مساجد کی زائد آمدنی اسلام کی اشاعت اور فتنوں کے ختم کرنے میں صرف کرنا

سوال: (۶۱۵) بعض مساجد کے متعلق اوقاف کی آمدنی مسجد کی حوائج سے بہت زیادہ ہے، اور لاکھوں روپیہ کی تعداد میں جمع ہے، اور اکثر مواقع میں فضولیات بلکہ ناجائز امور میں صرف ہوتی ہے، اور مسجد کو اس وقت یا آئندہ بہ ظاہر حاجت نہیں ہے، اور اکثر جگہ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ مساجد میں اکثر مصلی نہیں یا بہت کم ہیں تو اس صورت میں اس زائد روپے کو اشاعت اسلام وتبلیغ اسلام ودفع فتنہ ارتداد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟ اور ایسے مدارس قائم کرنے جو دفع فتنۂ ارتداد کے لیے ضروری ہوں، یا قائم شدہ مدارس میں سے جو اس کام کو کراتے ہیں یا ان سے دفع فتنۂ ارتداد وتبلیغ اسلام میں مدد ملتی ہو، اس زائد روپے کو صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور واقف کے لیے وہ روپیہ جمع رہے یہ مفید ہے یا دفع فتنۂ ارتداد واشاعت اسلام واقامت وتائید مدارس مذکورہ میں صرف کرنا مفید ہے؟ واقف کے لیے زیادہ مفید اور ثواب کی کیا بات ہے؟ چوں کہ یہ فتنۂ ارتداد جہل کی وجہ سے ہوا ہے، اور مسلمان دینی تعلیم سے بالکل غافل ہوتے جاتے ہیں بالخصوص عوام کا طبقہ ان میں اکثر ایسے ہیں کہ اسلام اور ضروریات دینی سے بھی بے خبر ہیں، اس لیے اس کی ضرورت شدیدہ ہے کہ چھوٹے مدارس جن میں صرف نماز روزہ اور ضروریات دینی کی تعلیم دی جاتی ہے قائم ہوں، اور مبلغ رکھ کر ان سے دیہات میں تعلیم دیں واشاعت اسلام کا کام

لیا جائے، اگر زائد روپے کو شریعت اس مد میں صرف کرنے کی اجازت دے تو اس وقت ایک بہت بڑی رقم مسلمانوں کے پاس موجود ہے جس کو وہ اس مد میں صرف کرنے کے لیے راضی ہیں، بہ شرطیکہ علماء اسلام اس کی اجازت دیں مخالفین اسلام اپنے مذہب کی اشاعت میں لاکھوں روپے صرف کرتے ہیں، اور مسلمانوں کا حال معلوم ہے۔ دوسرے مبلغین اور منتظمین اس قدر غنی نہیں ہیں جو وہ بلا معاوضہ اس خدمت کو انجام دے سکیں۔ مکرر عرض ہے کہ جو روپیہ متولیان مساجد کے پاس جمع ہے اگر وہ روپیہ دوسرے شہروں کی مساجد میں جن میں ضرورت ہے، اوران میں صرف (خرچ کرنا) مقدم ہے وہ زائد روپیہ صرف نہ کریں اوران ضرورتوں (یعنی اشاعت اسلام اور دفع فتنۂ ارتدادوغیرہ) میں صرف کرنے پر راضی ہوں تو پھران ضرورتوں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتو جروا (۱۳۴۱/۷۸۵ھ)

الجواب: بہ حالت مذکورہ زائد آمدنی اوقاف مساجد کی جس کی نہ اس وقت مساجد کو ضرورت ہے، اور نہ آئندہ مظنون ہے جیسا کہ سالہا سال کے مشاہدہ سے اور تجربہ سے ظاہر ہے، اشاعت اسلام و تبلیغ اسلام و دفع فتنۂ ارتداد و نوائب مسلمین میں صرف کرنا درست ہے، اور اقامت شعائر اسلام میں مثل اجرائے مدارس وابقائے مدارس جو تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے قائم ہوں یا قائم ہیں صرف کرنا آمدنی مذکور کا درست ہے، اور اگر چہ حسب قواعد فقہیہ وروایات فقہ ایک مسجد کی زائد آمدنی جب کہ وہ اس مسجد کی حاجت سے بہت زیادہ ہو، اور وہاں کے اعتبار سے بے کار ہو، حتی الوسع دوسری مساجد میں صرف کرنا چاہیے؛ لیکن جب کہ ایسا نہیں ہوتا اور متولیان مساجد ایسا نہیں کرتے تو پھر امور دینیہ مذکورہ وامثالہا میں صرف کرنا اس کا حسب روایات حدیث وفقہ وتصریح علماء محققین درست ہے، بلکہ ان مصارف کو اگر مقدم رکھا جاوے تو اغراض ومقاصد کے اعتبار سے مستبعد نہ ہوگا۔ فتح القدیر میں ہے:

ولو اجتمع مال للوقف ثم نابت نائبة من الكفرة فاحتيج إلى مال لدفع شرهم قال الشيخ الإمام (محمد بن الفضل) ما كان من غلة وقف المسجد الجامع يجوز للحاكم أن يصرفه إلى ذلك على وجه القرض إذا لم تكن حاجة للمسجد إليه(۱)

عن أبي وائل قال: جلست مع شيبة على الكرسي في الكعبة فقال: لقد جلس هذا المجلس عمر فقال: لقد هممت أن لا أدع فيها صفراء و لا بيضاء إلا قسمتُه قلت: إن

(۱) فتح القدير شرح الهداية ۵/۴۵۰ كتاب الوقف. الفصل الأول في المتولي. مطبوعة رشيدية باكستان.

صاحبیك لم يفعلا. قال: هما المرء ان اقتدى بهما (۱) (بخاری شریف ص: ۲۱۷) وقال ابن الصلاح الأمر فيها أى فى كسوة الكعبة كل سنة فيقسمها على الحاج (۲) (عمدة القارى) حموی حاشیہ اشباہ میں ہے: **لا يصرف القاضى الفاضل من وقف المسجد ...... قيل ويعارضه ما فى فتاوى الإمام قاضى خان فى أن الناظر له صرف فائض الوقف إلى جهات برّ بحسب** مايراه الخ (۳)

پس معلوم ہوا کہ مصارف مذکورہ مبہمہ میں آمدنی اوقاف مذکورہ کی صرف کرنا بہ ضرورت مذکورہ درست ہے، اور اس کو قرض سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، جب کہ اس کی طرف آئندہ بھی احتیاج کا گمان نہیں ہے، اور جب کبھی اس قسم کی اسلامی اور دینی ضروریات پیش آیا کریں تو حسب صواب دید علماء ومتولیان مساجد آمدنی مذکورہ کو مصارف مذکورہ میں صرف کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تصویب) از مولانا اشرف علی صاحب: جواب صحیح ہے (اور) جواب کے اس جزو کا احتیاطاً مکرر اعادہ ضروری ہے کہ عوام ایک محل کو دوسرے محل پر قیاس نہ کریں جب کوئی ایسا موقع پیش آوے مستقلاً علماء سے اس کا حکم دریافت کریں۔ کتبہ: اشرف علی نزیل دیوبند

اوقاف مساجد کی آمدنی نوائب مسلمین محاربات اور امداد میں صرف کرنا

سوال: (۶۱۶) بسم الله الرحمن الرحيم: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد ہے جس میں روپیہ وقف ہے۔ اور اس وقف کی صورت یہ ہے کہ واقف نے ایک کمپنی میں کچھ حصہ لے کر وقف کر دیا۔ جس کی ماہوار آمدنی جمع ہوتی رہی، رفتہ رفتہ وہ اصل سے بڑھ گئی

(۱) الجامع الصحيح للبخارى ۱/ ۲۱۷ باب كسوة الكعبة. كتاب المناسك.

(۲) وقال ابن الصلاح: الأمر فيها إلى الإمام يصرفه فى مصارف بيت المال بيعًا وعطاءً، واحتج بما ذكره الأزرقى أن عمر كان ينزع كسوة البيت كل سنةٍ فيقسمها على الحاج (عمدة القارى ۹/ ۲۳۷ كتاب المناسك، باب كسوة الكعبة. مطبوعة رشيدية باكستان)

(۳) شرح الحموى على الأشباه والنظائر ص: ۱۴۸ القاعدة الخامسة من الفن الأول: تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة.

یا اس کے مساوی یا کم ہو؛ ایسی حالت میں کہ خاص اس مسجد کو اور وہاں کی اور مساجد کو فی الحال ضرورت نہ ہو بلکہ آئندہ بھی کوئی ضرورت عرصۂ دراز تک معلوم نہیں ہوتی، اگر ان زائد حصص کو (جو اصلی حصص سے زیادہ ہو گئے ہیں) فروخت کر کے اس اہم کام یعنی معرکہ بلقان کے ترکی مجروحین و یتیموں و بیوگان اور ترکی لشکر کی امداد میں صرف کیا جائے تو شرع محمدی میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نام کوئی خاص جائداد وقف نہیں بلکہ کمپنی کے وہ حصص جو مشترک ہوتے ہیں وقف ہیں، فی الحال جو روپیہ آمدنی ہے اس کو دے دینا اس مد میں جائز ہے یا جو اصل وقف کی آمدنی سے حصے خریدے گئے ہیں ان کو فروخت کر کے اس مد میں دینا جائز ہے؟ یا دونوں صورتیں جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا (۱۹۸۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں زائد آمدنی وقف مذکور کی امداد مجروحین و یتامیٰ جنگ مذکور میں صرف کرنا شرعاً درست اور جائز ہے۔ اور ان حصص کو جو بعد میں آمدنی موقوفہ سے خریدے گئے فروخت کرنا اور چندہ ہلالِ احمر میں صرف کرنا بھی درست ہے۔

روایات احادیث وفقہ اس بارے میں منقول ہیں: بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آمدنی اوقاف مساجد سے جو کچھ نوائب مسلمین ومحاربات میں صرف کیا جائے وہ بطریق قرض ہونا چاہیے؛ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون قید قرض کے درست ہے۔

پس جب کہ اس قدر روپیہ آمدنی وقف مذکور سے جمع ہے کہ اس مسجد کو نہ فی الحال اس کی حاجت ہے اور نہ آئندہ کو ضرورت معلوم ہوتی ہے اور امداد مجروحین کی ضرورت اس وقت جس قدر اہم ولابدی ہے وہ مخفی نہیں ہے؛ ایسی حالت میں بدون اس کے کہ رقم خرچ کردہ شدہ کو قرض سمجھا جائے آمدنی مذکور کو امداد مجروحین جنگ ترک میں خرچ کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ فتح القدیر میں ہے: ولو اجتمع مال الوقف ثم نابت نائبة من الكفرة فاحتيج إلى مال لدفع شرّهم قال الشيخ الإمام (محمد بن الفضل): ما كان من غلة وقف المسجد الجامع يجوز للحاكم أن يصرفه إلى ذلك على وجه القرض إذا لم تكن حاجة للمسجد إليه (۱)

عن واصل عن أبي وائل قال: جلست مع شيبة على الكرسي في الكعبة فقال: لقد جلس هذا المجلسَ عمرُ فقال: لقد هَمَمْتُ أن لا أدَعَ فيها صفراءَ و لا بيضاءَ إلا قسمتُه،

(۱) فتح القدير ۴۵۰/۵ كتاب الوقف – قبيل الفصل الثاني في الموقوف عليه . مطبوعة المكتبة النورية الرضوية، باكستان .

قلتُ: إنّ صاحبَيْك لم يفعلا فقال: هما المرآن أقتدى بهما (۱) (بخاری شریف: ۱/۲۱۷)

وقال ابن الصلاح: الأمر فيها (أى فى كسوة الكعبة) إلى الإمام يصرفه فى مصارف بيت المال بيعًا وعطاءً، واحتج بما ذكره الأزرقي: أن عمرؓ كان ينزع كسوة البيت كل سنة فيقسمها على الحاج (۲) (عمدة القاری ۴/۲۰۴) حموی حاشیۂ اشباہ میں ہے: لايصرف القاضى الفاضل من وقف المسجد ـــــ الى قوله ـــــ قيل: يعارضه ما فى فتاوى الإمام قاضى خان فى أن الناظر له صرف فاضل الوقف إلى جهات بر بحسب ما يراه الخ (۳) (القاعدة الخامسة من الفن الاول ۱/۱۶۰ مصرى)

ان عبارات سے واضح ہے کہ ضرورت موجودہ یعنی امداد مجروحین ویتامیٰ جنگ ترک میں وہ آمدنی زائد اوقاف مسجد کی جس کی ضرورت مسجد کو نہ فی الحال ہے نہ آئندہ مظنون ہے صرف کرنا جائز ہے۔ اور جن فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ نوائب میں قرضاً دیا جائے اس کا منشا یہ ہے کہ اگر کسی وقت اس مسجد کو کچھ ضرورت پیش آوے تو وہ روپیہ واپس لے کر اس میں صرف کیا جائے۔ لیکن جب کہ آمدنی ان اوقاف کی ہمیشہ اس قدر ہوتی رہتی ہے کہ اگر بالفرض آئندہ کوئی حاجت مسجد کو پیش آوے تو آمدنی آئندہ کی اس کے لیے کافی ہے۔ تو پھر اس رقم خرچ کردہ شدہ کو قرض کہنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ بخاری وعمدة القاری وعبارات حموی کا منشا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہٗ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ۔ الجواب صواب: محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

مسجد کی فاضل آمدنی بچوں کی تعلیم یا تبلیغ میں صرف کرنا

سوال: (۶۱۷) شملہ میں ایک انجمن ہے، اس کے اراکین یہ کوشش کرتے ہیں کہ جو مساجد ایسی ہیں جن کی آمدنی کافی ہے، اور کچھ روپیہ بچ سکتا ہے اس روپے کو دوسرے کاموں میں یا کسی اسکول میں غریب بچوں کی تعلیم پر اور تبلیغ وغیرہ میں خرچ کریں؛ کیا متولی فاضل آمدنی کو ایسے کاموں میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳ھ)

(۱) صحيح البخارى ۱/۲۱۷ كتاب المناسك ـ باب كسوة الكعبة.
(۲) عمدة القارى، ۷/۱۶۲ كتاب الحج ـ باب كسوة الكعبة. مطبوعہ زکریا دیوبند۔
(۳) حاشية الأشباه والنظائر للحموى ص: ۱۴۸ مطبوعة نول كشور لكنو.

الجواب: مساجد کی جو آمدنی ہوتی ہے وہ اسی مسجد کے اوقاف میں سے ہے، اس آمدنی کو اسی مسجد میں صرف کرنا چاہیے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب تک وہ مسجد آباد ہے ویران نہیں ہوئی، اس وقت تک اس کی آمدنی کسی دوسری مسجد میں خرچ کرنا درست نہیں ہے، اور کسی مدرسے میں اس کا خرچ کرنا درست نہیں ہے، اور نہ کسی قومی کام اور تبلیغ میں خرچ کر سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے: **إتحد الواقف والجهة وقلّ مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدًا و مدرسةً الخ لا يجوز له ذلك الخ** (۱) ظاہر ہے کہ یہاں دوسری صورت ہے جو اختلاف کی ہے، لہٰذا اس میں ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی بچی ہوئی رقم سے کنواں تیار کرانا

سوال: (۶۱۸) پبلک نے کسی مسجد کی تعمیر یا مرمت کے واسطے کچھ روپیہ فراہم کیا، بعد ختم ہونے تعمیر یا مرمت کچھ روپیہ بچ گیا، اب یہ بقیہ روپیہ کسی وقفی کام مثلاً چاہ آب نوشی کی تعمیر میں کام آسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۲/۱۳۴۰)

الجواب: بہ اجازت چندہ دہندگان چاہ آب نوشی وغیرہ کی تعمیر کے کام میں آسکتا ہے۔

روشنی کے لیے مسجد کی زائد آمدنی سے جنریٹر کا انتظام کرنا

سوال: (۶۱۹) ''راندیر'' کی مسجد میں روشنی کے اسباب کافی سے زیادہ ہیں، مگر مسجد مذکور میں آمدنی کی معتد بہ مقدار موجود ہے، جس کے آئندہ بے جا صرف ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے متولی کا ارادہ ہے کہ ایک انجن برقی روشنی کا اور برقی پنکھوں کا منگوایا جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳-۳۲/۳۳۵ھ)

الجواب: ہوا کا انتظام اور روشنی کا انتظام فی الجملہ ضروریات مسجد سے ہے، اور آمدنی مسجد سے ایک معتد بہ رقم موجود ہے، جس کو اگر اس میں صرف نہ کیا جاوے تو ضائع ہونے اور بے جا صرف ہونے کا خوف ہے، لہٰذا رقم مذکور سے انتظام ہوا اور روشنی برقی کا، بہ ذریعہ انجن درست ہے؛ اُس صورت میں

(۱) الدرمع الشامی ۶/۴۳۱ کتاب الوقف – مطلبٌ في نقل أنقاض المسجد و نحوه .

کہ مال مسجد کے ضائع ہونے اور بے موقع صرف ہونے کا اندیشہ ہو، فقہاء نے بعض غیر ضروری چیزوں بلکہ فضولیات مثلاً نقش ونگار مسجد میں صرف کرنے کو جائز رکھا ہے؛ پس ضروریات مذکورہ میں بدرجہ اولیٰ صرف کرنا درست ہے۔ وضمن متوليه لو فعل النقش أو البياض إلا إذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كما في الدر المختار وقوله: إذا خيف الخ بأن اجتمعت عنده أموال المسجد وهو مستغن عن العمارة وإلا فيضمنها كما في القهستاني عن النهاية (۱) (شامی ۱/۴۴۲)

مسجد کی زائد آمدنی سے مدرسہ بنانا

سوال: (۶۲۰) مسجد کی آمدنی اس قدر زیادہ ہے کہ فی الحال اور آئندہ مسجد میں اس کی ضرورت نہیں، اور ضائع ہونے کا خوف ہے، اس آمدنی سے اگر مدرسہ جاری کیا جائے تو حاکم کی اجازت اور منظوری کی ضرورت ہے یا نہ؟ (۱۱۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کچھ ضرورت حاکم کی اجازت کی نہیں، عدول اہل محلہ ومتولیان اس کام کو کر سکتے ہیں۔ فقط

مسجد کی فاضل آمدنی سے دینی مدرسہ قائم کرنا

سوال: (۶۲۱) ایک شاہی مسجد کے اخراجات سے اس قدر پس انداز ہوتا ہے کہ اس سے ایک عربی مدرسہ کے اخراجات کیے جا سکتے ہیں؛ اور پھر بھی بچ رہے، اور اسی خیال سے ان نگرانوں نے اس مسجد میں ایک عربی مدرسہ قائم کر دیا ہے جو اہل شہر کی جانب سے منتخب ہیں، لیکن شرائط واقف بالکل معلوم نہیں؛ اس صورت میں ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور آئندہ ایسے مدرسہ کو قائم رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۹۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ان ممبروں کا یہ فعل جائز ہے، اور بہ ظاہر غرض واقف کے مخالف نہیں ہے اور جب کہ آمدنی اس مسجد کی ضروریات مسجد سے اس قدر زیادہ ہے کہ مدرسے کے اخراجات کے بعد بھی بچے رہے، اور مسجد کی ضروریات میں تنگی نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر اس آمدنی فاضل کو دینی مدرسے میں

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۳۷۳/۲ كتاب الصلوة – مطلبٌ: كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحب غيره الخ.

صرف نہ کیا جاوے تو اندیشہ اس کے ضائع ہونے یا غیر محل میں صرف ہونے کا ہے، لہٰذا اجراء اس دینی مدرسہ کا اور باقی رکھنا اس کا جائز بلکہ ضروری ہے۔ فقط

سوال: (۶۲۲) ایک مسجد کے اوقاف کی آمدنی اس قدر ہے کہ اس کی حوائج ضروریہ بلکہ متفرقہ غیر ضروریہ بھی اعلیٰ پیمانے پر پوری ہوجاتی ہیں، اور پھر بھی رقم کثیر فاضل بچتی ہے، متولی مسجد ہذا کی خواہش ہے کہ ایک مذہبی درس گاہ جس میں صرف دینیات کی تعلیم ہو قائم کی جائے، اور وہ فاضل رقم اس مدرسہ کے اخراجات میں صرف کی جائے تو کیا مسجد کا فاضل روپیہ دینی مدرسے میں صرف کرنا درست ہے؟ (۱۴۴۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ مدرسہ اس مسجد کے متعلق ہوگا، اور مسجد کے اوقاف کی آمدنی اس قدر کثیر ہے کہ مسجد کے مصارف سے بہت زیادہ ہے، اور ممکن ہے کہ کسی وقت میں وہ خورد برد ہوجائے؛ اس لیے اس مسجد کے متعلق مدرسہ تعلیم قرآن وحدیث وفقہ کا جاری کرنا درست ہے؛ کیونکہ غرض واقف کے یہ خلاف نہیں ہے، اور زائد آمدنی کے ضائع ہونے سے یہ بہتر ہے کہ کارِ خیر میں صرف ہو" وقد صرح الفقهاء أن مراعاة غرض الواقفين واجبة (الشامی ۵۲۱/۶ کتاب الوقف) وأنه يفتى بكل ما هو أنفع للوقف(۱) (درمختار، شامی)

سوال: (۶۲۳) اگر کسی مسجد کے اوقاف سے اس قدر آمدنی ہو کہ اس کے مصارف پورے ہوکر اس قدر بچت ہوتی ہے کہ کئی ہزار تک نوبت پہنچ جائے، اور مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو، اور واقف نے سوائے خرچہ امام ومؤذن وغیرہ کے اور کسی کارِ خیر میں صرف کرنے کے لیے امر ونہی بھی نہ کی ہو تو اب اس سرمایہ میں سے دوسری مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا یا مدرسہ اسلامیہ جاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۸۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ سرمایہ مسجد مذکور کا اس قدر زیادہ ہے کہ اس مسجد کو نہ اس کی اس وقت ضرورت ہے، اور نہ آئندہ مظنون ہے، تو دوسری مسجد کی مرمت وتعمیر میں اس کو صرف کرنا درست ہے۔ اور نیز جاری کرنا مدرسہ دینیہ کا اس سے درست ہے، کیونکہ مراعات غرض واقف لازم ہے اور ظاہر ہے کہ غرض واقف جو کہ ثواب ہے اس صورت میں بطریق احسن حاصل ہے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۸۲/۶ کتاب الوقف ــ مطلبٌ سکن المشتری دار الوقف.

مسجد کی آمدنی سے مسجد کے مدرسے کا قرض ادا کرنا

سوال: (۶۲۴) زید متولی جامع مسجد نے مع شرکت عامۂ مسلمین قصبہ ایک عمارت خریدی، اس میں مدرسہ اسلامیہ جاری کیا، بعدہ عمارت مدرسہ کو جامع مسجد پر وقف کر کے رجسٹری کرادیا، بعدہ زمین دار سے زمین مدرسہ کی بابت کچھ نزاع ہوگیا جس میں کچھ روپیہ بطور قرض کے لے کر زمین دار کو دے کر مصالحت کر لی، سوال یہ ہے کہ جامع مسجد کی دکانوں سے اگر متولی باجازت مسلمین وہ قرض ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۰۸ھ)

الجواب: جب کہ مدرسہ مذکورہ جامع مسجد کے اوقاف میں سے ہوگیا تو جامع مسجد مذکورہ کی دکانوں کے کرائے کی آمدنی سے قرض مذکور ادا کرنا جائز ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے؛ اس لیے احوط یہ ہے کہ علیحدہ چندہ کر کے وہ قرض ادا کیا جائے۔ قال فی ردالمحتار: مسجدله أوقاف مختلفة لابأس للقيم أن يخلط غلتها كلها وإن خرب حانوت منها فلابأس بعمارته من غلة حانوت آخر لأن الكل للمسجد ولو كان مختلفًا لأن المعنى يجمعهما اهـ ومثله فی البزازية تأمل (۱) (شامی) فقط

مسجد کا روپیہ مدرسے میں خرچ کرنا

سوال: (۶۲۵) مسجد کے صحن میں بجانب شمال ایک حوض ہے، اور حوض کے پہلو میں بہ جانب شمال بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ ہیں، بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ کی چھت پر، ایک متولی نے اپنے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا، دوسرے متولیوں نے سکوت کیا، منع نہیں کیا، تقریباً پچاس سال سے یہ مدرسہ جاری ہے، اور یوماً فیوماً ترقی کرتا گیا، یہاں تک کہ درجہ عربیہ کے مدرسین مسجد کے بالائی درجہ میں تعلیم دیتے تھے۔ بعد اس کے نصف حوض مسقف کر کے مدرسہ میں داخل کر دیا گیا، مسجد کی پرانی چٹائی مدرسہ میں خرچ کی جاتی ہے؛ نیز مرمت مدرسہ؛ یعنی شکستہ چھت ودیواریں وغیرہ سفیدی ورنگ بیت الخلاء اور غسل خانہ کے نل اور پانی پینے کے مٹکے یہ سب، اور روشنی کا خرچ یہ سب اخراجات مسجد کے روپیہ سے بہ موجودگی اصلی متولیوں کے جاری تھے اور ہیں، اب وہ مدرسہ بہ سبب عدم کفایت خرچ قریب

(۱) الشامی ۶/۴۳۱ كتاب الوقف ـ مطلبٌ فی وقف المنقول تبعًا للعقار .

نوٹ: کے ہے مسجد غنی ہے، بہت روپیہ اس کا جمع ہے، آمدنی خرچ سے بہت زیادہ ہے، آیا اس مسجد کا روپیہ اس مدرسے پر بلاقرض خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بلاقرض خرچ نہیں کر سکتے تو بطور قرض حسنہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۷/۱۷۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زائد آمدنی مسجد کی مدرسہ وغیرہ مصارف خیر میں بطریق قرض صرف کی جاوے، اور بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ بلاقرض کے بھی صرف کرنا درست ہے۔ **قال الشیخ الإمام (محمد بن الفضل): ماکان من غلة وقف المسجد الجامع یجوز للحاکم أن یصرفه إلی ذلك علی وجه القرض إذا لم تکن للمسجد حاجة إلیه** الخ (۱) (فتح القدیر) اور حموی شرح اشباہ میں ہے: **قال بعضهم: الذی فیها لا یصرف القاضی الفاضل من وقف المسجد ...... وقیل ویعارضه مافی فتاوی الإمام قاضیخان فی أن الناظر له صرف فائض الوقف إلی جهات بر بحسب ما یراه** (۲) اس عبارت حموی سے واضح ہے کہ زائد آمدنی مسجد کو جہات بر میں بلاقرض کے بھی صرف کرنا درست ہے۔ فقط۔

مسجد کے روپے سے مسجد سے متعلق مدرسے کی مرمت کرنا

سوال: (۶۲۶) جامع مسجد کی دیوار جنوبی توڑ کر تھوڑی سی اراضی اور ملا دی گئی، اور اس کا نام مدرسہ رکھا گیا؛ مسجد کا کل سامان اسی مدرسے میں رکھا جاتا ہے اور عورتیں اسی میں نماز جمعہ ادا کرتی ہیں، مسجد کے روپے سے اس مدرسے کی مرمت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو مدرسہ کہ متعلق مسجد ہے، اور مصالح مسجد کے لیے ہے اس کے تمام اخراجات بھی وقف مسجد سے متعلق ہیں؛ لہٰذا مسجد کے سرمایہ سے اس کی مرمت کی جاسکتی ہے، اور یہی حکم کنویں اور استنجاء خانہ کا بھی ہے۔ فقط

---

(۱) فتح القدیر شرح الهدایة ۴۵۰/۵ **کتاب الوقف — الفصل الأول فی المتولی** مطبوعة رشیدیة باکستان۔

(۲) **شرح الحموی علی الأشباه والنظائر** ص: ۱۴۸ القاعدة الخامسة من الفن الأول: تصرف الإمام علی الرعیة منوطٌ بالمصلحة۔

مسجد کا روپیہ امام کو بطور قرض دینا

سوال: (۶۲۷) ایک مسجد کی آمدنی متولیان مسجد "زید و بکر" نے بلا سود بینک میں جمع کی ہے، زید کو مبلغ پانچ سو روپے کی ضرورت ہے، اور بیس روپے ماہوار ادا کرتا رہے گا، اگر درمیان میں مسجد کو کسی قسم کی ضرورت پڑے گی تو ـــــ ان شاء اللہ تعالیٰ ـــــ فوراً انتظام کر کے بقیہ رقم ادا کر دے گا، اور زید اپنی جائداد لکھ کر رجسٹری کرا دے گا تا کہ مسجد کا روپیہ تلف نہ ہو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟
(۲۲۴۱/۱۳۴۴ھ)

الجواب: کتب فقہ میں مال وقف کو قرض دینا جائز نہیں لکھا، لیکن اگر متولیان اپنی ذمہ داری پر قرض دیدیں، اور خود ذمہ دار ادائے قرض کے ہوں، اور جائداد رجسٹری کرا دیں جس سے خوف ضائع ہونے روپیہ مسجد کا نہ رہے، اور پھر ادا بھی کر دیں تو امید ہے کہ یہ جائز ہو، اور متولیان عاصی نہ ہوں، جیسا کہ شامی میں ہے: للمتولي إقراض مال المسجد بأمر القاضي الخ (۱) پس اس زمانے میں چونکہ قاضی نہیں ہے، اس لیے جائداد کے ذریعہ سے اطمینان کر لیا جائے۔ فقط

سوال: (۶۲۸) ایک مسجد کا روپیہ جمع ہے، اس میں سے امام مسجد کو روپے کی ضرورت ہے، اگر وہ اپنا مکان مسجد میں رکھ دے اور روپیہ لے لے، اور امام کی تنخواہ میں سے ماہوار مجرا ہوتا رہے، کچھ عرصے میں مسجد کا روپیہ بھی ادا ہو جائے گا، اور امام کا مکان بھی بچ جائے گا، وہ مکان ایک ہندو کے پاس رہن ہے، یہاں پر سب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد میں سے روپیہ دے کر مسجد اپنے نام مکان کو رہن رکھ لے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی صورت میں اگر متولیان مسجد امام مذکور کو مسجد کے روپیہ جمع شدہ میں سے قرض دیدیں ایسے طریقے سے کہ مسجد کا روپیہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس میں جواز کی گنجائش ہے، اس وقت قرض دیدیا جائے، اور امام کی تنخواہ میں سے ماہ بہ ماہ وضع کرتے رہیں، اور اطمینان کے لیے اس کا مکان رہن کر لیں۔ فقط

---

(۱) الشامی ۱۰۰/۸ کتاب القضاء. مطلبٌ للقاضی إقراض مال الیتیم ونحوہ.

مسجد کا روپیہ کسی باعزت مسلمان کو قرض حسنہ کے طور پر دینا

سوال: (۶۲۹) اوقاف مساجد کا روپیہ خزانہ سرکار میں محفوظ ہے، اور اس پر چند متولیان مقرر ہیں؛ کیا اس روپے کو کوئی مسلمان معزز بعد کفالت واطمینان وضمانت کے بطور قرض حسنہ باجازت متولیان لے سکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۱۵۹۲ھ)

الجواب: آمدنی اوقاف کے روپے کو قرض دینا متولیان کو درست نہیں ہے، کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے، اور اگر کسی متولی نے قرض دیدیا تو وہ ذمہ دار اس کی واپسی کا ہے، اگر واپس نہ آیا تو متولی کو اپنے پاس سے دینا پڑے گا۔ فقط

مسجد کی رقم سے عام لوگوں کے فائدے کے لیے رسّی، ڈول وغیرہ خریدنا

سوال: (۶۳۰) مسجد کے کنویں کے لیے رسی اور ڈول، مسجد کے خرچ سے برائے نفع رسانی عام مخلوق خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی مسجد کا روپیہ صرف ضروریات مسجد ہی میں خرچ ہوسکتا ہے یا عام لوگ بھی اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں؟ (۱۳۴۰/۲۴۶۶ھ)

الجواب: مسجد کا روپیہ خاص مسجد کی ضروریات میں صرف ہونا چاہیے؛ البتہ اہل محلہ واہل مسجد اگر اپنے پاس سے ڈول ورسی یا اس کی قیمت مسجد میں دیں اس غرض سے کہ مسجد میں بھی کام آوے، اور عام مخلوق بھی اس سے نفع اٹھاویں تو یہ درست ہے۔ فقط

مسجد میں نل نصب کرنے کی غرض سے دی گئی رقم سے مسجد میں دکان بنانا

سوال: (۶۳۱) ایک شخص ایک معتد بہ رقم مسجد میں نل نصب کرانے کی غرض سے دیتا ہے، اور یہ وعدہ کرتا ہے کہ یہ رقم صرف اس کام میں صرف کی جائے، اگر مزید ضرورت ہوگی تو میں بہ ذات خود اس کام میں جس قدر صرف ہوگا اور دوں گا، لیکن دوسرا شخص اس رقم سے پتھر خرید کر، مسجد کو توڑ کر ایک دوہری

دکان بنانے میں وہ رقم صرف کرڈالتا ہے، آیا اس قسم کا تصرف وکیل کو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس رقم کو دکان بنانے میں صرف کرنا درست نہیں ہے (۱) اور مسجد کو توڑ کر اس میں دکان بنانا بھی جائز نہیں ہے کذا فی الدرالمختار والشامی (۲) فقط

مسجد کی رقم خورد برد کرنا

سوال: (۶۳۲) ایک شخص نے مسجد کا روپیہ کھالیا؛ اس کے لیے کیا حکم ہے، اور وہ شخص جامع مسجد کا ممبر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۸۹۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: شخص مذکور نے جو روپیہ مسجد کا خوردوبرد کیا وہ اس کے ذمے ہے، اس کا ادا کرنا اس کے ذمے لازم ہے، اور وہ شخص متولی اور ممبر بنانے کے لائق نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی آمدنی میں زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: (۶۳۳) مسجد کے روپیوں پر زکوٰۃ ہے یا نہ؟ (۲۰۰/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد کے روپیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ وجوب زکوٰۃ کے لیے ملکیت شرط ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اس روپے کا کوئی مالک نہیں۔

مسجد کی رقم خائن سے وصول کرکے امانت دار شخص کے پاس رکھنا

سوال: (۶۳۴) ایک شخص کو چند مسلمانان نے امانت دار جان کر ایک مسجد کا مہتمم بنالیا تھا، جب اس سے آمد وخرچ کا حساب مانگا تو اس نے حساب سنانے سے انکار کیا، اور مسجد کا روپیہ دینے سے بھی انکار کیا، اگر وہ طلب کرنے سے مسجد کا روپیہ نہ دے تو نالش کرکے وصول کرنا، اور کسی امانت دار کے سپرد

(۱) شرط الواقف كنص الشارع الدرمع الرد ۶/ ۵۰۸ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقفین كنص الشارع.

(۲) وبه علم أن الفتوى على قول محمدؒ فی آلات المسجد وعلى قول أبی يوسف فی تأبيد المسجد (الدرمع الرد ۶/ ۴۲۹ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بے شک جس طرح ہوسکے وہ روپیہ مسجد کا اس سے وصول کر کے کسی دوسرے امانت دار شخص کے پاس رکھا جاوے۔فقط

امانت دار ہندو کے پاس مسجد کا خزانہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۳۵) ہندوامانت دار کے پاس جامع مسجد کا خزانہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸۴۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ہندو پر اگر اطمینان ہے تو اس کے پاس رکھنا بھی مسجد کے روپے کا درست ہے، اور اگر بوجہ تعصب جو کہ اس زمانے میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے مذہب اور مذہبی امور سے ہے اس سے لے کر کسی مسلمان امانت دار کے پاس رکھا جائے تو یہ انسب ہے، بہرحال یہ امر بھی معرفت حکام کے ہونا چاہیے تا کہ مسجد کا روپیہ ضائع نہ ہو۔فقط

ایک شخص نے مسجد کی تعمیر کے لیے جو روپیہ رکھ چھوڑا ہے اس کو مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا

سوال: (۶۳۶)...... (الف) ایک شخص نے کچھ روپیہ تعمیر مسجد کے لیے رکھ چھوڑا ہے، مگر اس بستی میں بہ قدر ضرورت مساجد موجود ہیں اور بستی ہذا میں مدرسہ انگریزی عرصہ سے ہے اس نے لوگوں کے عقائد خراب کردیے ہیں دو تین برس سے مدرسہ عربیہ قائم ہوا ہے مگر اب تک کوئی عمارت مدرسہ عربیہ کے لیے بناء نہیں ہوئی؛ اس صورت میں اگر اس روپے کو جس کو مسجد کی تعمیر میں صرف کرنے کا خیال ہے اگر مدرسے کی تعمیر میں صرف کردیں تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ اور اس میں زیادہ ثواب ہوگا یا تعمیر مسجد میں؟

(ب) اگر تعمیر مسجد کی منت ہو تو پھر حکم بدلے گا یا نہیں؟ (۱۰۱۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا، اور ثواب کی زیادتی اخلاص اور حاجت کی

زیادتی پر ہے۔ إنما الأعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى الحديث (۱)

(ب) پھر بھی کچھ حکم نہ بدلے گا یہ ان امور میں سے نہیں ہے جس کی نذر لازم اور واجب الادا ہو (۲)

(۱) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى؛ فمن كانت هجرته الى دنيا يُصِيبُهَا أو إلى امرء ة ينكحها؛ فهجرته إلى ماهاجر إليه (صحيح البخاري ۲/۱ باب كيف كان بدء الوحي)

(۲) قال في الشامي: وفي البدائع: ومن شروطه أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بعيادة المريض، وتشييع الجنازة، والوضوء والاغتسال وغيرذلك، ودخول المسجد ومس المصحف والأذان وبناء الرباطات والمساجد وغير ذلك، وإن كانت قربًا إلا أنها غيرمقصودة اهـ (ردالمحتار ۴۱۲/۵ كتاب الأيمان ـ مطلب في أحكام النذر)

مسجد کی اشیاء اور بوسیدہ چیزوں کا بیان

امام کا مسجد کے قرآن اٹھا کر رکھ دینا — اور زائد قرآن مدارس میں دینا یا فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال: (۶۳۷) اس ملک میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی حادثہ مثلاً مرض وغیرہ ہو، تو بالعموم علاوہ اور صدقات کے قرآن شریف ہدیۃً خرید کر — مساجد میں وقف کر دیا کرتے ہیں، اور پیش امام ان کو رکھ دیتے ہیں، اور کسی کو پڑھنے نہیں دیتے، اب کثیر التعداد نسخے ہو گئے ہیں؛ اب ان کی ضرورت — بفضلہ تعالیٰ — یہاں کے مدارس میں بھی نہیں ہے؛ ان نسخوں کو رکھ دیا جاوے، یا مدارس بعیدہ میں وقفاً بھیج دیا جاوے، یا فروخت کر کے ان کی قیمت اسی مسجد کے مصارف میں لگائی جاوے؟

(۶۷۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو قرآن شریف کسی مسجد میں وقف کیے جاویں، ان کو نقل کرنا غیر جگہ درست نہیں ہے، اور پیش امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مسجد کے نمازی کو پڑھنے کے لیے نہ دے؛ کیوں کہ اس صورت میں واقف کی غرض معدوم ہو جاوے گی وہ یہ کہ ''غیر پڑھے اور واقف کو ثواب ملے'' اگر پیش امام نے کسی کو پڑھنے نہ دیا تو گنہ گار ہوگا؛ ہاں اس کی حفاظت ضرور کرے، یہ نہیں کہ دُولاب (الماری) میں بند کر کے قفل لگا دے اور ان قرآنوں کی بیع بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ قابل نفع ہیں کما فی الشامی (۳۷۶/۳) لو وقف المصحف علی المسجد أی بلا تعیین أهله ...... یختص بأهله المترددین إلیه (۱) وفیه: یستوی في الانتفاع به الغنی والفقیر (۲) وفی: ص: ۳۸۲ نقلاً عن فتح القدیر: واعلم

(۱) الشامی ۶/۴۳۷ کتاب الوقف ـ مطلبٌ فی نقل کتب الوقف من محلها.
(۲) الشامی ۶/۴۳۷ کتاب الوقف ـ مطلبٌ فی حکم الوقف علی طلبة العلم.

أن عدم جواز بيعه إلا إذا تعذر الانتفاع به إنما هو فيما إذا ورد عليه وقف الواقف (۱) ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ کلام مجید کا نقل کرنا، یا بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

مسجد کے نام وقف کی ہوئی کتابیں مدرسے کو دینا

سوال: (۶۳۸) ایک شخص نے ایک قصبے کی ایک خاص مسجد میں اپنا کتب خانہ وقف کیا، دوسروں کو بھی ترغیب دی، انہوں نے بھی کار ثواب سمجھ کر کتابیں داخل کیں، لیکن وہاں کے باشندے اتنے ذی علم اور کتب بیں نہیں ہیں کہ ان علمی کتابوں کو دیکھیں یا ان کی قدر کریں، اب کتب خانہ کی یہ حالت ہے کہ چوہوں کا تختۂ مشق اور دیمکوں کی غذا ہو رہا ہے، اور بے فیض ایک شخص کے مکان میں مقفل الماریوں میں بند پڑا ہے؛ کیونکہ مسجد میں جگہ نہ تھی؛ ایسی صورت میں آیا یہ جائز ہے کہ کسی مدرسہ عربی میں وہاں کے صدر مدرس کے ذمہ داری پر ہر سال درسی کتابیں دیدیا کریں، اور قبل رمضان واپس لے لیا کریں تاکہ محرک کا اصل مقصود فوت بھی نہ ہو، اور وقف کا مقصد بھی حاصل رہے؟ (۱۳۴۱/۹۶ھ)

الجواب: کتب فقہ میں یہ تصریح ہے کہ مراعات غرض واقف ضروری ہے، اس لیے جب اس مسجد میں وہ کتابیں کام میں نہیں آسکتیں؛ تو کسی مدرسے میں ان کو بہ غرض تعلیم وتعلم اور مطالعہ دے دینا، اور پھر بعد فراغ واپس لے لینا، اور اسی طرح کرتے رہنا درست ہے، درمختار کتاب الوقف میں ہے: وإن وقف على المسجد جاز ويقرء فيه ولا يكون محصورًا على هذا المسجد الخ (۲) وفيه روايات أخر. وفي الشامي: على أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ (۳) (شامی ۳/۴۲۳) فقط

مسجد اور اس کے سامان سے متعلق چند احکام

سوال: (۶۳۹)...... (الف) جس مسجد کی آبادی کی کوئی صورت نہیں، اس کا سامان دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہ؟

---

(۱) الشامی ۶/۴۴۹ كتاب الوقف – مطلبٌ في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته .
(۲) الدر مع الشامی ۶/۴۳۶ كتاب الوقف – مطلبٌ متى ذكر للوقف مصرفًا إلخ .
(۳) الشامی ۶/۵۲۱ كتاب الوقف – مطلبٌ : مراعاة غرض الواقفين واجبة .

(ب) مسجد کی چھت خراب شدہ کی کڑی فروخت کر کے، اس کی قیمت مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہ؟

(ج) مسجد کے ٹپکنے کی وجہ سے اس کی کڑی و شہتیر یں (جو بالکل درست ہیں) فروخت کر کے داٹ لگانا جائز ہے یا نہ؟ (۳۴۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) منہدم شدہ مسجد جس کی آبادی کی کوئی صورت نہیں، اس کی حفاظت کی جاوے، اور سامان کا دوسری مسجد میں لگانا درست اور جائز ہے۔

(ب) ایسا کرنا درست ہے (ج) جائز ہے۔

آباد مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں

سوال: (۲۴۰) ایک مسجد جو آباد ہو اس کا سامان آرائش دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۷۴۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک مسجد آباد کا سامان دوسری مسجد میں لے جانا، اور استعمال کرنا درست نہیں ہے، مگر بہ ضرورت و مجبوری کے مضائقہ نہیں ہے۔

سوال: (۲۴۱) ایک مسجد کا نقض (ملبہ) دوسری مسجد پر قیمۃً یا بلا قیمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟ درانحالیکہ پہلی مسجد کا محلہ آباد ہے، اگر کسی نے ایک مسجد کا نقض دوسری مسجد پر لگا دیا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ (۲۴۱۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قال فی رد المحتار: لکن علمت أن المفتی به قول أبی یوسف ؒ أنه لایجوز نقله و نقل ماله إلی مسجد آخر کما مرعن الحاوی نعم هذا التفریع إنما یظهر علی ما ذکره الشارح من الروایة الثانیة عن أبی یوسف ؒ وقدمنا أنه جزم بها فی الإسعاف و فی الخانیة رباط بعید استغنی عنه المارة و بجنبه رباط آخر قال السید الإمام أبو شجاع: تصرف غلته إلی الرباط الثانی کالمسجد إذا خرب و استغنی عنه أهل القریة فرفع ذلك إلی القاضی فباع الخشب و صرف الثمن إلی مسجد آخر جاز الخ (۱) وأیضًا فیه (قبل سطور) جزم به فی الإسعاف: ولو خرب المسجد و ماحوله وتفرق الناس عنه لایعود إلی ملك الواقف عند أبی یوسف ؒ فیباع نقضه بإذن القاضی و یصرف ثمنه إلی بعض المساجد الخ (۱) (شامی) پس معلوم

(۱) الشامی ۶/۴۲۹، ۴۳۰ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره .

ہوا کہ بہ صورتیکہ پہلی مسجد آباد ہے، اور محلّہ والے جو نماز پڑھنے والے ہیں موجود ہیں، تو اس مسجد کا سامان منقوض دوسری مسجد میں لگانا درست نہیں ہے، اور اگر لگادیا گیا تو اس کی قیمت مسجد اول میں لگادینی چاہیے۔

ایک مسجد کی چٹائی وغیرہ اٹھا کر دوسری مسجد میں لے جانا

سوال: (۶۴۲) ایک مسجد کی چٹائی وغیرہ اٹھا کر کوئی شخص دوسری مسجد میں لے گیا، ایک کو برباد کر گیا، غیر کو آباد کیا؛ یہ فعل جائز ہے یا نہ؛ اور اس شخص پر کیا تعزیر ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لے جانا درست ہے؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۵۳ھ)

الجواب: اگر کوئی مسجد بالکل ویران اور غیر آباد ہو جاوے؛ تو اس کا سامان، چٹائی وغیرہ دوسری مسجد میں لے جانا درست ہے، اور اگر مسجد اول ویران نہیں ہے؛ تو پھر اس کا سامان چٹائی وغیرہ دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے کذا فی کتب الفقہ. پس جو شخص اس کو جائز کہتا ہے، وہ خطا پر ہے، اس کو چاہیے کہ غلطی سے جو چٹائی وغیرہ وہ دوسری مسجد میں لے گیا وہ اس کو واپس اسی مسجد میں لاوے، اور کچھ تعزیر اس پر نہیں ہے۔ فقط

ایک مسجد کی جانمازیں دوسری مسجد میں دینا

سوال: (۶۴۳) ہمیشہ سے ایک مسجد میں جمعہ ہوا کرتا تھا جس کے واسطے ممبئی سے دو جانمازیں اسی روپے میں لایا، مگر اب دوسری مسجد میں جمعہ ہونے لگا، اس میں سے موقوف ہوگیا، اگر شرعاً جائز ہو تو وہ جانماز اس مسجد میں بھیج دیں؟ (۱۳۳۷/۲۵۸۳ھ)

الجواب: وہ جانمازیں جو ایک مسجد میں داخل کردی گئیں ان کو دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے، اگرچہ جمعہ وہاں موقوف ہوگیا ہو کیوں کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک مسجد بالکل ویران اور غیر آباد ہو جائے کہ کوئی نماز پڑھنے والا وہاں نہ رہے تو اس وقت اس مسجد کا اسباب دوسری مسجد میں لے جانا درست ہے، اور جب تک وہ مسجد آباد ہو، اور اس میں پنج گانہ نمازیں ہوتی ہوں تو اس کے سامان کو دوسری

مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار والشامی (۱) فقط

سوال: (۶۴۴) ایک مسجد میں جانمازیں ضرورت سے زائد ہیں، تو وہ دوسری مسجد میں کام آسکتی ہیں، یا کوئی شخص اپنے گھر میں ان پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ (۲۵۶۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جس مسجد کی جانمازیں ہیں اسی مسجد میں ان کو استعمال کرنا چاہیے دوسری مسجد و مکان میں نہ لے جائیں، جب کہ مسجد اول آباد ہے اور اس میں نماز ہوتی ہے۔

مسجد کی صفیں و دیگر سامان عیدگاہ میں لے جانا اور استعمال کرنا

سوال: (۶۴۵) جامع مسجد کی چٹائی، اور صف و فرش و دیگر سامان عیدگاہ میں لے جا کر استعمال کرنا، اور بعد استعمال و رفع ضرورت فوراً جامع مسجد میں پہنچا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر عدم جواز جو نماز ان صفوف وغیرہ پر پڑھی گئی؛ وہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ (۳۵۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: تصریحات فقہاء وقواعد فقہیہ سے واضح ہوتا ہے کہ جامع مسجد کا سامان، فرش وصف وغیرہ عیدگاہ میں لے جانا اور استعمال کرنا درست نہیں ہے: قال فی الشامی: سَبَّلَ مصحفًا فی مسجد بعینه للقراءة لیس له بعد ذلك أن یدفعه إلی آخر من غیر أهل تلك المحلة للقراءة الخ (۲) وفی الدر المختار: ومثله فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحُصُره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر إذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلی أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض إلیه الخ (۳)

---

(۱) فی الدر المختار: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدًا عند الإمام والثانی وبه یفتی وفی الشامی: لكن علمت أن المفتی به قول أبی یوسف رحمه الله أنه لا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر كما مر عن الحاوی. وأیضا فیه: جزم به فی الإسعاف: ولو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس عنه، لایعود إلی ملك الواقف عند أبی یوسف رحمه الله فیباع نقضه بإذن القاضی ویصرف ثمنه إلی بعض المساجد الخ (الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۹-۴۳۰ كتاب الوقف – مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره)

(۲) الشامی ۶/۴۳۶،۴۳۷ كتاب الوقف – مطلب: متی ذكر للوقف مصرفًا لابد أن یكون فیهم تنصیص علی الحاجة.

(۳) الدر المختار مع الشامی ۶/۴۲۹ كتاب الوقف – مطلبٌ: فیما لو خرب المسجد أو غیره.

واضح ہو کہ مفہوم کتب فقہ معتبر ہوتا ہے کما صرح به فی الدر المختار والشامی (۱) پس جب کہ فقہاء یہ قید لگاتے ہیں کہ کسی مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لے جانا، اور استعمال کرنا اس وقت درست ہے کہ پہلی مسجد ویران ہو جائے، اور اس میں ضرورت نہ رہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس مسجد میں جس کا وہ سامان ہے ضرورت ہے، اور وہ مسجد آباد ہے تو اس کا سامان دوسری مسجد وغیرہ میں لے جانا بہ غرض استعمال درست نہیں ہے، بایں ہمہ اگر عاریۃً عیدگاہ میں سامان جامع مسجد لے گئے، اور ان صفوف پر نماز پڑھی تو نماز ہوگئی لیکن ایسا کرنا نہ چاہیے۔ فقط

ایک مسجد کا زائد سامان دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۶۴۶) ایک قصبہ میں کئی مساجد ہیں، بعض آباد اور بعض ویران ہیں، ایک مسجد آباد میں لوٹے، فرش، تیل اور سنگ وخشت ضرورت سے زائد موجود ہیں، ایک دوسرے محلہ کی مسجد میں اشیا مذکورہ کی ضرورت ہے تو اس مسجد میں لگانا ان اشیاء کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مفت دے سکتے ہیں یا قیمۃً؟

(۱۳۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: آباد مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا فقہاء نے ناجائز لکھا ہے؛ البتہ جس چیز کی فی الحال اس مسجد میں بالکل ضرورت نہ ہو، اور آئندہ بھی کوئی ضرورت متوقع نہ ہو تو اس کو فروخت کر سکتے ہیں، اور قیمت فروخت شدہ چیز کی اسی مسجد آباد میں صرف کرنا چاہیے۔

سوال: (۶۴۷) ایک مسجد میں سامان فرش وغیرہ کثیر ہے، اور دوسری مسجد میں سامان نہیں ہے مسجد اول سے کچھ سامان لے کر مسجد مذکور میں رکھ دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۸۸۰ھ)

الجواب: یہ تو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک مسجد خراب وغیر آباد ہو جائے، اور لوگ اس کو ترک کر دیں تو پھر اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کیا جا سکتا ہے، ویسے جائز نہیں: کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک وقف کا سامان دوسرے وقف میں نہیں لگایا جا سکتا، وقف میں اس طرح کے تمام تصرفات منع ہیں

---

(۱) فی الدر المختار: لأن مفاهيم الكتب حجة؛ وفی الشامي: وفی شرح التحرير عن شمس الأئمة الكردري أن تخصيص الشيئ بالذكر لايدل على نفی الحكم عما عداه فی خطابات الشارع، فأما ما فی متفاهم الناس وعرفهم وفی المعاملات والعقليات فيدل اهـ (الدر والرد ۱/۲۰۵-۲۰۶ كتاب الطهارة، مطلبٌ فی دلالة المفهوم)

لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد اول جب کہ وہ بہ دستور آباد ہے دوسری مسجد میں رکھنا جائز نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں دینا کب درست ہے؟

سوال: (۶۴۸) ایک مسجد میں اذان و جماعت کچھ نہیں ہوتی، کچھ عرصہ ہوا کہ آندھی کی وجہ سے وہ مسجد شہید ہوگئی تھی، اب اس مسجد کے متولی چاہتے ہیں کہ اس مسجد کا چھپر اور ستون اور جتنی چیزیں ہیں دوسری مسجد میں —— کہ وہاں اذان و جماعت برابر ہوتی ہے —— دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری مسجد کا متولی ان اشیاء کو فروخت کر کے اپنی مسجد میں لگا سکتا ہے یا بعینہ ان ہی اشیاء کو لگائے ۔ (۲۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: فقہاء حنفیہؒ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ مسجد بالکل غیر آباد ہو، اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو تو اس کا سامان دوسری مسجد آباد میں لگانا درست ہے، خواہ بعینہ وہ سامان لگایا جاوے یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت دوسری مسجد میں لگائی جائے، لیکن مسجد اول جو غیر آباد ہوگئی ہے، اس کی زمین بھی مسجد ہوگئی ہے، اور وہ ہمیشہ کو ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی، اس لیے اس زمین کو ایسا محفوظ کر دیا جائے کہ جانور وغیرہ اس میں نہ گھسیں، اور سوء ادبی نہ ہو، درمختار میں ہے: ولو خرب ماحوله و استغنى عنه يبقى مسجدًا عند الإمام و الثانى أبدًا إلى قيام الساعة وبه يفتى — إلى أن قال — فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض إليه الخ (۱) وفى الشامى: ولو خرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لايعود إلى ملك الواقف عند أبى يوسف فيباع نِقضه باذن القاضى ويصرف ثمنه إلى بعض المساجد الخ (۱)

مسجد کے ردّی سامان کا حکم

سوال: (۶۴۹) مسجد کا ردّی سامان کیا کیا جاوے؟ (۱۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد کا ردّی سامان فروخت کر کے اسی مسجد کے خرچ میں لایا جاوے ۔ فقط

سوال: (۶۵۰) کسی محلّہ میں زمانہ دراز سے ایک ٹین کی بنی ہوئی مسجد تھی، جس کو اہل محلّہ نے پختہ

(۱) الدر والشامى ۲ /۴۲۹ كتاب الوقف — مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره .

بنالیا ہے؛ اب سابق سامان مسجد کا مثلاً ٹین وستون وغیرہ جو کسی صورت سے پختہ عمارت میں صرف کرنا ممکن نہیں ہے فروخت کر کے اس کی قیمت جدید عمارت میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۹۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس سامان سابق کو فروخت کر کے اس مسجد کی جدید عمارت میں صرف کرنا درست ہے کذا فی الشامی وغیرہ (۱) فقط

مسجد کے پرانے سامان کا حکم

سوال: (۶۵۱) مسجد کے پرانے اسباب کو کیا کرنا چاہیے، اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۵/۱۳۴۴ھ)

الجواب: اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگادی جائے اور مشتری کے لیے استعمال کرنا اس کا درست ہے۔

سوال: (۶۵۲) منتظم مسجد، مسجد کے بوسیدہ فرش یا بوسیدہ لکڑی وغیرہ کو فروخت کر کے نیا فرش وغیرہ خرید سکتا ہے یا نہیں؟ اور پرانے سامان کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اور دوسرے محتاج نمازیوں کو تبرعاً دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۲۱/۱۳۳۱ھ)

الجواب: اس پرانے سامان کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو اس مسجد میں صرف کرنا چاہیے؛ تبرعاً کسی کو دینا یا بلا قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔

مسجد کی پرانی اشیاء کو مدرسہ میں لگانا درست نہیں

سوال: (۶۵۳) اشیاء مسجد جو پرانی اور بوسیدہ ہوجاویں مدارس دینیہ میں لگانا جائز ہے یا کیا کرنا چاہیے؟ (۱۹۱۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مدرسے میں لگانا درست نہیں ان کی قیمت اسی مسجد میں لگانا چاہیے۔

ایک مسجد کی شہتیر دوسری مسجد میں لگانا

سوال: (۶۵۴) ایک شہتیر ایک مسجد کے نامزد کیا گیا تھا، مگر تعمیر مسجد میں دیر ہے، اب ایک دوسری

(۱) حوالۂ سابقہ۔

مسجد تیار ہوئی ہے، اس مسجد پر شہتیر کو بطور تبادلہ لگانا چاہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۸۷۸ھ)

الجواب: یہ تبادلہ موافق روایاتِ فقہیہ کے درست نہیں ہے، شامی میں ہے: ولا یجوز نقله و نقل ماله إلى مسجد آخر ...... وهو الفتوىٰ حاوی القدسی وأكثر المشائخ عليه مجتبى وهو الأوجه (شامی) وفیه بعد أسطر: بخلاف أنقاضه لما قدمنا عنه قريبًا من أن الفتوىٰ على أن المسجد لايعود ميراثًا ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر الخ (۱) (شامی)

اور ظاہر ہے کہ شہتیر مذکور ایک مسجد کے نامزد کردینے سے وہ شہتیر اسی مسجد پر وقف ہوگیا، اور اس مسجد کا مال ہوگیا اور مسجد مذکور ویران بھی نہیں ہوئی تاکہ اس میں کچھ خلاف کی گنجائش ہو۔ فقط

مسجد کی کڑیوں وغیرہ کو فروخت کرکے نئی خریدنا

سوال: (۶۵۵) ایک مسجد قبل میں تنگ تھی، بعض اوقات بوجہ کثرت آدمیوں کے نمازیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اس لیے مسلمانوں کی کچھ زمین اسی مسجد کے متصل خرید کر مسجد کے وسیع ہونے کے لیے وقف کی، اب دوبارہ مسجد وسیع کی گئی، اب سابق مسجد کے اسباب مثلاً شہتیر، کڑیاں وغیرہ بوجہ وسیع ہونے کے اس میں نہیں آسکتے، اور رکھے رہنے سے ضائع ہوجاویں گے، ایسی صورت میں اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے دیگر شہتیر، وکڑیاں وغیرہ خرید کر اس مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۴۸۳ھ)

الجواب: بہ حالت مذکورہ مسجد مذکور کے سابق اسباب وسامان مثل شہتیر وکڑیاں وغیرہ کو جو کہ اب بعد وسیع ہونے مسجد کے اس کے کام میں نہیں آسکتے، فروخت کرکے اس قیمت سے دوسرے شہتیر وکڑیاں وغیرہ خرید کر مسجد میں لگانا درست ہے، کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس سامان سابق کے ضائع وخراب ہونے کا اندیشہ ہے، اور ضائع کرنا اس کا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی بوسیدہ کڑیاں فروخت کرکے ان کی رقم مسجد میں لگانا درست ہے

سوال: (۶۵۶) ایک مسجد کا شہتیر اور کڑیاں بوسیدہ ہونے کی وجہ سے کارآمد مسجد نہیں رہیں تو

(۱) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیره.

اس شہتیر اور کڑیوں کو مسجد کی دکان اور حجرہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ شرح وقایہ میں لکھا ہے: ونقضه يصرف إلى عمارته أو يدخر لوقت الحاجة إليها. وإن تعذر صرفه إليها بيع وصرف ثمنه إليها (۱) یہ مسئلہ صحیح اور مفتی بہ ہے یا کیا حکم ہے؟ (۱۰۹۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شرح وقایہ میں جیسا کہ اس مسئلہ کی نسبت لکھا ہے وہی صحیح اور مفتی بہ ہے؛ درمختار اور شامی وغیرہما میں بھی ایسا ہی ہے؛ پس حالت موجودہ میں اس شہتیر اور کڑی وغیرہ کو فروخت کر کے، ان کی قیمت کو مسجد کے مصارف ضروریہ کے لیے رکھا جاوے، دکان اور حجرہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے؛ مسلمانوں کو اس کے خریدنے میں کچھ حرج نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں نفع مسجد کا ہے، اگر فروخت نہ کیا جاوے گا، اور کوئی ان کو نہ خریدے گا تو مسجد کا نقصان ہوگا؛ یہ اچھا نہیں ہے۔

مسجد کی پرانی کڑیاں اور شہتیر وغیرہ خرید کر اپنے گھر میں لگانا درست ہے

سوال: (۶۵۷) اگر مسجد کی پرانی کڑیاں یا شہتیر فروخت کر کے (اس کی قیمت) اسی مسجد کی نئی تعمیر میں لگائیں تو درست ہے یا نہیں، اور کڑیاں اور شہتیر مشتری اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۷۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: پرانی کڑیاں وغیرہ فروخت کر کے اس قیمت کو نئی تعمیر میں لگانا درست ہے، اور خریدنے والوں کو اپنے مکان میں ان کڑیوں اور شہتیر کا لگانا درست ہے۔

سوال: (۶۵۸) وما فضل من تعمير المسجد من الخشب وغيره فبيعه أو استعماله في الدور جائز أم لا ؟ (۱۲۹۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بيعه لمصارف ذلك المسجد جائز و استعماله للمشترى فى داره جائز.

ترجمہ: سوال: (۶۵۸) مسجد کی تعمیر سے بچا ہوا سامان لکڑی وغیرہ کو بیچ کر مکانات میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) شرح الوقاية مع حاشية عمدة الرعاية ۴۱۲/۲ كتاب الوقف ـ ما يتعلق بتعمير المسجد.

الجواب: ایسے سامان کو اسی مسجد کے مصارف کے لیے فروخت کرنا جائز ہے، اور خریدنے والے کے لیے اس سامان کو اپنے گھر میں استعمال کرنا بھی درست ہے۔

مسجد کے پرانے پنکھے، یا بوریے دوسری مسجد میں یا مدرسے میں لگانا

سوال: (۶۵۹) مسجد کے پرانے پنکھے یا پرانے بوریے وغیرہ دوسری مسجد میں یا مدرسہ یا مسافروں کے کام میں لگا سکتے ہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶۶۳ھ)

الجواب: ان اشیاء کو فروخت کرکے (اس کا بدل) اس مسجد کے کاموں کے لیے رکھا جاوے، دوسری مسجد یا مدرسہ یا مسافروں کے کام میں نہ لایا جاوے، اور جو سامان جلانے کے قابل ہے، اس کو بھی مسجد کا حمام گرم کرنے کے لیے کام میں لایا جاوے۔

ایک مسجد کے لوٹے اور بوریے بہ وقت ضرورت دوسری مسجد میں عاریت کے طور پر دینا

سوال: (۶۶۰) کسی مسجد سے بوریا یا لوٹا عند الضرورت دوسری مسجد میں مستعار لے سکتے ہیں، اور بعدہ واپس اسی مسجد میں بھیج دیں؛ مثلاً ایک مسجد میں لوٹا وضو کے واسطے مستعار لے کر بعدہ خرید کر اسی تعداد میں یا اس سے زیادہ عدد ادا کردیں؟ (۹۸۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حسب تصریح فقہاء ایک مسجد کا سامان لوٹا و بوریا وغیرہ دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں ہے، اور اگر غلطی سے ایسا ہوگیا تو اس کے عوض دوسرا سامان لوٹا وغیرہ اس مسجد میں دینا چاہیے، یا اگر بعینہ وہی لوٹا وغیرہ موجود ہے تو وہی واپس دینا چاہیے۔ فقط

ایک مسجد کے ضرورت سے زائد لوٹے اور صفیں دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال: (۶۶۱) ایک مسجد میں لوٹے، صفیں زائد از ضرورت ہیں، دوسری مسجد میں نہیں ہیں تو کیا

اول سے دوسری میں انتقال جائز ہے؟ (۲۰۳/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب تک کوئی مسجد ویران نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے لوٹے، صفیں وغیرہ دوسری مسجد میں منتقل کرنا درست نہیں ہے۔

مسجد کی تعمیر سے بچے ہوئے سامان کا حکم

سوال: (۶۶۲) مسجد کی تعمیر کے لیے سامان خریدا گیا تعمیر کے بعد کچھ سامان بچ گیا؛ اب اس کو کوئی شخص اپنے ذاتی صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر وہ سامان چندہ یا وقف کے روپے سے نہیں خریدا گیا بلکہ سائل نے اپنے ذاتی روپے سے تعمیر مسجد کے لیے خریدا ہے تو اس صورت میں خریدنے والا اس کو اپنے ذاتی مصرف میں لاسکتا ہے، اور اگر وہ سامان چندہ یا وقف کے روپے سے خریدا ہے، اور اب مسجد میں اس کی ضرورت نہیں ہے تو اس کو فروخت کر کے اس قیمت کو مسجد میں خرچ کر دیا جائے، اور خریدنے والا اس سامان کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے۔

سوال: (۶۶۳) ایک مسجد کو بوجہ بوسیدہ ہونے کے از سر نو تعمیر کیا جو سامان بچ گیا اس کو فروخت کر کے اسی مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مشتری کے لیے یہ جائز ہے یا نہیں کہ اس سامان اینٹ و لکڑی کو اپنے صرف میں لاوے؟ (۱۳۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس مسجد کا سامان بچا ہوا فروخت کر کے (قیمت) اسی مسجد میں صرف کرنا درست ہے، اور مشتری کے حق میں وہ حلال ہے، اس کو اپنے کام میں لانا جائز و درست ہے۔

مسجد کو توڑنے کے بعد اس کی چھت اور دیواروں کی مٹی راستے میں ڈالنا

سوال: (۶۶۴) ایک مسجد گرائی گئی اب اس کی چھت اور دیواروں کی مٹی جو تعمیر سے بچ رہی شارع عام میں ڈالنی جائز ہے یا نہ؟ (۲۰۷۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: شارع عام وغیرہ میں اس زائد مٹی کو ڈالنا جائز ہے۔ فإن الضرورات تبیح المحظورات (۱) فقط

---

(۱) قواعد الفقه ، ص : ۸۹ ، القاعدة : ۱۷۰۔

مسجد کی ضرورت سے زائد چیزوں کو خریدنا، بیچنا اور نیلام کرنا

سوال: (۶۶۵)...... (الف) مسجد کا پتھر لکڑی وغیرہ فروخت کر کے (قیمت) اسی مسجد میں صرف کریں تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(ب) خریدار کو اشیاء مسجد کا خریدنا اور اپنے تصرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟

(ج) کیا اشیاء مسجد ہر مذہب والا خرید سکتا ہے اور اپنے تصرف میں لا سکتا ہے؟

(د) اور اشیاء مذکورہ کو نیلام بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۸۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) شرعاً ایسا کرنا درست ہے۔

(ب) خریدار کو درست ہے کہ اشیاء مسجد کو جن کا فروخت کرنا شرعاً درست ہے خرید کر اپنے کسی مصرف میں لاوے۔

(ج) ہر ایک مذہب والا خرید سکتا ہے، اور اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔

(د) نیلام کرنا بھی جائز ہے

مسجد کی چیزوں کو استعمال کرنا اور ان میں ناجائز تصرف کرنا

سوال: (۶۶۶) اشیاء مسجد کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہ؟ اور ایک شخص نے مسجد کا بوریا کسی وجہ سے کاٹ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۵۲۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد کی اشیاء کو اپنے کام میں لانا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں ہے: الوقف لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ (الشامی ۶/ ۴۲۱، کتاب الوقف) اور کاٹنا اس بوریا کا جائز نہ تھا جس نے کاٹا وہ ضامن اس کی قیمت کا ہے، اس کو چاہیے کہ اس کی قیمت سے دوسرا بوریا خرید کر مسجد میں داخل کر دے۔ فقط

کسی خاص کام کے لیے دیا ہوا روپیہ دوسرے مصرف میں صرف کرنا

سوال: (۶۶۷) اگر مسجد کے شامیانے کے واسطے چندہ کیا گیا تو اس کو مسجد کی چہار دیواری میں صرف کرنا، یا کوئی شخص بوریوں کے لیے روپیہ دے تو اس کو چراغ بتی میں خرچ کرنا، علیٰ ہذا کسی خاص

کا ... کے لیے کوئی دیوے، اور اس کو دوسرے مصرف میں جس کی اشد ضرورت ہو خرچ کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جس چیز کی مسجد میں اشد ضرورت ہے اس میں صرف کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

کیا امام؛ مسجد کی اشیاء اپنے کام میں لاسکتا ہے؟

سوال: (۲۶۸)...... (الف) مسجد میں تیل زائد آتا ہے اس کے سڑنے کا بھی احتمال ہے؛ کیا یہ تیل فروخت کر کے اور مسجد کے مصرف میں صرف ہوسکتا ہے؟

(ب) امام مسجد اس مسجد کی اشیاء تیل وغیرہ ولکڑی بوسیدہ اپنے کام میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۹۶۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) اس زائد تیل کو فروخت کر کے مسجد کے دوسرے کاموں میں صرف کرنا درست ہے، اور امام جس کے سپرد انتظام مسجد ہے ایسا کرسکتا ہے۔

(ب) نہیں لاسکتا۔ فقط واللہ اعلم

مسجد کے محافظ کو مسجد کی اشیاء کا ذاتی استعمال درست نہیں

سوال: (۲۶۹) جو شخص مسجد کی حفاظت کرتا ہو اس کو مسجد کی چٹائی بچھانا یا تیل جلانا درست ہے یا نہیں؟ یا کسی مصلی کو تیل لینے کی اجازت دینا درست ہے یا نہ؟ (۴۶۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔

مسجد کے ڈول اور رسّی سے پانی بھر کر گھر میں لے جانا کیسا ہے؟

سوال: (۲۷۰) اور مسجد کے ڈول و رسی سے پانی بھر کر گھر میں لے جانا درست ہے یا نہیں؟ اگر متولی مسجد لے جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر ڈول و رسی مسجد میں دینے والوں کی یہ نیت ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس سے پانی بھریں، یا نمازی یا امام و متولی اپنے گھر بھی پانی لے جائیں تو درست ہے ورنہ نہیں۔

مسجد کے زائد تیل کو بیچ کر امام کی تنخواہ دینا جائز ہے

سوال: (۶۷۱) مسجد میں جو تیل مسلمان لوگ یعنی اہل محلہ روشنی کی غرض سے بھیجتے ہیں، اگر وہ زائد ہو تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے امام کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی اور کام میں مسجد کے اس کی قیمت صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۰۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زائد تیل کو فروخت کر کے مسجد کے دوسرے کاموں میں لانا اور خرچ کرنا درست ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو امام کی تنخواہ میں صرف کرنا بھی جائز ہے کہ یہ بھی مسجد کی ضروریات میں سے ہے۔

سوال: (۶۷۲) مسجد کا زائد تیل امام کا حق ہے یا اس کی قیمت مسجد میں خرچ کی جائے؟ (۵۰۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کو فروخت کر کے اسی مسجد میں اس قیمت کو صرف کیا جائے وہ مسجد کا حق ہے امام کا حق نہیں ہے۔

مسجد کا ٹین دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۷۳) ایک مسجد کا ٹین وغیرہ تھا، بعض نمازیوں نے وہ ٹین اس مسجد کے توڑنے کے بعد منتقل کر کے، دوسری جگہ لے جا کر کچھ زمین کسی سے وقف کرالی، اور وہ ٹین وہاں لگا دیا، اور وہیں دوسری مسجد بنالی تو پہلی مسجد قدیم کا ٹین دوسری جگہ منتقل کرنا روا ہے یا نہ؟ اور وہ دوسری جگہ شرعاً مسجد ہوئی یا نہ؟ (۲۰۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس ٹین کو جو مسجد قدیم کا ہے اسی مسجد میں لگانا چاہیے اور دوسری مسجد کی زمین بھی مسجد ہوگئی ہے اگر اس کو چھاپنا ہے تو اس کے لیے دوسرا سامان خریدا جاوے۔

مسجد کی اشیاء فروخت کرنے کا حق کس کو ہے؟

سوال: (۶۷۴)...... (الف) مسجد میں ایک شامیانہ ہے اس کے فروخت کرنے کا حق کس کو حاصل ہے؟

(ب) باہر کے اشخاص نے لوٹا سی (تانبے کا لوٹا) مسجد میں دیا تھا اس کی فروختگی کا حق امام مسجد یا اہل محلّہ کو ہے یا کسی دوسری مسجد کے واسطے یہ سامان دیدیا جائے؟ (۷۷۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) اگر مسجد کو اس کی ضرورت ہے تو اس شامیانے کو فروخت نہ کیا جائے، اور اگر ضرورت اس کی باقی نہیں رہی تو اس کو فروخت کر کے اس قیمت کو اسی مسجد کی ضروریات میں صرف کیا جائے۔

(ب) وہ لوٹا سی جو کسی نے مسجد میں دیا اس کو فروخت کر کے وہ قیمت اسی مسجد کی ضروریات مثل لوٹا مٹی کے یا ڈول و رسی و بوریا میں صرف کی جائے؛ امام مسجد یا متولی مسجد اس کو فروخت کر کے مسجد میں لگا سکتا ہے، اور سامان ایک مسجد کا دوسری مسجد میں لگانا اور دینا جائز نہیں ہے، جب تک وہ پہلی مسجد آباد ہو۔ فقط

مسجد کے ملبے کو فروخت کر کے اس کی قیمت اسی مسجد میں لگانا درست ہے

سوال: (۶۷۵) ملبہ مسجد مثل کڑی وتختہ یا پتھر وغیرہ فروخت کر کے اس مسجد کے خرچ میں اگر لگایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور بیع بہ مصداق الوقف لا یملك درست ہے یا نہیں؟ (۸/۲۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس ملبے کو فروخت کر کے اس مسجد میں لگانا درست اور جائز ہے، اور یہ بیع صحیح ہے اَلْوَقْفُ لا یُمْلَكُ وَلا یُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) سے خارج ہے۔ فقط

مسجد کے برآمدے اور حجرے کے ملبے کو فروخت کر کے مسجد کو پختہ بنانا

سوال: (۶۷۶) ایک محلّہ میں مسجد اور برآمدہ مسجد وحجرہ و برآمدہ حجرہ میں بوجہ مفلسی محلّہ والوں کی یہ مسجد وحجرہ و ہر دو برآمدہ نہایت شکستہ حالت میں ہیں، اگر چند دن اسی طرح رہے تو جملہ ملبہ خراب ہوجائے گا، اگر ملبہ ہر دو برآمدہ وحجرہ کا فروخت کر کے اس مسجد کو پختہ بنادیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۴۱۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ چند عرصے میں اس حجرہ وبرآمدہ کا ملبہ بالکل خراب اور ضائع ہوجائے گا، اور کارآمد نہ رہے گا، یہ جائز ہے کہ اس ملبے کو فروخت کر کے مسجد کو پختہ کرادیا جائے، پھر جب کبھی وسعت ہو حجرہ وبرآمدہ بنوادیا جائے۔ هکذا أفتی به الفقهاء فی موضع الضرورة و خوف الضیاع (۱) فقط

جو مسجد دریا برد ہوگئی اس کے سامان کو کہاں صرف کیا جائے؟

سوال: (۶۷۷) ایک مسجد دریا برد ہوگئی، اس کا سامان وغیرہ رکھا ہے، اہل محلہ نے اقرب مساجد تیار کر لی ہے، اور اس میں اس سامان کی ضرورت نہیں ہے تو اس سامان کو مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اقرب مساجد ہی میں صرف کرنا چاہیے، اگر اس وقت ضرورت نہیں ہے تو اس کے لیے اس سامان کو محفوظ رکھا جاوے کہ وقت ضرورت کام آوے یا فروخت کر کے اقرب مساجد میں لگایا جاوے مدرسہ میں نہ لگایا جاوے۔

سوال: (۶۷۸) ''عثمان ساگر'' کا تالاب یہاں تیار ہو رہا ہے، متعدد گاؤں غرقاب ہو رہے ہیں، ان میں ایک مسجد بھی غرقاب ہو رہی ہے، اب ہم لوگ تھوڑے فاصلے پر علیحدہ دوسرا گاؤں بسا رہے ہیں، اور اس میں ایک مسجد بھی پختہ تیار کر رہے ہیں، اس نئی مسجد میں اس غرقاب ہونے والی مسجد کا پتھر وغیرہ تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جو مسجد غرقاب ہو رہی ہے، یا ہونے والی ہے، اس کا سامان پتھر وغیرہ مسجد جدید میں لگانا درست ہے کذا فی الشامی (۲)

---

(۱) قال فی ردالمحتار: سئل شیخ الإسلام عن أهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها إلی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشبه وینقلونه إلی دورهم، هل لواحد لأهل المحلة أن یبیع الخشبة بأمر القاضی، ویمسك الثمن لیصرفه إلی بعض المساجد أو إلی هذا المسجد؟ قال: نعم (الشامی ۶/۴۳۰ کتاب الوقف – مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)

(۲) قال فی الشامی: کالمسجد إذا خرب واستغنی عنه أهل القریة، فرفع ذلك إلی القاضی فباع الخشب وصرف الثمن إلی مسجد آخر جاز (شامی ۶/۴۳۰ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره)

سوال: (۶۷۹) ایک مسجد ہے، اس کو دریا کاٹ کر قریب آ گیا ہے، اب یقیناً مسجد کو گرا کر دھار میں کر لے گا؛ مسجد کو توڑنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۶۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر خوف اس مسجد کے دریا برد ہونے کا ہے تو اس کا سامان اٹھا کر دوسری مسجد میں لگا دینا درست ہے۔

دریا برد ہونے والی مسجد کی لکڑی اور اینٹیں استعمال کرنا

سوال: (۶۸۰) ایک مسجد دریا برد ہوئی جاتی ہے اس کی لکڑی اور اینٹیں کھود لینا چاہیے یا نہیں؟ اور بعد کھودنے کے لکڑی وغیرہ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ (۶۳۷/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس کی لکڑی اور خشت وغیرہ سامان یا اس کی قیمت کسی دوسری مسجد میں صرف کر دینا چاہیے خود اپنے استعمال میں نہ لاوے۔ فقط واللہ اعلم

منہدم مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال: (۶۸۱) اسباب وسامان مسجد منہدمہ را بہ قضائے قاضی فروختہ، قیمتش بمسجد ثانی صرف کردن جائز است یا نہ؟ (۱۰۷۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر مسجدے ویران شود، وصورت آبادی او متعذر شود، سامان او فروختہ بمسجد ثانی صرف کردن جائز باشد، ومسجد اول را ہم محفوظ داشتہ شود کہ آں زمین ہم مسجد است، وتا قیامت مسجد خواہد ماند، حرمت آں نگاہ داشتہ شود، واز سوء ادبی محفوظ کردہ شود۔

ترجمہ: سوال: (۶۸۱) قاضی کے فیصلے سے منہدم مسجد کے سامان اور آلات واسباب کو بیچ کر ان کی قیمت دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر مسجد ویران ہو جائے اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں اس کا سامان بیچ کر دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے ـــــ اور پہلی مسجد کو بھی محفوظ کر دیا جائے اس لیے کہ وہ جگہ بھی مسجد ہی ہے اور قیامت تک مسجد ہی رہے گی اس کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے اور بے ادبی سے اسے محفوظ رکھا جائے۔

سوال: (۶۸۲) ایک مسجد شکستہ، کہنہ، منہدمہ، غیر مسقف، غیر آباد جس میں صد ہا برس سے کبھی اذان ونماز نہیں ہوئی، ایک زمیں دار اہل ہنود کے موضع میں واقع ہے، اور دوسو برس سے زیادہ عرصے کی معمرہ ہے، اب مسجد کے اندر منہدم پختہ خشت کی دیواریں اور فرش شکستہ باقی ہے، جس پر خودرو درخت؛ ببول، جھاڑی وغیرہ کے صد ہا بڑے بڑے عظیم الشان پیدا ہو گئے ہیں، قریب مسجد کے اہل اسلام موضع مذکور کے باشندہ کا گھر نہیں، اہل ہنود آباد اور پکا ایک شوالا (مندر) ہے، بوجہ ویرانی مسجد کے احاطے میں دن رات جانور رہتے ہیں، اور سگ وخوک (کتے اور سور) وغیرہ بول و براز کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد کی تذلیل ہوتی ہے، اور بہ صورت سعی آبادی مسجد باہم اہل اسلام واہل ہنود فساد عظیم ہو جانے کا قوی احتمال ہے، آیا خشت ہائے بقیہ مسجد مذکورہ کو اگر جائے موقوعہ قدیم سے اٹھوا کر موضع مذکور کے اہل اسلام کے محلے میں دوسری مسجد جدید تعمیر کرادی جائے اور کہنہ مسجد کے خشت ہائے پختہ اس میں لگادی جائیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، وہ ابدالآباد تک مسجد رہتی ہے، مسلمانوں کو اپنے اختیار سے اس کی حفاظت میں کمی نہ کرنی چاہیے، اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ مسجد آباد نہیں ہوسکتی تو اس کا احاطہ ایسا کرادیا جائے کہ اس کے اندر جانور وغیرہ نہ گھسیں، اور بے حرمتی اس کی نہ ہو اور جو خشت اس کام سے زیادہ ہوں وہ دوسری مسجد میں لگادی جائیں۔ فقط

منہدم مسجد کی تعمیر ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۸۳) ”ٹھولی“ میں دو مسجدیں پچاس ساٹھ برس سے تھیں، ایک پختہ، ایک خام۔ مسجد خام عرصہ پچیس تیس سال کا ہوا شہید ہوگئی تھی، اس وقت تک اسی حالت میں ہے، سوائے زمین اور جگہ کے دوسرا نشان نہیں، اور بے حرمتی اس کی ہر قسم کی ہوتی ہے، اور موضع میں عموماً تین چار نمازی ہوتے ہیں، اب اس مسجد منہدمہ کو مکمل طور سے پختہ بنایا جائے یا صرف چہار دیواری پختہ کرا کر بند کرادیا جائے؟ (۱۰۰۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد ہی رہتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسجد منہدمہ کو تعمیر کرایا جائے، اور اگر سردست وسعت نہ ہو تو بالفعل اس کا

احاطہ کرادیا جائے کہ بے ادبی سے محفوظ رہے پھر جس وقت وسعت اور گنجائش ہو اس وقت تعمیر کرادی جائے۔ فقط

مسجد کے شکستہ جھاڑ و اور بوسیدہ فرش فروخت کرنا

سوال: (۶۸۴) مسجد میں جھاڑ و اور فرش شکستہ اور بوسیدہ جمع ہو جاتے ہیں؛ ان کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ ان کی کچھ ضرورت مسجد میں نہ رہی؛ تو اگر وہ فروخت ہو سکیں تو ان کو فروخت کر کے، ان کی قیمت کو مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔

مسجد کی بچی ہوئی اینٹ سے مدرسہ بنانا

سوال: (۶۸۵) مسجد کے لیے اینٹ تیار ہوئی تھی، مسجد کا کل کام ختم ہو گیا ہے، اور کچھ اینٹ بچ گئی ہیں، اس سے مدرسہ تیار کرانا درست ہے یا نہیں؟ (۴۶۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جو اینٹ مسجد کی بچ گئی ہے، اگر وہ اینٹ مسجد میں لگانے کی ضرورت نہیں ہے؛ تو ان کو فروخت کر کے اس کی قیمت؛ اسی مسجد میں صرف کر دینی چاہیے، خواہ مدرسے کے لیے خریدی جاویں یا اور کوئی خرید لے۔ فقط

مسجد کی اینٹوں اور کڑیوں کا حکم

سوال: (۶۸۶) ...... (الف) ایک مسجد از سرِ نو تعمیر ہو رہی ہے، اس میں سے کچھ کڑیاں نکلی ہیں، جو مسجد کے کام نہیں آسکتیں؛ ان کو فروخت کر کے کس مصرف میں صرف کیا جائے؟

(ب) مسجد کی بنیاد کے قریب ایک کنواں ہے، جو صرف مسجد کی غرض سے تعمیر کرایا گیا تھا، اب اہل قریہ بھی اس سے کام لیتے ہیں؛ اس صورت میں اس کنویں کی مرمت مسجد کی اینٹ سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ج) ایک مشترکہ زمین میں مسجد تعمیر کی گئی، ایک شریک اپنی زمین مسجد میں دینے پر راضی نہیں،

اگر اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس زمین کو بہ خوشی مسجد میں دیدیں تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) پرانی کڑی تختہ جو مسجد میں کارآمد نہ ہو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے۔ کذافی کتب الفقہ. (ب) ہوسکتی ہے۔

(ج) اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ نے جس وقت اجازت دیدی تو وہ مسجد ہوگئی؛ نماز اس میں بلا کراہت صحیح ہے، اور پہلے اس میں نماز مکروہ تھی۔ فقط

سوال: (۶۸۷) ایک مسجد کی لکڑی اینٹ وغیرہ کا استعمال دوسری مسجد میں درست ہے یا نہیں؟ مسجد کی حاجت سے زائد اسباب فروخت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۰-۳۳/۱۳۳۴ھ)

الجواب: دوسری مسجد میں لگانا درست نہیں اور زائد بے کار اسباب کو فروخت کر کے اسی مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔

مسجد کی اینٹیں اپنے مکان میں لگانا اور مسجد کی زمین پر قبضہ کرنا

سوال: (۶۸۸) ایک مسجد کے محلہ داران نے اینٹیں اپنی شاملات بنگلہ میں لگائی ہیں، اور اراضی مسجد کو بھی اپنے قبضے میں لانا چاہتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۶۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسجد کی اینٹیں وغیرہ سامان وقف ہے، اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوسکتا، پس جن لوگوں نے مسجد کی اینٹیں اپنی شاملات کے مکان میں لگائی ہیں وہ گنہ گار ہوئے، ان کو چاہیے کہ اس قدر اینٹیں یا ان کی قیمت مسجد میں دیویں، اور زمین مسجد پر کسی کا قبضہ کرنا صحیح نہ ہوگا، وہ بھی وقف ہے۔ اَلْوَقْفُ لا يُمْلَكُ وَلا يُمَلَّكُ (الدر مع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) حکم صریح ہے دربارۂ عدم مملوکیت وقف۔ فقط

مسجد کی تعمیر کے لیے تیار کی ہوئی اینٹوں کو بیچنے کا حکم

سوال: (۶۸۹) ''باشندگان ہمیر پور'' نے عرصہ ۲۲ سال کا ہوا دو بھٹے اینٹوں کے بغرض تعمیر مسجد آپس میں چندہ کر کے لگوائے تھے، بھٹے الی الیوم موجود ہیں، مگر بوجہ نا مساعدت زمانہ تعمیر مسجد نہ ہوسکی،

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نصف اینٹ فروخت کر کے مختصر مسجد تعمیر کرادی جاوے، چندہ دہندگان میں سے کچھ لوگ اس رائے کی ناموافقت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ضرورت فروختگی اینٹوں کی نہیں ہے، اگر تم سے تعمیر مسجد نہیں ہوسکتی تو ہم بدون فروخت کرنے اینٹوں کے تعمیر مسجد کرانے کو تیار ہیں، مگر جماعت اولی اینٹوں کے فروخت کرنے پر ضد کرتی ہے اس صورت میں کیا کیا جاوے؟ (۱۵۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں مسجد کی اینٹوں کا فروخت کرنا درست نہیں ہے، اور جس جماعت کی رائے یہ ہے کہ مسجد کی خشت فروخت نہ ہوں اور وہ تعمیر مسجد کرنے پر تیار ہیں وہ حق پر ہیں، ان ہی کی رائے کا اتباع کرنا چاہیے، اور یہ اس دوسرے فریق کی ضد اور نفسانیت ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ خشت فروخت کر کے چھوٹی مسجد تیار کرالی جاوے۔ فقط

شکستہ مسجد کی اینٹوں اور سامان کا حکم

سوال: (۶۹۰) مسجد شکستہ کی اینٹیں وغیرہ دوسری مسجد کے صرف میں لانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسجد شکستہ کی اینٹیں وغیرہ سامان فروخت کر کے حتی الوسع اس مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا چاہیے، اگر وہ مسجد بالکل ویران اور بے کار ہوگئی ہے، تو اس وقت دوسری مسجد میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔ كذا في الشامي وغيره.

سوال: (۶۹۱) ایک مسجد منہدمہ ویران افتادہ کی اینٹوں اور مصالحہ کا دوسری مسجد کی مرمت میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر اس مسجد منہدمہ کی اینٹیں دوسری مسجد کا فرش بنانے میں استعمال کرلی گئی ہوں تو بہ صورت عدم جواز اب کیا کرنا چاہیے؟ (۶۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسجد ویران شدہ منہدم کی اینٹیں دوسری مسجد میں صرف کرنا درست ہے؛ جب کہ مسجد ویران کی تعمیر اور آبادی کی کوئی صورت نہ ہو كذا في الدر المختار والشامي. فقط

سوال: (۶۹۲) مسجدے غیر آباد و ویران شدہ است، اگر سامان آں را بمسجد دیگر منتقل نہ کنند خوف ضیاع دارد؛ آیا سامان او بہ مسجد دیگر نقل کردن جائز است یا نہ؟ (۱۶۲۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: نقل سامان مسجد غیر آباد بہ مسجد دیگر جائز است، فقہاء آں را بہ ضرورت جائز داشتہ اند،

لیکن آں زمین مسجد تا ابد مسجد خواہد ماند، حفاظت و بقاء آں ضروری است لأن الفتویٰ علی تأبید المسجد کذا فی الشامی (۱)

ترجمہ: سوال: (۶۹۲) ایک مسجد غیر آباد اور ویران پڑی ہوئی ہے، اگر اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل نہ کریں تو ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے؛ تو کیا اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس غیر آباد مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز ہے، فقہاء نے ضرورۃً اس کی اجازت دی ہے؛ اس کے باوجود اس مسجد کی زمین ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، اس کی حفاظت اور بقاء کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ شامی میں ہے کہ فتویٰ مسجد کے ہمیشہ مسجد ہونے پر ہے۔

سوال: (۶۹۳) محمد مصطفےٰ خان صاحب رئیس خورجہ نے ایک مسجد جنگل میں بنائی، کیوں کہ اس جنگل میں بازار مویشی ہوا کرتا تھا، لیکن بعد چندروز کے وہ بازار موقوف ہوگیا، اور مسجد ویران ہوگئی، بوجہ دور ہونے کے کوئی نماز پڑھنے نہیں آتا، اس میں جواری جوا کھیلتے ہیں، یا مویشی چرانے والے مویشیوں کو بٹھاتے ہیں، تو اس مسجد کا سامان دوسری مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۰۳ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد رہتی ہے: لأن الفتویٰ علی تأبید المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) پس اس کی مسجدیت کا ابطال؛ یعنی یہ کہ وہ مسجد نہ رہے جائز نہیں ہے، البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جو مسجد ویران ہوجائے، اور اس کی آبادی کی کوئی صورت باقی نہ رہے؛ تو اس کا سامان دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے، مگر مسجد اول کا احاطہ ایسا کردیا جائے کہ وہ بے ادبی سے محفوظ رہے هکذا فی الدر المختار و الشامی (۲) فقط

سوال: (۶۹۴) ایک مسجد جو کہ قبرستان میں ہے شہید ہوگئی ہے، اس کی اینٹیں دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۳۶/۳۲۹ھ)

الجواب: جو مسجد قبرستان کی شہید ہوگئی ہے، اور ویران ہے، اس کی اینٹیں وغیرہ سامان دوسری

(۱) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف . مطلبٌ فیما لو خرب المسجد أو غیرہ .

(۲) قال فی البحر: وبہ علم أن الفتوی علی قول محمد رحمہ اللہ فی آلات المسجد وعلی قول أبی یوسف رحمہ اللہ في تأبید المسجد (الدرمع الرد ۶/۴۲۹ کتاب الوقف۔ مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیرہ)

مسجد میں لگانا جائز ہے، لیکن اس مسجد (قبرستان والی) کی زمین کی بھی حفاظت کی جائے، اس کا احاطہ کرادیا جائے کہ اس کی بے ادبی نہ ہو؛ کیوں کہ جو زمین مسجد ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ کو ابدالآباد تک مسجد رہے گی، اس کی بے ادبی کسی وقت درست نہیں ہے اس کا خیال رکھا جائے۔ فقط

سوال: (۶۹۵) کسی ویران اور غیر آباد مسجد کی اینٹ، کسی دوسری آباد مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو حجرہ ویران مسجد کے پاس ہو، اس کی اینٹ بھی دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۴۰۸ھ)

الجواب: ویران غیر آباد مسجد کی —— جس کی آبادی کی کچھ امید نہ ہو —— اینٹیں وغیرہ دوسری آباد مسجد میں لگانا درست ہے، اور جو حجرہ ویران مسجد ویران کے متعلق ہے، اس کی اینٹیں بھی دوسری آباد مسجد میں لگانا درست ہے، کیونکہ ویسے بظاہر وہ ضائع ہو جاوے گی، اسی بناء پر فقہاء رحمہم اللہ اجمعین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ فقط

مسجد کے زائد از ضرورت سامان کے چند احکام

سوال: (۶۹۶) مسجد کا مال جس کی مسجد میں ضرورت نہ ہو دوسری مسجد میں نقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً مسجد میں ڈاٹ لگوائی، کڑیاں نکلیں، اس مسجد میں ضرورت کڑیوں کی نہیں ہے، اور دوسری مسجد میں ضرورت ہے، اس مسجد میں یہ کڑیاں لگوادینا بہ رائے متولی درست ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی اشیاء بدست غیر اہل اسلام بیع کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی چیز مسجد کے اندر فروخت کی جائے یا بازار میں؟ اگر مسجد کی کڑیاں اور اینٹ چونہ جو مسجد درست شدہ سے علیحدہ ہو، اور اس کو پاخانہ یا غسل خانہ مسجد آخر میں یا اسی مسجد کے غسل خانے یا پاخانے کی تعمیر میں صرف کریں تو جائز ہوگا یا ناجائز، اور گھر کے غسل خانے اور پاخانے میں صرف کریں تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷/۸۸۴ھ)

الجواب: اس مسجد کا وہ سامان جس کی ضرورت اس مسجد کو نہیں ہے، فروخت کر کے اس قیمت کو اسی مسجد میں صرف کرنا چاہیے، اور خریدنا اس سامان کا ہر ایک مسلمان اور غیر مسلمان کو درست ہے، اور خواہ مسجد کے احاطے میں فروخت کرے یا بازار وغیرہ میں سب درست ہے، اور مسجد کا سامان خشت وچونہ وغیرہ جو زائد ہے اس مسجد کے غسل خانے و پاخانے وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا درست ہے، اور اپنے گھر میں صرف کرنا بغیر خریدنے کے درست نہیں ہے؛ ہاں خریدنے والے کو درست ہے۔

ویران مسجد کی اینٹیں دوسری مسجد میں لگانا درست ہے

سوال: (۶۹۷) ایک مسجد ویران منہدم ہے، جس کی مرمت کی امید نہیں ہے، اور مسجد کی اینٹیں خراب ہورہی ہیں: اگر وہ اینٹیں کسی دوسری مسجد مرمت طلب میں لگادی جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۴-۳۳/۳۰ھ)

الجواب: وہ خشت دوسری مسجد میں لگادینا درست ہے، کچھ حرج نہیں ہے: لیکن یہ ضرور ہے کہ مسجد ویران کی حفاظت کردی جائے، اور احاطہ پورا کردیا جائے کہ اس جگہ کی بے ادبی نہ ہو وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی۔ فقط

سوال: (۶۹۸) ایک مسجد ایسے موقع پر —— کہ برسات کے موسم میں اس کے نیچے دریا بہتا ہے —— آبادی سے فاصلے پر قطعاً غیر آباد جگہ میں واقع ہے، احاطہ کی دیواریں منہدم ہوچکی ہیں، بیرونی فرش کا نام نہیں، اندرونی فرش ٹوٹا ہوا ہے، سگ وشغال (کتا اور گیدڑ) کی نجاست پڑی ہوئی ہے، گنبد تک گرگیا ہے، اینٹیں سوائے اس کے کہ منتشر و پراگندہ ہوں یا لوگ اٹھا کرلے جائیں اور کسی مصرف میں نہیں آتیں، ایسی حالت میں مسجد مذکور کی اینٹیں کسی دوسری مسجد میں لگائی جاسکتی ہیں؟ (۱۳۴۳/۱۲۷۵ھ)

الجواب: ایسی حالت میں بعض فقہاءؒ نے اجازت دی ہے کہ اس کی اینٹیں دوسری مسجد کی تعمیر میں لگادی جائیں: لیکن چوں کہ حکم شرعی یہ ہے کہ جو جگہ مسجد ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی، لہٰذا اس زمین کی حفاظت اور احترام لازم ہے، کچاپکا احاطہ اس کا کرادیا جائے: تاکہ نجاست وغیرہ سے محفوظ رہے۔ فقط

خاص صورت میں مسجد کی اینٹیں مدرسے میں لگانا جائز ہے

سوال: (۶۹۹) ہمارے قصبے میں چند مساجد مسمار اور خراب پڑی ہیں، کسی کی صرف ایک دیوار، اور کسی کی ڈیڑھ دیوار، اور کسی کی صرف بنیاد ہی باقی ہے یہاں تک کہ ان کی زمینیں لوگوں نے کھیتوں میں شامل کرلیں، اور اینٹیں بھی اٹھا کرلے جاتے ہیں، اور مساجد کی آبادی ممکن نہیں ہے: ایسی مساجد کی بقیہ اینٹوں کو مدرسہ اسلامیہ میں جو کہ حدود مسجد کے اندر ہے لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۸۹ھ)

الجواب: ایسی حالت میں مدرسے میں ان اینٹوں کا لگانا درست ہے۔

واقف کی غرض کے خلاف اینٹوں کو لگانا

سوال: (۷۰۰) شیرکوٹ کی جامع مسجد تنگ تھی، مسجد کے شرق کی جانب سڑک سرکاری ہے، اور بہ جانب غرب اراضی افتادہ ایک ہندو کی تھی، جواب بنام مسجد خرید ہوگئی ہے، اور شمال کو ایک سہ درہ غیر مسقف معمرہ موجود ہے، اور جنوب کو اس کے سہ درہ کے واسطے اراضی موجود ہے، اور بعدہ اور بھی اراضی پڑی ہوئی ہے۔ زید نے اراضی پس پشت مسجد کے احاطے کی غرض سے کچھ اینٹیں ڈلوائی تھیں، بعض مسلمانوں نے ان اینٹوں سے برآمدہ صحن مسجد میں بنوانا بلا اجازت ورضا مندی زید شروع کردیا، آیا بلا اجازت زید بعض مسلمانان محلہ یا اگر کل مسلمانان قصبہ چاہیں تو وہ خشت ہائے مذکورہ کو برآمدہ مسجد بنانے میں صرف کرسکتے ہیں جب کہ زید نے اینٹیں بہ غرض احاطہ مسجد بجانب پشت وقف کی ہیں اور زید اب بھی انکار کرتا ہے۔ (۱۳۳۸/۲۲۲۱ھ)

الجواب: اس میں وقف کرنے والے کی نیت اور غرض کا لحاظ ضروری ہے، دوسری جگہ ان اینٹوں کو لگانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ کام نہ ہوسکے جس کے لیے وہ اینٹیں ڈلوائی گئی تھیں تو اس مسجد کے اگر دوسرے کام میں بہ رضائے اہل محلہ صرف کی جاوے تو درست ہے۔

مسجد کے پتھر مکان میں لگانا

سوال: (۷۰۱) ایک مسجد مکان کے اندر ہے، اور وہ بہت ہی شکستہ ہے، اس کی مرمت نہیں ہوسکتی، اس کا پتھر مکان میں یا کسی دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۴۲۴)

الجواب: مسجد مذکور کو ہمیشہ مسجد ہی رکھنا ضروری ہے، اس کی مسجدیت کبھی باطل نہیں ہوسکتی کما فی الشامی: ان الفتوی علی قول أبی یوسف فی تأبید المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) اور حتی الوسع اس مسجد کی مرمت ضروری ہے، اور اگر نہ ہوسکے تو اس مسجد کو محفوظ رکھنا ضروری ہے، اور بہ صورت ویرانی وغیر آبادی اس کے پتھر وغیرہ سامان کو دوسری مسجد میں لگا دینا درست ہے، لیکن مکان میں لگانا درست نہیں ہے۔

مسجد کے پتھر امام باڑے میں لگانا

سوال: (۷۰۲) ایک شہر میں ایک شاہی مسجد کہنہ آبادی سے باہر ویران پڑی ہوئی تھی، اس میں سے چندلوگوں نے کچھ پتھر نکال کر دوسری عمارت میں لگا دیے؛ یعنی ایک امام باڑا بنایا جاتا ہے، اس میں مسجد کے پتھر استعمال میں لائے گئے، مسجد کے پتھر نکال کر امام باڑے میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۶۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسجد کے پتھر امام باڑے میں لگانا درست نہیں ہے؛ یہ بالکل حرام ہے اور ناجائز ہے۔ فقط

مسجد کی ضرورت سے زائد موم بتیاں فروخت کرنا

سوال: (۷۰۳) مسجد میں کسی نے موم بتی اس قدر دیدیں کہ ضرورت سے بہت زائد ہیں، اگر فاضل از ضرورت موم بتیوں کو فروخت کر کے مسجد کے دیگر مصارف میں صرف کریں تو جائز ہے یا نہ؟ (۲۰۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں باقی موم بتیاں فروخت کر کے مسجد کے دیگر مصارف میں صرف کرنا جائز ہے، **في الشامي سئل شيخ الإسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب ...... هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هذا المسجد؟ قال: نعم(۱)** اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا سامان بہ وقت استغناء یعنی بوجہ ضرورت سے زائد ہونے کے، یا بوجہ مسجد کے ویران ہونے کے فروخت کر کے، اس کی قیمت مسجد کے دیگر مصارف میں صرف کرنا جائز ہے۔ فقط

---

(۱) الشامي ۶/۴۳۰ كتاب الوقف ـ مطلبٌ في نقل إنقاض المسجد ونحوه.

مسجد کے چندہ سے متعلق مسائل

جو لوگ مسجد کے لیے چندہ دے چکے وہ اس کے مالک رہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰۴)...... (الف) جو اشخاص واسطے تعمیر مسجد کے چندہ دے چکے وہ اس کے مالک رہے یا نہیں؟

(ب) روپیہ چندہ دے کر ایک عرصے کے بعد واپس لے سکتے ہیں یا نہ؟

(ج) اور جو لوگ واسطے تعمیر مسجد کے روپے دے چکے ان سے دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۲۵۴ھ)

الجواب: (الف) جب تک وہ روپیہ تعمیر وغیرہ میں صرف نہ ہو دینے والے اس روپیہ کے مالک رہتے ہیں۔

(ب) دوسرے سوال کا جواب بھی اول جواب سے ظاہر ہے؛ یعنی اگر وہ روپیہ موجود ہے صرف نہیں ہوا تو واپس لے سکتے ہیں۔

(ج) جب کہ وہ لوگ کسی مسجد وغیرہ کو چندہ دے چکے تو اس میں صرف کرنے کے لیے دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیٹے کی شادی کے موقع پر مسجد میں جو رقم دی اس کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: (۷۰۵) زید نے اپنے بیٹے کی شادی کی، اور جس مقام پر بارات گئی، وہاں کے کمینوں کو جوڑے، اور نقد روپے وغیرہ واسطے شہرت، اور ناموری کے دیے، اور مسجد میں بھی فرش اور کچھ نقد روپیہ دیا،

اور امام ومؤذن کو بھی روپیہ دیا؛ پس جو مسجد میں دیا اس کا ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر اللہ کے واسطے مسجد میں دیا تو ثواب ہوگا، اور جو نام آوری اور دکھلانے اور سنانے کو دیا تو ثواب نہ ہوگا، حدیث شریف میں ہے: إنما الأعمال بالنيات(۱)

مسجد کے لیے جبراً چندہ وصول کرنا

سوال: (۷۰۶) ایک قوم کو ایک مسجد اور کنواں تیار کرنا ہے، اور چند متمول اشخاص نے یہ منصوبہ باندھا ہے کہ کل برادری سے جبرا چندہ وصول کیا جائے، اور جو مقررہ رقم دینے سے انکار کرے وہ برادری سے خارج کیا جائے؛ ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں اعانت کرنا ثواب ہے یا عذاب؟ اور اشخاص مذکورہ کے لیے کیا حکم ہے؟ (۹۶۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: مسجد کی تعمیر کو اللہ تعالیٰ نے علامت ایمان کی فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الاية (۲) پس مسلمانوں کو مسجد کی اعانت میں خود بہ رضا و رغبت شریک ہونا چاہیے، اور حسب استطاعت اس کی اعانت میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے، آخر اپنی شادی غمی ضروریات اور فضولیات میں خوب دل کھول کر طاقت سے زیادہ خرچ کر دیتے ہیں؛ پس مسجد کی تعمیر میں کچھ رقم دینے کو کیوں جبر سمجھتے ہیں؟ بلکہ یہ چاہیے کہ جو کچھ رقم مسلمانوں کے ذمے ان کی استطاعت کے موافق مقرر کی جاوے اس کو بطوع ورغبت واخلاص اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں دیویں تاکہ ثواب اخروی ان کو پورا پورا حاصل ہو، اور جنت میں اس کے عوض مکان ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من بنى لله مسجدًا بنى الله له بيتًا في الجنة (۳) یعنی جس نے اللہ کے واسطے مسجد بنائی اور اس میں کسی قسم کی اعانت اور شرکت کی، اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت میں مکان بناوے گا۔ فقط

---

(۱) عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى ؛ فمن كانت هجرته إلى دنيا يُصِيبُهَا أو إلى امرءة ينكحها؛ فهجرته إلى ماهاجر إليه (صحيح البخاري ۲/۱ باب كيف كان بدء الوحي)

(۲) سورۂ توبہ، آیت: ۱۸۔

(۳) عن عثمان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بنى لله مسجدًا بنى الله له بيتًا في الجنة متفق عليه (مشكاة المصابيح ص: ٦٨ باب المساجد ومواضع الصلوة)

چندہ کر کے پختہ مسجد کو از سر نو تعمیر کرنا

سوال: (۷۰۷) ہمارے موضع میں ایک مسجد ہے، اس میں کسی قسم کی تکلیف نمازیوں کو نہیں ہے: لیکن چند مساکین قصبہ کی رائے یہ ہے کہ مسجد کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کریں، جس کے اخراجات کا تخمینہ چار ہزار روپے ہے، اور رقم موجودہ صرف بارہ سو روپے ہے، اور باقی اٹھائیس سو روپے بہ صورت سوال لوگوں سے وصول کیا جائے؟ اور باقی رقم کا وصول ہونا سخت مشکل ہے، اور اس جمع شدہ رقم کو بغیر ضرورت خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟ کیوں کہ مسجد از سر نو بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
(۱۹۲۳-۳۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وقف ردالمحتار میں منقول ہے: وفي ط. عن الهندية مسجد مبنى أراد رجل أن ينقضه ويبنيه أحكم ليس له ذلك لأنه لا ولاية له مضمرات إلا أن يخاف أن ينهدم إن لم يهدم تتارخانية وتأويله إن لم يكن الباني من أهل تلك المحلة وأما أهلها فلهم أن يهدموه ويجددوا بناءه الخ (۱) پس اگر وہ لوگ جو مسجد کو از سر نو بنانا چاہتے ہیں اہل محلہ سے ہیں، اور چندہ کر کے مسجد کو تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست ہے۔

دو مسجدوں کا چندہ یک جا اکٹھا کرنا

سوال: (۷۰۸) ایک موضع میں دو مسجدیں ہیں، اور دونوں غیر مکمل ہیں، موضع کے لوگ اس میں چندہ دے رہے ہیں، آیا دونوں کا چندہ علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیے یا یک جا؟ اگر کوئی شخص چندہ دے کر یہ کہے کہ یہ چندہ فلاں مسجد کا ہے تو وہ دوسری مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۰۱ھ)

الجواب: جو لوگ مشترک چندہ دونوں مسجدوں کے لیے دیں، وہ دونوں مسجدوں میں لگ سکتا ہے، اور جو شخص خاص کسی ایک مسجد کے لیے چندہ دے وہ اسی مسجد میں لگانا چاہیے۔

مسجد کے چندے میں بیس روپے کا وعدہ کر کے پانچ روپے دینا

سوال: (۷۰۹) زید نے تعمیر مسجد میں بیس روپے دینے کا وعدہ کیا تھا، اور پانچ روپے اسی وقت

(۱) الشامي ٦/ ٤٢٧ كتاب الوقف ـ مطلبٌ في أحكام المسجد.

دیدیے تھے اور اب باوجود وسعت کے باقی پندرہ روپے دینے سے انکار کرتا ہے، زید پر قیامت کے روز ایسا کرنے سے مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ (۵۶۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ فقط

جو رقم ایک مسجد کے پمپ کے لیے جمع کی گئی ہے اس کو دوسری مسجد کی ضرورت میں صرف کرنا

سوال: (۷۱۰) مسجد ''الف'' میں پمپ کی ضرورت ہے، اس کے لیے کچھ رقم جمع کی گئی، جو تاحال عطاء کنندگان ہی کے پاس ہے، اور مسجد ''ب'' کے لیے اشد ترین ضرورت یہ پیش آگئی کہ اس کے متولی نے اراضی مسجد کو ایک کافر کے پاس بہ عوض مبلغ ایک ہزار چار سو روپے کے رہن کرکے اپنا ایمان خراب کرلیا، جس کے متعلق مقدمہ دائر ہے؛ لہٰذا جو روپیہ مسجد ''الف'' کے پمپ کے لیے جمع کیا تھا اس کو مسجد ''ب'' کی ضرورت مذکورہ میں صرف کرنا اور یہ تبدیلی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۹۶/۱۳۴۴ھ)

الجواب: اس صورت میں معطیان اس رقم کو جو انہوں نے مسجد ''الف'' کے پمپ کے لیے جمع کی ہے مسجد ''ب'' کی ضرورت میں صرف کرسکتے ہیں، اور یہ تبدیلی درست ہے؛ کیوں کہ ابھی تک وہ رقم ملک معطیان سے خارج نہیں ہوئی، لہٰذا جب کہ دوسری ضرورت اس سے اہم پیش آگئی تو اس رقم کو دوسری ضرورت دینی میں خرچ کرنا درست ہے۔ فقط

مسجد کی دیوار کے لیے جمع کیا ہوا چندہ مسجد کے غسل خانے اور حمام میں لگانا

سوال: (۷۱۱) ..... (الف) اگر مسجد کی دیوار کے واسطے چندہ جمع کیا گیا، اس کے بعد کسی وجہ سے وہ دیوار نہ بن سکی، تو اس روپے کو اس ہی مسجد کے غسل خانے و حمام میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس چندہ کو باجازت چندہ دہندگان کسی اور مسجد میں صرف کردیا جائے؟

(ب) ایک مسجد کی بچی ہوئی اینٹیں ایک مکان کی منڈیر میں لگائی گئی ہیں، اب وہ منڈیر اکھاڑ کر

ان ہی اینٹوں کو مسجد میں لگایا جائے یا اس کی قیمت مالک منڈیر سے لے کر مسجد میں لگائی جائے؟

(۲۰۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) اس مسجد کے حمام وغسل خانے میں اس روپے کو صرف کرنا درست ہے، اور دوسری مسجد میں صرف کرنا درست نہیں مگر باجازت چندہ دہندگان یہ بھی درست ہے۔

(ب) ان ہی اینٹوں کو جو منڈیر پر لگی ہیں ان کو اکھاڑ کر مسجد میں لگایا جائے؛ کیونکہ وہ اینٹیں وقف ہیں، ان کا معاوضہ لینا درست نہیں ہے؛ لیکن اگر اینٹیں بعینہٖ مسجد کے کام میں نہ آئیں بلکہ فروخت کرنا ان کا منظور ہو تو پھر صاحب مکان سے قیمت لے کر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ فقط

مسجد کے دروازوں کے لیے جو روپیہ دیا گیا ہے اس کو مناروں پر خرچ کرنا

سوال: (۷۱۲) ایک شخص نے مسجد کے دروازوں پر خرچ کرنے کے لیے کچھ روپیہ دیا، متولی اس کو مناروں پر خرچ کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۵۵۲ھ)

الجواب: جس کام کے لیے کسی نے روپیہ دیا ہے وہ اسی کام میں صرف کرنا چاہیے، لیکن اس کی اجازت سے دوسرے کاموں میں مسجد کے بھی صرف کرنا درست ہے۔

جدید مسجد کی تعمیر کے لیے جو چندہ جمع کیا گیا ہے اس کو جامع مسجد کی مرمت میں صرف کرنا

سوال: (۷۱۳) اہل محلہ نے باہمی اس غرض سے چندہ جمع کیا کہ محلہ میں مسجد جدید تیار کی جاوے، وہ روپیہ ابھی تک امانت رکھا ہے، کچھ عرصے کے بعد باہم یہ مشورہ قرار پایا کہ اس محلہ میں جدید مسجد بنانا بے سود ہے، اور جامع مسجد میں روپے کی سخت ضرورت ہے؛ یہ روپیہ وہاں دیدیا جاوے، چندہ دینے والے سب اس امر پر راضی ہیں؛ یہ رقم جامع مسجد میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۳۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں اس روپے کو جامع مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کرنا درست اور جائز ہے۔

مسجد کے لیے روپے دینے کا ارادہ کرنے کے بعد مسجد کے بجائے کنویں میں لگانا

سوال: (۱۴ے) اگر کوئی شخص مسجد کے لیے کچھ روپے خرچ کرنا چاہے، اور پھر وہ اسی روپے کو بجائے مسجد کے کنویں پر لگا دیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس روپے کو کنویں میں لگا دینا درست ہے کیونکہ اس شخص نے جب تک اس روپے کو مسجد میں نہیں لگایا اس وقت تک وہ اسی کی ملک ہے، اس لیے اس کو کنویں میں بھی لگا سکتا ہے۔

ایک مسجد کا چندہ دوسری مسجد کی دکان کی مرمت میں لگانا

سوال: (۱۵ے) مسجد کا چبوترا ریلوے تار کے اندر ہے، اس پر چھت ڈلوانے کے لیے مبلغ ایک سو دس روپے چندہ جمع ہے؛ لیکن اس کی چھت پڑنا غیر ممکن ہے، بوجہ اجازت نہ ملنے کے — ایک دوسری مسجد غریب محلہ میں واقع ہے اس کی ایک دکان بہت بوسیدہ ہے؛ لہٰذا اس چبوترے کا جمع شدہ چندہ اس دوسری مسجد کی دکان کی مرمت میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو روپیہ اس چبوترۂ نماز کے لیے جمع ہے اس کو اسی کی ضروریات کے لیے جمع رکھا جائے، اور جس وقت ممکن ہو اس کو مسقف کردیا جائے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تب بھی اس روپیہ جمع شدہ کو اسی چبوترے کے لیے رکھا جائے؛ کیوں کہ روپیہ پیسہ دینے والوں نے جو کچھ دیا ہے اسی کے لیے دیا ہے، دوسری مسجد کی دکان کی تعمیر جدید چندہ سے ہونی چاہیے۔ فقط

مسجد کی تعمیر کے لیے کیا ہوا چندہ فقراء کو دینا

سوال: (۱۶ے) ایک شخص نے برائے تعمیر مسجد لوگوں سے چندہ وصول کیا، پھر سب اپنے خرچ میں صرف کرلیا، اب وہ چاہتا ہے کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے فقراء کو دیدوں اگر بجائے تعمیر مسجد کے بھوکے کو دیدیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: چندہ دینے والوں سے دریافت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اگر وہ اجازت دیں تو

غریب کو دیا جا سکتا ہے، اگر اس مسجد میں اب صرف نہیں ہو سکتا جس کے لیے چندہ کیا گیا تھا تو چندہ دینے والوں کو واپس کر دینا چاہیے، اگر یہ دشوار ہو اور تعیین چندہ دینے والوں کی نہ ہو تو پھر کسی محتاج کو ایک یا متعدد کو صدقہ کر دیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد کے لیے باراتیوں کی دی ہوئی رقم قبرستان میں صرف کرنا

سوال: (۷۱۷) ایک مسجد کا کچھ روپیہ جمع ہے، وہ اس طور کا ہے کہ جو بارات آتی ہے وہ مسجد میں حسب حیثیت کچھ روپیہ مسجد کے خرچ کے واسطے دے جاتی ہے، وہ روپیہ مسجد کے خرچ میں لگے یا مسجد کے خادموں کو دیدیا جائے، دوسری مسجد میں یہ روپیہ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ قبرستان میں کنواں بنوار ہے ہیں اس میں روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: مسجد کا روپیہ اسی مسجد کی ضروریات میں ہی صرف کرنا چاہیے، اور مسجد کی ضروریات میں امام ومؤذن کی تنخواہ بھی داخل ہے، ان کی خدمت بھی حسب قاعدہ مسجد کی آمدنی میں سے کر سکتے ہیں، اور دوسری مسجد میں یا قبرستان کے کنویں میں اس کو صرف نہیں کر سکتے۔ فقط

مسجد کا چندہ دوسرے کاموں میں صرف کرنا

سوال: (۷۱۸) مسجد کے چندے کو دوسرے کام میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۵۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو چندہ مسجد کے لیے جمع کیا جاوے اس کو مسجد کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے، اور دوسرے کاموں میں صرف نہیں کر سکتے۔ فقط

مسجد کا چندہ؛ خیرات، نیاز، اور مدارس وغیرہ میں دینا

سوال: (۷۱۹) جو چندہ اخراجات مسجد کے لیے مثلاً تنخواہ امام ومؤذن، خرید لوٹا، تیل ومرمت مسجد جمع کیا گیا ہے، کسی اور مصارف میں مثلاً اعانت مسافرین، خیرات، نیاز، چندہ مدارس اسلامیہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۴۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو روپیہ مسجد کی ضروریات کے لیے یا بناء مسجد کے لیے جمع کیا گیا، اس کو دوسرے مصارف میں مثل اعانت مسافرین وغیرہ میں صرف کرنا بدون اجازت چندہ دہندگان کے درست نہیں

ہے: کیوں کہ چندے کا روپیہ جب تک اس کام میں صرف نہ ہو، جس کے لیے وہ چندہ کیا گیا ہے ملک چندہ دہندگان میں داخل رہتا ہے؛ پس بدون ان کی اجازت کے ان کی تعیین کے خلاف دوسرے مصارف میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے۔ فقط

مسجد میں چندہ دینے والا اپنی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲۰)...... (الف) خالد نے زید سے ایک مسجد میں خرچ کرنے کے واسطے کچھ روپیہ لیا تھا، پھر وہ روپیہ خالد نے مسجد کی تعمیر ضروریہ میں خرچ نہیں کیا؛ بلکہ اپنی ذاتی خرچ میں اٹھالیا، پھر کچھ عرصے کے بعد اب خالد وہی روپیہ اسی مسجد کے ضروری کام میں لگانا چاہتا ہے، مگر اب زید یہ کہتا ہے کہ اس سال تم نے میرا روپیہ مسجد میں نہیں لگایا، اب میرا روپیہ مسجد میں نہ لگاؤ۔ مجھے واپس دیدو، زید اس روپے کو واپس کرسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) اب بعد منع کردینے کے، خالد کو وہ روپیہ زید کی بلا اجازت مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳-۳۲/۲۲۴۴ھ)

الجواب: (الف) وہ روپیہ زید واپس لے سکتا ہے۔

(ب) اب بعد منع کرنے زید کے، خالد کو وہ روپیہ مسجد وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

امام کا مسجد کے چندے میں سے کچھ رقم اپنے ذاتی خرچ میں صرف کرنا

سوال: (۷۲۱) ایک موضع میں کچھ روپیہ مسجد کے چندے کا ایک امام صاحب کے پاس جمع تھا، اس میں سے کچھ روپیہ امام صاحب نے اپنے ذاتی خرچ میں صرف کرلیا، اور باقی چندہ دہندگان کو واپس کردیا، اور جو روپیہ خرچ کرلیا اس کے دینے سے انکار کرتے ہیں، شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۳۲۴ھ)

الجواب: اس صورت میں جو روپیہ امام مذکور اپنے صرف میں لایا، اس کا ادا کرنا اس کے ذمے لازم ہے۔ اور واجب ہے، اور بلا اجازت چندہ دہندگان کے اس کو وہ روپیہ رکھنا ناجائز اور حرام ہے،

اگر وہ نہ دے گا تو مرتکب فعل حرام ہے اور عاصی ہے۔

مسجد میں جو رقم دی گئی اس کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۷۲۲) ایک مسجد میں ایک باہر کے شخص نے پانچ روپے دیے تھے، اس وقت مسجد میں کوئی امام مستقل نہ تھا؛ تخمیناً ایک ہفتہ کے بعد اس مسجد میں امام مستقل رکھا گیا، یہ پانچ روپے اس امام کا حق ہے یا مسجد کے لوٹے بوریے وغیرہ میں صرف کیے جائیں؟ (۳۰/۷۲۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: پانچ روپے جو امام مذکور کے آنے سے پیشتر کسی شخص نے مسجد میں دیے تھے وہ اس امام کا حق نہیں ہے، وہ روپیہ مسجد کا ہے، مسجد کے کاموں میں مثل ڈول، رسی، لوٹا صف، بوریا وغیرہ میں صرف کیے جائیں۔ فقط

کافر نے مسجد میں جو صدقہ دیا ہے اس کا شرعی حکم

سوال: (۷۲۳) کفار کا صدقہ اگر وہ مسلمانوں کی مسجدوں میں داخل کر دیں تو وہ صدقہ ہم مسلمان لوگ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً ایک ہندو نے اپنی کسی مصیبت میں خدا کے نام پر ایک اونٹ منت مانا، اور وہ اونٹ ایک مسجد میں دیدیا، ایسا صدقہ مسلمانوں کو لینا اور اسے کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر اس ہندو نے وہ اونٹ مسجد میں دیا ہے تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں خرچ کرنی چاہیے، نمازیوں کو اس کا کھانا درست نہیں ہے، اور اگر نمازیوں کے لیے دیا ہے جیسا کہ افطاری وغیرہ نمازیوں کے لیے مسجد میں دیتے ہیں تو اس کا کھانا نمازیوں کو درست ہے۔ فقط

مسجد کے پھلوں کی نیلامی —— اور مشرک کے چندہ کا حکم

سوال: (۷۲۴)...... (الف) ایک مسجد کے احاطہ میں میوہ جات درخت ہیں، اور وہ درخت مسجد کی ملک میں ہیں، جب درختوں پر میوہ آتا ہے تو وہ نیلام کیا جاتا ہے؛ یہ نیلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) غیر کتابی مشرک کچھ مسجد میں دینا چاہے تو متولی مسجد لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: (الف) اس طرح نیلام کرنا شرعاً جائز ہے، اور جو روپیہ کہ اس سے حاصل ہو اس کو

مصالح مسجد میں صرف کیا جائے۔ قال في الحاوي : غرس في المسجد أشجارًا تثمر إن غرس للسبيل فلكل مسلم الأكل والإقتباع لمصالح المسجد انتهى (۱) اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے: مسجد فيه شجرة التفاح الخ الصحيح أنه لايباح لأن ذلك صار للمسجد يصرف إلى عمارة المسجد (۲)

(ب) لے سکتا ہے۔ فقط

انجمن کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا

سوال: (۷۲۵) ایک انجمن کی آمدنی بذریعہ فراہمی آرد گندم گھر گھر ہوتی ہے، اب ایک مسجد جو نا تمام پڑی ہوئی ہے اس کی تعمیر میں آمدنی انجمن بہ اتفاق رائے ارکان انجمن صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲/۱۷۱۲-۳۴ھ۱۳۳۴)

الجواب: آمدنی مذکور تعمیر مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔ فقط

مسجد کے واسطے وقف کیا ہوا روپیہ واپس لینا

سوال: (۷۲۶) بعض لوگوں نے کچھ روپیہ مسجد کی مرمت کے واسطے وقف کردیا تھا، اب اس روپے کو واپس لینا چاہتے ہیں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۳۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب تک وہ روپیہ مرمت مسجد میں صرف نہیں ہوا شرکاء چندہ وعطاء کنندگان واپس لے سکتے ہیں، ابھی انہیں کی ملک ہے، روپیہ کا وقف تو ہوتا نہیں، لہٰذا قبل خرچ کرنے کے ملک مالکوں کی باقی ہے۔

عصری تعلیم یافتہ حضرات سے مسجد کے لیے چندہ لینا

سوال: (۷۲۷) ایک مسجد مرمت طلب ہے، اس لیے جملہ احباب نے اس میں چندہ دیا ہے، اورنواب سلطان احمد خاں صاحب وصاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب احمدی بیرسٹریٹ لاہائی کورٹ

(۱) الدر المختار مع الشامی ۶/۵۰۷ کتاب الوقف ۔ مطلبٌ استأجر دارًا فيها أشجارٌ ۔
(۲) الفتاوی الخانیة مع الهندیة ۳/۳۱۰، ۳۱۱ کتاب الوَقف ۔ فصلٌ في الأشجار ۔

الہ آباد وغیرہ تعلیم یافتہ گان مدرسہ علی گڑھ بھی چندہ دینے کو آمادہ ہیں، بعض احباب کہتے ہیں کہ ان کا چندہ درست نہیں، بروئے شریعت خاص تعلیم یافتہ گان مدرسہ علی گڑھ کا چندہ لینے میں شرعاً کسی قسم کا حرج ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۴ھ)

الجواب: صاحبان مذکور سے چندہ لے کر مسجد میں لگانا درست ہے، ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو کہتے ہیں کہ ان صاحبوں سے چندہ لینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرباء کے لیے جمع کیا ہوا چندہ مسجد میں لگانا

سوال: (۴۸۷) اگر وباء بخار میں اہل محلہ سے چندہ جمع کیا کہ غرباء ومساکین کو کھانا کھلا دیں؛ بعد فراہمی چندہ امام مسجد نے کہا کہ اس روپے کو تعمیر مسجد میں لگا دو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر چندہ دینے والے اس پر راضی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ فقط

مسجد میں نامناسب مال صرف کرنے کا بیان

اپنے اور مشترک مال سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۷۲۹) ایک شخص مرگیا، اس کی زوجہ اور چند وارث اور بھی ہیں؛ لیکن اس کی زوجہ نے کسی وارث کو حصہ نہیں دیا، اور بیوہ نے اس مال وروپے سے جس میں وارثوں کا حق ملا ہوا ہے، مسجد پختہ تیار کرائی ہے اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس مسجد میں نماز ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن خدا تعالی کے گھر میں ایسا مال مشتبہ اور مخلوط لگانا برا ہے، اور عنداللہ مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **ولایقبل اللّٰہ إلا الطیب** (۱) اب اس عورت کو چاہیے کہ جن جن کا حق اس کے ذمے ہے، اس کو ادا کرے یا معاف کرائے تا کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہو جائے، اور مسجد بھی پاک وصاف ہو جائے۔ فقط

حج کے لیے جمع کیے ہوئے روپیوں سے مسجد بنانا

سوال: (۷۳۰) ایک عورت نے کچھ روپیہ لوگوں سے مانگ کر حج بیت اللہ کے لیے جمع کیا، اور کسی وجہ سے حج کو نہ جاسکی، اب وہ چاہتی ہے کہ اس روپے سے ایک مسجد بنادیوے تو یہ اس کو جائز ہے یا نہیں اور وہ مال پاک ہے یا نہیں؟ (۱۵۳۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ روپیہ اس عورت کے ملک میں آ گیا ہے، اگر اس روپے سے مسجد بناوے تو جائز ہے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولايقبل الله إلا الطيب فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربي أحدكم فُلُوَّه حتى تكون مثل الجبل (الجامع الصحيح للبخاري ۱/۱۸۹ كتاب الزكاة. باب الصدقة من كسب طيب)

اس میں کچھ خبث نہیں ہے۔

نوٹ: احقر کو اس میں تامل ہے، اس لیے کہ جب روپیہ عورت کی ملک میں ایسے وقت آیا کہ حج پر قادر تھی تو حج اس کے ذمے فرض ہوگیا، اب اگر وہ حج خود نہیں کرسکتی تو حج بدل کرانا چاہیے، مسجد میں لگادیا تو حج بدل کرانا پھر اس کے ذمے رہے گا۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

صدقۂ فطر و دیگر صدقات واجبہ کی رقم مدرسے کی تعمیر میں لگانا

سوال: (۷۳۱) مدرسے کی عمارت میں صدقۂ فطر کا روپیہ لگانا جائز ہے یا اس کے لیے دوسرا چندہ کیا جائے؟ بعض لوگ یہی چاہتے ہیں۔ (۱۸۶۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: فطرہ کا روپیہ تعمیر مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ میں ''تملیک فقیر'' ضروری ہے، اور تعمیر میں صرف کرنے سے تملیک نہیں ہوسکتی، لہٰذا مدرسے کی تعمیر کے لیے علیحدہ چندہ کیا جائے، جیسا کہ بعض حضرات کی یہی رائے ہے، اور یہی صحیح ہے، اور صدقۂ فطر کا روپیہ طلبائے مدارس اسلامیہ کے اخراجات میں صرف کرنا چاہیے۔ فقط

قربانی اور عقیقہ کے چمڑوں کی قیمت اور دیگر صدقات واجبہ کو مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۷۳۲)..... (الف) آمدنی صدقات وخیرات وزکوۃ وزرِ چرم قربانی وعقیقہ وغیرہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ تعمیر ہو یا دیگر مصارف۔

(ب) آمدنی مذکور الصدر سے جو مسجد تعمیر ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یعنی نماز کامل ہوتی ہے یا ناقص؟ یا کمی ثواب کے ساتھ؟

(ج) تعمیر مسجد میں کس قسم کا مال ہونا چاہیے؟ (۱۷۶۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (الف-ج) زکوۃ وچرم قربانی وجملہ صدقات واجبہ کا تعمیر مسجد میں صرف کرنا بدون حیلۂ تملیک کے جائز نہیں، صدقات وخیرات نفلی مسجد میں صرف ہوسکتے ہیں ـــــ مسجد میں مال حلال لگانا چاہیے اور یہ اوپر معلوم ہوا کہ جس مسجد میں مال حرام لگا ہو اس میں نماز بکراہت ہوتی ہے، پس معلوم

ہوا کہ ثواب کم ہو جاتا ہے اصل نماز ادا ہو جاتی ہے۔ شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زکوۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال: (۷۳۳) ایک گروہ مسلمانوں کا غریب ہے، ان کی مسجد خام ہے بارش میں بہت ٹپکتی ہے، وہ لوگ بوجہ افلاس کے پختہ نہیں بنوا سکتے، ایک شخص کے پاس زکوۃ کا روپیہ موجود ہے، وہ روپیہ مسجد میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۷ھ)

الجواب: زکوۃ کے روپیہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا درست نہیں ہے، یعنی اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی اور پھر زکوۃ دینی پڑے گی، مگر ایک حیلہ جواز کا فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ وہ روپیہ زکوۃ کا اول کسی ایسے شخص کو دیا جائے جو مالک نصاب نہ ہو، پھر وہ شخص اپنی طرف سے اس روپے کو تعمیر مسجد میں صرف کر دیوے یہ جائز ہے۔ فقط

چرم قربانی کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۳۴) ایک قدیم مسجد ویران پڑی ہوئی ہے، نمازی وہاں نہیں جاتے، اور بوسیدہ حالت میں ہے، بستی کے مسلمانوں نے ایک اور نئی مسجد بنوائی تو اس صورت میں پہلی مسجد کی مرمت زیادہ ضروری ہے یا اس نئی کو بنانا ضروری ہے؟ جماعت میں تفریق ہونے کا اندیشہ ہے اور چرم قربانی کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا کیسا ہے؟ (۲۱۰۱/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پہلی مسجد جو ویران پڑی ہے اس کی مرمت کرانا اور اس کو آباد کرنا جائز بلکہ ضروری ہے، اور یہ عذر کہ اس کے آباد ہونے سے جماعت ٹوٹ جائے گی یہ ایسا عذر نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو آباد نہ کیا جائے؛ البتہ قیمت چرم قربانی کا صرف کرنا تعمیر مسجد میں اور مرمت مسجد میں جائز نہیں ہے۔

چرم قربانی کی رقم مسجد کی ضروریات میں خرچ کرنا

سوال: (۷۳۵) اگر متولی مسجد کے پاس چرم قربانی کی رقم جمع ہو، اور وہ مسئلہ معلوم نہ ہونے

(۱) الشامي ۳۷۳/۲ كتاب الصلوة – مطلبٌ: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره الخ.

سے ضروریات مسجد میں اسی رقم (چرم) قربانی سے خرچ کرتا ہے؛ تو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد مسجد کی خاص آمدنی سے وہ رقم خرچ کردہ (چرم) قربانی کی واپس کرے یا اپنے پاس سے ادا کرے؟ (۳۹۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اپنے پاس سے ادا کرے۔ فقط

گورنمنٹ کے روپیوں سے مسجد کی مرمت کرانا

سوال: (۷۳۶) شاہ اکبر نے کسی جگہ پر ایک عظیم الشان مسجد تیار کردی ہے، فی الحال اس مسجد کے متولی ونمازی بوجہ افلاس وتہی دستی اس کی مرمت نہیں کر سکتے، لہٰذا گورنمنٹ اپنی خوشی سے اس مسجد کی مرمت کرانا چاہتی ہے خواہ تیس چالیس ہزار روپے صرف ہوں؛ کیا اس روپے سے مسجد کی مرمت کرانا جائز ہے؟ (۶۱۴/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گورنمنٹ یہ روپیہ مسلمانوں کو دیدے، وہ اپنے طور سے اس کو مسجد کی مرمت میں صرف کردیں؛ بہر حال اگر گورنمنٹ نے اپنے طور سے بھی اس کی مرمت کرائی تو اس میں بھی گنجائش ہے۔ فقط

سوال: (۷۳۷) ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جو بہت شکستہ حالی میں ہے، اس کی مرمت کی استطاعت مسلمانوں میں نہیں ہے، موجودہ حالت میں اس کے جلد منہدم ہو جانے کا اندیشہ ہے: کیا اس کی مرمت کے لیے مسلمان گورنمنٹ سے درخواست کر سکتے ہیں؟ اور گورنمنٹ کا مسجد مذکور کی مرمت کرانا خلاف شرع تو نہ ہوگا؟ جب کہ تولیت اور اندرونی انتظام مسجد مذکور کا مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہے گا، اور امور مذہبی اس میں حسب دستور جاری وبرقرار رہیں گے، اور مرمت کرانے سے گورنمنٹ کا کسی قسم کا قبضہ یا امور مذہبی میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ (۶۱۸/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر واقعہ یہی ہے جو کہ سوال میں مذکور ہے، اور گورنمنٹ کا سوائے مرمت اور درستی کے اور کچھ دخل مسجد مذکور کے انتظام میں نہ ہوگا تو گورنمنٹ سے مرمت کرانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

فوجی سرمائے سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۷۳۸) ایک مسجد جو پہلے فوجی مسلمانوں نے تعمیر اور آباد کی تھی جس میں جمعہ ہوا کرتا تھا،

اب بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مسجد سرکاری ہے، اور فوجی سرمائے سے بنی ہے، لہٰذا جمعہ و جماعت اس میں جائز نہیں ہے؛ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۱۳۴۰/۲۶۲۴ھ)

الجواب: نماز جمعہ وغیرہ اس میں ہو جاتی ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ تعمیر اس مسجد کی فوجی مسلمانوں نے کرائی ہوگی، اگرچہ زمین سرکار نے دی ہوگی۔ فقط

جو جائداد کسی پیر کے نام پر وقف کی گئی ہے اس کی آمدنی مسجد یا مدرسے میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۷۳۹) کسی پیر یا بزرگ کے نام پر کوئی جائداد یا زمین وقف کی ہو تو اس کی آمدنی کہاں خرچ کرنی چاہیے؟ اور مسجد اور مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۶۱۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: واقف کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے، پس جو مصرف واقف نے مقرر کیے ہوں اسی کے موافق ان ہی مصارف میں اس آمدنی کو خرچ کرنا چاہیے؛ بدون تصریح واقف کے مسجد اور مدرسہ میں خرچ نہیں کر سکتے شرائط الواقف کنص الشارع (۱) (شامی وغیرہ)

ریاء اور فخر کے طور پر دیا ہوا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۴۰) جب کوئی شخص کسی تقریب میں موافق رواج کے اپنی ہمشیرہ کے یہاں بھات لے کر آتا ہے، اور گاؤں والوں کو جمع کر کے دکھاتا ہے تاکہ لوگ تعریف کریں، اور سب مسجدوں میں ایک ایک دو دو روپیہ دیتا ہے، اس سے بھی یہی غرض ہوتی ہے کہ لوگ تعریف کریں؛ آیا مسجد کا متولی اس روپیہ کو مسجد میں خرچ کرے یا نہیں؟ یا اس کو واپس کر دیوے؟ (۱۳۴۰/۲۴۸۶ھ)

الجواب: اگر دینے والے کی نیت خالص نہ ہو بلکہ ریاء و فخر و سُمعہ کی ہو تو اس کو اس دینے میں ثواب نہ ہوگا، لیکن متولی مسجد کو اس روپے کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا درست ہے اور اس کو واپس کرنا نہ چاہیے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار ورد المحتار ۶/۵۰۸ کتاب الوقف ــ مطلبٌ: فی قولهم: شرط الواقف کنص الشارع.

بے نمازی یا کافر کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۷۴۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں: مسئلہ: اگر کوئی بے نمازی مسجد اپنے مال سے بنائے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کے برابر ثواب ہوگا یا نہیں؟ اور اس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا دیگر مثل مکانات وغیرہ کا علیٰ ہذا کافر: نصرانی، ہندو، شیعہ کی بنائی ہوئی مسجد کا کیا حکم ہے؟ و نیز ان سب سے چندہ لینا کیسا ہے؟ (۴۰۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بے نمازی کی بنائی ہوئی مسجد، حکم مسجد کا رکھتی ہے اور نماز اس میں درست ہے، اور نصرانی ہندو وغیرہ جن کے نزدیک مسجد کا بنانا کار ثواب نہ ہو ان کی بنا کردہ مسجد مسجد نہیں، اور اگر وہ اس کو کار ثواب سمجھتے ہوں تو مسجد ہو جائے گی اور (ان سب سے) چندہ لینا بھی درست ہے ــــ اور شیعہ کی بنائی ہوئی مسجد، مسجد ہے۔

مزاروں کی آمدنی سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۴۲) مزاروں میں جو لوگ روپیہ دیتے ہیں اس روپے سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر کوئی جگہ مسجد کے لیے علیحدہ ہو، اور روپیہ دینے والے راضی ہوں تو وہ روپیہ مسجد کی تعمیر میں صرف ہو سکتا ہے۔

بیمار کے ہاتھ پر باندھا ہوا اور نذر کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۴۳) اگر کوئی شخص اپنے مویشی کی بیماری میں یہ کہے کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں اتنی رقم اللہ کے نام پر دوں گا، تو وہ رقم مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور جو روپیہ بیمار کے ہاتھ پر باندھا جاتا ہے، وہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہ روپیہ خیرات کرنا چاہیے فقراء پر مسجد میں خرچ کرنا اس کا درست نہیں ہے، البتہ جو بہ صیغہ نذر نہ ہو جیسا کہ بیمار کے ہاتھ پر روپیہ باندھنا؛ تو اس کو اختیار ہے کہ مسجد میں لگائے یا محتاجوں کو دے۔

قصابوں کا؛ ذبیحہ کی اجرت مسجد اور قبرستان میں دینا

سوال: (۷۴۴) ہمارے شہر میں ذبیحے کی اجرت کے متعلق باہم قصابوں میں یہ فیصلہ ہوا کہ نصف پیسہ مسجد میں لگایا جاوے، اور نصف قبرستان کے کام میں آوے، اور پہلے یہ پیسہ قبرستان کے فقیر کو دیا جاتا تھا؛ اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ (۱۷۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مسجد میں لگانا اس پیسے کا درست ہے، اور قبرستان میں صرف کرنا بھی درست ہے، جس طرح قصابان کی منشا ہو (جو کہ اس پیسے کو دیتے ہیں) ویسا کرنا چاہیے، جو فیصلہ برضائے باہمی ہوگیا ہے، اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے ایسا ہی کیا جاوے کہ نصف پیسہ مسجد میں صرف ہو اور نصف قبرستان کے کام میں آوے، یا اگر فقیر کو دینے کی رائے ہو تو اس کو دیا جائے۔ فقط

قرض لے کر مسجد بنوانے کا حکم

سوال: (۷۴۵) ...... (الف) قرض لے کر مسجد بنوانا درست ہے یا نہیں؟

(ب) مسجد کے بڑے بڑے گنبد اور منار بنوانا درست ہے یا نہیں؟ (۳۱۸/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) درست ہے (ب) درست ہے۔

جرمانے کا روپیہ مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: (۷۴۶) پنچایت میں کسی شخص کو بوجہ جرم کے کہتے ہیں کہ بہ طریق جرمانہ دس یا بیس روپے مثلاً مسجد میں دے، ایسے روپے کو مسجد میں لگانا یا کنویں کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۵۷/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جرمانہ شریعت میں درست نہیں ہے، للہذا بہ طریق جرمانہ اس مجرم سے جبراً کچھ روپیہ لے کر مسجد و چاہ کی تعمیر میں لگانا درست نہیں ہے۔ فقط

نکاح خوانی کی اجرت مسجد میں دینا

سوال: (۷۴۷) اگر نکاح خواں اجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے؛ بلکہ مسجد کے تیل و چٹائی

میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۹۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: خواہ اپنے کام میں لائے یا مسجد میں دیدے دونوں درست ہیں۔

بائسکوپ اور سرکس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت کرنا

سوال: (۷۴۸) بائسکوپ وسرکس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴-۴۴/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: مسجد کو ایسی ناجائز آمدنی سے محفوظ رکھنا چاہیے، لأن اللّٰہ طیب لا یقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ (۱) انتھی ملخصًا من الشامی فقط

کسی پر بدفعلی کا شبہ ہو تو اس کا پیسہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

سوال: (۷۴۹) ایک شخص کی حالت بہت خراب تھی بہت غریب آدمی تھا، روٹی تک کھانے کو نہیں ملتی تھی، اب چندروز سے اس نے ایک بنگالی بابو کے یہاں نوکری کرلی، جب سے اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں گذرتا کہ جس میں پانچ سو چھ سو روپے نہیں روانہ کرتا۔ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بابو اس شخص سے بدفعلی کرتا ہے، اس وجہ سے وہ بابو اس کو روپیہ دیتا ہے اب وہ شخص ایک مسجد ہمارے گاؤں میں بنانا چاہتا ہے وہ روپیہ مذکورہ مسجد میں لگانے دیں یا نہیں؟ (۲۷۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی افواہی خبروں سے شخص مذکور کی آمدنی پر حکم حرمت کا شرعًا نہیں ہوسکتا، اور وہ تعمیر مسجد کرنے سے نہیں روکا جاسکتا؛ البتہ اس کو یہ چاہیے کہ مسجد میں سوائے حلال مال کے نہ لگائے کیونکہ وارد ہوا ہے: إنما یقبل اللّٰہ الطیب (۲) یعنی اللہ تعالیٰ پاک کو ہی قبول کرتا ہے، اور دوسرے لوگ اس پر بدظنی نہ کریں اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (۳) یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ فقط

---

(۱) الشامی ۲/۳۷۳ کتاب الصلوۃ . مطلبٌ: کلمۃ لا بأس دلیلٌ علی أن المستحب غیرہ .

(۲) عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن اللّٰہ طیبٌ لا یقبل إلا طیبًا ..... (ص: ۲۴۱ کتاب البیوع . باب الکسب وطلب الحلال)

(۳) سورۂ حجرات آیت: ۱۲۔

جھاڑو دینے والے مسلمان کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۵۰) جب کہ تعمیر مساجد کے چندے میں یہاں کے خاکروب کلمہ گو نمازی صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان زر نقد خفیہ دے کر ثواب لینے کے مستحق بننا چاہتے ہیں؛ آیا وہ چندہ ان لوگوں کا دیا ہوا لائق کار خیر میں لگا دینے کے ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۳۱ھ)

الجواب: خاکروب مسلمان، نمازی، پابند صوم وصلوٰۃ کا چندہ مسجد میں لینا اور صرف کرنا درست ہے، اور چندہ دینے والے خاکروب بے شک مستحق اجر وثواب کے ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: **اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ الآیة** (۱) **وقال رسول اللّٰہ: من بنی للّٰہ مسجدًا بنی اللّٰہ له بیتًا فی الجنة (الحدیث)** (۲) واضح ہو کہ خاکروبی کا پیشہ کرنا سبب اس کا نہیں کہ ان کا روپیہ مسجد میں نہ لگایا جائے؛ بلکہ جب وہ مسلمان ہیں اور نیک نیتی و اخلاص سے مسجد کی امداد کریں تو لاریب مستحق ثواب کے اور مستحق جنت کے موافق وعدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہیں۔

دنگل کے ٹکٹ سے حاصل ہونے والا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۵۱) کشتی کے دنگل میں جو روپیہ ٹکٹ میں وصول اور جمع ہوا اس کو مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۸۲ھ)

الجواب: درست نہیں ہے کیونکہ جو مال بہ طریق ناجائز اور مشتبہ حاصل کیا جائے، اس کو مسجد میں لگانا ممنوع ہے، **کمافی الشامی: قال تاج الشریعة: أما لو انفق فی ذلك مالاً خبیثًا أو مالا سببه الخبیث والطیب فیکره لأن اللّٰه تعالٰی لایقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله الخ** (۳) (شامی ۱/۴۴۲) فقط

سوال: (۷۵۲) پہلوانوں کی کشتی دیکھنے والوں سے جو ٹکٹ کی آمدنی ہوتی ہے، اس کو تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۹۷۶ھ)

---

(۱) سورۂ توبہ آیت: ۱۸۔

(۲) عن عثمان رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من بنی للّٰه مسجدا بنی اللّٰه له بیتا فی الجنة متفق علیه (مشکاۃ ص: ۶۸ باب المساجد ومواضع الصلوۃ، کتاب الصلاۃ)

(۳) الشامی ۲/۳۷۳ کتاب الصلاۃ، مطلبٌ: کلمة لا بأس دلیل علی أن المستحب غیره.

الجواب: ایسا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں، مسجد خدا کا گھر ہے، اس میں مال طیب ہی صرف کیا جا سکتا ہے، خبیث یا مشتبہ مال سے اس کی تعمیر نہیں ہوسکتی، لہو ولعب تماشوں اور کھیلوں کے ذریعہ سے مختلف مذہب کے لوگوں سے جو روپیہ وصول کیا گیا ہے کسب خبیث ہے، اور اسباب خبیثہ سے وصول کیا گیا ہے اس کا مصرف مسجد نہیں۔ قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله انتهى شرنبلالية (۱) (شامی) وفي الدر المختار: أن الملاهي كلها حرام الخ (۲)

شورہ کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

سوال: (۷۵۳) اگر شورہ کی آمدنی کا روپیہ مسجد کی مرمت میں لگانا چاہیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۲۱ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لايقبله الخ (۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ حرام ومکروہ آمدنی مسجد میں لگانا ناجائز ہے، باقی سوال سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ''شورہ'' کی آمدنی سے کیا مراد ہے، اگر یہ مراد ہے کہ شورہ قلمی (۴) وغیرہ جو لوگ فروخت کرتے ہیں وہ آمدنی مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درست ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ آتش بازی وغیرہ میں جو شورہ بھرا جاتا ہے؛ اس کی آمدنی کا سوال ہے؛ تو وہ ناجائز ہے۔ فقط

ہڈی کی تجارت کے روپے سے تعمیر کرائی ہوئی مسجد میں نماز صحیح ہے

سوال: (۷۵۴) ایک شخص زید ہڈی کی تجارت کرتا تھا، اس تجارت کے روپے سے اس نے ایک

---

(۱) الشامی ۳۷۳/۲ كتاب الصلوة . مطلبٌ : كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره.

(۲) الدر المختار مع الشامی ۴۲۴/۹ كتاب الحظر والإباحة . قبل فصلٌ في اللبس .

(۳) الشامی ۳۷۳/۲ كتاب الصلوة . مطلبٌ كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحب غيره .

(۴) شورہ قلمی: سفید رنگ کی چمک دار شش پہلو قلمیں ہوتی ہیں، جن کا مزہ شور ہوتا ہے اور منہ میں سردی محسوس ہوتی ہے ...... شورہ قدرتی طور پر شور زمین کی سطح پر سفیدی کی شکل میں منجمد ہوتا ہے جس کو خاص ترکیب سے صاف کر لیتے ہیں الخ (کتاب الادویہ المعروف بہ مخزن مفردات ۲/ ۲۵۸)

مسجد تعمیر کرائی، اس مسجد میں نماز صحیح ہے یا نہیں؟ اس سے پہلے سائل گانجہ شراب افیون وغیرہ کی دکان کرتا تھا اس کا عدم جواز اور ممنوع ہونا سن کر فوراً دکان چھوڑ دی اور توبہ کی: شراب کی دکان کا سرمایہ مبلغ پانچ سو روپے اس کے پاس موجود ہیں، اس وقت جو سرمایہ اور روپیہ حلال اور ہڈی کی تجارت کا سائل کے پاس ہے اس میں وہ پانچ سو روپیہ شراب کا شامل ہوگیا ہے، اس کو کس طریقہ سے علیحدہ کیا جائے؟

الجواب: اس صورت میں جو مسجد زید نے ہڈی کی تجارت کے روپے سے تعمیر کرائی، وہ مسجد شرعی ہے اس میں نماز صحیح ہے، اور پانچ سو روپیہ جو شراب کی تجارت کا شامل ہوگیا ہے، وہ روپیہ علیحدہ کر کے اس کو فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا جائے، اور علیحدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ روپیہ موجودہ میں سے پانچ سو روپیہ یہ خیال کر کے علیحدہ کرے کہ یہ روپیہ بہ معاوضہ اس روپیہ کے ہے جو قیمت شراب کا شامل ہوگیا ہے، اور اس کو علیحدہ کر کے صدقہ کر دے۔ فقط

ہندو اور مسلمان کا مخلوط چندہ مسجد میں لگانا

سوال: (۷۵۵) کچہری وغیرہ میں کوئی بکس رکھ دیا جاوے، اس میں ہر شخص ہندو مسلمان پیسہ ڈال دے تو ایسی مخلوط آمدنی کا صرف کرنا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۴۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسی رقوم مختلفہ کا مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔

حرام آمدنی سے خریدی ہوئی اشیاء مسجد میں دینا مکروہ ہے

سوال: (۷۵۶) اگر زید انگریزی باجا کی آمدنی سے فرش، دری اور دیواری گھڑی خرید کر مسجد میں دے تو اس فرش پر نماز پڑھنا اور اس گھڑی کا مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۶۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: اما لو انفق في ذلك مالاً خبيثًا او مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله (۱) پس معلوم ہوا کہ آمدنی حرام سے مسجد میں اشیاء مذکورہ لانا اور رکھنا اور دینا مکروہ ہے اور نماز اگرچہ ادا ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے كما في ارض المغصوبة. فقط

(۱) ردالمحتار ۲/۳۷۳ کتاب الصلوٰة - مطلبٌ: کلمة لابأس دليلٌ على أن المستحبّ غيره الخ.

مخلوط اور مشتبہ مال کا مسجد میں لگانا درست نہیں

سوال: (۷۵۷) زید ایک شخص طوائف زادہ ہے، اور اس کی کمائی مشتبہ ہے، ستار وغیرہ بجا کر جمع کی ہے، اس کا روپیہ مسجد کی ضروریات میں صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد میں اور مسجد کی ضروریات میں حلال و پاک پیسہ لینا چاہیے، اور لگانا چاہیے، ناپاک اور مشتبہ آمدنی مسجد میں نہ لگائی جاوے؛ پس زید کی آمدنی چوں کہ مشتبہ ہے، اور مخلوط ہے حلال وحرام سے: لہٰذا مسجد کے صرف میں نہ لائی جاوے۔

سوال: (۷۵۸) ایک شخص سوداگری کرتا ہے، خاص کر انگریزی اشیاء کی، اور اس کی آمدنی مختلف ذرائع سے ہے، مثلاً بنگلوں کے کرائے کی آمدنی ہو، اور ٹھیکہ بھی لیتا ہو، مگر دکان میں علاوہ بہت سے سامان تجارت کے خنزیر یا سور کا گوشت اور ہر قسم کی ولایتی شراب بھی فروخت کرتا ہو، اور سود بھی لیتا ہو، اور تصویر، تاش، کھلونے اور باجے کی قسم کی چیزیں بھی فروخت کرتا ہو، اور یہی شخص مسجد کے کسی حصہ کی مرمت یا کنویں کی مرمت یا مدرسہ اسلامیہ کے خرچ کے لیے کچھ روپے دینا چاہتا ہے، اس شخص کی آمدنی میں سے ان کاموں میں روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس شخص کا روپیہ ان کاموں میں لگ گیا ہو تو کیا خرابی واقع ہوگی؟ اور اشیاء مذکورہ میں سے کون سی چیزوں کی بیع وشراء منع ہے؟ (۲۰۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خنزیر کا گوشت وچربی وغیرہ اور شراب ہر قسم کی، ان سب اشیاء کی بیع وشراء قطعاً حرام ہے، اور بعض صورتوں میں باطل ہے، اور تصویر اور تاش وغیرہ محرمات کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے، بہر حال آمدنی اس شخص کی مخلوط ہے حرام وحلال سے، لہٰذا جو کچھ وہ صدقہ کرے مساکین کو اس کا لینا درست ہے، اور مدارس وغیرہ میں طلبہ کے خرچ میں لانا بھی درست ہے، مسجد میں ایسا مشتبہ مال نہ لگانا چاہیے، یہ گناہ اس دینے والے کو ہوگا، اور اس مسجد میں نماز درست ہے، اور اس کنویں سے پانی پینا درست ہے۔

حلال وحرام آمدنی والے شخص کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

سوال: (۷۵۹) ایک محلہ میں ایک مسجد بہت پرانی ہے، اور ہمیشہ سے نماز جمعہ اس میں ہوتی ہے، اب ایک سود خوار حرام نے ایک نئی مسجد تیار کرائی ہے، اور چاہتا ہے کہ جمعہ کی نماز اسی میں ادا کی جاوے؛

اس صورت میں جمعہ کون سی مسجد میں پڑھا جاوے؟ اور جو مسجد سود کے روپے سے بنی ہے؛ اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص سود خوار تجارت بھی کرتا ہے۔ (۷۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سود کے روپے سے اگر مسجد بنی ہو تو نماز اس میں مکروہ ہے؛ لیکن جس شخص کی آمدنی تجارت سے بھی ہو تو یہ سمجھا جاوے گا کہ اس نے مسجد میں تجارت کی آمدنی کا روپیہ لگایا ہے، اس میں نماز صحیح ہے، اور نماز جمعہ دونوں مسجدوں میں سے جس میں چاہیں پڑھیں چاہے دونوں میں پڑھیں؛ یہ بھی درست ہے، بہتر یہ ہے کہ صرف ایک جگہ جمعہ ہو، جس مسجد میں گنجائش زیادہ ہو اور حلال مال سے بنی ہو بہ اتفاق رائے اس میں سب جمعہ پڑھیں، اختلاف باہمی برا ہے۔ **قال في الشامي: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لايقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بمالايقبله الخ**(۱) فقط

حلال روپے سے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرنے سے سابقہ خباثت دور ہو جاتی ہے

سوال: (۷۶۰) کسی طوائف نے عطیہ زمین مشرک میں مسجد تعمیر کی، بعد انتقال طوائف بوجہ انقضائے مدت مدید، مسجد مذکورہ کا نام ونشان نہ رہا؛ ورثائے مشرک اس کو لاوارث اور افتادہ دیکھ کر مکرر قابض ہوئے، بعد ازاں ایک مسلمان نے ورثائے مشرک کو کچھ روپیہ دے کر ان سے زمین موصوفہ کا قبالہ لکھا لیا، اور بذات خود از سر نو مسجد تعمیر کی تو صورت مسئولہ میں وہ مسجد ہوگئی یا نہیں؟ اور نماز ادا کرنے والوں کی نمازیں اکمل طور پر ادا ہوں گی یا کچھ نقصان رہے گا؟ (۱۵۷۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں جو دوبارہ تعمیر مسجد کی کسی مسلمان نے بذات خود حلال روپے سے کی، اب وہ برائی جو پہلے طوائف کی آمدنی حرام سے تعمیر کرانے میں اس میں آئی تھی باقی نہیں رہی، نماز اس میں بلا کراہت صحیح ہے، اور وہ مسجد ہوگئی ہے؛ بے تامل مسلمان اس میں نماز ادا کریں، اور اس کو آباد کریں کہ اجر عظیم اس پر مرتب ہے۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ الآية** (۲) کوئی مشرک اگر اپنی زمین مسجد کے

(۱) ردالمحتار ۳۷۳/۲ کتاب الصلوۃ — مطلبٌ: كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحبّ غيره الخ۔
(۲) سورۂ توبہ آیت: ۱۸۔

لیے دیدے، اور کوئی ایک مسلمان یا چند مسلمانان جن کو وہ زمین مشرک نے دی، اس زمین کو وقف کردیں تو وہ وقف ہوجاتی ہے، اور مسجد ہوجاتی ہے اور وقف کرنا زمین کا مسجد کے لیے طوائف کی طرف سے بھی صحیح ہے؛ یعنی وہ وقف صحیح ہے، باقی تعمیر کی جو برائی تھی وہ تبدیل سے رفع ہوگئی، اور اگر اصل زمین میں بھی کچھ خباثت بوجہ طوائف کی ملک کے آئی تھی تو وہ بھی اب دوبارہ قبالہ لکھانے سے رفع ہوگئی؛ بہرحال حالت موجودہ میں وہ مسجد ہے اور نماز اس میں صحیح ہے۔

مخلوط آمدنی والے کا یہ اقرار کرنا کہ ''میں نے حلال مال سے چندہ دیا ہے'' معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۱) ایک بستی میں ایک مسجد عرصہ ہوا کہ بہ ذریعہ تحصیل چندہ کے تعمیر کرائی گئی، اور برابر جماعت قائم ہوتی رہی، اب بالتحقیق یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض بعض چندہ دہندہ ایسے بھی ہیں جن کا مال مخلوط تجارت اور کاشت کاری اور سود کی آمدنی سے ہے، مگر انھوں نے عندالتفتیش اقرار کیا کہ زر چندہ مال حلال سے دیا گیا ہے؛ اب یہ مسجد حکم مسجد میں ہے یا نہیں؟ اور چندہ دہندہ کا قول معتبر ہوگا یا نہیں؟ (۲۶۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد مذکور حکم مسجد میں ہے، اور ایسی صورتوں میں جس کی آمدنی مخلوط ہے حلال اور حرام سے، بلا دریافت بھی اس کا صدقہ وہدیہ قبول کرنا درست ہے؛ کیوں کہ مسلمان کی طرف گمان یہی کرنا چاہیے کہ وہ حلال سے صدقہ کرتا ہے، سوال کرنے اور تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جب کہ بعد سوال اور تحقیق وہ بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ میں نے مال حلال سے دیا ہے تو بناءً علی الاصل وہ مال حلال سمجھا جاوے گا۔ الحاصل اس مسجد کے مسجد ہونے میں کچھ تردد نہیں ہے۔

سوال: (۷۶۲) ایک ہندو مسلمان ہوگیا اور مسلمان ہونے سے پہلے سود لیا کرتا تھا مگر بعد میں ترک کردیا، اور ایک طوائف سے عقد کرلیا، اور کپڑے کی تجارت اپنے روپے سے کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرا مال طوائف کے مال سے علیحدہ ہے؛ لیکن اس کی اور کوئی شہادت نہیں ہے؛ اس کا قول اس بارے میں معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس سے تعمیر مسجد میں چندہ لینا اور اس کی بنوائی ہوئی جائے نماز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۰/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس بارے میں اس کے قول کا اعتبار کر کے اس سے چندہ لینا اور مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا درست ہے، اور نماز اس مسجد میں درست ہے، اور اس جائے نماز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط

حرام کمائی والے کا روپیہ مسجد کے چندے میں مخلوط ہو گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۶۳) عمر کو مرمت مسجد وغیرہ کے لیے چندہ جمع کرتا تھا، اس میں ایک روپیہ میراسی یا ہیجڑے کا شامل ہو کر وصول شدہ چندہ میں مخلوط ہو گیا ہے، معلوم ہوتے پر اگر اس روپیہ کو واپس کیا جاوے؛ تو اس وصول شدہ رقم میں سے ایک روپیہ واپس دیا جاوے یا خاص وہی روپیہ جو میراسی وغیرہ سے وصول ہوا تھا وہی دیا جاوے؟ (۱۳۳۵/۱۱۶۹ھ)

الجواب: اگر بوجہ حرام کمائی سے ہونے کے اس کا روپیہ واپس کیا جاوے؛ تو ایک روپیہ واپس کر دیا جاوے، اسی روپے کی تخصیص نہیں ہے جو اس نے چندہ میں دیا تھا۔ فقط

حرام آمدنی سے خریدی ہوئی جائداد کو کارِ خیر میں صرف کرنا

سوال: (۷۶۴) ایک مسماۃ پیشہ ناجائز کرتی تھی، اور اب عرصہ پندرہ سولہ سال سے اس نے پیشہ ترک کر دیا ہے، اور دکانداری سے اپنے اوقات گذارتی ہے؛ اب وہ اپنی جائداد کسی کارِ خیر میں صرف کرنا چاہتی ہے: یعنی مسجد یا مدرسہ میں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۱۵۴ھ)

الجواب: جو جائداد اس نے حرام آمدنی سے خریدی ہے اس کو کسی کارِ خیر مسجد اور مدرسہ وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ (۱)

مسجد کے غسل خانے و نالی وغیرہ میں حرام مال لگانے کا حکم

سوال: (۷۶۵) انبالہ چھاؤنی میں ایک رنڈی ہے، وہ چاہتی ہے کہ میں اپنے مال حرام کو کسی کار

---

(۱) قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله اهـ (ردالمحتار ۲/۳۷۳ كتاب الصلوة. مطلبٌ كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره)

خیر میں صرف کروں؛ آیا وہ مال کسی کار خیر میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ غسل خانہ و پیشاب کی نالی بن سکتی ہے؛ یہ صحیح اور درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسے مشتبہ اور حرام مال کا حکم یہ ہے کہ جب ان کو جن سے وہ مال لیا گیا ہے یا ان کے ورثہ کو واپس ہونا دشوار ہو تو اس کو فقراء و مساکین پر صدقہ کیا جائے، مسجد میں یا مسجد کے متعلق نالی میں اور غسل خانے میں لگانا اس کا جائز نہیں ہے۔

سود کے روپیوں سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز ادا کرنا

سوال: (۷۶۶)...... **(الف)** اگر کوئی سود کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرتا ہے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر چند (آدمی) مل کر یا ہم مسجد تعمیر کرائیں اور ان میں سے اس مسجد تعمیر شدہ کو ایک شخص اور شریکوں کے نام وقف کردے تو یہ وقف درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) نماز ادا ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔

(ب) مسجد، اللہ کے لیے وقف ہونی چاہیے نہ بقیہ شرکاء کے لیے۔ فقط

سود خوار کے چندے سے مسجد میں ٹین ڈالنا

سوال: (۷۶۷) ولایتی لوگ سود کا لین دین کرتے ہیں، اور سوائے سود خواری کے دوسرا روزگار ان کا نہیں ہے، ان کے چندے سے مسجد کے صحن میں ٹین ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۲۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر مسجد میں ضرورت ہے تو سامان مسجد ٹین وغیرہ قرض روپیہ لے کر خرید لیا جائے، پھر قرض میں ولایتی لوگوں کا روپیہ دیدیا جائے، اور ان کے روپے سے قرض ادا کر دیا جائے۔ فقط

سودی قرض لے کر کاروبار کرنے والوں سے پتھر خرید کر مسجد میں لگانا

سوال: (۷۶۸) دو شخص قوم کنجن تجارت کرتے ہیں، اور روپیہ ایک مہاجن سے سودی قرض لے

کر تجارت میں لگا رکھا ہے، ان سے فرش مسجد کے لیے چوکے پتھر کے خریدے ہیں، ان کا لگانا مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ چوکے پتھر کے مسجد میں لگانا درست ہے۔

بینک سے سود لے کر مسجد کے لیے جائداد خریدنا

سوال: (۷۶۹) ایک مسجد جس کے ساتھ کچھ جائداد وقف ملحق ہے، اس کا متولی جائداد کی فاضل آمدنی سے ایک اور جائداد مسجد مذکور کے لیے خریدتا ہے، مگر مسجد کا فاضل روپیہ اس جائداد کی قیمت ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، اس لیے باقی روپیہ ایک بینک سے سود پر لیا ہے، خواہ رقم سود مسجد کی آمدنی سے یا مسلمان چندہ کر کے ادا کریں؛ آیا شرعاً اس طرح جائداد بڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح سے اجازت نہیں ہے۔

رہن کے عوض یا سود پر قرض لے کر مسجد کی مرمت کرانے کا حکم

سوال: (۷۷۰) سودی روپیہ قرض لے کر مسجد کی مرمت کرانا جائز ہے یا نہیں؟ یا زمین رہن رکھ کر قرض لے کر مرمت مسجد کرانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: سودی قرض لینا یا زمین رہن رکھ کر قرض لینا جس میں مرتہن زمین مرہونہ سے نفع اٹھائے اگرچہ گناہ ہے، مگر وہ روپیہ جو قرض لیا گیا حلال ہے، مرمت مسجد میں صرف کرنا اس کا درست ہے۔ فقط

مسجد کی تعمیر میں سود کا روپیہ لگانے کا حکم

سوال: (۷۷۱) تعمیر مسجد میں سود کا روپیہ اور شراب کے ٹھیکہ کی آمدنی کا روپیہ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور غسل خانہ و دیوار احاطہ میں لگانا کیسا ہے؟ (۱۲۲۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد میں مال حلال لگانا چاہیے سودی آمدنی کا روپیہ اور شراب کی ٹھیکے داری کی آمدنی کا روپیہ مسجد میں لگانا حرام وممنوع ہے، اسی طرح متعلقات مسجد مثل غسل خانہ و دیوار احاطہ وغیرہ میں صرف کرنا اس کا حرام ہے، یہ سب کام مال حلال سے ہی ہونے چاہئیں۔ قال تاج الشریعة: أما لو

أنفق في ذلك مالاً خبيثاً أومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لايقبل إلاالطيب فيكره تلويث بيته بما لايقبله (۱)

سوال: (۷۷۲) سود لینے والے کا پیسہ مسجد میں لگانا اور اس کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کا نہ کھانا درست ہے اور نہ مسجد میں لگانا درست ہے۔

سوال: (۷۷۳) جو مسجد سود کے روپے سے بنوائی جائے اور زمین مسجد سود کے روپے سے خریدی جائے؛ اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۷۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسجد میں سود کی آمدنی کا روپیہ لگانا اور مشتبہ مال لگانا مکروہ اور ممنوع ہے۔ شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أو ما لا سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله شرنبلا لية(۲) (شامی ۱/۴۴۲) باقی نماز اس میں ادا ہو جاتی ہے، اور وہ جگہ وقف ہوگئی، اور مسجد ہوگئی اور مال حرام لگانے کی وجہ سے جو گناہ ہوا اور وہ مسجد مال حرام سے ملوث ہوئی اس کی تطہیر اور ارتفاع کراہت ومعصیت کی یہ صورت کی جائے کہ جس قدر مال اس مسجد میں صرف ہوا ہے اس قدر مال حلال اس کے عوض فقراء پر صدقہ کردیا جائے اور توبہ کی جائے۔ فقط

شراب کی آمدنی سے مسجد تعمیر کرنا

سوال: (۷۷۴) ایک شخص مسلمان نے جس کا پیشہ شراب کا ہے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی، کچھ دیوار بھی تیار ہوئی، تب اس طرف کے علماء نے اس کو منع کیا کہ تمہارا مال پاک وطاہر نہیں ہے، اس نے مسجد بنانا چھوڑ دیا اور کچھ دنوں بعد مرگیا، اس کے لڑکے نے وہ مسجد عدم تعمیر شدہ ایک دوسرے کو ہبہ کردی، وہ قرض لے کر اس مسجد میں صرف کرتا ہے؛ یعنی اس کی تعمیر میں، اور اپنے پیشہ کی کمائی سے وہ قرض ادا کرتا ہے؛ اس صورت سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۲۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: أمالو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أومالاً سببه

(۱) الشامي ۲/۳۷۳ كتاب الصلوة – مطلبٌ: كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحبَّ غيره إلخ.
(۲) حوالۂ سابقہ۔

الخبیث والطیب فیکرہ لأن اللّٰہ تعالیٰ لایقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ الخ (۱) حاصل اس کا یہ ہے کہ مسجد میں مال خبیث یا مخلوط خبیث وطیب سے لگانا مکروہ ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک وحلال مال ہی کو قبول فرماتا ہے؛ پس مکروہ ہے اس کے گھر کو ملوث کرنا اس مال سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہ فرماوے۔ فقط

سوال: (۵۷۷)...... (الف) ایک شخص نے شراب کی آمدنی سے ایک مسجد بنائی، اور کسی قدر دیوارِ مسجد کی بلند کی، جب اس کو معلوم ہوا کہ ایسے روپے سے مسجد بنوانا درست نہیں تو اس مسجد کو ناتمام چھوڑ دیا، اور اس کا انتقال بھی ہوگیا، اب وہ زمین اس کے ورثہ کی ملک ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بیع وہبہ اس کا درست ہے یا نہیں؟ یا وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ مسجد اس وقت میں ناتمام اور غیر محفوظ ہے۔

(ب) اگر کوئی شخص ورثائے بانی سے اس مسجد کو خرید کر از سر نو تعمیر کرادے تو درست ہے یا نہیں؟

(ج) اگر کسی شخص نے بذریعہ تجارتِ شراب روپیہ حاصل کیا، اور اس محصولہ سے تجارت غلہ اور کپڑے کی کرتا ہو؛ تو اس روپے سے وہ شخص مسجد بنا سکتا ہے یا نہیں؟ بہ صورت عدم جواز اگر وہ دوسرے شخص کے پاس سے قرض لے کر مسجد بناوے، اور پھر اپنے پاس کے روپے سے قرض ادا کردے تو ایسی صورت سے مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۰۲۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) مسجد میں حلال مال خرچ کرنا چاہیے، اور تعمیر مسجد حلال اور طیب مال سے کرنی چاہیے، حرام مال سے تعمیر مسجد کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ولا یقبل اللّٰہ الا الطیب (الحدیث) (۲) شامی میں ہے: قال تاج الشریعۃ: أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثًا أو مالاً سببہ الخبیث والطیب فیکرہ لأن اللّٰہ تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالا یقبلہ الخ (۳) پس چاہیے کہ اس قدر دیواروں کو جو مال حرام اور خبیث سے تیار ہوئی ہیں، اٹھا کر حلال مال سے

---

(۱) الشامی ۳۷۳/۲ کتاب الصلوۃ. مطلبٌ کلمۃ لا بأس دلیلٌ علی أن المستحب غیرہ.

(۲) عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللّٰہ إلا الطیب فإن اللّٰہ یتقبلہا بیمینہ ثم یربیہا لصاحبہا کما یربی أحدکم فُلُوَّہ حتی تکون مثل الجبل (الجامع للبخاری ۱۸۹/۱ کتاب الزکوۃ – باب الصدقۃ من کسب طیب)

(۳) الشامی ۳۷۳/۲ کتاب الصلوۃ. مطلبٌ: کلمۃ لا بأس دلیلٌ علی أن المستحب غیرہ

اس مسجد کو تعمیر کریں، اور حفاظت اس مسجد کی ضروری ہے، بیع اور ہبہ کرنا اس کا صحیح نہیں ہے، اور وارثوں کی ملک میں نہیں آسکتی اَلْوَقْفُ لا یُمْلَکُ وَلا یُمَلَّکُ (الدرمع الرد ۶/۴۲۱ کتاب الوقف) مسئلہ مشہور ہے۔

(ب) یہ تو اوپر معلوم ہوا کہ بیع و ہبہ اس کا ناجائز ہے، باقی اگر اس حیلے سے کوئی شخص ورثہ کے قبضہ سے اس کو نکال کر از سر نو تعمیر کراوے، اور تکمیل کردے تو یہ بہت اچھا ہے اور کار ثواب ہے۔

(ج) پہلی صورت ناجائز ہے، البتہ اگر قرض لے کر مسجد بنادیوے تو یہ جائز ہے، پھر اگر اس قرض کو حرام آمدنی سے ادا کیا تو یہ گناہ اس کے ذمے ہوگا، بہرحال مسجد میں ایسے حیلوں سے بھی حرام روپیہ نہ لگاوے۔

جو شخص شراب کا ٹھیکہ لیتا ہے اس کا مسجد کے واسطے اینٹیں دینا

سوال: (۶۷۷) ایک شخص شراب کا ٹھیکہ لیتا ہے، اور زمین داری و کاشت کاری اور دکانداری وغیرہ بھی کرتا ہے؛ اس سے مسجد کے واسطے اینٹوں کا سوال کیا گیا، اس نے کہا کہ ہم حلال پیسے سے ایک لاکھ اینٹ مسجد کے واسطے تیار کرا کر مسجد میں دیں گے؛ وہ اینٹ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۱۲۵۸ھ)

الجواب: وہ خشت (اینٹ) مسجد میں لگانا درست ہے۔(۱)

جو شخص خنزیر وغیرہ کا ٹھیکہ لیتا ہے اس کے روپیہ سے مسجد کا شامیانہ بنانا

سوال: (۶۷۷) ایک مسجد میں شامیانہ کی تیاری کے لیے کچھ چندہ کیا گیا تھا، ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ ایک مسلمان نے (جو خنزیر وغیرہ کا ٹھیکہ لیتا ہے) کہا کہ شامیانہ اس چندے کے روپے سے نہ بناؤ،

(۱) وفی الهندية : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن اكثر ماله حلالٌ بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلابأس به ، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب وكذا أكل طعامهم (الفتاوى العالمغيرية ۵/۳۴۲ كتاب الكراهية الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

میں اپنے روپے سے بنائے دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ روپیہ اچھا نہیں ہے خنزیر کے ٹھیکہ کا ہے؛ لیکن ایک مولوی صاحب نے کہا کہ کچھ حرج نہیں ہے، الحاصل اسی ٹھیکہ دار کے روپیہ سے شامیانہ بنایا گیا، اس شامیانے کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس نے اس روپیہ سے بنوایا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۵۸۰ھ)

الجواب: ان شامیانوں کو مسجد میں نصب کرنا حرام ہے، اور جس نے اس کو تجویز کیا گنہگار ہوا وہ توبہ کرے، حدیث شریف میں ہے: إن اللّٰه طيب لايقبل إلا الطيب (۱) اور شامی میں ہے: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره (اى تحريمًا) لأن اللّٰه تعالٰى لايقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله اهـ شرنبلالية (۲) اور ظاہر ہے کہ خبیث مال سے تیارشدہ شامیانہ میں تلويث المسجد بمالا يقبله (۲) حاصل ہے، لہٰذا مکروہ تحریمی ہے جو کہ بہ معنی حرام کے ہے۔

سرکاری چوری کا سامان مسجد میں لگانا

سوال: (۸۷۷) کیا فتویٰ دیتے ہیں علماء کرام واولی العظام مسئلہ ذیل کی نسبت:

آج کل جن جن جنگل پر سرکار کے قبضے ہوچکے ہیں ان میں بعض پر تو سرکار نے جبرا قبضے کر لیے ہیں، اور بعض آبادی کے تعلق سے خارج تھے جو کہ ہر قسم کی لکڑی پر مشتمل ہیں، اعنی: دیار چڑ، بیاڑ وغیرہ ہر ایک لکڑی کاٹنے کا جرم سرکار نے علیحدہ علیحدہ مقرر کردیا ہے، خصوصا ''دیار'' کی سخت سزا قانونی مقرر ہوئی؛ اب ایک شخص نے ''بیاڑ'' کو بالا جازت اور ''دیار'' کو بغیر اجازت کاٹ کر مسجد بنائی: اب اس مسجد کے صحن میں تختے مسروقہ بچھائے گئے، خصوصا بلاد کشمیر کی مسجدیں مقطوع بغیر اجازت (بغیر اجازت کاٹی ہوئی لکڑیوں سے) بنائی جاتی ہیں؛ اب علمائے کرام کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز جواز یاعدم پر مبنی ہے یا کراہت پر؟ بینوا بحوالات الکتاب (۱۳۳۵-۳۴/۵۷۵ھ)

الجواب: ایسی لکڑیوں کا مسجد میں لگانا کراہت سے خالی نہیں من حيث الشرع قطعًا احتياط

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله طيب لا يقبل إلا طيبًا الحديث (مشكاة المصابيح ص:۲۴۱ كتاب البيوع-باب الكسب وطلب الحلال)

(۲) الشامي ۲/۳۷۳ كتاب الصلوة- مطلبٌ: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره.

کے خلاف ہے؛ پس اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جو مسجدیں پہلے بنوائی جا چکی ہیں ان میں تو نماز پڑھی جاوے، مگر آئندہ کے لیے ایسے معاملہ میں پوری احتیاط کی ضرورت ہے؛ کیونکہ اس قسم کے جنگلوں اور بنوں کی جن سے یہ لکڑیاں کاٹی گئی ہیں شرعاً دو حیثیتیں ہیں: ان کی نمایاں حیثیت یہ ہے کہ بوجہ استیلائے کفاران پر ان کی ملکیت تسلیم کی جائے، جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ **وإذا غلبوا على أموالنا والعياذ بالله واحرزوها بدارهم ملكوها ...... ولنا أن الاستيلاء ورد على مال مباح فينعقد سببًا للملك الخ** (۱) (هدايه ربع ثانى) تو اس لحاظ سے یہ تصرفات ملک غیر میں سمجھے جائیں گے جس کا عدم جواز ظاہر ہے، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ اس کے مرتکبین قانونی مجرم ٹھہرائے گئے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایسی چیزیں استیلاء کے تحت آتی ہی نہیں؛ کیونکہ جو اشیاء پہلے ہی استیلاء سے خارج تھیں ان پر غلبہ کفار کے وقت بھی استیلاء متصور نہیں ہے، بہر کیف احتیاط اس میں ہے کہ مساجد پر ایسا مشتبہ مال صرف نہ کیا جائے، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جس مال میں خبیث اور طیب دونوں کا احتمال ہے اس کا مسجد میں لگانا مکروہ ہے، **كما فى الشامى: قال تاج الشريعة: أما لو أنفق فى ذلك مالا خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله انتهى** (۲) فقط

جرمانے کا روپیہ مسجد میں لگانا درست نہیں

سوال: (۹۷۷) ایک شخص نے کسی عورت غیر سے زنا کاری کی، اور بعد معلوم ہونے کے اس پر جماعت کے لوگوں نے اس زنا کے بدلے میں کچھ جرمانہ کیا یا کسی قسم کا فساد دنیاوی جماعت میں آپس میں ہو، اور جماعت کے لوگوں نے کسی شخص پر کچھ اس کے بدلے میں جرمانہ کیا ہو تو وہ پیسہ مسجد میں خرچ کرنا یا مسجد تعمیر کرنا یا وضو کے پانی وغیرہ میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں کون سا پیسہ صرف کرنا چاہیے؟ اس کا خلاصہ معہ حوالہ کتاب معتبر اور آیات واحادیث سے لکھنا۔ **جزاكم الله خير الجزاء** (۳۴۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مسجد میں حلال پیسہ لگانا چاہیے **قال عليه الصلوٰة والسلام: إن الله طيب لا يقبل**

(۱) الهداية ۵۸۱/۲ كتاب السير – باب استيلاء الكفار.

(۲) الشامى ۳۷۳/۲ كتاب الصلوة – مطلبٌ: كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحب غيره.

إلا الطیب (۱) اور جرمانہ کرنا چوں کہ شرعاً ناجائز ہے پس ایسا مال جرمانے کا بدون رضامندی واجازت مالک کے، مسجد میں لگانا یا وضو کے پانی میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۸۰) اگر پنچ کسی زانی کو زنا کی وجہ سے جرمانہ کرے تو اس جرمانے کو نیک کام مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۵۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جرمانہ مالی کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے پس جو روپیہ پیسہ جرمانے میں لیا جاتا ہے مالک کو واپس کرنا چاہیے اور وہ اپنی خوشی سے تعمیر مسجد وغیرہ میں لگا دیوے تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شراب فروش نے جس مسجد کی تعمیر ناتمام چھوڑ دی تھی اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا مسجد کے لیے اس کو ہبہ کرنا

سوال: (۷۸۱) ایک آب کار (شراب فروش) نے مقام شیخ پورہ میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی، جب کچھ دیوار اس مسجد کی بلند ہوئی تو اس آب کار کو معلوم ہوا کہ شراب کی تجارت کے روپے سے مسجد بنوانا درست نہیں ہے تو اس آب کار نے مسجد بنوانا چھوڑ دیا؛ چنانچہ وہ مسجد زمانہ دراز تک ناتمام رہی، اس عرصہ میں اس آب کار کا بھی انتقال ہوگیا، اب ایک آب کار نے اس مسجد ناتمام کو من جملہ املاک متروکہ متوفی کے سمجھ کر اس کے ورثہ سے بذریعہ ہبہ حاصل کیا، اور قرض لے کر اس کو تمام اور مکمل کیا تو اس کو مسجد کا حکم ہوا یا نہیں؟ اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۸۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اصل مسجد؛ زمین ہے اگر زمین کو مسجد کے لیے وقف کر دیا گیا یا وہ پہلے سے مسجد کے لیے وقف تھی تو وہ مسجد شرعی ہوگئی، دیواروں اور چھت کا مال مشتبہ وحرام سے بنانا مسجد کی مسجدیت کو باطل نہیں کرتا، اگرچہ یہ درست نہیں ہے کہ مسجد کی تعمیر میں مال حرام مشتبہ لگایا جائے۔ کما فی الشامي: قال تاج الشریعة: **أما لو أنفق في ذلک مالاً خبیثاً أو مالا سببه الخبیث و الطیب فیکره لأن الله تعالیٰ لایقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله الخ** (۲) بہرحال یہ تو ممنوع ہے کہ مسجد کی تعمیر مال

---

(۱) **عن أبي هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله طیب لایقبل إلا طیبًا الحدیث** (مشکاة المصابیح ص:۲۴۱ کتاب البیوع – باب الکسب وطلب الحلال)

(۲) الشامي ۳۷۳/۲ کتاب الصلوة. مطلبٌ کلمة لا بأس دلیلٌ علی أن المستحب غیره.

حرام ومشتبہ سے کی جائے، تعمیر کرنے والا اس صورت میں گناہ گار ہے اور تعمیر اس کی مقبول نہیں ہے؛ لیکن مال حرام لگانے کی وجہ سے مسجد کا مسجد ہونا باطل نہیں ہوتا؛ پس اگر وہ زمین مورث مسجد کے لیے وقف کر چکا تھا تو تصرف وارث کا اس میں جائز نہیں اور ہبہ صحیح نہیں ہوا، اور اگر مورث نے وہ زمین ابھی وقف نہیں کی تھی اور نہ وہ پہلے سے مسجد کے لیے وقف تھی، اور پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور مسجد کی بناء اس بناء پر موقوف کی تو پھر وارث کا ہبہ کرنا صحیح ہوگیا؛ لیکن موہوب لہ کا اس کو مسجد بنانا اور قرض لے کر تعمیر کرنا صحیح ہوگیا، بہر حال اب وہ مسجد شرعی ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب ملے گا قال فی الدر المختار: ومحله المال المتقوم الخ أی بشرط أن یکون عقارًا أو منقولاً فیه تعامل الخ (۱) (شامی) ورکنه الألفاظ الخاصة كأرضی هذه صدقة موقوفة مؤبدة الخ (۱) (درمختار) فقط

طوائف کا اپنی جائداد مسجد کے لیے وقف کرنا

سوال: (۷۸۲) اگر کسی طوائف کو ترکہ میں وراثۃً کوئی جائداد پہنچی ہو، اور اس کا بھی پیشہ طوائف کا ہو، اور مرنے سے پانچ چھ برس قبل اپنے سب گناہوں سے تائب ہوکر مرید ہوئی ہو، اپنی جائداد کو جو اس کو وراثۃً ترکہ میں پہنچی ہے اس کو اس نے مسجد میں وقف کردیا ہے، یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۴۳۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: چونکہ وقف مذکور صحیح ہے اس لیے آمدنی اس کی مسجد میں صرف کرنا درست ہے، جیسا کہ شامی جلد ثالث کتاب الوقف میں ہے: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات. أفاد أن الواقف لابد أن یکون مالکًا له وقت الوقف ملکًا باتا ولو بسبب فاسد ـــــ إلی إن قال ـــــ وصح [illegible] فإنما بعد القبض وعلیه القیمة للبائع الخ (۲)

طوائف کے مال سے مسجد بنانا

سوال: (۷۸۳) ایک طوائف کے پاس ناچ اور گانے کی آمدنی کا روپیہ جمع ہے، آیا وہ اس روپے سے مسجد بنواسکتی ہے اور حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۱۷۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدر والرد ۶/ ۵۰۹ کتاب الوقف . قبل مطلبٌ قد یثبت الوقف بالضرورة .

(۲) ردالمحتار ۶/ ۵۱۰ کتاب الوقف ـ شرائط الوقف .

الجواب: آمدنی مذکور حرام آمدنی ہے، حکم ایسے مال کا شرعاً بصورت معلوم نہ ہونے مالکوں کے یہ ہے کہ فقراء پر صدقہ کر دیا جاوے، اور ثواب اس صدقہ کا مالکوں کو ہوگا، مسجد بنوانا ایسے حرام مال سے درست نہیں ہے، اور ایسے مال سے حج کرنا درست نہیں اور ثواب حج کا نہیں ہوتا، اور حدیث شریف میں ہے: لا یقبل اللّٰہ الا الطیب (۱) یعنی اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے۔

طوائف کا مال مسجد اور دیگر کار خیر میں لگانا

سوال: (۷۸۴) ان عورتوں سے جن کا پیشہ بجز زنا کاری اور ناچ گانے کے دوسرا نہیں ہے، چندہ اور آرد چنگی (مٹھی بھر آٹا) جو روزمرہ ان کے یہاں سے بطور خیرات نکالا جاتا ہے، اس کو لے کر اغراض ذیل میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تعمیر مساجد و آبادی وغیرہ، تربیت یتامی، تجہیز و تکفین اموات لاوارث، علمائے اسلام کی دعوت۔

(۱۱۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسے روپئے حرام کو مساجد میں صرف کرنا درست نہیں ہے، فقراء و یتامی وغیرہ بعض حالتوں میں ایسے روپے کا مصرف ہیں؛ یعنی جب کہ مالکوں پر رد کرنا متعذر ہو؛ پس حاصل یہ ہے کہ اول تو ایسا روپیہ و آرد (آٹا) نہ لیا جائے، اور اگر لیا جائے تو اس کو مسجد کے صرف میں نہ لایا جائے، فقراء و مساکین پر صرف کیا جائے۔ فقط

طوائف کا اپنی کمائی سے مکان خرید کر مسجد کی ضروریات کے لیے وقف کرنا

سوال: (۷۸۵) ایک طوائف نے اپنی حرام کمائی سے ایک مکان خرید کیا، اور یہ لکھ کر کہ اس کی آمدنی مصارف مسجد میں خرچ کی جائے، چند اشخاص معتمد کو سپرد کر دیا، اور ان کو بیع و رہن کا اختیار نہیں کیا، ایسے مکان کی آمدنی مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۹۵/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله طيبٌ لا يقبل إلا طيبًا ..... (ص:۲۴۱ كتاب البيوع . باب الكسب وطلب الحلال)

الجواب: وقف کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ واقف اس مکان موقوفہ کا مالک ہو، اگرچہ بہ طریق بیع فاسد مالک ہوا ہو جیسا کہ شامی (جلد ثالث کتاب الوقف) میں ہے: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسد الخ (۱) پس یہ ظاہر ہے کہ جب اس طوائف نے اپنی حرام آمدنی سے اس مکان کو خریدا وہ اس مکان کی مالک ہوگئی، کیونکہ رکن بیع پایا گیا جو کہ مبادلة المال بالمال بالتراضی ہے، پس جب کہ وہ مالک اس مکان کی ہوگئی اگرچہ طریق فاسد سے ہوئی؛ تو وقف کرنا اس کا اس مکان کو اخراجات مسجد کے لیے صحیح ہوگیا، اور آمدنی اس کی ضروری ہے کہ اخراجات مسجد میں صرف کی جائے کما هو حكم الأوقاف۔ فقط

طوائف کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: (۷۸۶) ایک مسجد ایک موضع میں ایک طوائف کی تعمیر کردہ ہے، اور تاہنوز اس مسجد کے متولی اس طوائف کے اعزہ ہی ہیں، اور اہل موضع نے اس میں نماز پڑھنی ترک کردی ہے، جس کی وجہ سے اب وہ بالکل ویران ہے؛ ایسی صورت میں اس مسجد کو بہ زر چندہ اس طوائف کے اعزہ سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز حالت موجودہ میں نماز پڑھنا اس مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں کہ اللہ کے راستے میں وقف کرنے کے لیے کسب حلال اور مال طیب کی ضرورت ہے، واقف کو چاہیے کہ کسب حلال کو وقف کرے، خصوصاً مسجد جیسی متبرک شئ کے لیے تو اور بھی احتیاط کی ضرورت ہے؛ لیکن صحت وقف کے لیے اس کی شرط نہیں، بناءً علیہ کسی طوائف کا مسجد تعمیر کرا کر اس کو وقف کردینا صحیح ہوا، خصوصاً جب کہ یقینی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ مسجد مذکور کسب حرام ہی سے تیار کرائی ہو، قال في الدر المختار: وشرطه شرط سائر التبرعات، شامی نے اس کے تحت میں نقل کیا ہے: أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسد (۲) بہرحال جب کہ وقف مذکور صحیح ہوگیا تو اب وہ ہمیشہ رہے گا: لأن الوقف لايجوز إلا مؤبدًا (۳) خصوصاً مسجد کے متعلق تو صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ جو ایک مرتبہ مسجد ہوچکی قیام

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف ـ شرائط الوقف.
(۲) الدر مع الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف. شرائط الوقف.
(۳) الفتاوى الخانية مع الهندية ۳/۳۰۵ كتاب الوقف. فصل في مسائل الشرط في الوقف.

قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ البحر الرائق میں ہے: وقال أبو یوسفؒ: هو مسجد أبدًا إلى قيام الساعة لايعود ميراثًا ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوىٰ كذا في الحاوي القدسي وفي المجتبىٰ وأكثر المشائخ على قول أبي يوسفؒ ورجح في فتح القدير قول أبي يوسفؒ بأنه الأوجه (۱) اورشامی میں ہے: أن الفتوىٰ على قول أبي يوسف في تأبيد المسجد (۲) الحاصل جب کہ یہ تعمیر کردہ مسجد ایک مرتبہ مسجد ہوچکی تواب کسی کو نہ اس کے فروخت کرنے کا اختیار ہے نہ خریدنے کا، لوگوں کو چاہیے کہ اس میں نماز پڑھیں، اور اس کو آباد کریں، اگر دوسری مسجد بنانی ہے تو علیحدہ چندہ کرکے کسی دوسری زمین میں بنائی جائے۔

سوال: (۷۸۷) ایک طوائف نے ایک مسجد اپنے مال سے بنوائی تھی جس پر عالموں نے فتوی دیا کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں ہے، اب وہ مسجد ویران پڑی ہے، طوائف اس کو فروخت کرسکتی ہے یا نہ؟ اور مسلمان اس کو خرید سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۴۳ھ)

الجواب: اگر زمین اس مسجد کی پہلے سے وقف تھی، اور طوائف نے صرف تعمیر اس کی اپنے مال سے کرائی ہے تو اس کے ملبے کو اٹھا کر زمین کو خالی کردیا جاوے، اور مال حلال چندہ وغیرہ سے اس کو تعمیر کرالیا جاوے، وہ زمین مسجد کی فروخت نہیں ہوسکتی، اور یہ صورت بھی اس میں بہ حالت موجودہ نماز جائز ہونے کی ہوسکتی ہے کہ اس ملبے کی لاگت طوائف کو دیدی جائے؛ یعنی جس قدر اس نے صرف کیا ہے وہ اس کو مسلمان دیدیں پھر نماز اس میں صحیح ہے۔ فقط

سوال: (۷۸۸) ایک فاحشہ عورت نے اپنی ناپاک کمائی سے ایک مسجد بنائی تھی، کچھ عرصہ آباد رکھ کر اس کو معطل کردیا گیا، اور اب تک معطل ہے اب اس کو دارالطلبہ یا دارالکتب کے لیے استعمال میں لانا درست ہے یا نہ؟ (۶۱۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ مسجد ہوگئی تھی، اب اس کو دائمًا مسجد رکھنا ضروری ہے، اور یہ شکل دارالطلبہ ودارالکتب بنانا درست نہیں ہے۔ لأن الفتوىٰ على تأبيد المسجد (الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف) قوله وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا

---

(۱) البحر الرائق ۵/۴۲۱ کتاب الوقف. فصلٌ في أحكام المساجد.

(۲) الشامی ۶/۴۲۹ کتاب الوقف – مطلبٌ فيما لو خرب المسجد أو غيره.

ولو بسبب فاسد الخ (۱)(شامی کتاب الوقف) اس سے معلوم ہوا کہ ملک فاسد کا وقف کرنا بھی صحیح ہے، پس جب کہ وہ جگہ وقف ہوگئی تو مسجد ہوگئی، اور مسجد کو ہمیشہ مسجد رکھنا ضروری ہے۔ فقط

زنا کی آمدنی سے حاصل کردہ جائداد وزیورات کو مسجد کے لیے وقف کرنا

سوال: (۷۸۹) ایک عورت نے کسب زنا سے کچھ جائداد اور سونے چاندی کے زیورات حاصل کیے، اگر وہ اپنی جائداد اور زیورات کو مسجد پر وقف کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائداد مذکورہ کو اگر مسجد پر وقف کیا جائے تو وہ وقف صحیح ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے کہ ''اگر مالک جائداد بہ ملک فاسد بھی مالک ہوا ہو تو وقف کرنا اس کا صحیح ہے'' الفاظ اس کے یہ ہیں: ولو بملك فاسد الخ (۲) پس اس صورت میں مسجد کی ضروریات میں آمدنی ان مکانات موقوفہ کی خرچ کرنا درست ہے، اور زیورات کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے بھی مکان وزمین خرید کر مسجد پر وقف کردی جائے، اور پھر تمام آمدنی وقف کی مسجد میں خرچ کی جائے۔ فقط

زنا کی آمدنی سے تعمیر کی ہوئی مساجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۹۰)...... (الف) جو مساجد زنا کے خرچ سے تیار کی گئی ہوں ان میں نماز درست ہے یانہیں؟

(ب) ان مساجد کی بابت شرعاً کیا حکم ہے؟ نیز مساجد کے ساتھ زمین بھی وقف کی گئی ہے تو اس کی پیداوار کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۹۶۳/۴۳-۱۳۴۴ھ)

الجواب: (الف) ان مساجد میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ غصب کی زمین میں نماز پڑھنا، نماز ہوجاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ فقط

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف . شرائط الوقف .

(۲) حوالہ سابقہ .

(ب) وقف ہوجاتی ہیں، اور وہ مساجد ہوجاتی ہیں مگر حرام روپیہ لگانے والا ان میں گناہ گار ہوتا ہے، اور پیداوار کا کھانا ان اراضی کا بلا ادائے بدل اچھا نہیں ہے۔

سوال: (۷۹۱) ایک مسجد رنڈیوں نے تعمیر کرائی تھی، اب مسلمانان دیہہ آباد کرنا چاہتے ہیں، اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ پہلے آپ کا فتوی جواز کا آیا تھا جس پر غیر مجوزین معترض ہیں، آیا اس میں نماز صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قال في الشامي: قوله وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكًا له وقت الوقف ملكًا باتًا ولو بسبب فاسد الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر سبب فاسد کے ساتھ بھی کوئی شخص مالک کسی زمین کا ہو، اور اس کو وقف کردے تو وہ زمین وقف ہوجائے گی، سو اگر اس زمین کو مسجد کے لیے وقف کیا جائے گا تو وہ زمین مسجد ہوجائے گی اور یہ بھی حکم شرعی ہے کہ مسجد میں مال حلال صرف کرنا چاہیے، اور مال حرام صرف کرنا مسجد میں حرام ہے، حدیث شریف میں ہے: إن الله طيب لايقبل إلا الطيب (الحديث) (۲) اور شامی میں ہے: قوله ولو بماله الحلال، قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثًا أو مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لأن الله تعالى لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله الخ (۳) (شامی ۱/۴۴۲) حاصل یہ ہے کہ وہ مسجد جس میں مال حرام صرف ہوا ہو تو حکم اس کا یہ ہے کہ مال حرام صرف کرنے والے کے حق میں یہ امر موجب کراہت و معصیت ہے؛ لیکن نماز پڑھنے والوں کو کچھ گناہ نہیں ہے ان کی نماز ادا ہوجاتی ہے کیونکہ جب وقف صحیح ہوگیا تو وہ مسجد ہوگئی۔ فقط

زنا کی آمدنی سے ادا کیا ہوا کرایہ مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۷۹۲) مسجد کے مکان موقوفہ میں کرایہ دار ایک زانیہ عورت ہے، اور زنا کی آمدنی سے وہ کرایہ ادا کرتی ہے، اس روپے کو مسجد میں صرف کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۳۶۰/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) الشامی ۶/۴۱۰ کتاب الوقف، شرائط الوقف.

(۲) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله طيبٌ لا يقبل إلا طيبًا (الحديث) (المشكاة، ص:۲۴۱ باب الكسب وطلب الحلال كتاب البيوع)

(۳) الشامی ۲/۳۷۳ کتاب الصلوة، مطلبٌ كلمة لا بأس دليلٌ على أن المستحب غيره.

الجواب: امام صاحب کے مذہب کے موافق یہ اجارہ صحیح ہے اور کرایہ اس کا حلال ہے، اور صاحبین ایسے اجارہ کو مکروہ فرماتے ہیں؛ لیکن آمدنی کرایہ مذکورہ ان کے نزدیک بھی حرام نہیں ہے؛ البتہ کچھ کراہت اور خباثت ضرور ہے اس لیے مسجد میں صرف کرنا اس کا اچھا نہیں ہے۔

ہیجڑے کی آمدنی مسجد یا عیدگاہ میں لگانا

سوال: (۷۹۳) ایک ہیجڑا یعنی گانے بجانے والا اپنے مال مکسوبہ سے عیدگاہ تیار کراتا ہے، اس میں عامۂ مسلمین کی نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حرام آمدنی کے روپے سے مسجد اور عیدگاہ کی مرمت و درستی نہ کرائی جائے۔

ہندو یا بھنگی چمار کا مال مسجد میں لگانا درست ہے

سوال: (۷۹۴) ہندو اور بھنگی کے مال سے مسجد تعمیر کرانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندو کا مال یا بھنگی چمار کا مال —— اگر وہ دیں —— مسجد میں لگانا درست ہے، اگرچہ وقف کرنا ان کا مسجد کو درست نہیں؛ لیکن اگر بطور چندہ کفار مذکورین کا مال مسجد میں لگایا جائے تو درست ہے۔

مسجد میں لگے ہوئے مال کا غیر طیب ہونا گواہوں سے ثابت نہیں ہوسکتا

سوال: (۷۹۵) جو مسجد مال غیر طیب سے بنی ہو تو مال غیر طیب ہونے کے ثبوت میں کس قدر گواہ کی ضرورت ہے؟ بینوا توجروا۔ (۵۳۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ امر قضاء اور شہادت سے متعلق نہیں ہے، پس اگر کوئی شخص کہے کہ میرا مال حلال وطیب ہے تو کسی گواہی سے وہ مال غیر طیب قرار نہ دیا جائے گا اور کوئی شہادت اس کے مقابلہ میں مسموع نہ ہوگی؛ کیونکہ قضاء سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۷۹۶) جو عورت فاحشہ ہو گو قبل اس کے منکوحہ رہی ہو تو وہ تعمیر مسجد کرائے، اس کا مال

طیب تصور ہوگا یا غیر طیب؟ غیر طیب ہونے کے ثبوت میں گواہ معتبر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵۳۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ وہ عورت پہلے منکوحہ بھی رہی ہو، اور اس کو آمدنی طریق حلال سے بھی حاصل ہوئی ہو تو یہ گمان کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے مسجد کی تعمیر میں حرام مال لگایا ہوگا؛ بلکہ یہی گمان کرنا چاہیے کہ اس نے مال حلال مسجد میں لگایا ہوگا؛ کیونکہ مسلمان اللہ کے گھر میں مال حرام نہیں لگاتا —— اور مال کا غیر طیب ہونا گواہوں سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ فقط

مندر کا چندہ مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۷۹۷) ایک مندر کے لیے مبلغ چالیس روپے ماہوار چندہ ہوتا ہے، اس میں سے مبلغ دس روپے بہ اجازت چندہ دہندگان مسجد میں صرف ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۲۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: رقم مذکور کا مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔

مسجد کے کبوتروں کو بیچ کر ان کی قیمت مسجد میں صرف کرنا

سوال: (۷۹۸) کبوتروں کا گوبر نجس ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں جو کبوتر رہتے ہیں ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت اسی مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کبوتروں کی بیٹ پلید نہیں ہے، اور مسجد کے کبوتروں کو پکڑ کر فروخت کر کے مسجد میں اس قیمت کو صرف کرنا درست ہے۔ فقط

دباغت کے بغیر مردار کے چمڑے کی خرید وفروخت کرنا اور اس تجارت سے جو نفع ہو اس کو مسجد یا عیدگاہ میں صرف کرنا

سوال: (۷۹۹) مردار کے چمڑے کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس تجارت سے جو نفع ہو اس کو مسجد یا عیدگاہ میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مردار کے چمڑے کی خرید وفروخت بدون دباغت کے جائز نہیں باطل ہے، پس ایسے روپے کو مسجد اور عیدگاہ میں لگانا درست نہیں ہے۔ حدیث میں وارد ہے: إن اللّٰہ طیب لا یقبل إلا

الطیب (الحدیث) (۱) فقط

دوسروں کی اینٹیں بلا اجازت مسجد میں لگانا جائز نہیں

سوال: (۸۰۰) ''ملک پور'' میں دو مسجدیں ہیں، اور اس موضع میں ایک مکان پختہ مشترکہ تھا، جس کو گرا کر اس کی اینٹیں ایک مسجد والوں نے بلا رضامندی دیگر شرکاء، مسجد میں صرف کردیں؛ کیا اس مسجد میں نماز جائز ہے؟ (۱۳۳۸/۸۶ھ)

الجواب: دوسروں کی اینٹیں بلا اجازت مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ مالکوں کو اس کی قیمت نہ دے دیں، یا ان سے معاف نہ کراویں، لگانے والوں کے ذمے مؤاخذہ حق العباد کا رہے گا، اور نماز اس مسجد میں درست ہے، لیکن مثل زمین مغصوبہ کے نماز مکروہ ہوگی، جب تک قیمت ادا نہ کردی جاوے یا معاف نہ کرایا جاوے۔ فقط

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله طیبٌ لا یقبل إلا طیبًا (الحدیث) (المشكاة، ص:۲۴۱ باب الكسب وطلب الحلال كتاب البیوع)

تفاسیر وعلوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دار الاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بطرز تفسیر مع عنوانات جدید کتابت ۲ جلد		علامہ شبیر احمد عثمانی، اضافہ عنوانات جناب محمد ولی رازی
تفسیر مظہری اردو	۱۲ جلدیں	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
قصص القرآن	۴ حصے در ۲ جلد کامل	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات		انجینیئر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن		مولانا عبد الرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی)		ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی)		جان پینیرس
اعمال قرآنی		مولانا اشرف علی تھانوی
قرآن کی باتیں		مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ وشرح اردو	۳ جلد	مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند
تفہیم المسلم	۳ جلد	مولانا زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی
جامع ترمذی	۲ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابو داؤد شریف	۳ جلد	مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی	۳ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ وشرح	۳ جلد ۸ حصے کامل	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوۃ شریف مترجم مع عنوانات	۳ جلد	مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، مولانا عبد اللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم	۲ جلد	مولانا خلیل الرحمن نعمانی مظاہری
الادب المفرد کامل مع ترجمہ وشرح		از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ		مولانا عبد اللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف	۳ حصے کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف	ایک جلد	علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات	شرح مشکوۃ اردو	مولانا ابو الحسن صاحب
شرح اربعین نووی	ترجمہ وشرح	مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی

ناشر:- دار الاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸-۰۲۱